کشکول

یعنی

بیاضِ اصغر

جس میں

اردو اور فارسی کے مفید اور نصیحت خیز مصاریع (از صفحہ ۲/۲۶) ابیات و افراد از صفحہ (۲۷/۳۶۰) قطعات و رباعیات از صفحہ (۳۶۱/۴۱۵) ردیف وار درج ہیں۔ جو روزمرہ (بول چال) اور علم ادب میں بکارآمد ہوتے ہیں۔

منتخبہ

راجہ راجیسور راؤ اصغر خلف راجہ اماپت راؤ مہابلونت بہادر (مرحوم)
والی سمستھان دوکنڈہ مولف و مترجم کتب متعددہ۔

سنہ ۱۳۵۳ھ

مطبوعہ
مطبع نظام دکن واقع سلطان بازار حیدرآباد دکن

کشکول

اصغر





ابیات

جہاں پادشاہا خدائی تراست | ازل تا ابد پادشاہی تراست
گشایندۂ چشم بینش توئی | نگارندۂ آفرینش توئی
ز تو بحر عقل دانش پناہ | تصور بنزد تو گم کردہ راہ
بہ بخشائے ار بر ہمہ عاصیاں | خداوندیت را ندارد زیاں۔
اگر زاہداں را بسوزی بنار۔ | ہم از عدل بیروں نباشد شمار
ہمہ کار تو نیست الا کہ داد | ترا تہمت ظلم نتواں نہاد

یہ خادم الملک ہمدان زمانہ طالب علمی ہی میں جب کوئی اخلاقی یا ادبی۔ دلآویز و دلکش شعر نظر آتا تو اس پر صاد کر کے حفظ کر لیتا تھا۔ اس طرح کئی ہزار اشعار زبانی یاد ہو گئے تھے

یا یوں کہئے کہ یاد کرنے پڑے ۔ کیونکہ شاعر یا انشا پرداز کو ضروری ہے کہ متقدمین و معاصرین شعرا کے چوٹی کے شعر (جن کو عرف عام میں نشتر سے تعبیر کرتے ہیں) از بر ہوں ۔ علاوہ بریں اُن دنوں بیت بازی کا بھی عام رواج تھا ۔ اسکے بعد مجھے مطالعہ کتب کا شوق ہی نہیں بلکہ جنون رہا ہے ۔ فارسی و اردو ادب کے کتب و صحائف صدہا میری نظر سے گزرتے تھے ۔ نظم کی اقسام رزمیہ ۔ قصصی ۔ تمثیلی ۔ و غنائی ۔ اشعار اور نثر کی اصناف میں ناول (قصہ افسانے ۔ داستانیں) تواریخ یا تذکروں ۔ سیرت ۔ (ترجمۂ حیات ۔ سوانح) ۔ انتقادات کے علاوہ موقت رسائل ۔ مجلات ۔ مخازن کے رنگا رنگ مضامین و مقالات بھی پڑھنے میں آتے تھے ۔ ان میں جو اشعار ۔ ابیات ۔ مصاریع ۔ یا رُباعیات وغیرہ فصاحت و بلاغت یا تخیل کے لحاظ سے اعلیٰ یا بدیع ہوتے تھے ان کو بیاضوں میں درج کرلیتا تھا ۔ کیونکہ مشاغل علمیہ کی کثرت کے باعث ان سب کا یاد کرنا یا یاد رکھنا مشکل تھا ۔ یہ سلسلہ انتخاب و التقاط برسوں جاری رہا ۔ یہانتک کہ میری جدت پسند طبیعت میں ایک نئے ولولے نے دفعتاً ایک انقلاب پیدا کر دیا ۔ وہ یہ کہ اردو ادب کو ابتدا سے لیکر اب تک بہ امعان نظر مطالعہ کرکے تمام اخلاقی دُرر غُرر (اشعار آبدار) کا من حیث الفن اور خاص سلیقے کے ساتھ انتخاب کرلیا جائے ۔ اور صدہا عنوان قائم کرکے ان کے تحت تمام متعلقہ اشعار درج کئے جائیں ۔

الحمدللہ یہ دلچسپ اور ضروری کام کئی سال کے مسلسل شغف و انہماک کے بعد اختتام کو پہنچا ۔ اور (نغمۂ عنادل) کے دلفریب نام سے موسوم ہو کے ایک بسیط دیباچہ اور مفصل فہرست کے ساتھ زیر طبع ہے ۔ انشاءاللہ عنقریب قاموس الاشعار شائقین کی خاطر عاطر کو محظوظ و مسرور کرے گا ۔

ان جُملِ معترضہ کے بعد اب میں پھر اصل کی طرف عود کرتا ہوں ۔ وہ یہ کہ جب میں نے اپنی سابقہ بیاضوں کی طرف توجہ کی ۔ جن کو مصروفیت کار نے طاقِ نسیان پر رکھ دیا تھا تو جواہر آبدار اور لآلی شاہوار کا ایک گراں بہا ذخیرۂ ادبیہ پایا ۔ دل نے ہرگز پسند نہ کیا کہ جن گوہر ناسفتہ و نایاب کو فکر صائب و غائر نے کتب

دواوین کے بحارِ ذخار میں غواصی کر کے اخذ کیا ہے۔ ان کی تجلی و تنویر سے اپنے ہی دل و دماغ کو روشن رکھے اور اپنے ابنائے زبان کو مستفید و مستفیض ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔ لہذا بڑی مسرت کے ساتھ ہندوستان و ایران کے شعرائے شیریں مقال و ناظمان ماضی و حال کے تخیلات۔ تاثرات۔ احساسات جذبات۔ ابکارِ افکار کو جو مناظر، معارف و حقایق کے سچے ترجمان ہیں اور جو اس سے قبل بیاض اصغر میں محصور تھے۔ اب کشکولِ شاعرانہ میں نذر اہل نظر کرتا ہوں

ع۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ پس کامل توقع ہے کہ فارسی و اردو ادب و انشا پردازی میں اس کتاب سے جو علم محاضرات میں نہایت اہم اور قابل قدر ہے بڑی امداد ملے گی۔

نظم

نگاہست بیفتد اگر بر خطا | تو آں را بپوشاں ز لطف و عطا۔
تو بر من مگیر اے ہوائے ذی خرد | کہ خالی نباشد بشر از خطا

راقم احقر

راجیسور راؤ۔ اصغر

حصّہ اوّل

مَصارِع

حصہ اوّل

مصاریع

الف

ع آنکھ سے اوجھل نہ ہو جائے کہیں نورِ نظر ۔
ع ابھی فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہو گی ۔
ع اکیلے دکیلے کا اللہ بیلی ۔
ع اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی ۔
ع آب کین بے حاصلان یکسر بدریا می رود ۔
ع آتش بزمستان زگل سوری بہ
ع آخر بخیال میسر و و عمر ۔
ع آخر طریق دولت چالاکی ست و چستی ۔
ع آخر گزر پوست بہ دباغانست ۔
ع آدمیان گم شدند ۔ ملک خدا خر گرفت ۔
ع آدمی را بچشم حال نگر ۔
ع آدمی پیر چو شد ۔ حرص جوان میگردد ۔
ع آرے طریق دولت چالاکی ست و چستی ۔
ع آرے باتفاق جہاں میتواں گرفت ۔
ع آزردہ دل آزردہ کند انجمنے را ۔
ع آسودہ کسیکہ زن ندارد ۔

ع آسودہ کسیکہ خر ندارد ۔
ع آسان گردد بر آنچہ ہمت بستی ۔
ع آشنا را حال اینست وائے بر بیگانہ
ع آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو ۔
ع آلو چو بہ آلو نگرد رنگ بر آرد ۔
ع آنانکہ غنی تراند محتاج تراند ۔
ع آن بلا نبود کہ از بالا بود ۔ (یا رود)
ع آن جا کہ دوستی ست تکلف چہ حاجت ست ۔
ع آن را کہ عیاں است چہ حاجت بہ بیان ست ۔
ع آن را کہ بدادند، بدادند و بدادند ۔
ع آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد ۔
ع آن را کہ چناں کند چنیں آید پیش ۔
ع آن شب قدر کہ گویند اہل خلوت امشب ست ۔
ع آن قدح بشکست و آن ساقی نماند ۔
ع آواز دہل شنیدن از دور خوش ست
ع آواز سگاں کم نکند رزق گدا را ۔
ع آواز گدا رونق بازار کریم ست ۔
ع آواز خر و نغمہ داؤد یکے ست ۔
ع ابر را بانگِ سگ ضرر نکند ۔
ع ادب آب حیات آشنائی ست
ع از کوزہ ہماں بروں تراود کہ در وست ۔
ع از کجا ایں سر خر پیدا شد ۔
ع ایک دن کا کام کچھ روما کی آبادی نہیں ۔

ع ازباران زیرناودان گریخت ۔

ع از نے بوریا شکر نخوری ۔

ع از هرچه بگذرد سخن از یار خوشتر است ۔

ع از چاه برون آمده در چاه افتاد ۔

ع از خیال پری دوی بگذر ۔

ع از دوست یک اشاره و از ما بسر دویدن ۔

ع از دل برود هرانچه از دیده برفت ۔

ع از ضعف بهر جا که نشستم وطن شد ۔

ع از گوشه بامیکه پریدم پریدم ۔

ع از شاخ کهنه میوهٔ نورس غنیمت ست ۔

ع از فلفل و زنجبیل سروی مطلب

ع از صد زبان زبان خموشی نکوبود ۔

ع از مکافات عمل غافل مشو ۔

ع از ماست همه فنا و باقی ۔

ع اسپ و زن و شمشیر وفادار که دید ۔

ع اشتها نیست جان من مرض ست ۔

ع افسرده دل افسرده کند انجمنے را ۔

ع اگر تو می ندهی داد روز دادے هست

ع اگر ساقی تو باشی مے توان خورد ۔

ع اگر مردی احسن الی من اسا ۔

ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند ۔

ع اگر باور کنم عقلم نباشد ۔

ع امشب همه شب چه چه زدی حلوا گو ۔

ع آنچه ما ورکار داریم اکثرے در کار نیست ۔

ع آنچه ما کردیم با خود هیچ نابینا نکرد ۔

ع آنچه آدم میکند بوزینه هم ۔

ع آنچه نصیب ست بهم میرسد ۔

ع آنچه کنی بخود کنی گر همه نیک و بد کنی

ع اندرین باغ چو طاؤس نگارست مگس ۔

ع اندک اندک بهم شود بسیار ۔

ع انصاف شیوه ایست که بالاے طاعتست ۔

ع انگور ز انگور رهی گیرد رنگ ۔

ع اوقات مکن ضایع و تنها بنشین ۔

ع اوقات شریف این که چون می گزرد ۔

ع او خویشتن گم ست کرا رهبری کند ۔

ع اول اندیش وانگهے گفتار ۔

ع اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را ۔

ع اول کسیکه لاف محبت زند منم ۔

ع اے باد صبا این همه آورده تست ۔

ع اے بسا آرزو که خاک شده ۔

ع اگر یار اهل است کار سهل است ۔

ع اے تو مجموعهٔ خوبی ز کدامت گویم ۔

ع اے خاک بران سر که درو مغز وفا نیست ۔

ع اے در بتو میگویم دیوار تو هم بشنود ۔

ع اے آمدنت باعث آبادی ما ۔

ع اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی ۔

ع اے زفرصت بےخبر در ہرچہ باشی زود باش ۔

ع اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری ۔

ع اے قامت خوش کہ زیر چادر باشد ۔

ع این را کسے گو کہ ترا نشناسد ۔

ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند ۔

ع اینک من و تو ہر آنچہ دانی میکن ۔

ع این سبو گر نشکند امروز ۔ فردا بشکند ۔

ع این دست را مباد باآں دست احتیاج ۔

ع این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد ۔

ع این ست جوابش کہ جوابش ندہی ۔

ع اینجا حسب نگنجد و اینجا نسب نباشد ۔

ع این ہمہ از پئے آنست کہ زر میخواہد ۔

ع این کار دولتست کنوں تاکرا رسد ۔

ع این بہ بیداریست یارب یا بخواب ۔

ع این ماتم سخت ست کہ گویند جوان مرد ۔

ع این خیال ست و محال ست و جنوں ۔

ع این خانہ تمام آفتاب است ۔

ع اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی ۔

ع آخر آمد ۔ بود فخر اولین ۔

ع آزمودہ را نباید آزمود ۔

ع آفرین باد بریں ہمت مردانۂ تو ۔

ع اصل بد از خطا خطا نکند ۔

ع اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند ۔

ع اینجا مقام دم زدن جبرئیل نیست ۔

ع آبرو جگ میں رہے تو جان جانا پشم ہے

ع آدمی آدمی میں انتر ہے ۔

ع آدمی سا پکھیرو کوئی نہیں ۔

ع آنکھ کا اندھا ۔ گانٹھ کا پورا ۔

ع ابھی آپ کے دودھ کے دانت ہیں ۔

ع اپنی عادت نہیں برائی کی ۔

ع ایک حمام میں سبھی ننگے ۔

ع امید نیست کہ عمر گزشتہ باز آید ۔

ع از ابر سیہ باشد افزونی بارانہا ۔

ع ایں ہمہ اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر ۔

ع از دل برود ہر آنکہ از دیدہ برفت ۔

ع امیدہا در ناامیدیست ۔

ع آنچہ در دیگ است بچمچہ میاید ۔

ب

ع بلی بھی چوہے مارتی ہے پیٹ کے لئے ۔

ع باآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

ع باادب باش تا بزرگ شوی ۔

ع باادب باش گر تو زادۂ ناس ۔

ع باتنگ ظرفان نشستن عمر ضائع کردن ست ۔

ع باخدا کارست مارا ناخدا در کار نیست ۔

ع بادوستان تلطف بادشمنان مدارا ۔
ع بادُرُوکشان ہر کہ درافتاد برافتاد ۔
ع بادرو کسے رسد کہ دروے دارد ۔
ع بارہا گفتہ ام و بار دیگر میگویم ۔
ع بارے بہیچ خاطر خود شاد میکنم ۔
ع باز گردد باصل خود ہر چیز ۔
ع باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ ۔
ع باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را ۔
ع باعمزدگان ہر کہ برافتاد ورافتاد ۔
ع باکریمان کارہا دشوار نیست ۔
ع باکافر و مسلمان بنشیں و صلح کن ۔
ع بالاتر از سیاہی رنگے دگر نباشد ۔
ع بامسلمانان اللہ اللہ . با برہمن رام رام ۔
ع باہمہ کج کلاہ با ما ہم ۔
ع باہیچ دلاور سپر تیر قضا نیست ۔
ع باہمیں مردمان بباید ساخت ۔
ع باید متاع نیکو از ہر دکان کہ باشد ۔
ع ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ۔
ع بخت و دولت بکاردانی نیست ۔
ع بخت چون خندان بود سندان بدندان بشکند ۔
ع بخت خواب آلودہ را فالودہ دندان بشکند ۔
ع بخونریزی بود چالاک شمشیرے کہ خم دارد ۔
ع بدخواہ کسان ہیچ بمقصد نرسد

ع بدی را بدی سہل باشد جزا ۔
ع بدو زر و طمع دیدہ ہوشمند ۔
ع بدگہر با کسے وفا نکند ۔
ع بدنام کنندہ نکونامے چند ۔
ع بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را ۔
ع براتِ عاشقان بر شاخ آہو ۔
ع برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر ۔
ع بر توکل زانوے اشتر بہ بند ۔
ع بدین عقل و دانش بباید گریست ۔
ع براحتے نرسد آنکہ زحمتے نکشد ۔
ع برخیز نگاہ و شادمان باش ۔
ع بر رسولان بلاغ باشد و بس ۔
ع بر زبان تسبیح و در دل گاو خر ۔
ع بر سنگ گردان نروید نبات ۔
ع بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگزرد ۔
ع بر سر اولاد آدم ہر چہ آید بگزرد ۔
ع بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست ۔
ع برمن منگر . بر کرم خویش نگر ۔
ع برعکس نہند نام زنگی کافور ۔
ع برگ سبز ست تحفۂ درویش ۔
ع بر مخنث سلاح جنگ چہ سود ۔
ع بزرگی بایدت بخشندگی کن ۔
ع بزرگی بعقل است نہ بسال ۔

ع بزرگان۔ خردہ بر خردان نگیرند ۔

ع بزن فالِ نیک کہ نیک آورد ۔

ع بُز کہ گرگین شدہ از گلہ بدر باید کرد ۔

خارشتی ۱۲

ع بسرِ زُلف سخن می گوید ۔

ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے ۔

ع بشہر خویش ہر کس شہریار ست ۔

ع بشہر خود روم و شہریار خود باشم ۔

ع بعد از سرِّ کُن فیکون۔ شُد شدہ باشد ۔

ع بقدر گلیمت بکن پا دراز ۔

ع بہ کاہل کارے مفرما۔ پند پیران بشنو ۔

ع بکن مکرمت۔ لیک منت منہ ۔

ع بہ لقمان وعظ گفتن از ادب نیست ۔

ع بہ لقمان حکمت آموزی چہ حاجت ۔

ع بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد ۔

ع بندگی باید پیرزادگی منظور ریا در کار نیست ۔

ع بنشین کہ گدائی کنم و پیش تو آرم ۔

ع بنگر کہ چہ میگوید منگر کہ کہ می گوید ۔

ع بُود نقرہ محتاج پالودگی ۔

ع بود ہم پیشہ با ہم پیشہ دشمن ۔

ع بوقت تنگدستی آشنا بیگانہ می گردد ۔

ع بہارِ باغ۔ دلِ آسودہ را بکار آید ۔

ع بہر نامے دیا نامش، کہ خوانی سر برآرد ۔

ع بہر زمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است ۔

ع بہر یک گلِ منت صد خار می باید کشید ۔

ع بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔

ع بے تابِ عشق ہر چہ کند حق بدست اوست ۔

ع بے تمیز ارجمند و عاقل خوار ۔

ع بیدل نیم ہنوز بہ بیم چہ میشود ۔

ع بے رحم باش جانِ من و بیوفا مباش ۔

ع بے زری کرد بمن ہرچہ بقارون زر کرد ۔

ع بیا تا بگردیم میدان خوش است ۔

ع بہ عمل کوش ہرچہ خواہی پوش ۔

ع بشنود یا نشنود من گفتگوے میکنم ۔

ع بقدر مال باشد سرگرانی ۔

ع بیفشان و بشمار و غافل نشین ۔

ع بیک دست دو ہندوانہ نہ گنجد ۔

ع بات پر بات یاد آتی ہے ۔

ع باڑھ کاٹے نام ہو تلوار کا ۔

ع بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا ۔

ع بولتا ہے جب تلک ہے بولتا ۔

دم ۱۲



ع پیش آتی ہے وہی جو کچھ کہ پیشانی میں ہے ۔

ع پا بدست دگرے۔ دست بدست دگرے ۔

ع پا بقدر گلیم باید کشید۔
ع پا جی بطواف کعبہ حاجی نشود۔
ع بلائے پیش آمد ست و پس دیوار۔
ع پلے مرا لنگ نیست ملک خدا تنگ نیست۔
ع پراگندہ روزی پراگندہ دل۔
ع پر تو نیکان نگیرد ہر کہ بنیادش بدست۔
ع پسر کہ بدگہر افتد۔ پدر چہ کار کند۔
ع پشم از خایہ ہائے رندان کم۔
ع پشہ چو پر شد بزند پیل را۔
ع پنہان درون پنبہ ببین پنبہ دانہ را۔
ع پیری وصد عیب چنین گفتہ اند۔
ع پیرم و سرگشتہ و گم کردہ راہ۔
ع پیر یکدم ز عشق زند بس غنیمت ست۔
ع پیر من ہرچہ کند عین عنایت باشد۔
ع پیش ازین من ہم درین باغ آشیانے داشتم۔
ع پیل در گل ماندہ را شہ پیل باید تا کشد۔
ع پہلے گھر میں تو پیچھے مسجد میں۔
ع پیت کی ریت ہی نرالی ہے۔
دوستی ۱۲
ع پرسان پرسان بشو در رفت تا چین

ت

ع تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے۔
ع تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے۔
ع تا بہ بینیم کہ از غیب چہ آید بیرون۔
ع تا تو بمن میرسی من بخدا میرسم۔
ع تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیرون۔
ع تا در میان خواستہ کردگار چیست۔
ع تا ریشہ در آبست امید ثمرے ہست۔
ع تا ریری بود مرگ یک ست۔
ع تا سال دگر ہئے کہ خورد زندہ کہ ماند۔
ع تا شب نروی روز بجائے نرسی۔
ع تا صدف قانع نشد پر در نشد۔
ع تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا۔
ع تا نفس باقیست راہ زندگی ہموار نیست۔
ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد۔
ع تدبیر کند بندہ تقدیر کند دیا زند اخندہ۔
ع تربیت نا اہل را چون گردگان بر گنبد ست۔
ع تشنہ در خواب آب می بیند۔
ع تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔
ع تکبر عزازیل را خوار کرد۔
ع تکیہ بر جائے بزرگان نتوان زد بگزاف۔
ع تندرستان را نباشد قدر دیا درد ریش۔
ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔
ع تواضع ز گردن فرازان نکوست۔

۶ تو بہ فرمایان چرا خود تو بہ کمتر میکنند ۔
۶ تو پاک باش برادر مدار از کس باک ۔
۶ تو مرا دل دہ و دلیری بین ۔
۶ تو نہ فہمیدہ مگو کہ خطا است ۔
۶ تیر چوں تر شود کمان گردد ۔
۶ تیغ چوں شکست خنجر میشود ۔
۶ تیغ کج را نیام کج باشد ۔ (با باید)
۶ تنکوں کی آگ اور غلاموں کی دوستی ۔
۶ تو گور رکھو دو میری میں گاڑ آؤں تجھ کو ۔

ث

۶ ثابت قدم بگفت کسے بد نمیشود ۔
۶ ثنائے خود بخود گفتن نزیبد مرد عاقل را ۔
۶ ثمر از درخت بید نباید جست ۔

ج

۶ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے ۔
۶ جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے ۔
۶ جو تل زیادہ حد سے بڑھا سو مسا ہوا
۶ جوگی جگت جانے نہیں کپڑے رنگے تو کیا ہوا ۔
۶ جان دادہ ام کہ گشتہ میسر وصال دوست ۔
۶ جائے بنشین کہ بر نخیزی ۔
۶ جائے گل گل باش و جائے خار خار ۔
۶ جائے خر بستن تو اینجا نیست ۔
۶ جائے تنگ است و مردان بسیار ۔
۶ جواب است اے برادر این نہ جنگ است
۶ جواب جاہلان باشد خموشی ۔
۶ جو راستاو بہ زہر بہ ۔
۶ جوانی شد و زندگانی نماند ۔
۶ جوے زر بہتر از ہفتاد و زور ۔
۶ جوے طالع ز خروارے ہنر بہ ۔
۶ جائیکہ نمک خوری نمکدان مشکن ۔
۶ جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ ۔
۶ جنکے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے ۔
۶ جونک ماٹی میں ہے تو بھی لہو پیتی ہے ۔

چ

۶ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی ۔
۶ چارہ نیست دریں واقعہ الا تسلیم ۔
۶ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ۔
۶ چربی از سنگ بر نمی آید ۔
۶ چراغ مفلسان نورے ندارد ۔
۶ چراغ مقبلان ہرگز نمیرد ۔

ف چراغ مردہ کجا۔ شمع آفتاب کجا۔
ف چراغ را نتوان دید جز بنور چراغ
ف چشم مور و پاے مار و خیر ممسک را کہ دید۔
ف چشم ما روشن و دل ما شاد۔
ف چشم اگر بینا بود ہر روز۔ روز محشر ست۔
ف چغندر کاشتم زردک بر آمد۔
ف چکنم تا نکند مصلحت خویش تباہ۔
ف چکنم چشم آسمان کور ست۔
ف چنان ماند کہ بوسہ بعد انزال
ف چنان نماند و چنین نیز ہم نخواہد ماند۔
ف چنار تا بکجا عیب مفلسی پوشد۔
ف چو احمق در جہان باقیست مفلس در نماند۔
ف چون از تو گذشتی ہمہ چیز از تو گذشت۔
ف چو بر گردد فلک کچکول سازد تاج شاہی را۔
ف چو دشمن خراشید ایمن مباش
ف چو شد زسر عادت مضرت نہ بخشد۔
ف چو تیر از کمان رفت ناید بشست۔
ف چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن۔
ف چو سر خواہی سلامت سر نگہدار۔
ف چو فردا رسد کار فردا کنم۔
ف چو زن پستانِ خود مالد حظوظ نفس کے یابد۔
ف چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔
ف چو مہ بہ ہالہ نشیند دلیل باران ست

ف چو میدان فراخست گوے بزن۔
ف چو میرد مبتلا میرد۔ چو خیزد مبتلا خیزد۔
ف چو نام سگ بری چوبے بدست آر۔
ف چو نرمی کنی خصم گردد دلیر۔
ف چون قضا آید طبیب ابلہ شود۔
ف چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند۔
ف چون معانی جمع گردد شاعری آسان بود۔
ف چون گوش روزہ دار بر اللہ اکبر ست۔
ف چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان
ف چہ توان کرد آنچنین افتاد۔
ف چہ توان کرد مردمان این اند۔
ف چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار۔
ف چہ کند بینوا ہمیں دارد۔
ف چہ دانی تو اے بندہ۔ کارِ خدائے۔
ف چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد
ف چہ گویم کہ ناگفتنم بہتر ست۔
ف چہ مردی بود کز زنی کم بود۔
ف چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔
ف چیزے بدہ درویش را۔ چیزے گو درویش را۔
ف چشم بد دور۔ آنکھیں موتی چور۔
ف چلھ ڈال ہال دھن کو۔ کوڑی نہ دھن کو۔
ف چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کو۔
ف چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل۔

ع چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔
ع چو گلِ بسیار شد پیلان بلغزند۔

ح

ع حاجت مشاطہ نیست روے دلارام را۔
ع حاصل تحصیل ما تحصیل حاصل بودہ است۔
ع حبِ وطن از ملک سلیمان خوشتر۔
ع حرف را پوست کندہ باید گفت۔
ع حرفِ بد بر زبان بد باشد۔
ع حرف حق بر زبان شود جاری۔
ع حریف باختہ با خود ہمیشہ در جنگ است۔
ع حسن چوں بے پردہ شد زنہار گردِ او مگرد۔
ع حسن خداداد را حاجتِ مشاطہ نیست۔
ع حکم حاکم قبول باید کرد
ع حلوا بکسے دہ کہ محنت نکشد۔
ع حلوا گفتن دہن نسازد شیریں۔
ع حنظل بہ تربیت ندہد طعم نیشکر۔
ع حیف نامردن و افسوس نادان زیستن۔
ع صد حیف کہ ما دیر خبردار شدیم۔
ع حیلہ جو را بہانہ بسیار است۔
ع حال میں قال مرہی میں موسل۔
ع حسن بے بنیاد باشد عشق بے بنیاد نیست۔

خ

ع خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے۔
ع خاکساری کے سوا بندہ کے گھر خاک نہیں۔
ع خدا نے زبان ایک دی۔ کان دو۔
ع خوب گزرےگی جو مل بیٹھنگے دیوانے دو
ع خاطر بدست تفرقہ دادن نہ زیرکی ست۔
ع خاک از تودہ کلاں بردار۔
ع خاک بر آن لقمہ کہ تنہا خوری۔
ع خاک عمل از عبیر معز ولی بہ۔
ع خاموشی از ثناے تو حد ثناے تست۔
ع خانہ درویش را شمعے بہ از مہتاب نیست
ع خانہ پُر شیشہ را سنگے بس است۔
ع خانہ ویران میشود چوں طفل گردد خانہ دار۔
ع خاک شو پیش از انکہ خاک شوی۔
ع خدا پنج انگشت یکساں نکرد۔
ع خدا ے کہ دندان دہد نان دہد۔
ع خدا بر تو پاشد تو بر خلق پاش۔
ع خدا خود میر سامان ست اسبابِ توکل را۔
ع خر ار جلِ اطلس بپوشد خر ست۔
ع خر بوزہ بخور ترا بفالیز چہ کار۔
ع خر چہ داند بہاے قند و نبات۔
ع خرس در کوہ بو علی سینا ست۔

ع خر قیمت زعفران چه داند۔
ع خصم چوں پشت دہد ہیچ مگو۔
ع خطائے بزرگان گرفتن خطاست۔
ع خفته را خفته کے کند بیدار۔
ع خلوت از اغیار باید نے زیار۔
ع خواب یک خواب است و باشد مختلف تعبیرہا۔
ع خواجہ آنست کہ باشد غم خدمتگارش۔
ع خواجہ چه داند بہائے شاخ نبات۔
ع خوب شد اسباب خود بینی شکست۔
ع خود غلط۔ انشا غلط۔ املا غلط۔
ع خود کوزه و خود کوزه گر و خود گل کوزه
ع خود راز عملہائے نکوہیدہ بری دار۔
ع خود مرض و جملہ مرض را دوا است۔
ع خود پسندی جان من برہان نادانی بود۔
ع خوش سخن باش تا اماں یابی۔
ع خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند
ع خوش وقت کسیکہ خر ندارد۔
ع خوشامد ہر کہ گفتی خوش آمد۔
ع خوئے بد را بہانہ بسیار
ع خویش اند کہ نوبتے شکست خویش اند۔
ع خوش باش دمے کہ زندگانی این است۔
ع خر عیسی با آسمان نرود
ع خادم کو کام سکھا لیتا ہے۔

د

ع داد۔ داد۔ از دست غفلت۔ داد۔ داد۔
ع دانہ دانہ است غلہ در انبار۔
ع در آر طمع مرغ و ماہی بہ بند۔
ع در بلا بودن بہ از بیم بلا۔
ع در پائے تو ریزم آنچہ در دست منست۔
ع در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست۔
ع در خانہ مور شبنمے طوفان است۔
ع در خانہ کدخدای ماند ہمہ چیز۔
ع در خانہ ہر چہ باشد مہمان ہر کہ باشد
ع درخت کاہلی کفر آورد بار۔
ع درد را پیش دردمند بگو۔
ع درد مرا از یار است و درمان نیز ہم۔
ع درو بخش تا بدو اے رسی۔
ع درد عاشق نشود بہ ز مداوائے طبیب۔
ع درشتی و نرمی بہم در بہ است۔
ع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست۔
ع در عمل کوش ہر چہ خواہی پوش۔
ع در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست۔
ع در عین اختیار مرا اختیار نیست۔
ع در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔
ع در مزرع دہر آنچہ کاری درودی۔

ع درمان بکسے رسد که دردے دارد .
ع درویش هر کجا که شب آمد (یا نشیند) سرائے اوست
ع درویش صفت باش و کلاه تتری دار .
ع دروغے راجزا باشد دروغے .
ع در هر که بنگری بهمین داغ مبتلاست .
ع دریاے فراوان نشود تیره بسنگ .
ع دریتیم را همه کس مشتری بود .
ع دزد از خانه مفلس خجل آید بیرون .
ع دزد مشتاق تر از صاحب کالا باشد .
ع دزد راهے رود . صاحب کالا راهے .
ع دزد دانا می کشد اول چراغ خانه را .
ع دزد من باخانه می دزد و متاع خانه را .
ع دزدیده بود آنچه بماند بخداوند .
ع دست بالاے دست بسیارست .
ع دست خود و دهان خود گر نه خوری زبان خود
ع دست چپ دست راست می شوید .
ع دست زیر سنگ را آهسته می باید کشید .
ع دشمن اگر قوی ست نگهبان قوی ترست .
ع دشمن نتوان حقیر و بیچاره شمرد .
ع دشمن چه کند چو مهربان باشد دوست .
ع دعاے گوشه نشینان بلا بگرداند .
ع دلبر آن نیست که موے و میانے دارد .
ع دل بدست آر و هر چه خواهی کن .

ع دل که افسرده شد از سینه بدر باید کرد .
ع دل من داند و من دانم و داند دل من
ع دماغ بیهوده پخت و خیال باطل بست .
ع دنیا پوچ ست و کار دنیا پوچ ست .
ع دوباره نیست کس را زندگانی .
ع دولت جاوید یافت هر که نکونام زیست .
ع دولت نه بهد خداے کس را بغلط (یا بگزاف)
ع دولت تیز را بقاے نیست .
ع دولت آنست که بیخون دل آید بکنار .
ع دولت دران سرست که از میهمان پرست .
ع دو دل بودن بجز بے حاصلی نیست .
ع ده مرده مرد را احمق کند .
ع دهن سگ به لقمه دوخته به .
ع دیده را ناخنه به از ناخن .
ع دیدیم همه را و آزمودیم همه را .
ع دیر گیر و سخت گیرد مر ترا .
ع دیر آمدن و شتاب رفتن .
ع دی رفت و پری رفته و روز امروز ست .
ع دیگر بخود مناز که ترکی تمام شد .
ع دیگ سیه . جامه سیه میکند .
ع دیوار گوش دارد و فهمیده لب بجنبان .
ع دیوانه بکار خویش هشیار .
ع دیوانه باش تا غم تو دیگران خورند .

ف دیوانه همان به که بود اندر بند۔

ف دیو بگریزد ازان قوم که قرآن خوانند۔

ف در بیشه گمان مبر که خالی ست۔

ف دل بدست آور که حج اکبر ست۔

ف دو دل یک شود بشکند کوه را۔

ف دیو خوش خلق به از حور گره پیشانی۔

ف دودھ کا دودھ۔ پانی کا پانی۔

ف دودھ بھی دھولا، چھاچھ بھی دھولی۔ سفید ۱۲

ذ

ف ذرهٔ آفتاب تابانیم۔

ف ذوقِ چمن زخاطرِ بلبل نمیرود۔

ف ذوقِ چمن زخاطرِ صیاد میرود۔

ف ذوقِ گل چیدن اگر داری سوی گلزار رو۔

ف ذوق میں شوق۔ نفع میں لڑکا۔

ر

ف راحت بدل رسان که همین مشربیست و بس۔

ف رازِ دل جز بیار نتوان گفت۔

ف راز خود با یارِ خود چندان که بتوانی مگو۔

ف راستی موجب رضای خداست۔

ف راستی را زوال کے باشد۔

ف راستی آور که شوی رستگار۔

ف راست نباید خواجگی با بندگی۔

ف رزق را روزی رسان پر میدهد۔

ف رسیده بود بلائے۔ ولے بخیر گزشت۔

ف رفت و چندین آرزو با خاک برد۔

ف رقص کردن خود نداند صحن را گوید کج ست۔

ف رموزِ عاشقان۔ عاشق بداند۔

ف رموزِ مصلحتِ خویش خسروان دانند۔

ف رنج خود و راحت یاران طلب۔

ف رندِ عالم سوز را با مصلحت بینی چه کار۔

ف رنجش خر از راحتِ پالان ست۔

ف رندی و هوسناکی در عهدِ شباب اولی۔

ف رو برو بودن به از پهلو بود۔

ف روح را صحبت ناجنس عذابیست الیم۔

ف روز مسخرگی پیشه کن و مطربی آموز۔

ف روزی بقدرِ همت هر کس مقرر ست۔

ف روی مفلس سیاه می باشد۔

ف راه راست برو اگرچه دور ست۔

ف ریاضت کش ببادامے بسازد۔

ف راضی شدن خصم کم از انتقام نیست۔

ز

ع زاہد کا کیا خدا ہے؟ ہمارا خدا نہیں۔
ع زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو۔
ع زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔
ع زاہد بدر مسجد و میخوار بدیر۔
ع زبان سرخ سر سبز مید ہد بر باد۔
ع زچشم بد رخ خوب ترا خدا حافظ۔
ع زخردان خطا و زبزرگان عطا۔
ع زور یا میکشد صیاد دوام آہستہ آہستہ۔
ع زدیم بر صف رندان وہرچہ باد اباد۔
ع زر از معدن بکان کندن برآید۔
ع زر بر سر فولاد نہی نرم شود۔
ع زر دادن و درد سر خریدن۔
ع زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز۔
ع زمرگ خر بود سگ را عروسی۔
ع زمین ترقید (یا ترکید) و پیدا شد سر خر۔
ع زنازادہ نیاید جز زناکار۔
ع زن بیوہ مکن اگرچہ حور ست۔
ع زنند جامہ ناپاک گازران بر سنگ۔
ع زن و اژدہا ہر دو در خاک بہ۔
ع زنیکو ہرچہ صادر گشت نیکو ست۔
ع زور بر گاؤ و نالہ بر گردون۔
ع زہر طرف کہ شود کشتہ سود اسلام ست۔
ع زہ کردن این کمان بسے دشوار ست۔
ع زہے مراتب خوابیکہ بہ زبیداریست۔
ع زہے تصور باطل زہے خیال محال۔
ع زیر بار اند درختان کہ تعلق دارند۔
ع زیان میکند آب شب خواب روز۔
ع زینہار از قرین بد زنہار۔
ع زصد چوبہ (یا بعید یا تیر) آید یکے بر نشان۔
ع زمین شور سنبل بر نیارد۔
ع

س

ع سمند ناز پر اک اور تازیانہ ہوا۔
ع سیاہی ہو گئی گئی۔ دل کی آرزو نہ گئی۔
ع ساقیا امروز مے نوشیم فردا را کہ دید۔
ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست۔
ع سبزہ بر سنگ نروید چہ گنہ باران را۔
ع سبز شد دانہ چو با خاک سرے پیدا کرد۔
ع ستور لکد زن گران بار بہ۔
ع سخت میگیرد جہان بر مردمان سخت کوش
ع سختی و محنت نکشد پارہ دوز۔
ع سخن تا نپرسند لب بستہ دار۔
ع سخن بسیار دانی اندکے گو سے۔

ع سخن عشق جز بیار مگو ۔
ع سخنش تلخ نخواہی دہنش شیرین کن ۔
ع سخن یک ست وہ گرہا عبارت آرائی ست ۔
ع سخن تا نپرسند لب بستہ دار ۔
ع سرکہ مفت از عسل شیرین ست ۔
ع سطرہا کہ راست آید چون کجی در مسطر ست ۔
ع سفینہ کہ در و بحرہا بود این ست ۔
ع سکندر را شکِ حسرت ریخت کافلاطون زعالم شد
ع سگ گزندہ ہمان بہ کہ آشنا باشد ۔
ع سگ لیلی بچشم مجنون ہیں ۔
ع سگ نشیند بجاے گیپائی ۔
ع سلام روستائی بے (یا جز) غرض نیست ۔
ع سوز باید مرد را ۔ گو ساز بے آہنگ ہست ۔
ع سیلاب نداند کہ در خانہ کدام ست ۔
ع سینہ ہا را خامشی گنجینۂ گوہر کند ۔
ع سیماے آدم آئینہ حال باطنست ۔
ع سعی بسیار کفش پارہ کند ۔
ع سہاتے کی لات ۔ ان سہاتے کی بات ۔
ع

ش

ع شاخِ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست ۔
ع شاخیکہ بلند شد تبر خورد ۔

ع شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن ۔
ع شاگرد رفتہ رفتہ باستاد میرسد
ع شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را ۔
ع شاہان کم التفات بحال گدا کنند ۔
ع شاید کہ ہمین بیضہ بر آرد پر و بال ۔
ع شاید کہ رفتہ رفتہ بما مہربان شوی
ع شب حاملہ است فردا چہ زاید ۔
ع شب حاملہ است تا چہ زاید ببینیم ۔
ع شتربان درود آنچہ خربندہ کشت ۔
ع شتر در خواب بیند پنبہ دانہ ۔
ع شدنی شد و گرچہ خواہد شد
ع شراب مفت بہ از عسل شیرین ۔
ع شرط ہمہ وقتی نبود لائق کشتی ۔
ع شعر فہمیدن بہ از گفتن بود
ع شکستہ نشاید دگر بار بست ۔
ع شلغم پختہ بہ ز نقرۂ خام ۔
ع شمشیر نیک ز آہن بد چون کند کسے ۔
ع شمع آرائشت و روشنی باشد ۔
ع شمع را ہر چند سر بُرّند روشن تر شود ۔
ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۔
ع شود شود نشود گو مشو ۔ چہ خواہد شد ۔
ع شوق در دل ہر کہ دارد رہبرے در کار نیست
ع شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست

ع شوے زنِ زشت روے نابینا بہ۔
ع شہد بے نیش کجا و گُل بے خار کجا۔
ع شیر قالین دگر و شیر نیستان دگر یست۔
ع شیشۂ بشکستہ را پیوند کردن مشکل ست۔
ع شُد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا۔
ع شام کے مُردے کو کب تک روئے۔
ع شمع کا پشت درو برابر ہے۔

ص

ع صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانہ میں۔
ع صاحبِ خیر داخل خیر ست۔
ع صَبر تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد۔
ع صَبر کی داد ہے خدا کے ہاتھ۔
ع صَبر نُما تا کہ بجائے رسی۔
ع صَبر درویش بہ کہ بذل غنی۔
ع صحبتِ نیکان۔ بدان را سوُد نیست
ع صَد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔
ع صَد در شود کشادہ چو بستہ شود درے۔
ع صَدر ہر جا کہ نشیند صَدر ست۔
ع صدقِ پیش آور کہ اینجا ہر چہ آرند آن برند
ع صَد کُشتہ چو من بہ کہ تو غمگین نفسی۔
ع صَلاح کار کجا و من خراب کجا۔
ع صُوفی نشود صافی تا در نکشد جامے۔
ع صوفیانِ صاف را اوّل بہ دوزخ می برند۔
ع صَید را چون اجل آید سوِے صیّاد رود۔
ع صیّاد نہ ہر بار شکارے ببرد۔

ط

ع طاقت مہمان نداشت خانہ بمہمان گزاشت
ع طاقت دیدن ندارد روے پنہاں میکند۔
ع طبل پنہان چہ زنم طشت من از بام افتاد۔
ع طبیب مہربان از دیدہ بیمار می افتد۔
ع طفلی و دامانِ مادر خوش بہشتے بودہ است۔
ع طِفل دامنگیر من آخر گریبان گیر شد۔
ع طمع آرد بمردان روے زردی۔
ع طمع را سہ حرفست و ہر سہ تہی۔
ع طوق لعنت بگردنش افتاد۔
ع طوطیان در شکرستان کامرانی میکنند۔

ظ

ع ظالم از مظلوم باشد شکوہ چین۔
ع ظاہر از شیخ و باطن از شیطان۔
ع ظرافت آتش افروز جدائی ست۔

ع

عشق کے صدمے کو جگر چاہیئے۔

عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے۔

عارف کہ برنجد تنک آبست ہنوز۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔

عاقلان در پئے نقط نشوند۔

عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما ہیچ۔

عجب عجب کہ ترا یاد دوستان آمد۔

عدو شود سبب رزق (یا خیر) گر خدا خواہد۔

عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما۔

عزت ہر کس بدست آنکس ست۔

عزیز من جوابست ایں نہ جنگ ست۔

عشقبازی راز مجنوں یاد می باید گرفت۔

عشقبازی کار بازی نیست اے دل سر بباز۔

عشق آمدنی بود نہ آموختنی۔

عشق آتشے ست پیر و جوان راخبر کنید۔

علاج واقعہ قبل از (یا پیش از) وقوع باید کرد۔

عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت ست۔

عود و سرگیں ہر دو در آتش رود خاکستر ست۔

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔

عالمے را بہ نیم جو بخرم۔

عشق ست و ہزار بدگمانی۔

عیش را در جہاں خزان دادند۔

غ

غریقے دست انداز و بکاہے۔

غلام ہمت آنم کہ دل بکس ندہد۔

غلہ گراز زاں شود امسال سید میشوم۔

غنچہ از ترشروئی دل تنگ ست۔

غلیواز را با کبوتر چہ کار۔

غم فردا امروز باید نخورد۔

ف

فارسی را ٹانگ توڑم تا کہ او لنگڑی شود۔

فال بد بر زبان - بد باشد۔

فال نیکو بزن بہر کارے۔

فالیز جہاں بہر خزان آمدہ است۔

فتراک جواں مرداں دست آویز امید ست۔

فتنہ خفتہ را مکن بیدار۔

فتنہ در خواب ست۔ بیدارش مکن۔

فراموشی زیاران لازم افتاد ست دولت را۔

فرہی چیزے دیگر۔ آماس چیزے دیگر است۔

فرداست کشند خمار کامشب مستی۔

ع فرزندِ کسان نمی کند فرزندی ۔
ع فریبِ صید باشد خوابِ صیاد ۔
ع فریادِ سگان کم نکند رزقِ گدارا ۔
ع فضل و ہنر ضائع ست تا ننماید ۔
ع فعلِ بد کردہ را سزا این است
ع فکرِ زاہد دیگر و سودائے عاشق دیگرست ۔
ع فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست ۔

ع قلندر ہر چہ گوید۔ دیدہ گوید ۔
ع قناعت تونگر کند مرد را ۔
ع قہرِ درویش بجانِ درویش ۔
ع قہرِ درویش زبانِ درویش ۔
ع قیاس کن ز گلستانِ من۔ بہارِ مرا ۔
ع قیامت گرچہ دیر آید۔ بیاید ۔
ع قیمتِ زعفران چہ داند خر ۔

ق

ع قدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا ۔
ع قحبہ چون پیر شود پیشہ کند دلالی ۔
ع قدرِ زر۔ زرگر شناسد۔ قدرِ جوہر جوہری ۔
ع قدرِ گوہر شاہ داند۔ یا بداند جوہری ۔
ع قدرِ عیسیٰ کجا شناسد (یا بداند) خر ۔
ع قربِ سلطان آتش ست از وے بترس ۔
ع قربِ سلطان آتشِ سوزان بود ۔
ع قضائے نبشتہ۔ نباید سترد ۔
ع قطرہ قطرہ بہم (یا ہمی) شود دریا ۔
ع قطرہ قطرہ جمع گردد وانگہے دریا شود ۔
ع قلم رفتہ را چہ چارہ کند ۔
ع قلمِ بخت من شکستہ سرست ۔
ع قلم اینجا رسید و سر بشکست

ک

ع کاٹو تو لہو نہیں بدن میں ۔
ع کب تک چھپیگی کیری تو پتوں کی آڑ میں ۔
ع کون ہر روز اتالیق ہو سمجھائیگا ۔
ع کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں ۔
ع کارِ استاد را نشان دگرست ۔
ع کار بوزینہ نیست نجاری ۔
ع کارِ نیکو کردن از پر کردن ست ۔
ع کارہا نیکو شود لیکن (یا اما) بصبر ۔
ع کارِ ما نیست کارِ استاد ست ۔
ع کارے کہ نکو فتد نکو شد کہ نشد ۔
ع کارے کہ نہ کارِ تست زنہار مکن ۔
ع کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال ۔
ع کار امروز بفردا مگذار ۔

ع کار خود کن کار بیگانہ مکن ۔
ع کار ما را کار فرما آب و تاب میدہد ۔
ع کار ہر مرد و مرد ہر کارے ۔
ع کافر ہمہ را بکیش خود پندارد ۔
ع کاہ در کاہ دان نمی ماند ۔
ع کبوتر با کبوتر باز با باز ۔
ع کجا گیرد سر سیہ جلے روغن ۔
ع کرمے بخشم بہ کہ کلنگے بہ ہوا ۔
ع کرمہاے تو ما را کرد گستاخ ۔
ع کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست ۔
ع کریمان دوست میدارند مہمان طفیلی را
ع کسب کن پس تکیہ بر جبار کن ۔
ع کس نگوید کہ دوغ من ترش ست ۔
ع کس نخارد پشت من جز (یا چون) ناخن انگشت من
ع کس بشنود یا نشنود من گفتگوے میکنم ۔
ع کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست ۔
ع کسے کجاست کہ او دامنے نیالودست ۔
ع کلان ماکہ تو باشی چہ عقل ما باشد
ع کلک ما نیز زبانے و بیانے دارد
ع کلوخ انداز را پاداش سنگ ست ۔
ع کمان چو تن بکشیدن و بد کبادہ شود ۔
ع کند ہر چہ خواہد برو حکم نیست ۔
ع کو خویشتن گم ست کرا رہبری کند ۔

ع کوشش چہ سود چوں نکند بخت یاوری ۔
ع کوشش بیفائدہ است وسمہ بر ابروے کور ۔
ع کوفتہ را نان جویں (یا تہی) کوفتہ است ۔
ع کوہ را غربال کند لعل را پرویز یافت ۔
ع کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیان دارد ۔
ع کہ بار محنت خود بہ کہ بار منت خلق ۔
ع کہ بر سنگ گردان نروید نبات ۔
ع کہ تا دانہ نیفشانی نروید ۔
ع کہ تعجیل کار شیاطین بود ۔
ع کہ حلوا چو یکبار خوردند بس ۔
ع کہ آہن بہ آہن زبونی کند ۔
ع کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم ۔
ع کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند ۔
ع کہ دست کرم بہ ز بازوے زور ۔
ع کہ زر از زر کشد در جہاں گنج گنج ۔
ع کہ سہل ست لعل بدخشاں شکست ۔
ع کہ کام بخشی او را بہانہ بے سبب ست ۔
ع کہ گنج سلامت بہ کنج اندر ست ۔
ع کہ گنبد ہر چہ گوئی گویدت باز
ع کہ محرم بیک نقطہ مجرم شود ۔
ع کہ مزدور خوشدل کند کار بیش ۔
ع کہ مرد راہ نیندیشد از نشیب و فراز ۔
ع کہ نیاید ز گرگ چوپانی ۔

ع کہ نتواں سرِ رشتہ پیوند کرد۔
ع کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند۔
ع کہ ہیچکس نزند بر درختِ بے بر سنگ۔
ع کہ یخنی بود ہر چہ ناخوردہ۔
ع کسے داند کہ اشتر می چراند۔
ع کام پیارا ہے چام پیارا نہیں۔
ع کسی کا گھر جلے اور کوئی تاپے۔
ع کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔
ع کفر توڑا خدا خدا کرکے۔
ع کہیں خیر خوبی کہیں ہائے ہائے۔
ع کانرا کہ خبر شد خبرے باز نیامد۔

گ

ع گر تے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں۔
ع گر گئے دانت آم کھانے سے۔
ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔
ع گدا اگر ہمہ عالم بادر ہند گدا است۔
ع گدا اگر تواضع کند خوے اوست۔
ع گدا بادشاہست و نامش گدا است۔
ع گر او دوست باشد ہمہ دوست اند
ع گر بدولت برسی مست نگردی مردی۔
ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی۔
ع گرت از دست بر آید دہنے شیریں کن۔
ع گر تو ابلیس نہ چشم چپت کور چراست۔
ع گر دگلہ تو تیائے چشم گرگ۔
ع گردن بے طمع بلند بود۔
ع گر ضرورت بود روا باشد۔
ع گر گے دہن آلودہ و یوسف ندریدہ۔
ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔
ع گر قضا آید طبیب ابلہ شود۔
ع گر نویسی قلمے می تراش۔
ع گر ہنر کند توبہ۔ کونش ندہد یاری۔
ع گفتن ہمیں بس ست کہ اسپ من ابلق ست۔
ع گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو۔
ع گل بود بہ سبزہ نیز آراستہ شد۔
ع گل کاغذی را بشبنم چہ کار۔
ع گل نم دیدہ را آبے تمام ست۔
ع گندم از گندم بروید جو ز جو۔
ع گواہِ عاشق صادق در آستین باشد۔
ع گوسالہ بروزگار گاوے گردد۔
ع گوسالہ من پیر شد و گاو نشد۔
ع گوسالہ ما پیر شد و عقل نیافت۔
ع گوش نامحرم نباشد جاے پیغام سروش۔
ع گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔
ع گر نبودے چوب تر فرمان نبردے گاو خر۔

ع گنج و مار۔ و گل و خار۔ و غم و شادی بہم اند۔

ل

ع لاکھ سر پیٹے کوئی وہ وقت تو ٹلتا نہیں۔
ع لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل۔
ع لایق افسر نباشد ہر کسے۔ (یا ہر سرے)
ع لطف باشد گر نپوشی از گدا ہا رو ترا۔
ع لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش۔
ع لنگڑی گھوڑی بسوَر کا دانہ۔
ع لیلےٰ را بہ چشم مجنون بیں۔

م

ع مچھلی کو کیا خبر تھی کہ پانی میں شست ہے۔
ع مرض بڑھتا چلا جوں جوں دوا کی۔
ع منہ پڑی اور ہوئی پرائی بات۔
ع ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال۔
ع مارا ازیں گیاہِ ضعیف ایں گمان نبود۔
ع ما را چہ ازیں قصہ کہ گاو آمد و خر رفت۔
ع ما را عجب آید کہ ازیں کس بسر آید۔
ع مالِ حرام بود بجاے (یا براہ) حرام رفت۔
ع ماہی از سر گندہ گردد نے ز دم۔
ع مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن۔
ع مبر نام فردا کہ فردا کہ دید۔
ع محتسب گر مئے خورد معذور دارد مست را۔
ع محتسب را درون خانہ چہ کار
ع محنت بیفایدہ است وسمہ برابروے کور۔
ع محبّت قرب زبعد افزون ست۔
ع مرا افسوس می آید بریں سادہ یومی گاید۔
ع مرا بخیر تو امید نیست شر مرسان (یا بد مرسان)
ع مرا ہمت بلند و دست کوتاہ۔
ع مرا گدائے تو بودن ز سلطنت بہتر۔
ع مرا نان دہ و کفش بر سر بزن۔
ع مربی بیار و مربّے بخور۔
ع مردہ ہر چند عزیز ست نگہ نتوان داشت۔
ع مردن بنام بہ کہ بود زندگی بہ ننگ۔
ع مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نہ برند۔
ع مردہ گر خاک میدہد بستان۔
ع مردے توشہ برنگیر و جام۔
ع مردیست بیا زمانے و آنگہ زن کن۔
ع مرد آخر بین مبارک بندہ ایست۔
ع مرد چوں پیر شود حرص جوان می گردد۔
ع مرغ آتشخوارہ کے لذت شناسد دانہ را۔
ع مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش۔
ع مزد آن گرفت جان برادر کہ کار کرد۔

ع مزن فالِ بد کاورد حالِ بد ۔
ع مظلوم دلیر باشد و چیره زبان ۔
ع معزول میشوند چه معقول میشوند ۔
ع معیارِ دوستانِ دغل روزِ حاجت است ۔
ع مغزِ ما خورد و حلق خود بدرید ۔
ع مقامِ عیش میسر نمیشود بے رنج ۔
ع مکن مکن که نکوگوهران چنین نکنند ۔
ع مکن بد که بد بینی از یار نیک ۔
ع مکن وعده اگر کردی وفا کن ۔
ع ملا شدن چه آسان ۔ آدم شدن چه مشکل ۔
ع من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو ۔
ع من پائے تو بوسم و تو دستِ دگرے ۔
ع منتے گر نکشی از مردمی باید کشید ۔
ع من سُود کنم ترا زیانے نرسد ۔
ع من خوب می شناسم پیرانِ پارسا را ۔
ع من که بدنامِ جهانم چه صلاح اندیشم ۔
ع من مُرده جهان مُرده ۔ من زنده جهان زنده ۔
ع من همان احمدِ پارینه که بودم هستم ۔
ع مهمان عزیز ست مگر تا سه روز ۔
ع مهمان خودیم لیک در خانهٔ تو ۔
ع میهمان کمتر کند تعظیمِ صاحب خانه را ۔
ع مه نشیند بجائے عقرب کور ۔
ع می توان بخشید گر گاہے گناہے میشود ۔

ع می ترا او چه کنم آنچه در آوند دل ست ۔
ع میراثِ پدر خواهی علمِ پدر آموز ۔
ع میراثِ گرگِ مرده بکفتار می رسد ۔
ع می کشد زهر اگر اندک و گر بسیار ست ۔
ع مُردن بنام به که بود زیستن به ننگ ۔
ع مردِ بے زر همیشه رنجور ست ۔
ع مرضی مولےٰ از همه اولیٰ ۔
ع مور همان به که نباشد پرش ۔
ع میعرو شد گنبد و خرچ مناره میکند ۔
ع ماں کو نہ باپ کو جو بنے گی سو آپ کو ۔
ع ہوے شیر سے جیتی بلّی بھلی ۔
ع میں تو ڈوبا ہوں مگر تجھ کو بھی لے ڈوبونگا ۔
ع مکن انگشت در سوراخِ گژدم ۔
ع مترس از بلائے که شب درمیان باشد ۔
ع مشک آنست که خود ببوید نه که عطار گوید ۔

ن

ع ناصحا آگ لگے اس ترے سمجھانے کو ۔
ع نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی ۔
ع نا امید از رحمتِ یزدان مباش ۔
ع نا امیدِ رحمتش شیطان بود ۔
ع نامُرد رنج گنج میسر نمیشود ۔

ع ناخوانده بخانهٔ خدا نتوان رفت ۔
ع ناز بر آں کن که خریدار تست ۔
ع ناسوده کجا رود که آسوده شود ۔
ع ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس ۔
ع ناکرده گناه در جہان کیست بگو ۔
ع نامرد زند ہمیشہ لاف مردی ۔
ع نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد ۔
ع نام نکوست حاصل ایام زندگی ۔
ع نان گربہ بے تیرمی دوزد ۔
ع نہ گرد و قزن رم رائیغ تیز ۔
ع نبود خیر دران خانه که عصمت نبود ۔
ع نتوان مرد بسختی که من اینجا زادم ۔
ع نخورد شیر نیم خورده سگ ۔
ع نه ہر نقد را به نسیہ کسے ۔
ع نرود میخ آہنی در سنگ ۔
ع نشود نیک نہادے که ز میثاق بدست ۔
ع نفس بر آمد و کار از تو بر نمی آید ۔
ع نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول ۔
ع نکند دوست زینہار از دوست ۔
ع نکند گرگ پوستین دوزی ۔
ع نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم ۔
ع نویسنده داند که در نامه چیست ۔
ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا ۔

ع ہند شاخ پر میوه سر بر زمین ۔
ع نه چندان بخور کز دہانت بر آید ۔
ع نه روئے رہائی نه راه گریز ۔
ع نه صبر در دل عاشق نه آب در غربال ۔
ع نه ہر جائے مرکب توان تاختن ۔
ع نه ہر که چہره برافروخت دلبری داند ۔
ع نه ہر که سر بتراشد قلندری داند ۔
ع نه ہر زن زن ست و نه ہر مرد مرد ۔
ع نیاید بجو باز آبے که رفت ۔
ع نے تاب صبر دارم ۔ نے طاقت جدائی ۔
ع نے غم دزد ۔ نے غم کالا ۔
ع نه سدھ بدھ کی لی اور نه منگل کی لی ۔
ع نقدے ز ہزار نسیہ خوشتر باشد ۔

و

ع وه دل نہیں رہا وه طبیعت نہیں رہی ۔
ع واماندہ گاؤ را بخر باید داد ۔
ع وائے بر قدر سخن گر بسخندان نرسد ۔
ع وائے نه یکبار که صد بار وائے ۔
ع وائے گر در پس امروز بود فردائے ۔
ع وائے براں خورده که تنہا خوری ۔
ع وجود مردم دانا مثال زر طلاست

ع ورزستانی بستم میرسد۔
ع وظیفہ گر طلبی رو۔ ہنر بدست آور۔
ع وفاے عہد نکو باشد ار بیاموزی۔
ع ولے زباطنش ایمن مباش و غرہ مشو۔
ع وہ دل نہیں رہا کہ ہمیں جس پہ ناز تھا۔

ہ

ع ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔
ع ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے۔
ع ہزار آفتیں ہیں ایک دل لگانے سے۔ (ہیں)
ع ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔
ع ہم تو مرشد تھے۔ تم ولی نکلے۔
ع ہم سے اچھے رہے صدقے میں اُترنے والے۔
ع ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے۔
ع ہر آنچہ حاکم عادل کُند ہمان داد ست۔
ع ہر بہارے را خزانے درپیے ست۔
ع ہر جا کہ پری رُخ ست دیوے با اوست۔
ع ہر جا کہ رنگ و بوے بود گفتگو بود۔
ع ہر جا کہ نمک خوری نمکدان مشکن۔
ع ہر جا کہ سُلطان خیمہ زد۔ غوغا نماند عام را۔
ع ہر چند جامہ تنگ ست جزو بدن نگردد۔
ع ہر چہ خدا خواست ہماں می شود۔

ع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔
ع ہر چہ اُستاد ازل گفت ہمان میگویم۔
ع ہر چہ آن خسرو کند شیرین بود۔
ع ہر چہ کند ہمت مردان کند۔
ع ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد
ع ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔
ع ہر چہ بادا باد دست ما و دامان شما
ع ہر چہ در دل فرود آید در دیدہ نکو نماید۔
ع ہر چہ گیرد علتے مختصر گیرید۔
ع ہر چہ گیرد کاملے ملت شود۔
ع ہر چہ گیرد علتے علت شود۔
ع ہر روز عید نیست کہ حلوا خورد کسے۔
ع ہر زمینے را بود خاصیتے۔
ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔
ع ہر خزانے را بہارے درپے ست۔
ع ہر زبان را گفتگوے دیگر ست۔
ع ہر شنبے درین رہ صد بحر آتشیں ست۔
ع ہر عمل را اجرے و ہر کردہ جزاے دارد۔
ع ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر ست۔
ع ہر کجا در دوست در مانش مقرر کردہ اند۔
ع ہر کو خدمت کرد او مخدوم شد۔
ع ہر کو پانچ روز نوبت اوست۔
ع ہر کرا اخلاص بیش اقبال بیش۔

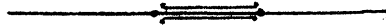
ف ہر کرا صبر نیست حکمت نیست ۔
ف ہر کرا کردی خوشامد - خوش آمد ۔
ف ہر کرا درد ے رسد ناچار گوید وائے را ۔
ف ہر کرا طاؤس باید قصد ہندوستان کند ۔
ف ہر کرا این دہند آن نہ دہند ۔
ف ہر کسے را قرار در پیش ست ۔
ف ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔
ف ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند ۔
ف ہر کسے آن درود عاقبت کار کہ کشت ۔
ف ہر کس بقدر ہمتِ خود خانہ ساختہ ۔
ف ہر کس بخیال خویش خبطے دارد ۔
ف ہر کہ آمد بجہاں برگ و برے پیدا کرد ۔
ف ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت ۔
ف ہر کہ آمد بجہان ز اہلِ فنا خواہد بود ۔
ف ہر کہ آید گو بیا - و ہر کہ خواہد گو برو ۔
ف ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش ۔
ف ہر کہ تہی کیسہ تر آسودہ تر ۔
ف ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد ۔
ف ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند ۔
ف ہرگز از شاخ بید بر نخوری ۔
ف ہرگز از قصب نے شکر نخوری ۔
ف ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ۔
ف ہر گلے را خار باشد ہمنشیں ۔

ف ہر مس کہ بکیمیا رسد زر گردد ۔
ف ہر نشیبے را فرازے در پیست ۔
ف ہزار ہجو ترا - او بہ نیم جو نخرد ۔
ف ہمراہ اگر شتاب کند ہمرہ تو نیست ۔
ف ہمسایۂ بد مباد کس را ۔
ف ہم مال بدست آید و ہم یار نرنجد ۔
ف ہمہ جا خانۂ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت ۔
ف ہمہ گفتہ چو مصطفیٰ گفتی ۔
ف ہمی جوید سلامت را پناہے ۔
ف ہمیشہ در صدف گوہر نباشد ۔
ف ہمیشہ چاہ کن از دست خویش در چاہ است ۔
ف ہمین سنگ ست و پشتِ بام قرشی ۔
ف ہمیں چوگان ہمین میدان ہمین گوے ۔
ف ہنر بہتر از ملک و مال پدر ۔
ف ہنر بکار نیاید چو بخت بد باشد ۔
ف ہنوز مردۂ من زندۂ ترا بار ست ۔
ف ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را ۔
ف ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبیست

ی

ف یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست ۔
ف یادِ دل گر نبود ذکر زبانی سہل ست ۔

٦	یار بد بدتر بود از مار بد ۔
٦	یار کار افتادہ را یاری ہم از یاراں رسد ۔
٦	یارِ من نیکوست لیکن رسم و آئینش بد ست
٦	یک دانۂ محبت ست و باقی ہمہ کاہ ۔
٦	یک شمعِ شبے ہزار پروانہ کشد ۔
٦	یکے بود مجنوں ۔ دگر سگ گزید ۔
٦	یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید ۔
٦	یکے گر رود دیگر آید بجایش ۔
٦	یکے بر صد آید نہ صد بر یکے ۔
٦	یوں بھی صنم واہ واہ ۔ ووں بھی صنم واہ واہ
٦	یہاں فکرِ معیشت ہے وہاں دغدغۂ حشر ۔
٦	یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے ۔



حصۂ دوم

ابیات و افراد

ردیف الالف

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
مفلساں را بیدل از مشق خموشی چارہ نیست	تنگدستی باز میدارد ز قلقل شیشہ را	بیدل
نپرداز و بفکر دور بیناں طینت جاہل۔	نمی اُفتد بہ عینک احتیاج چشم کوراں را	حزیں
محال ست از سر ہمغز سودا را بر آوردن	کہ نتواں از خمیر آورد بیروں موے چینی را	صائب
نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ ثمر نہ سایہ دارم۔	ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا	ذوقی
بہت شور سنتے تھے پہلو میں دلکا	جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا۔	آتش
بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا	غالب
جس نے دیکھا آکے یہ آئینہ خانہ دہر کا	فی الحقیقت بس وہ اپنے آپ ہی حیراں ہوا	جرائت
نظارہ کروں دہر کی کیا جلوہ گری کا	یاں عمر کو وقفہ ہے چراغ سحری کا	مصحفی
نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا	ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا	غالب
نمی شود سخن پست فطرتاں مشہور۔	بلند نیست صدا کاسۂ سفالی را	غنی
فدائے نیک بختاں ہر کہ شد از نیک بختاں شد	ہما منشور دولت می کند ہر استخوانے را	صائب
اِفتد لے صاف طینت مایۂ جمعیت ست	ہست آرام از پس آئینہ ہا سیماب را	والہ
از خس و خاشاک بگزر گرد گلہا سیر کن	تا چو زنبور عسل پر شہد سازی خانہ را	صائب
اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را	نمیکردم بدل روشن چراغ آشنائی را	لا اعلم
عدم میں رہتے تو شاد رہتے اسے بھی فکر ستم نہ ہوتا	جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا	مومن
جس سر کو غرور آج ہے یاں تاجوری کا	کل اوس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا	میر
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت	اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا	"
ٹھیکری کو قدر ہے اُسکو نہیں۔	ٹوٹے جب کاسہ سر فغفور کا	"
وہی سمجھے گا میرے زخم دل کو	جگر پر جس کے اک ناسور ہو گا	جرائت
تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل	کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را	صائب
نصیبے نیست از اہل کرم برگشتہ بختاں را	کہ ہرگز پر نسازد کاسۂ گرداب را دریا	غنی

زفیض بہرہ نیابد ضمیر کج طبعاں	کجا بہار کند سبز شاخ آہو را	میر
جستجو کم کن دلا از دولت دوں ہمتاں	نشۂ آسودگی عنقاست در دوران ما	نخفی
روزی ما میشود آخر نصیب دیگراں	طالع برگشتہ ہمچوں آسیا داریم ما	غنی
کاملاں را ہمہ سرگشتگی از دست خودست	حاجت گردش پرکار نشد مانی را۔	عالی
صبح اقبال ہما از استخوان طالع شود	نیست جز سختی نصیبے مردم آگاہ را	علی
الٰہی نرم گرداں از کرم دلہائے خوباں را	وگرنہ عشق را ناپید کن یا عشقبازاں را	لااعلم
مرداں کنند خوش غم و رنج ہمیشہ را	آب بقاست آتش تب شیر بیشہ را	حزیں
نہیں معشوق سا عاشق کا کوئی دوست دنیا میں	خدا سے کون بندے پر زیادہ مہرباں ہے گا	آتش
جو فرشتے کرتے ہیں کرسکتا ہے انساں بھی	پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انساں کا	ذوق
کس کا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام	کوچے کے اوسکے باشندوں نے سبکو یہیں سے سلام کیا	میر
جگ میں آکر ادہر اُدھر دیکھا	توہی آیا نظر جدہر دیکھا	درد
منظور کب تھا کعبہ و بتخانہ دیکھنا	دونوں جگہ تھا جلوۂ جاناں نہ دیکھنا	مصحفی
غرض نہ دیر سے مقصد نہ کعبہ سے اے دوست	تجھی کو ڈھونڈھ رہتا ہوں کہاں کہاں کب کا	رند
ملے اکسیر گر اس کشت و خوں سے میں نہ لوں ہرگز	مرے مذہب میں خوں کرنا ہے کشتہ کرنا پارے کا	ذوق
نیست از موج حوادث ہمچو خس پروا مرا	جنبش گہوارہ باشد موجۂ دریا مرا	فقیر
بساں چشم کہ گرید برائے ہر عضوے	غمے بہر کہ رسد می کند ملول مرا	راضی
دریں دریا نظر کن مفلس و منعم یکے بینی	گہر ہم قطرہ آسا دیدہ دارد پر آب اینجا	لااعلم
کافر نعمت کند رزق حلال خود حرام	طفل از پستاں گزیدن میکند خوں شیر را	صائب
بہ ترک عشرت امروز چوں کنم کہ کسے	ضماں نمی شود از من حیات فردا را	جامی
ایام تنگدستی در عیش کوشش و مستی۔	کیں کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را	حافظ
ز الدام ہرگز ندارم تاب احساں کسے	آب گردم گر کسے از خاک بردارد مرا	صائب
نعمتے چوں سیر چشمی نیست بر خوان وجود	بے نیاز از بحر دارد آب ایں گوہر مرا	لااعلم
قبول ناقصاں را شاہد بیجوہرے باشد	کہ جز طفلاں خریدارے نہ بینی تیغ چوبیں را	کلیم

زبان سے تُو باآواز بلند ایں حرف می گوید
اور سب کچھ جہاں میں ملتا ہے
زبیدِ روان علاج دردِ خود جستن بدان ماند
نیفتد کارسازاں رابکس در کار خود حاجت
خانۂ مازیرِ بار منّتِ مخلوق نیست
نہال دولت دنیا مذلت بار می آرد
از صحبتِ خسیس حذر کن کہ مے شود
اختلاطِ ناموافق سدِ راہ سالک ست
آب چوں در روغن افتد نالہ خیزد از چراغ
سخن بمردم فہمیدہ عرض کن صائب
از کدو بوئے شراب آید بدشواری بروں
وازرباط تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست
پیش عارف حق شناسی در لباس دیگر ست
گر بپوشی بہرِ مکر ایں جامہ را
گوشہ گیراں از عبادت صید روزی میکنند
بعصیاں نگزراں زنہار ایامِ جوانی را
نہ کارے عاقبت بردم بسے نے کارِ دنیا را
عرقِ شرم گنہ داشتہ ام چند سبو
سبحہ برکف، توبہ برلب، دل پر از ذوقِ گناہ
مادا در آفتابِ قیامت غنی چہ باک
در سخن مخفی شدم مانند بو در برگ گل
الٰہی بیامرز ایں ہر سہ را
صاحب سخن نجنبد از بہر قوت ہرجا

کہ می سازد بیکدم چوب را صاحب نفس گویا	غنی
لیکن اک آشنا نہیں ملتا	مصحفی
کہ خار از پا برون آرد کسے از نیش عقرب ہا	صائب
بخاریدن بناشد احتیاجے پشت ناخن را	غنی
نیست نقشے پیش ما خوشتر ز نقش بوریا	؍؍
بصد ملک شہنشاہی مدہ گنج قناعت را	مخفی
یک برگ کاہ مانع پرواز دیدہ را	صائب
قفل از پرواز مانع می شود کافور را	اعجاز
صحبتِ ناجنس باشد مثمر آزارہا	علی
بشورہ زار مکن صرف آب حیواں را	صائب
از سرِ بیمغز نتواں برد خبطِ جاہ را	؍؍
زادِ راہے برنمیدارد ازیں منزل چرا	؍؍
پیرہا منمائے زاہد خرقۂ پشمینہ را	وحشی
عاری ست ایں تا فسری عاملہ	مثنوی
دام را خالی نمی آرند ایں صیادہا	علی
مکن صرف زمیں شور آب زندگانی را	صائب
برنگ شام ماندم درمیان امروز و فردا را	علی
چوں بمیرم ہمیں آب بشوئید مرا	احسان اللہ
معصیت را خندہ می آید بہ استغفارِ ما	قدسی
دوزخ پرست از عرق انفعالِ ما	غنی
میل دیدن ہر کہ دارد در سخن بیند مرا	مخفی
مولف، معلم و خوانندہ را	لا علم
دائم بخانہ خود روزی رسد زباں را	غنی

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
نیست غم اہل سخن را از جفائے روزگار	نشکند گر ساغر گوہر نریزد آب را	علی
ز دندان ترا داده اند آسیائے	که سازی ملائم تو گفتار خود را	صائب
من آں مرغم که از گندم بصد دام بلا خود را	بیک پرواز بے ہنگام کردم مبتلا خود را	وحشی
پا منه بیرون ز حد خویش تا بینا شوی	نیست حاجت با عصا در خانۂ خود کور را	صائب
کچھ جوانی ہے ابھی کچھ ہے لڑکپن اُن کا	دو دغا بازوں کے پھندے میں ہے جوبن اُنکا	لا اعلم
سینه ہارا خامشی گنجینۂ گوہر کند	یاد دارم از صدف این نکتۂ سربسته را	صائب
طبع خاموشاں مکدر مے شود از گفتگو	می شود باد نفس بر دل غبار آئینه را	علی
ہمچو سوزن دائم از پوشش گریز اینم ما	جامه بهر خلق می دوزیم و عریانیم ما	غنی
عیب مردم فاش کردن بدترین عیب ہاست	عیب گو اول کند بے پرده عیب خویش را	صائب
گوہرے چوں خودشناسی نیست در بحر وجود	ما بگرد خویش مے گردیم چوں گرداب ہا	علی
ممنونم شوم زہر که بمن کج کند نگاه	تیر کج ست آیه رحمت نشانه را	صائب
در جہاں آسایشے گر ہست در درویشی ست	خانه از کوتاہی دیوار باشد خوش ہوا	لا اعلم
در فقر ہیچکس نبود آشنائے ما	نشسته عنبر گرد کسے در سرائے ما	غنی
کجا فقیر بدل جاد ہد تونگر را	زمین فرو نبرد ہمچو قطره گوہر را	سعدی
نبود ز نقش باطل اندیشه پاک بیں را	آئینه راست خواند عکس خطِ نگیں را	شوکت
روشنی از خویش میباشد دلِ پر نور را	شعله شمع از رگ سنگ ست کوه طور را	لا اعلم
سواد کعبه کے منظور ارباب نظر باشد	بسنگ سرمه حاجت نیست ہرگز چشم روشن را	غنی
ز فیض مفلسی قیمت فزاید اہل جوہر را	لباسے غیر عریانی نزیبد لعل و گوہر را	روح
کاہشِ تن لازم صاحب دلاں افتاده است	روغن از مغز ست دائم شعلۂ ادراک را	صائب
نباشد نیک باطن در پئے آرایش ظاہر	بنقاشی احتیاجے نیست دیوار گلستاں را	〃
می کند کار خرد نفس چو گردید مطیع	دزد چوں شحنه شود امن کند عالم را	〃
بشوئے دست ز اصلاح تن بجاں پرواز	که دل سفید نگردد ز جامه شوئی ہا	〃
مکن دشوار از تن پروری آزادئ جاں را	چه محکم می کنی چوں ابلہاں دیوار زنداں را	حزیں

خودآرا اینچنان بر جامهٔ ابریشمی نازد	که پنداری زبر دارد مقامات حریری را	صائب
بخود سازی بدل کن اے سیه دل خانه سازی را	که جز گرد کدورت نیست حاصل خاکبازی را	״
لباز و حق شناسان را مقید زیور دنیا	ز انگشت شهادت دست کوتاه هست خاتم را	اثر
چو نبود حسن باطن زینت ظاهر چه کار آید	چرا تصویر یوسف می کشی دیوار زندان را	شوکت
نجات از قید محنت نیست ارباب تلون را	بلے بے خار هرگز کس نه بیند پائے گلبن را	غنی
بغیر از زیان نیست در خود فروشی	اگر سود خواهی به بند این دکان را	صائب
دل عارف غبار آلودهٔ کثرت نمی گردد	نیند از دخل در وحدت آئینه صورتها	کلیم
تا خود نشود فانی صوفی نشود صافی	اثبات بخود کردم از نفیٔ خود الا را	حزین
با صاف دل کسے را یارائے همسری نیست	بر خاک می نشاند آئینه آسمان را	جامی
فارغ بود از آفت گیتی دل روشن	از برق زیانے نرسد خرمن مه را	غنی
یک ترشروے برائے دفع صد مهمان بس است	چین ابرو چوب دربان ست صاحب خانه را	صائب
غنی از دولت دنیا نگردد عیب کس زائل	که زر نتواند از روے محک بردن سیاهی را	غنی
گر دل خود زنده خواهی خاکساری پیشه کن	به ز خاکستر لباسے نیست آتش پاره را	صائب
افتادگی بر آورد از خاک دانه را	گردن نکشی بخاک نشاند نشانه را	״
عبادتے بجهان به ز خاکساری نیست	به از وضوے عزیزان بود تیمم ما	غنی
بود نام تو روشن گر بتسلیم خم سازی	که نقش راست بنماید نگیں واژگون پیدا	نادم
بود افتادگی سرمایه گنج غنا دائم	نباشد احتیاجے با صبا گلهائے قالی را	اعظم
خواهی عزیز دهر شوی خاکسار باش	در دیده ها ز سرمه شدن جاست سنگ را	اثر
آب را استادگی آئینه روشن کند	صاف می سازد تحمل طبع برهم خورده را	نظامی
نیتوان کردن به نرمی رام از خود رسته را	پنبه سد راه می گردد شرار جسته را	علی
نیتواند کرد صائب روئے عالم را بخود	هر که چون آئینه سازد پاک لوح سینه را	صائب
ز تند باد حوادث ز پا نمی افتد	که دستگیری افتادگی عصاست مرا	ظهیر
بلندی یابد انسان از تواضع برگزیدنها	بچشم مردمان جا کرده ابرو از خمیدنها	״

میکند افتادگی آزاد از بند خطر	شیر با این رعب کے سازد هراساں سایه را	ظهیر
دُر شود قطره چو افتاد ز ابر نیساں	رهنما سوے ترقی ست تنزل ما را	لا اعلم
هر که چوں خورشید بنماید کمال خویش را۔	در جهاں هر روز می بیند زوال خویش را	قابل
هر که سازد سرکشی همچوں حباب شوخ چشم۔	زود بیند از هواے خویش مدفن زیر پا	مختار
ز تعظیم و تواضعهاے خصم ایمن مشو صائب	کمر خم کردن صیاد آفتهاست مرغاں را	صائب
نبود گل تواضع دشمن بجز گزند	پابوس تیشه افگند از پا نهال را	غنی
پا مکش از بزم همجنساں اگر خواهی غنا	بگسلد چوں تار از تنبور گردد بے نوا	کاشی
معنی یک بیت بودم در طریق اتحاد	چوں دو مصرع گرچه در ظاهر جدا بودیم ما۔	صائب
دل مکن از دوست گر خواهی بپیوست باز	کس بگلبن باز کے بندد گل پژمرده را	کلیم
هیچگه در رنج و راحت نیست از صاحب جدا	حق صحبت کرده بس پابند احساں سایه را	لا اعلم
ماه نو بر همه روشن کند این مضموں را۔	که زوال است زپے دولت روز افزوں را	اختر
هر کمالی را که دیدم روے دار و در زوال۔	آرزو را زاں سبب در سینه باطل شد مرا	ظهیر
نسب صورت نه بخشد گر نداری جواهر ذاتی	که باشد بیشتر با آب نسبت تیغ چوبیں را	مخلص
روشن شود چراغ دل ما ز یکدگر	چوں رشته هاے شمع بهم زنده ایم ما	حافظ
دو دل یک شود بشکند کوه را۔	پراگندگی آرد انبوه را۔	نظامی
تا توانی ناتوانے را بچشم کم مبیں۔	یاری یک رشته جمعیت دهد گلدسته را	طالب
حرمت روشندلاں از زشت رویاں کم بود۔	مفت نستاند کسے در زنگبار آئینه را	حافظ
بسکه می ترسم از جدائیها۔	توبه کردم ز آشنائیها	لا اعلم
در راه وفا تجربه کردیم بسے را	هرچند دویدیم و ندیدیم کسے را	ظهیر
وحشت ما کم نگردد ز اجتماع دوستاں۔	چوں الف با هر که پیوندیم تنهائیم ما	صائب
کے سبکروحاں بسازد برگ و ارند احتیاج	نیست در سیر و سفر پرواے ساماں سایه را	رائق
گریه می آید مرا بر طالع فرزانه ها	بیغمی را مفت بردند از میاں دیوانه ها	لا اعلم
مرد کامل در وطن هرگز نمی گیرد قرار	میوه چوں پخته شد از شاخ میگردد جدا	صائب

رفت عمرم در غریبی بر بساط روزگار	گرچه همچون مهرهٔ شطرنج دارم خانه‌ها	غنی
گر نه چشم بد ور ساحل غربت نمی باشد	زدام آزاد می سازند دور از آب ماهی را	علی
کلید و قفل چون دیدم زیک آهن تقسیم شد	که اسباب کشایش در گره دارند مشکلها	عاقل
عروج ماه نو از باعث افزونی نور است	ترقی می نماید از کمال البته منصبها	لا اعلم
یکبار آبروی زر و نیکه ریخت ریخت	در برگ گل دو باره که آرد گلاب را	بیخود
تا رزق خود رسد بدهانت چو آسیا	دائم خموش دار زبان سوال را	غنی
آنرا که نیست وسعت مشرب درین سرا	در زندگی به تنگی قبر است مبتلا	صائب
گوشمال آخر شود دست نوازش سازرا	سرمکش گر گوشمالی میدهد دوران ترا	صائب
چو شد زهر عادت مضرت نه بخشد	برنج آشنا کن بتدریج جانرا	״
ندارد ره بگردون روح تا باشد نفس در تن	رسائی نیست در پرواز مرغ رشته بر پا را	غنی
اگر نعلین جسم تیره را از پا برون آری	بچشم روشنان عالم بالا نهی پا را	حزین
اندیشهٔ مآل نیاید ز ما درست	در دست دیگریست چو سود و زیان ما	لا اعلم
گلزار از قلم و تقدیر پا برون	سرمشق خویش ساز خط سرنوشت را	غنی
برنمیگردد برات قسمت حق خون مخور	نیست ممکن بازگردیدن بپستان شیر را	صائب
عقل دامنگیر ما را راه روزی بسته است	ورنه هر انگشت پستان است طفل شیر را	لا اعلم
بر زبان حرف طلب هرگز نمی آریم ما	میهمان بی طلب را دوست میداریم ما	صائب
پرده دار و حاجب و دربان نمی باشد مرا	خانه چون آئینه بی مهمان نمی باشد مرا	״
تکلف مکن در سلوکی که داری	چو خواهی که از خود کنی میهمان را	״
میزبانیکه زجان سیر کند مهمان را	چه ضرور است که آراسته سازد خوان را	״
بر میوهٔ رسیده زدن سنگ ابلهی است	زنهار از سوال مرنجان کریم را	علی
با بخیلان است دائم دهر نا پاک آشنا	قوت دنیا شود با اهل امساک آشنا	حزین
شرکت روزی خسیسان را بفقر یاد آورد	به سر نان پاره سگ دشمن بود درویش را	صائب
حکمت محض است گر لطف جهان آفرین	خاص کند بندهٔ مصلحت عام را	لا اعلم

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں	ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا	غالب
سراسر دل دکھاتا ہے کوئی ذکر اور ہی چھیڑو	نہ پوچھو حال کچھ یارو ہماری نوجوانی کا	لااعلم
سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا	سُرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا	رند
طے کر گئے یاران عدم رفتہ تو منزل	سوتے ہی رہے ہم نہ کسی نے بھی جگایا	نعیمر
غرض کس کو کرے ماتم ہمارا	مبارک ہو ہمیں کو غم ہمارا	لااعلم
قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ	سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا	ذوق
گل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا	یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا	لااعلم
لڑکپن سے یہ تھی سرگشتگی اپنے نصیبوں میں	ہنڈولے میں تماشا دیکھتے تھے چرخ گرداں کا	"
ما بروں را ننگریم و قال را	ما درون را بنگریم و حال را	معنوی
موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انساں	ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا	ذوق
مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا	موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا	میر
نگیں دل کو بغل میں لگا رکھ اے معروف	کبھی تو کوئی بھلا اس رقم کو پوچھیگا	معروف
والے قسمت اہل دنیا ہوتے ہیں مردہ پسند	اُٹھ گئے جب ہم تو اپنا قدرداں پیدا ہوا	لااعلم
ہیچ عزت بنود مردم ہرجائی را	ہیچ آفت نرسد گوشۂ تنہائی را	"
ہم سناتے جو کوئی درد ہمارا سنتا	دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا	پیکر
قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جس چیز کے ناسخ کوئی قابل نظر آیا	ناسخ
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا	غم ہمکو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا	"
کوئی بنا کوئی بگڑا یہی رہا ہر روز	جہاں میں جب سے کہ یہ چرخ چنبری ہے بنا	لااعلم
کب لباس ظاہری میں چھپتے ہیں روشن ضمیر	پردۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا	ذوق
فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا	کہ جس کے عوض یوں رولانے لگا	حسن
عیب ست بزرگتر کشیدن خود را	واز جملہ خلق برگزیدن خود را	لااعلم
شکر حق واجب بود از بہر ہر نعمت ترا	تا سبک از حق نعمت سازد ایں منت ترا	"
چو از قومے یکے بیدانشی کرد	نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را	سعدی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
اک روز جہاں سے جان کھونا ہوگا	گھر چھوڑ کے زیر خاک سونا ہوگا	انیس
دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا	کس کس کا نہ یاں زمانہ دیکھا	"
برسوں رہا جنکے سر پہ چتر زریں	تربت پہ نہ ان کی شامیانہ دیکھا	"
کیوں آج دلا خیال فردا نہ کیا	بھولا جو برے وقت کو اچھا نہ کیا	"
تیرے قربان کے تو لایق ہوں۔	اور کاموں سے گو ہزار گیا	افسوس
عرصۂ عمر بہت کم ہے دلا گل کیطرح	چمن دہر میں دن کاٹ تو ہنسکر اپنا	"
دنیا میں نہ چین ایک ساعت دیکھا	برسوں نہ کبھی روز فراغت دیکھا	انیس
راحت کا مکاں، امن کا گھر، خانہ عیش	دیکھا تو جہاں میں کنج عزلت دیکھا	"
مرض مرگ سے عاجز ہے خدائی ساری	صد فلاطوں کو یہاں ہاتھ ہی ملتے دیکھا	لا اعلم
چو از شمع خالی کنی خانہ را	نہ بینی دگر نقش پروانہ را	"
نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند	جوانان سعادتمند پند پیر دانا را۔	حافظ
بوقت لقمہ خوردن اے مسرت گفت بہایم۔	کہ روزی میکند از ہم جدا یاراں ہمدم را	مسرت
عوض ہے دلشکنی کا بہت محال اے یار	جو شیشہ ٹوٹے تو کیجے جواب شیشہ کا	لا اعلم
در محفل خود راہ مدہ ہمچو منے را	افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را	"
بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید	کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا	حافظ
ہر کرا باشد محبت با خدا	کے بداند و اصلاحش را جدا	لا اعلم
صلاح کار کجا و من خراب کجا	ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا	حافظ
دولت دنیا ندارد اعتبارے پیش ما	سر بہ شاہی بر نیارد ہمت درویش ما	لا اعلم
غم عالم فراواں ست من یک غنچہ دل دارم	چساں در شیشۂ ساعت کنم خاک بیاباں را	"
دریاب گر تو عاقلی بشتاب گر صاحبدلی	باشد کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را	"
فلک از رشک نگذارد بحال خود دو ہمدم را	بسنگ از یکدگر سازد جدا بادام توام را	"
غم روزی مخور بر ہم مزن اوراق دفتر را	کہ پیش از طفل ایزد پر کند پستان مادر را	"
قدر مردم کے فزاید تا بود اندر وطن	در صدف قیمت نباشد گوہر ارزندہ را	"

نہیں اک لحظہ خالی تجھ سے بیرون و درون میرا	کہ دل میں یاد ہے تیری زباں پر نام ہے تیرا	لا اعلم
اے آمدنت باعث آبادی ما۔	ذکر تو بود زمزمۂ شادی ما	״
آسایش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف ست	با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا	حافظ
خدا جب دوست ہے اے دل تو کیا دشمن سے اندیشہ	ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا	لا اعلم
چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید۔	مسیحا کے تواند کرد روشن چشم سوزن را	״
رزق ہر چند بیگماں برسد	شرط عقل ست جستن از درہا	״
اما نبود وصف اعتنائی ہنر ذات	ایں فتویٰ ہمت بود ارباب ہمم را	״
نہ ہوئی کبھی مجھ سے خطا نہ ہوا کرو مجھ پر خفا	نہ دیا کرو تم گالیاں نہ کیا کرو مجھ پر جفا	طالب
مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا	طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریباں کا	ناسخ
غنیمت جان لے یہ صحبتیں آپس کی اے ناداں	دگرگوں حال ہو جاتا ہے اک دم میں زمانہ کا	سرور
رستم رہا زمیں پہ نہ سام رہ گیا	مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا	سودا
معلوم ہمکو دل کے سلوکوں سے یہ ہوا	ناداں ہے جو دوست وہ دشمن ہے جان کا	سوز
الٰہی بخت تو بیدار بادا۔	ترا دولت ہمیشہ یار بادا!	لا اعلم
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح	کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا	غالب
لگے منھ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں صاحب	زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا	آتش
یہ کہاں تھی میری قسمت کہ وصال یار ہوتا	اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا۔	غالب
ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا	آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا	لا اعلم
انتظاری نے تیری خوب دکھایا پھیرا۔	صبح سے شام ہوئی شام سے پچھلا پہرا	ظفر
جو کی تقلید خسرو کی تو کارکوہ کن بگڑا۔	چلا جب چال کوا ہنس کی اسکا بھی چلن بگڑا	״
شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر	معاملہ تو دل ناتواں نے خوب کیا	میر
ہوئے ہیں ایسے بھی کچھ صنعت آفریں پیدا	جنھوں نے لعل سے کی جوئے انگبیں پیدا	لا اعلم
قسمت نے ساتھ چھوڑا الٹا ہوا مقدر۔	آخر کو پیش آیا لکھا ہوا جبیں کا	״
ہنگامہ گرم ہستی ناپیدار کا۔	چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا	״

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
جو چشم کہ بے نم ہے وہ ہو کور تو بہتر	جو دل کہ ہے بے داغ وہ جل جائے تو اچھا	لا اعلم
نہ گل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونوں رو دیتے	تمہیں کو بلبلو آتا نہیں انداز شیون کا	”
دو گونہ رنج و عذابست جان مجنوں را	بلائے صحبت لیلای و فرقت لیلا	”
واہ رے شان کریمی ترے صدقے قرباں	جس گنہگار کو دیکھا وہ گنہگار نہ تھا	آصف
مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولےٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا	غالب
لبالب ست زخون جگر پیالۂ ما	دم نخست چنیں شد مگر حوالۂ ما	لا اعلم
گفتا کیستی گفتم دعا گوئے شما	گفتا بعزم کجا داری بگو گفتم سر کوئے شما	حافظ
بکعبہ رفتم و شوق ورت فزود آنجا	بگریہ آمدم و جائے گریہ بود آنجا	آصفی
ہر کہ منظور شد سلیماں را	چوں نداند زبان مرغاں را	لا اعلم
وقت پر قطرہ بہت ہے ابر خوش ہنگام کا	جل گیا جب کھیت مینہ برسا تو پھر کس کام کا	”
اک آن میں عدم ہے برنگ شمیم گل	کیا اعتبار ہستی بے اعتبار کا	”
میں نے آکے جہاں میں کیا دیکھا	جاں کو آفت میں مبتلا دیکھا	”
قیامت ہو گی جب خورشید نیزے پر کھڑا ہو گا	زمیں تانبے کی ہو گی آسماں فولاد کا ہو گا	”
ایک عالم کو آزما دیکھا	اپنے مطلب کا آشنا دیکھا	”
چڑھی جو شیخ کو افیوں تو دانہ تسبیح	سمجھ الائچی دانے تمام ٹونگ گیا	”
کیا اصل بندے کی جو روٹی دے گا	رازق ہے کوئی اور ہی دینے والا	”
نا اتفاقی شیوہ ہے دور حراب کا	خنداں ہے برق دیکھکے رونا سحاب کا	”
آدمی کا ہے آدمی شیطاں	یہ مثل سچ ہے آزما دیکھا	”
بر تواضعہائے دشمن تکیہ کردن ابلہی ست	پائے بوس سیل از پا افگند دیوار را	غنی
بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک	ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائینگے کیا	غالب
جس سے ہووے ایک دفتی بھی قضا	واسطے اس کے بھی ہے دوزخ لکھا	لا اعلم
اس نے کس کے ساتھ کی اب تک وفا	لے گئے اسکندر و جم کیا بھلا	”
جزائے حسن عمل بیں کہ روزگار ہنوز	خراب می نکند بارگاہ کسرے را	”

چو نیت نیک باشد بادشا را	گہر خیزد بجاے گل گیا را	لا اعلم
از نقش و نگار در و دیوار شکستہ	آثار پدید دست صنادید عجم را	عرفی
زور بازوے جواں ہے آسرا ہر پیر کا	دیکھ لو دست کماں میں بھی عصا ہے تیر کا	وزیر
کیا بھروسہ ہے زندگانی کا	آدمی بلبلہ ہے پانی کا	میر
کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ	ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا	غالب
اے خوش آندم کہ رسد دست امید	بگریبان وصال تو مرا	لا اعلم
در ریاض آفرینش لالہ ساں روئیدہ ایم	پاے در گل داغ بر دل شعلہ بر داماں ما	"
ہر لبش قفل ست و در دل رازہا	لب خموش و دل پر از آوازہا	"
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را	مقبول نمایند از و بانگ و صدا را	"
یک جا قرار ہمت عالی نمی کند	گردش ضرورتست سپہر بلند را	"
خلق جہاں پرستش گوسالہ می کند	مجنون ما چرا نہ پرستد غزالہ را	"
حریف بادہ کجا عاشق خراب کجا	جنون عشق کجا نشہ شراب کجا	"
ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما	مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما	حافظ
ہوشمندی کہ بہنگامہ مستاں افتد	مصلحت نیست کہ ہشیار نماید خود را	لا اعلم
گرچہ ملا بفسوں دیو بہ بندد لیکن	عشق دیوے ست کہ دیوانہ کند ملا را	"
سر از فرماں حکمت گر بپیچم من دریں گلشن	برآرند از قفایم ہمچو نافرماں زبانم را	"
عزم دیدار تو دارد جاں برلب آمدہ	باز گردد یا بر آید چیست فرمان شما	حافظ
بادشاہ چہ نسبتے گدا را	بگزار مرا بمن خدا را	لا اعلم
کفر کافر را و دیں آگاہ را	ذرہ مہرت دل ایں ماہ را	"
اے خامہ حرف زن کہ کسے از کلام ما	شاید باہل راز رساند سلام ما	"
بدی را بدی سہل باشد جزا	اگر مردی احسن الی من اسا	سعدی
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	تو مرو در دہان اژدرہا	"
لنگے زیر و لنگے بالا	نے غم دزد و نے غم کالا	"

من از آں حسن روزافزوں کہ یوسف داشت دانستم	کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را	حافظؒ
دوست دشمن پھر گیا اپنا بگانہ پھر گیا	تیری چتون کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا	
ہشیار یار جانی یہ دشت ہے ٹھگوں کا	یاں ٹک نگاہ چوکی اور مال دوستوں کا	نظیر
اے مشو مغرور بر حلم خدا	دیر گیرد سخت گیرد مر ترا	
نہیں آساں تماشا دیکھنا کچھ ملک امکاں کا	کہ یہ ہو کا مکاں ہے جس میں عالم ہو خموشاں کا	لااعلم
زدور چرخ گرداں ہرچہ دیدستم دریں عالم	مپرس از من کہ شرحش لال میسازد زبانم را	"
کبھی گلشن میں رہتے تھے قفس میں اب گذرتی ہے	خطا صیاد کی کیا ہے ہمارا آب و دانہ تھا	"
جبتک کہ چشم شوق میں وحدت کا نور تھا	جس بام پر نگاہ پڑی کوہ طور تھا	"
مسافرے نرسید از عدم کز و پرسم	کہ پیر چرخ کجا برد نوجواں مرا۔	"
باغباں آیا گلستاں میں کہ صیاد آیا	جو کوئی آیا مری جان کا جلاد آیا	"
دل جاتا ہے دل سے تری الفت نہیں جاتی	سر جاتا ہے سر سے ترا سودا نہیں جاتا	"
ہوئی ہے غرق کیا کیا کشتی مقصد لب ساحل	ہوئے ہیں خشک بار آور نہال آرزو کیا کیا	لااعلم
طبع ودل از رہ تقلید بہ نیکاں نرسد	یا اگر خواب کند چشم نخوابانند او را	عالی
اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر	آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا	ذوق
اے زاہد ریائی دیکھی نماز تیری۔	نیت اگر یہی ہے تو کیا ثواب ہوگا	لااعلم
آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا	ذوق
انصاف کے خواہاں ہیں نہیں طالب زر ہم	تحسین سخن فہم ہے مومن صلہ اپنا	مومن
ثنا ہا ہمہ ایزد پاک را	ثریا وہ طارم تاک را	لااعلم
دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان شورافزا	دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسیٰہا	"
زر سے گل کاغذ گل تر ہو نہیں جاتا	قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا	"
حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا	نہایت غم ہے اس قطرہ کو دریا کی جدائی کا	آتش
تعلق روح سے مجھ کو جسد کا ناگوارا ہے	زمانے میں چلن ہے چار دن کی آشنائی کا	"
گل آتے ہیں ہستی میں عدم سے ہمہ تن گوش	بلبل کا یہ نالہ ہے یہ افسانہ ہے اس کا۔	"

ہنر سے نیاریوں کے حال یہ ظاہر ہوا ہم کو — مقدر میں جو دولت ہو تو زر ہو خاک سے پیدا — آتش

پھول جوہی اپنے گلشن کا سپر کا پھول ہے — ہر شجر اس باغ میں لاتا ہے پھل تلوار کا — ״

تواضع دشمن جاں کی زیادہ قتل کرتی ہے — خم شمشیر معشوقوں کا تھوڑا آتا ہے گردن کا — ״

کرا اپنے آگے مرداں خدا کے چل نہیں سکتا — کف داؤد میں یکساں ہے عالم موم و آہن کا — ״

ادب تا چند اے دست ہوس قاتل کے دامن کا — سنبھل سکتا نہیں اب دوش سے بوجھ اپنی گردن کا — ״

شاہراہ ہستی موہوم میں وہ چال چل — اپنی آنکھوں کو بچھا دیں دوست دشمن زیر پا — ״

ایذا جو ہو اس خال و گیسو سے تعجب ہے — وہ افعی بے دنداں ہے یہ بے نیش یہ عقرب تھا — ״

سوائے رنج کچھ حاصل نہیں ہے اس خرابے میں — غنیمت جان جو آرام تو نے کوئی دم پایا — ״

دوستوں سے اس قدر صدمے اٹھائے جان پر — دل سے دشمن کی عداوت کا گلا جاتا رہا — ״

برہنہ آیا تھا یاں عدم سے برہنہ یاں سے چلا عدم کو — نہ بوئے کافور میں نے سونگھی نہ داغ مجھ کو لگا کفن کا — ״

خراب مٹی نہ ہو کسی کی کوئی تردد دوستاں ہو — جدا ہوا شاخ سے جو پتا غبار خاطر ہوا چمن کا — ״

آتش نہ پوچھ حال تو مجھ درد مند کا — سینے میں داغ داغ میں ناسور پڑ گیا — ״

یہ دل لگانے میں نے مزہ اٹھایا ہے — ملا نہ دوست تو دشمن سے اتحاد کیا — ״

ماتم دریا دلاں شادی تنک ظرفوں کی ہے — گریہ مینا ہے باعث خندہ ہائے جام کا — ״

آدمی کو موت کے آنے کی لازم ہے خوشی — عید ہے جس روز چھٹکارا ہو محبوس کا — ״

دانت ہلتے ہیں ہوئے ہیں موئے سر سارے سفید — گور کہتی ہے سمجھ کر مجھ کو شایاں مرگ کا — ״

اچھا نہیں ستانا کسی بے گناہ کو — پہلا مقام عرش ہے بیکس کی آہ کا — آصف

کارساز ما بفکر کار ما — فکر ما در کار ما آزار ما — مثنوی

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درا — تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن درا — بیدل

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے — میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا — آتش

از ہنر خویش کشا سینہ را — مایۂ کن نسبت دیرینہ را — لاأعلم

چوں نویسم اشتیاق ایں دل مجروح را — از کجا آرم حیات خضر و عمر نوح را — ״

اللہ دکھائے نہ الم نور نظر کا — ہو جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب جگر کا — ״

نہ ہو جس کام کا اِنساں ہیں ہوتا۔	مناسب ہے اُسے چھوڑے اچھوتا۔	لاعلم
جسے کہتے ہیں بحرِ عشق اُس کے دو کنارے ہیں	ازل نام اس کنارے کا ابد نام اس کنارے کا	״
زمانے نے اونچے سے جس کو گرایا	وہ آخر کو مٹی میں مِل کر رہیگا	״
سنگین دل ست ہر کہ بظاہر ملائم ست	پنہاں دروں پنبہ نگر پنبہ دانہ را۔	غنی
رسد بر اہل ایماں بیشتر آفات از دنیا	گزندے نیست از دنداں جز انگشت شہادت را	لاعلم
واقف نہیں ہے کوئی نوا ہائے راز کا۔	یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا	غالب
ہوئی ہے تقدیر سے رسائی ضرور ہے قسمت آزمائی	کرینگے اس در پہ جبہ سائی نشان جبتک رہے جبیں کا	امیر
آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا	ذوق
مقسوم اہل علم عذابیست زیر چرخ	رسمیست در شکنجہ کشیدن کتاب را	لاعلم
مسجد میں نہ کعبہ میں نہ بتخانہ میں دیکھا	وہ جلوہ جو اس مٹی کے کاشانہ میں دیکھا	میر
سے مکے گیا مدینہ گیا کربلا گیا۔	جیسا گیا تھا ویسا ہی چل پھر کے آگیا	تقی
بودا ستم کا جن نے اس باغ میں لگایا۔	اپنے کئے کا اُن نے ثمرہ شتاب دیکھا	״
عشق ہو انساں کا یا انس ہو حیواں کا	لاگ جس کی جس سے ہو دشمن ہے اپنی جان کا	״
یار ہے بیقدر جب ہو آشنا دس بیس کا	مثل ماہ عید کے پورا جو ہوے تیس کا	سودا
اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا۔	تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہ ہو پیدا	״
دوست جو اپنا تھا دشمن ہو گیا	راہبر قسمت سے رہزن ہو گیا	مصحفی
کیا کیا بہاریں آئیں کیا کیا درخت پھولے	نخل اُمید ہم نے پر بار ور نہ دیکھا	״
جو ملا اُس نے بیوفائی کی۔	کچھ عجیب رنگ ہے زمانے کا	״
مجھے آتا ہے رحم اس طائرِ بے پر کی حسرت پر	کہ اڑ سکتا نہیں اور ہے قریب آشیاں بیٹھا	״
جیتے تو غم گردش افلاک نے کھایا	اور مر کے چھٹا اس سے تو بس خاک نے کھایا	جرأت
چشم وا کرتے ہی نرگس کی طرح کمھلائے	چمن دہر کا کچھ ہم نے نظارا نہ کیا	״
نہ کوئی یار ہے غمخوار نے مونس نہ ہمدم ہے	سنا دیں کس کو ہم درد و غم و رنج و الم اپنا	״
نہ آیا چرخ دوں کو کچھ اگر آیا تو یہ آیا۔	گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجراں کا	״

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
وائے قسمت نہ قفس کے ہوئے نہ گلشن کے	کہ رہا اب ہمیں صیاد نے پر بند کیا	جرأت
سخت دل جو ہیں انہیں محروم رکھتا ہے فلک	بیضۂ فولاد سے بچہ کہاں پیدا ہوا	ناسخ
خاکساروں سے ملا کرتے ہیں جھک کر سربلند	آسماں پیش زمیں بہر تواضع خم ہوا	"
کچھ بھی حاصل باکمالوں کو نہیں ہے جز زوال	مورد نقصاں ہوا جب کہ ماہ کامل ہو گیا	"
سب کے خالق نے بنائے کاسۂ سر واژگوں	آدمی اس سے یہ بھی پیش آدمی سائل ہوا	"
رنگ عشرت باغِ عالم میں نظر آتا نہیں	گل کو گلچیں کا خطر بلبل کو غم صیاد کا	"
تمام عمر یونہیں ہو گئی بسر اپنی	شب فراق گئی روز انتظار آیا	"
ایسا کوئی گمنام زمانے میں نہ ہوگا	گم ہو وہ نگیں جس پہ کہ کندہ نام ہمارا	"
باراں کی طرح لطف و کرم عام کئے جا	آیا ہے جو دنیا میں تو کچھ نام کئے جا	آتش
فرو غصہ کیا جس نے پچھاڑا دیو کو اس نے	اسے رستم کہیں گے ہم جو ایسا پہلوان ہوگا	"
پست فطرت سے سوائے رنج کچھ حاصل نہیں	پایہ گل کشتی کو کر دیتا ہے پانی تھاہ کا	"
کہاں کہاں تجھے ڈھونڈا عابد نے بھیس بدل بدل کر	جو شیخ کعبہ میں تو دیر میں برہمن تھا	"
شاہراہ ہستی موہوم میں وہ چال چل	اپنی آنکھوں کو بچھا دیں دوست دشمن زیر پا	"
فزوں ہوتا ہے جمعیت سے زیر آسماں لڑکا	درخت بارور ہیں باندھتا ہے باغباں ٹھٹکا	
رنج سے راحت نصیب طبع شیریں کو ہے	بار لاتا ہے قلم ہو نیشے نخل انگور کا	
ظرف پیدا کر جو چاہے شہرۂ آفاق ہو	نام اک عالم میں چینی نے کیا فغفور کا	"
ٹاٹ بھی ملتے کا مرقد میں نہیں گل بھر فرش	خوش نہ ہو گو آج بندہ صاحب تالیں ہوا	"
نہیں اسرار سے آتش یہ پتلا خاک کا خالی	یہی وہ گرد ہے جس سے سوار آخر عیاں ہوگا	"
روا رکھ کلفت ایام میں بھی قدر نیکوں کی	پھٹے کپڑوں میں بھی ان کو سمجھ لے لعل گودڑ کا	"
گل و بلبل کی حالت پر بجا ہے گریۂ شبنم	اسے گلچیں کا اندیشہ اسے صیاد کا ڈر کا	"
بہار عالم نیرنگ رکھتا ہے مزاج اپنا	جوانوں میں جواں بڈھوں میں بڈھا لڑکوں میں لڑکا	"
حرص و ہوس کو سینہ میں غافل جگہ نہ دے	مذاہب کو فوت کرتا ہے کیڑا کتاب کا	"
ہماری قسمت سے آئے گی یہ صدا تا حشر	یہ مژدہ آیا کہ مجھ سے پسر کوئی خدا سے آیا	"

زینت پسند وہ نہیں جو ہیں شکستہ دل	محتاج موئے چینی نہ دیکھا خضاب کا	آتش
لاتی ہے واں قضا و قدر مرغ روح کو	پانی جہاں قفس کا ہے دانہ ہے جال کا	״
دنیا میں نیک سے ہے فزوں بد کا امتیاز	کیا کیا گراں نہ شہد سے قیمت میں سم ہوا	״
باغ عالم کی ہوا آتش نہ راس آئی مجھے	دوست جس گل کا رہا میں وہ مرا دشمن رہا	״
پچھوڑیگا کسی کو آسماں بے گور میں بھیجے	سمجھ زیر زمیں اسکو جو بالائے زمیں آیا	״
ہولے دہر گر انصاف پر آئے تو سن لینا	گل و بلبل چمن میں ہونگے باہر باغباں ہو گا	״
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اُٹھ بھی کھڑے ہوئے	میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا	״
ناقص ہے دوستداری میں کامل نہیں ہے تو	دشمن سے بھی غبار اگر دل میں رہ گیا	״
ہزار نخل خزاں دیدہ پر بہار آئی	نہ اپنا شیب سے پھر عالم شباب آیا	ظفر
پاک دنیا سے رہے اہل صفا دنیا میں	اے ظفر آب میں کب گوہر غلطاں بھیگا	״
نعمت دنیا ہے دنیا میں عجب دام فریب	آیا جو مہماں اس مہمانسرا میں پھنس گیا	״
مسافر خانۂ دنیا میں جو آیا ہو اراہی	یہ منزل آمد و شد کی ہے اسمیں ہے وطن کسکا	״
زینت ظاہری جن کو ہے وہ ہیں خالی ہاتھ	کوئی بتلا دے کہ ہے پنجۂ مرجاں میں کیا	״
دو ہو جاتی حسد سے ہے محبت دیکھو	حال یوسف کا ہو اصحبت اخواں میں کیا	״
ہوتا ہے چودھویں کو ہمیشہ خسوف ماہ	جو دن کمال کا ہے وہی ہے زوال کا	״
جو گھوڑے پر ہوا کے تھا غرور شہسواری میں	زمیں پر اس کو اس گردوں نے دے ٹپکا اُلٹ مارا	״
غیر از خدا ظفر یہاں کوئی نہیں ٹھکانا	منعم کا اور گدا کا چھوٹے کا اور بڑے کا	״
یہ ساری آمد و شد ہے نفس کی آمد و شد پر	اسی تک آتا جانا ہے نہ پھر آنا نہ پھر جانا	״
یار تھا گلزار تھا مے تھی فضا تھی میں نہ تھا	محفل گلزار میں غیروں کو جا تھی میں نہ تھا	״
رفعت جاہ کو ہے ہمت عالی درکار	اونچے کوٹھے کیلئے چاہئے زینہ اونچا	״
اے بیخبر و دنیا یہ مزرع عقبیٰ ہے	جز تخم نکوئی کچھ تم اور نہ بو جانا	״
فرصت یہ ایک دم کی حباب اتنی سرکشی	تو اعتبار سمجھے ہے کیا اس وجود کا	״
نہ کوئی یار پایا اور نہ کوئی آشنا پایا	جسے یاں دوست جانا اُسکو دشمن جاں کا پایا	״

نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری
تن کی عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
رتبہ ملا اُسے جو وطن سے نکل گیا
قایم یہاں خزاں ہے نہ موسم بہار کا
اب زمیں پر نام کو باقی نہیں اُنکا نشاں
ایک بنتا ہے بگڑ جاتا ہے فوراً دوسرا
دل مرے سینے میں یہ کونسی ستم پیدا ہوا
کہو بلبل کو لیجائے چمن سے آشیاں اپنا
اٹھا کر لے چلی بلبل چمن سے آشیاں اپنا
مرا جلتا ہے جی اس بلبل بیکس کی غربت پر
نہ تو نے گل کیا اپنا نہ بلبل باغباں اپنا
یہ حسرت رہ گئی کس کس مزہ سے زندگی کرتے
فرشتوں کو کیا مات آدمی نے
چاروں کے لیے کیا کیا نہ ہوا دنیا میں
لے منعم سامان سواری پہ نہ بھولو
خوشی وہ کونسی دی جس کے بعد غم نہ دیا
بلبل کہاں بہار کہاں باغباں کہاں
خلاف بلبل گلشن سے یہ زمانہ ہوا
یہ بخل وہ ہے کہ جس کے سبب سے اے منعم
آئی بہار اور نہ چھوٹا میں اے جنوں
عاقبت تنہا گئے ملک عدم مشکل ہوا
ہمرہاں پہونچے کبھی سکے منزل مقصود کو
کیا کوئی سر بلند کریگا دعوی عروج

محبت اُٹھ گئی ساری عجب یہ دور آیا ہے — ظفر
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا اُلٹا — ״
وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا — آباد
بدرنگ رنگ ہے چمن روزگار کا — ״
جن کی نوبت کا یہ رنگ آسمان نقارہ تھا — ״
دیکھ او ناداں تماشا گردش ایام کا — ״
جب سے دل پیدا ہوا ساتھ اُسکے غم پیدا ہوا — ״
پڑھے گر صد ہزار افسوں نہ ہوگا باغباں اپنا — لااعلم
کہا گل سے کہ لے لے بیونا ہم سے مکاں اپنا — ״
کہ گل کے آسرے پر یوں لٹا یا خانماں اپنا — ״
چمن میں کس بھروسے پر بنایا آشیاں اپنا — ״
اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغباں اپنا — ״
قیامت کا یہ مشت خاک نکلا — صبا
خاک سے آب سے آتش سے ہوا سے پیدا — ״
اڑ جائے گا اک روز ہوادار تمہارا — ״
ہمیشہ سر یہ فلک پر سر حباب رہا — ״
وہ دن گذر گئے وہ زمانہ گذر گیا — ״
کہ پہنچے ملک الموت آشیانہ ہوا — ״
زمیں کے تحت میں قارون کا خزانہ ہوا — ״
کیسا تڑپ کے خانۂ زنداں میں رہ گیا — ״
کوئی بھی مونس نہ یار وہمرہ منزل ہوا — ״
دو قدم چلتے ہی میں ہمراہ تھک کر رہ گیا — ״
سنا یہ ہے کہ پائمال سدا کو بہار کا — ״

تنگ نظروں سے کیا ممکن جو کوئی فیض کو پہنچے ‖ کہ لب جام حباب بحر سے تر ہو نہیں سکتا ‖ صبا

فرش خاکستر پہ وہ ہیہات سوتے ہیں پڑے ‖ روز و شب رہتی تھی جن کے مسند زر زیر پا ‖ ״

سرکش کوئی ہو کر کبھی بر پا نہیں ہوتا ‖ انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا ‖ ״

گردش سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہتا ‖ کس دن تہ و بالا یہ ہنڈولا نہیں ہوتا ‖ ״

ایک عالم کو آزما دیکھا ‖ جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا ‖ سرور

حال بد کا شریک دنیا میں ‖ نہ برادر نہ آشنا دیکھا ‖ ״

یار اغیار ہو گئے واللہ ‖ کیا زمانے کا انقلاب ہوا ‖ ״

بسان نقش پا بیٹھے جہاں ہم اس سے پھر سر کے ‖ ٹھکانا پوچھتے ہو کیا بھلا ہم بے ٹھکانوں کا ‖ ״

سراسر دل دکھاتا ہے کوئی ذکر اور ہی چھیڑو ‖ پتہ خانہ بدوشوں کے نہ پوچھو آشیانے کا ‖ ״

اپنے دنیا کے لئے کچھ نہ سکندر نے کیا ‖ آپ کئی روز جیا کس لئے دارا مارا ‖ ״

اپنی تو زندگی یہاں مثل حباب ہے ‖ گو خضر لاکھ سال جیا پھر کسی کو کیا ‖ نسیم

پاس رہتا تھا ہمارے کچھ نہ تھا ہمکو خیال ‖ اب جدائی سے محبت کا اثر ہونے لگا ‖ سوز

ہم نے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا ‖ پر نہ قسمت کا نوشتہ کبھی ٹلتے دیکھا ‖ لاعلم

گر یوں ہی یہ دل درپئے آزار رہیگا ‖ اک روز نہ اک روز یہ جی مار رہے گا ‖ جوشش

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا ‖ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا ‖ قلندر

بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا ‖ سوائے بیکسی اب کوئی آسرا نہ رہا ‖ عبرت

تو نے صیاد عجب ظلم یہ اچھا کیا ‖ بال و پر توڑ قفس سے مجھے آزاد کیا ‖ غمگین

دشمن کو مری گور پہ لانا نہیں اچھا ‖ مردے کو مسلماں کے جلانا نہیں اچھا ‖ محمود

صحرا میں مرے حال پہ کوئی بھی نہ رویا ‖ گر پھوٹ کے رویا تو مرے پاؤں کا چھالا ‖ نظیر

اوروں کو تو گرتے ہوئے دیکھا تو لیا تھام ‖ ہم گر کبھی پڑے تو کبھی نہ ظالم نے سنبھالا ‖ ״

کج روی کو چھوڑ ظالم راستی کر اختیار ‖ خوب دیکھا ہار ہے انجام الٹی چال کا ‖ نسیم

باغ میں مل کر ہوا سے جو صدا دیتے ہیں گل ‖ فی الحقیقت ذکر کرتے ہیں تمام اللہ کا ‖ اسیر

بطن میں کودک کو کیونکر اسکو پہنچاتا ہے رزق ‖ پرورش کرنا زمانہ کا ہے کام اللہ کا ‖ ״

خزاں کے ہاتھ سے گلشن میں خار تک نہ رہا
چمن سے دہر کے مجھ ناتواں کی رخصت ہے
ملایا خاک میں گردوں نے کس کس نام آور کو
بحر عالم میں ہے آفت لازم اہل کمال
مردہ کچھ سنتا نہیں چلا کے روتے ہیں عزیز
موذیوں کی پرورش ہے باعث آزار خلق۔
خاکساری سے نہیں بہتر جہاں میں منعمی
پاک طینت وب چلیں ذی نخوتوں سے ذکر کیا
چشم عبرت کیوں نہ خوں روئے کہ ہنگام خرام
ہوئے ہیں خاک کے پیوند مہرباں کیا کیا
فلک کب چھین سکتا ہے بضاعت خاکساروں کی
رکھا کسی کو نہ محروم حق نے رحمت سے
عبث ہے پرورش سنگدل زمانے میں
دشمن بھی گر مرے تو خوشی کا نہیں مقام
روشن دلوں کو بادحوادث سے کیا گزند
کیا جانئے گلزار پہ کیا لائے گی آفت
نہ وہ آیا نہ مجھ کو بلوایا۔
وہ سدا شاد رہا جس سے خدا شاد رہا۔
دانا کو تو اک حرف نصیحت ہے کفایت
باغ عالم میں ہے سب کو طرف اصل رجوع
ترک عزت کی تو آیا حسن کا جلوہ نظر
کس طرح وضع غیر محل ہو پسند خلق
سبقت جو زندگی میں سکندر سے کی تو کیا

بہار کیسی نشانِ بہار تک نہ رہا	عاشق
کہو گلوں سے کہ گلشن میں خار تک نہ رہا	〃
نشاں ملتا نہیں ہے قبر جمشید و فریدوں کا	صبا
ٹوٹنے کا خوف ہے قطرہ جو گوہر ہو گیا	اسیر
دم میں کتنا فاصلہ اللہ اکبر ہو گیا	〃
خار صحرا جب ہوا بالیدہ نشتر ہو گیا	〃
مل گئی جسکو یہ دولت کیمیا گر ہو گیا	〃
نور کا ہوتا نہیں زنہار مسکن زیر پا	عشقی
ہر قدم کس کس کا آجاتا ہے مدفن زیر پا	〃
ستم سے پیر فلک کے مٹے جواں کیا کیا	عاشق
زمیں کے تحت میں ہے تا قیامت گنج قاروں کا	امانت
بشر کو دیدۂ تر چرخ کو سحاب دیا	〃
عقیق کے نہ شجر میں کسی نے آب دیا	〃
کوئی جہاں سے آج گیا کوئی کل گیا	〃
صرصر سے گل ہوا نہ چراغ آفتاب کا	〃
رونا ترا اے بلبل شیدا نہیں جاتا	〃
اور نہ خط کا مرے جواب آیا	
وہ رہا یاد یہاں جس کو خدا یاد رہا	حلم
ناداں کو کافی نہیں دفتر نہ رسالا	زار
خلق طاؤس کے بیضہ سے کبوتر نہ ہوا	اسیر
آبرو سے مدہوا ز ائل تو ابرو ہو گیا	〃
دامن لپٹ کے ہاتھ میں کب آستیں ہوا	〃
اے خضر پیچھے مرگ کی منزل میں رہ گیا	آتش

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
پیام مرگ سے ہوتی ہے غمگیں روح کس خاطر	ملے گا خاک میں وہ جو ہوا ہے خاک سے پیدا	آتش
ہلا نہ سرو کو کچھ اپنی راستی میں پھل۔	کلاہ کج جو نہ کرتا تو لالہ کیا کرتا	”
جو جس کے حق میں سمجھا وہ بہتر بنا دیا۔	مجھ کو فقیر تجھ کو تونگر بنا دیا	رند
غافل مقام رشک نہیں جائے شکر ہے	سو سے برا تو ایک سے بہتر بنا دیا۔	”
صاحب کمال رکھتے ہیں اکسیر کے خواص	چٹکی اٹھا لی خاک کی اور زر بنا دیا	”
خوار کرتا ہے جو امردوں کو سفلوں کو عزیز	سن تو چرخ پیر کیا تو بھی کمینا ہو گیا	”
قاروں کے خزانے کا طلبگار نہیں میں	ہو گا نہ سزاوار مجھے مال دنی کا	”
سمجھا ہوں جو اس منزل ہستی کو سرائے	وہ ہو کا ہے وطن میں غریب الوطنی کا	”
آغاز سے ہر امر کا انجام خوب ہو	انسان کو خیال رہے گر مآل کا	”
خاکساری سرمہ ساں شیوہ کریگا تو اگر	دیدۂ اہل نظر میں تیرا گھر ہو جائے گا	”
چشم وحدت سے جو کی سیر جہاں کی اے رند	زاغ بھی آیا نظر تو اُسے عنقا سمجھا	”
فلک کے ہاتھ سے جس سرزمیں پر بھاگ کر پہونچا	یہی واں بھی زمیں پائی یہی واں آسماں نکلا	”
رہا تیر بلا سے نالہ کش کرتے دم ۔	کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا۔	”
احاطے سے فلک کے کب کے ہم تو	نکل جاتے مگر رستہ نہ پایا۔	ذوق
ہو پاکدامنوں کو خلش کس سے کیا خطر	کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا	”
اے ذوق گر ہے ہوش تو دنیا سے دور بھاگ	اس میکدہ میں کام نہیں ہوشیار کا۔	”
شربت مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر۔	لیک ناکام اسے آب بقا نے رکھا	”
برنگ غنچہ خوں میں دل ہنسے کیا اس گلستاں میں	بھر آیا منھ میں خوں اگر اک تبسم زیر لب آیا	”
جاہل ہسنگ نہ آئے راہ پر معجزے سے بھی۔	جہل سے بوجہل اپنے نا مسلماں ہی رہا	”
آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت	پھر دیکھئے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا	”
جدا حبیب سے ہوں ہم نہ ہوں رقیب جدا	ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا	”
قاروں اٹھائے سر پہ گنج لے گیا	دنیا سے کیا بخیل بجز رنج لے گیا	ظفر
دل کو تو کر لے اپنے دولت سے قناعت کی غنی	بس بہت دست ہوس اپنا نہ اے غافل بڑھا	”

محبت جیتے جی کی ہے وگرنہ بعد مرنے کے
کوئی آرام سے کیونکر زمیں پر بیٹھنے پائے
اس کو انساں مت سمجھو سرکشی جس میں ظفر
ہوشمندی کہ بہ ہنگامۂ مستان افتد
عیب را ہم گر بکاوی نیست خالی از ہنر۔
شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست
نہ ہر آہے قبول افتد نہ ہر اشکے اثر دارد۔
از بوالہوس محبت قلبی طمع مدار
عناں بدست فرومایگاں مدہ زنہار۔
ہیچ عضوے بے بصیرت نیست در ملک وجود۔
چو مو سفید شود دست از خضاب بشوے
چشم کرم مدار ز ابنائے روزگار۔
کاسۂ خود پُر مکن زنہار از خوان کسے
ختم ست خوردن من و عیب ست پوشش
غریب کوئے توام با وطن چہ کار مرا
آرزو ہوا پرست بہ مقصد نمیرسد
دشمن خونخوار را کوتہ ز احساں ساز دست
از علائق فارغ اند آزاد مرداں ہیچو سرو۔
ہنر شرط است اے عالی نسب بہر گراں قدری
از حباب آموز ہمت را کہ باصد احتیاج۔
اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را
تو جوانی بخاک می جوئیم ما
شناور را بہ طوفاں بلا تسلیم می باید

نہیں کوئی کسی کی قبر پر بھی آنکھ پھرتا	ظفر
رہے جب در پئے گردش فلک آٹھوں پہر پھرتا	״
خاکساری کے لیے ہی خاک سے انساں بنا	״
مصلحت نیست کہ ہشیار نمایند خود را	״
باز می دارد تکبر از ریا مغرور را	مخلص
میل بے رہبر بدریا میرساند خویش را	صائب
یکے گوہر شود از صد ہزاراں قطرۂ نیساں را	״
نتواں گرفت از گل کاغذ گلاب را	لاأعلم
کہ در مصالح خود خرج می کنند ترا	״
ورنہ چوں پہلو شناسد بستر بیگانہ را	״
نہاں مکن بشب تیرہ صبح انور را	״
دشوار میدہند جواب سلام را	״
داغ از احساں خورشید ست بر دل ماہ را	״
انیست از زمانہ لباس و غذا مرا	״
سپردہ ام بتو خود را من چہ کار مرا	״
نتواں زدن بہ تیر ہوائی نشانہ را	صائب
ہیچ زنجیرے بہ از سیری نباشد شیر را	״
خار نتوانند گرفتن دامن برچیدہ را	״
کہ قیمت یکدرم گل بود دنیا عطرش را	رائق
خالی از دریا بروں آرد سبوے خویش را	خالص
ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را	عرفی
بے سبب نیست قامت خم ما	عارف
ہجوم موج دریا خستہ ساز د سینۂ وراں را	حزیں

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
تا بکے از بزم وصلت دور میداری مرا	تا بکے آواره و مهجور میداری مرا	لااعلم
شد آرزوئے تو از حد امیدوار ازا	چو اشتیاق مہ عید روزه دار ازا	״
چه به خاطر رسید یار مرا	که به هجران سپرد کار مرا	״
احوال خویش عرض نمودن چه حاجت ست	چوں روشن است پیش تو ما فی الضمیر ما	״
زن خوب و فرمانبر پارسا	کند مرد درویش را بادشا	سعدی
حسودان را سکوت ما دهان یاوه گو بندد	زخاموشی توان زد بخیه این زخم نمایان را	حزین
کدورت بیشتر آرد اگر جوهر بیشتر دارد	نمیباشد غبار زنگ هرگز تیغ چوبین را	حکیم
در صفائی سینهٔ خود سعی کن تا ممکن است	صاف اگر با خویش خواهی سینهٔ احباب را	صائب
اختلاط ناموافق سد راه سالک است	فلفل از پرواز مانع می شود کافور را	اعجاز
تهی دستان قسمت را چه سود از رهبر کامل	که خضر از آب حیوان تشنه می آرد سکندر را	صائب
صحبت ناجنس کامل را نسازد بیدماغ	تلخی فلفل کجا ناخوش بود کافور را	موید
عجب نبود اگر فرزند بهتر از پدر گردد	که عطر صندل افزون تر ز صندل میدهد بو را	فائق
خود مشمار گنه را که گناهیست بزرگ	گندمی کرد ز فردوس برون آدم را	صائب
صائب گهر بسنگ زدن بی بصیر نیست	ضایع مکن بمردم بیهوده پند را	״
گر حق طلب کنی سگ اصحاب کهف باش	بگذار همنشینی اصحاب فیل را	متین
تا نسوزد آرزو در دل نگردد سینه صاف	زنگ از آئینه میگردد ز خاکستر جدا	صائب
ندارد با تعلق سود دست افشاندن از دنیا	که آزادی گرفتاریست مرغ رشته بر پا را	״
وارثان را کرد مستغنی ز احسان اجل	هر که پیش از مرگ قسمت کرد مال خویش را	״
وقت رفتن نیست در دنبال چشم حسرتش	هر که پیش از خود فرستاده است مال خویش را	״
بزور بازوی اقبال کاری بر نمی آید	نگه دارد مگر دست دعا دامان دولت را	
ما را برای گریه چو ابر آفریده اند	نازل شده است آیهٔ رحمت بشان ما	مهربان
اندیشهٔ مآل نیاید ز ما درست	در دست دیگریست چو سود و زیان ما	
براه مرگ رفتن اغنیا را سخت دشوار است	که فربه کی بآسانی نماید قطع منزلها	رائق

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
میکند بیدار احسان دولت خوابیده را	عطسه‌ئی سازد سبک مغز گران گردیده را	بدیع
کی سبک روحان بسازد برگ وارند احتیاج	نیست در سیر و سفر پروائی سامان سایه را	
وه در شود کشاده اگر بسته شد درے	انگشت ترجمان زبان است لال را	صائب
آب و نان روشندلان از سنگ پیدا میکنند	گشت از آئینه فرحت این سخن روشن مرا	فرحت
ترا در بوته گل بهر آن داوند این مهلت	که سیم ناقص خود را کنی کامل عیار این جا	صائب
هرچه رفت از کف بدست آوردن او مشکل است	چون کند گرد آوری گل بوی غارت برده را	״
نیگرد با طن اهل صفا رنگ از نظر بازی	تصرف نیست هرگز در دل آئینه صورت را	مظهر
شرکت روزی خسیسان را بفریاد آورد	بر سر نان پاره سگ دشمن شود درویش را	صائب
نیست صائب علم رسمی سینه صافان را بکار	میکند مغشوش جوهر صفحه آئینه را	״
همدم دیرینه میباشد موافق با مزاج	در سبوی کهنه طبع آب می ماند بجا	״
زراستی بود خجلت کشاده جبین را	که نقش راست نسازد سیاه روی نگین را	״
چون شکر زراستی خویش نگذریم ما	یاران جدا کنند اگر بند بند ما	خوشدل
دست و عصا بود سپر ناوک قضا	در کار خیر صرف کن اقبال خویش را	صائب
بیش بین بر خصم در تدبیر سبقت می برد	خواب تا چشمت نه بندد به که بندی خواب را	غنی
شد روشنم از شمع که در بزم حریفان	خاموش شدن مرگ بود اهل زبان را	لا اعلم
دهر تا امن چنان گشته که چون مردم چشم	تا در خانه نه بندم نه برد خواب مرا	״
تن ساخته پابند درین مرحله جان را	ساکن کنند آمیزش خاک آب روان را	״
در ضلالت تا نیفتادم سعادت ره نداد	راهبر پیدا نشد تا گم نکردم راه را	״
زاختلاف این و آن سررشته را گم کرده ام	شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرها	ناصر علی
از پے اصلاح مردم عمر خود ضایع مکن	می شود بیکارتر سوهان ازین زنگارها	لا اعلم
میدهد آرام پاس آبرو با مرد را	مشت آبے از تپیدن باز دارد گرد را	״
بپیری سعی کن گر در جوانی رفته کار از دست	زر گم گشته در آتش ز خاکستر شود پیدا	״
مشو با تنگ چشمان هم سفر گر زندگی خواهی	که رشته هر قدم کوته شود همراه سوزن ها	جامی

مشو نومید اے مخفی کہ در ہنگام نومیدی	شود لطف خداوندی پناہ بے پناہاں را	مخفی
مرگ گوارا شود موے چو گردد سفید	لذت دیگر بود خواب دم صبح را	غنی
مکن صرف خضاب اے پیر نقد زندگانی را	بوے کے تواں برخویشتن بستن جوانی را	مخلص
آدمی در عہد پیری بے خبر گردد غنی	میشمارم طفل خود را ریخت تا دنداں مرا	غنی
درنگر پس را بعقل و پیش را	ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را	معنوی
من نہ بینم دام را اندر ہوا	گر نپوشد چشم عقلم را قضا	”
بند آہن را تواں کردن جدا	بند عیبے را اندکس دوا	لا اعلم
گر تو خواہی ہمنشینی با خدا	رو نشیں اندر حضور اولیا	”
ما بروں را ننگریم و قال را	ما دروں را ننگریم و حال را	”
ضیافتے کہ در انجا تو انگراں باشند	شکنجہ ایست فقیراں بے بضاعت را	صائب
تا نخواند مشو سبز بہار اے غنچے	کہ نباشد چمن قدر گل خودرو را	لا اعلم
خندہ کردن رخنہ در قصر حیات افگندن است	میشوی از بے تمیزی ہمچو گل خنداں چرا	”
اگر حجاب کنی از خدا فرشتہ شوی	چنانکہ می کنی از مردماں حجاب اینجا	”
شد بدام عشق مرغ روح قید	تا نمیرد ننگرد آرام را	”
بنومیدی مدہ از دست خود داماں شبہا را	کہ از خاک سیہ گلہائے رنگیں می شود پیدا	”
از شتاب عمر گفتم غفلت من کم نشد	زیں صدائے آب سنگیں تر آخر خواب ما	”
کس وقت نزع بر سرم از بیکسی نبود	شرمندہ ام ز عمر کہ آمد بسر مرا	غنی
ریشہ نخل کہن سال از جواں افزوں تر است	بیشتر دلبستگی باشد بدنیا پیر را	صائب
پیوستہ زمانہ در پے شاہست بادا	نہ طاق سپہر بارگاہت بادا	لا اعلم
ہر دولت بیدار کہ در عالم ہست	پروانہ و شمع خوابگاہت بادا	”
ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا	آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا	”
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے	انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا	”
اب تو جاتے ہیں اپنے گھر کو ہم	پھر ملیں گے اگر خدا لایا	”

هر کہ پابند وطن شد می کشد آزارہا
روئے گل اندر چمن دائم پراست از خارہا

زبید رداں علاج درد خود جستن بداں ماند
کہ خار از پا بروں آرد کسے با نیش عقربہا

مشکل بود گرفتن چیزے ز تنگ چشم
گرفتہ ست بخیہ ز سوزن قبائے ما
غنی

در فیض است منشیں از کشایش نا امید اینجا
بہ رنگ دانہ از ہر قفل می روید کلید اینجا

ایں جہاں کوہ است و فعل ما ندا
سوے ما آید نداہا را صدا
مولانا روم

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے
وہاں پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

سودا سنبھال رکھ نہ کر اب خوف حشر کا
پیمانہ تیری عمر کا لبریز ہو گیا
سودا

مثل نگیں جو ہم سے ہوا کام رہ گیا
ہم رو سیاہ جاتے رہے نام رہ گیا
درد

زنگی کو نارنگی کہیں بنے دود کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا
لا اعلم

کیا اس ترے بیمار کو امید شفا ہو
جس کو کہ اثر ہو نہ دعا کا نہ دوا کا
״

مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ لئے لپٹا
ہاتھ ملے سر دھنے لالچ بری بلا
״

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
״

تن عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا
״

افشائے راز میں گو ذلت سہی
لیکن اوسے چھپاتو یا جان تو گیا
״

نمی بینی کہ گاوے در علف زار
بیالاید ہمہ گاوان دہ را
״

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا
״

عیب است بزرگ برکشیدن خود را
وز جملۂ خلق برگزیدن خود را
״

از مردمک دیدہ بباید آموخت
دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را
״

پیارا نہیں پیاری کا ہے پیارا
رنج اُس کا ہو کس طرح گوارا
״

گر تو خواہی تا نیفتی در بلا
گو مگو اسرار سلطاں برملا
״

گیا حسن خوباں دل خواہ کا
سدا نام رہتا ہے اللہ کا
״

رات کو سونا سویرے صبح کو اٹھنا شتاب
دولت و راحت بڑھاوے عقل کو [illegible]
״

چنانکہ شیر کند خواب طفل را شیریں
فزود غفلت ما از سفید موئے ما
[illegible]

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
از راستی تیر کمان راست نگردد	من چون ز عصا راست کنم پشت دوتا را	اعظم
چنانکه از نمک افزون شود جراحت ها	یکی هزار ز پرسش شود مصیبت ها	صائب
از زخم زبان نیست گریز اهل قلم را	بیچاک که دیده است گریبان قلم را	〃
گنهگار اندیشناک از خدا	به از پارسائی عبادت نما	سعدی
کریمان با توانگر هم باحسان پیش می آیند	نباشد چشم برسامان دریا ابر نیسان را	ناصرعلی
نیک و بد را امتیازی نیست در بازار دهر	می شود در هر ترازو سنگ با گوهر طرف	غنی
پابند هوس حاجت زنجیر ندارد	دام است همین موج عسل پای مگس را	ناصرعلی
آسیب جهان کم نکند رتبهٔ ذی قدر	قیمت نشود کم چو گدازند طلا را	قدیر
انتقام هرزه گویان را بخاموشی گذار	تیغ می گوید جواب مرغ ناهنگام را	صائب
چون سگ گزیده که نیارد باب دید	آئینه می گزد من مردم گزیده را	لا اعلم
بر میوهٔ رسیده زدن سنگ ابلهی ست	زنهار از سوال مرنجان کریم را	〃
عید نوروز من اینست که پیشم باشی	چون نباشی تو چه عیدست و چه نوروز مرا	〃
گوارا نیست عشرت طبع ناپرهیزگاران را	چه لذت از نشاط عید باشد روزه خواران را	ناصرعلی
ز فیض مفلسی قیمت فزاید اهل جوهر را	لباسی غیر عریانی نزیبد لعل و گوهر را	روحی
چشم در صنع الهی باز کن لب را ببند	بهتر از خواندن بود دیدن خط استاد را	صائب
ز بدگوهر نباید هیچگه ترک بدی کردن	نگردد کند دندان از گزیدن مار افعی را	ناصرعلی
نتوان شناخت نیک و بد سرنوشت را	هرگز کسی نخواند خط سرنوشت را	شفیع
دعوی حق را کند باطل گواه بی شعور	عذر نامعقول ثابت می کند تقصیر را	لا اعلم
عزت بکیمیا ندهی آبروی خویش	آب گهر بخاک فروشد کسی چرا	عزت
هر سری دارد درین بازار سودای دگر	هر کسی بندد بآئین دگر دستار را	صائب
نشد نفس بدگهر زنده را گزنده تر	ز احسان نمی شود سگ دیوانه آشنا	〃
ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست	بآب و رنگ و خال و خط چه حاجت روی زیبا را	لا اعلم
توکل پیشه را روزی بدست خویش می باشد	مکد انگشت خود کودک چو نبود شیر پستان را	غنی

بیکاری و توکل دو رست از مروت ۔۔۔ بر دوش خلق مفگن زنہار بار خود را ۔۔۔ صائب

سپردم بتو مایۂ خویش را ۔۔۔ تو دانی حساب کم و بیش را ۔۔۔ نظامی

زآب موختم در رہ ہر رسم آشنائے را ۔۔۔ کہ در ہر رنگ شامل میشود بنگر صفائے را ۔۔۔ نحیف

گفتگوئے کفر و دیں آخر بیک جا می کشد ۔۔۔ خواب یک خواب ست و باشد مختلف تعبیرہا ۔۔۔ صائب

تو در بتخانۂ اندیشۂ دینی نمیشد انی ۔۔۔ کہ عارف کعبہ می داند دل گبر و مسلمانرا ۔۔۔ حزیں

نیست غیر از یک صنم در پردۂ دیر و حرم
کے شود آتش دو رنگ از اختلاف سنگہا ۔۔۔ ناصر علی

ساکن گلخن شدم تا صاف کردم سینہ را ۔۔۔ دادم از خاکستر گلخن صفا آئینہ را ۔۔۔ وحشی

با صاف دل کسے را یارائی برتری نیست ۔۔۔ برخاک می نشاند آئینہ آسماں را ۔۔۔ جامی

بحسن خلق تواں کرد صید اہل نظر ۔۔۔ بہ بند دام نگیرند مرغ دانا را ۔۔۔ حافظ

خشم است خوردن من و عیب است پوششم ۔۔۔ صائب
این ست از زمانہ لباس و غذا مرا ۔۔۔ ”

عدالت کن کہ در عدل یک ساعت بدست آید ۔۔۔ میسر نیست در ہفتاد سال اہل عبادت را ۔۔۔ ”

باندک اوج سبقت بر بزرگاں سفلہ کی یابد ۔۔۔ اگر بر روئے شاہاں پشت باشد نیل بانانرا ۔۔۔ غنی

شود نام تو روشن گر بسر تسلیم خم سازی ۔۔۔ کہ نقش راست بنماید نگین وانژگوں پیدا ۔۔۔ نادم

حاصلش چوں خندۂ برق است اشک بیشمار ۔۔۔ آنچہ صرف عیش زایام جوانی شد مرا ۔۔۔ صائب

نشہ دولت کا بد اطوار کو جب آن چڑھا ۔۔۔ سر پہ شیطان کے ایک اور بھی شیطان چڑھا ۔۔۔ لااعلم

فساد روئے زمیں از شراب می زاید ۔۔۔ کدام دیو کہ در شیشہ نیست صہبا را ۔۔۔ ”

آشنم با ہیچکس چیں بر جبیں ہرگز نیم ۔۔۔ شادمی گردم چو ابرو خار دشمن زیر پا ۔۔۔ فرحت

باہی میتواں از خود برآوردن جہانے را ۔۔۔ کہ یک بمنزل میرساند کاروانے را ۔۔۔ صائب

از کدو بوئے شراب آید بدشواری بروں ۔۔۔ از سر بیمغز نتواں برد حب جاہ را ۔۔۔ ”

دنیا باہل خویش ترحم نمی کند ۔۔۔ آتش اماں نمیدہد آتش پرست را ۔۔۔ ”

جہاں استخوانیست بے مغز صائب ۔۔۔ بہ پیش سگ [illegible] استخواں را ۔۔۔ ”

دل بدنیای دنی دادن نه کار عاقل است | امیدی یوسف بسیم قلب ای نادان چرا
گل هرزه خند و بلبل بیدار و هرزه نال | دل چون شود شگفته درین گلستان مرا | صائب
زیر گردون گرمی نشاء است می سوزد دگر | عید بلبل گشت صبح و مرگ شد پروانه را | ״
براه مرگ رفتن اغنیا را سخت دشوار است | که فربه کی به آسانی نماید قطع منزلها | ״
همه از سایهٔ بال هما نور سعادت را | که نگیس میکند این بالش پر خواب غفلت را | ״
انا الحق گفتن منصور تا ویلی نمی خواهد | گدا گم می کند خود را چو دولت می کند پیدا | آزاد
هرگز نبرد فیض ز خود صاحب دولت | بر خویش نینداخت هما سایهٔ خود را | باقر
آیه بطلان بتان از پرستان آمده | با طلا صاحب طلا مصداق هذا باطلا | نجات
مگس را بهر تردد عنکبوت آرد بدام خود | بود طوست در تحصیل روزی گوشه گیرا نرا | لا اعلم
مرغ زیرک در قفس صائب دل خود میخورد | بیش باشد وحشت از دنیا دل آگاه را | ״
راز درون پرده ز رندان مست پرس | کین حال نیست زاهد عالی مقام را | ״
کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق | کہ ہونیوالے ہیں ہم سب سے عنقریب جدا | ذوق
طاعت کند سرشک ندامت گناه را | بارش سفید می کند ابر سیاه را | صائب
چون شود دشمن ملایم احتیاط از کف مده | مکرها در پرده باشد آب زیر کاه را | ״
در بهشت برین گر کشاده می خواهی | بکن بمردم محتاج در سرا از اینجا | ״
شکست روزی خسیسان را بقریبا آورد | بر سر نان پاره سنگ دشمن بود درویش را | لا اعلم
نیست غم اهل سخن را از جفای روزگار | بشکند گر ساغر گوهر نریزد آب را | ناصر
یک زمانے صحبت با اولیاء | بهتر از صد ساله طاعت بی ریا | مغربی
اسپ پیے راکب چه داند رسم راه | شاه باید تا بداند شاه را | ״
کج را بتکلف نتوان راست نمودن | کے تیر توان ساختن از چوب کمانها | غنی
صاحب سخن نه جهند از بهر قوت هر جا | دائم بخانهٔ خود روزی رسد زبان را | ״
کار فردا نشد تمام امروز | کار امروز به فردا | امید

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ز سختی ہائے دوراں قانعاں را ہست لذتہا	ہما را استخواں در لقمہ باشد مغز نعمتہا	
زیر گردوں گر یکے شاد است می سوزد دگر	عید بلبل گشت صبح و مرگ شد پروانہ را	
میکند ویراں تمول خانۂ معمور را	انگبیں سیلاب باشد خانۂ زنبور را	غنی
ز دولت نیست جز تشویش خاطر حاصلے دیگر	بزرگی مایۂ طوفاں بود پیوستہ دریا را	شہیدی
آنکھ میں انجن دانت میں منجن نت کرلے بابا	کان میں انگلی ناک میں انگلی مت کرلے بابا	
کتابت کے تواند داد داد بیقراراں را	سحاب خشک حسرت مشتاق باراں را	
اے خار و خس بجز ثنائے تو سخن ھا	گنجینۂ گوہر ز مدیح تو دہن ھا	صائب
خرق عادت کے بکار آید دل افسردہ را	گر رود برآب نتواں معتقد شد مردہ را	غنی
چناں گرد کدورت ریخت بر خلق آسماں اینجا	کہ نتوانست دیدن یک دگر را دوستاں اینجا	
گفتگو یکرنگ نبود غافل و ہشیار را	در نفس باشد تفاوت خفتہ و بیدار را	غنی
نیست در سر فکر روزی صاحب شمشیر را	باشد از ناخن کلید رزق در کف شیر را	قبول
زشت رو چوں سازد از خود دور خوئے زشت را	لازم افتادہ است خوئے زشت روئے زشت را	صائب
ہم ضلال از علم خیزد ہم ہدا	ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندا	معنوی
سعدیا دی رفت و فردا ہمچناں موجود نیست	درمیان این و آں فرصت شمار امروز را	سعدی
اگر فولاد جوہردار باشد تیغ می گردد	زمردی سکہ بہتر نباشد بادشاہاں را	سالک
تو دربت خانہ اندیشۂ دینی میندانی	کہ عارف کعبہ میداند دل گبر و مسلماں را	حزیں
عیاں گردد بروز مرگ چوں بیدار خواہی شد	نباشد حاجت تعبیر خواب زندگانی را	
عالمے بیگانہ و یک آشنا داریم ما	اینکہ می گوئی کرا داری ترا داریم ما	
باغ عالم میں ہے سب کو طرف اصل رجوع	خلق طاؤس کے بیضہ سے کبوتر نہ ہوا	اسیر
آج آفت سے بچی جان تو کل خبر نہیں	ایسے نادان کا مشکل ہے سلامت رہنا	اسمٰعیل
کبھی بھولکر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا	کہ جو تم سے کوئی کرتا تمہیں ناگوار ہوتا	؍؍
کرنے دو بدی کرے جو کوئی	اس سے بھی خدا بھلا کرے گا	؍؍

قدمے رنجہ نما چشم براہت دارم	لے فدائے کف پائے تو سر و منزلہا	
نہیں دیکھ بہتر ستانا کسی کا	جلانا کسی کا کڑھانا کسی کا	
ہمہ بادہ ہمہ ساغر ہمہ جام ست اینجا	آنکہ دارد خبر از خویش کدام ست اینجا	
آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز	کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا	ذوق
حق کا اقد مددگار رہا کرتا ہے	اہل باطل کی طرف رو نے ظفر کیا ہوگا	ظفر
اس رشک گل کے جاتے ہی بس آگئی خزاں	ہر گل بھی ساتھ بو کے چمن سے نکل گیا	
فروغ شعلۂ ادراک دیرپیر ست کم پیدا	بود این معنی پنہاں ز شمع صبحدم پیدا	
شست وشو سے گو ہوا اجلا ز دیل	جامۂ اصلی پہ دھبا رہ گیا	
خضر رہ باشد نصیحت ہر دل آگاہ را	می کند تکلیف راہ راست ہر گمراہ را	
وہ آبائی جب حوصلہ ہم نے چھوڑا	تو پھر کیا کریں لیکے بندوق گھوڑا	
ذری لیاقت ہزار ہو یا با	ابھی ناکردہ کار ہو یا با	
تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی	تپیدن دل مرغان رشتہ برپا را	
بہار عمر ملاقات دوستدار ان ست	چہ حظ برد خضر از عمر جاوداں تنہا	
قیامت کسی کی جوانی تمہاری	کہ فتنہ ابھی سے ہے بچپن تمہارا	
اب جو کرنا ہے وہ کر لو تم ستم	بعد کو انصاف دیکھا جائے گا	
دیکھ کر باغباں گلشن کو حسرت سے یہ کہتا تھا	ابھی کچھ دن ہوئے ہیں اس جگہ غنچہ تھا گل تھا	
غرور حسن اجازت مگر نداد اے گل	کہ پرسشے بکنی عندلیب شیدا را	حافظ
بلوح دل نوشتم حرف بسم اللہ و بحیرہا	توکل کرد افگندم بہ بحر عشق موج افزا	
دل ہمارا اب وطن سے اٹھ گیا	آب و دانہ اس چمن سے اٹھ گیا	
شد منور از فروغت خانۂ ویران ما	رشک صحن طور گشتہ کلبۂ احزان ما	
تجھ سے بیزار ہوں جاتا ہوں میں اب سوئے خدا	منہ نہ دکھلائے خدا پھر مجھے دنیا تیرا	
نمایم جو و گندم آرم بجا	نہ چوں جو فروشان گندم نما	
مرے دل سے کوئی پوچھے ترے تیر نیم کش کو	یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا	غالب

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
سہل ہونا مری مشکل کا بہت مشکل ہے	کام دشوار وہ نکلا جسے آساں سمجھا	لاعلم
ہراس عشق و محبت میں دل لڑا کیسا	خدا پرا یہی نظر ہے تو ناخدا کیسا	〃
بت میری سنیں یا نہ سنیں غم نہیں مجھ کو	رونا تو اسی کا ہے خدا بھی نہیں سنتا	〃
رات دن صدمے دیئے جائے فلک	ہم نے بھی چھاتی پہ پتھر دھر لیا	〃
خدا پر ہے بھروسہ ناخدا کیسا	لگا دے گا وہ بیڑا پار میرا	〃
نہیں سوزش غم سے دل کا نشاں	جلا اور جل کر بھسم ہو گیا	〃
ہوئے ہیں عشق میں عشاق رسوا چار سو کیا کیا	مٹی ہے آبرو والوں کی اس میں آبرو کیا کیا	〃
ناصحا خاموش ہو بک بک نہ کر	سر مرا چکرا گیا بھنا گیا	〃
احباب ڈھونڈتے ہیں پریشان ہیں رفیق	دیوانہ میکش آج کدھر کو نکل گیا	میکش
دل کو ہم نے اپنے بس میں کر لیا	چل چکا بس اس پہ قابو آپ کا	لاعلم
ناصح تو بات بات میں بڑ مارتا ہے کیا	دیوانہ ہو گیا ہے کہ مجذوب ہو گیا	〃
تری الفت کی چنگاری نے ظالم اک جہاں پھونکا	زمیں کیا آسماں پھونکا مکاں کیا لامکاں پھونکا	〃
خمیدہ پشت کے گردند پیراں درجہاں صائب	مگر در خاک می جویند ایام جوانی را	صائب
جز لئے حسن گل ہیں کہ رد زنگار هستی تر	خراب می نکند کارگاہ دگری را	لاعلم
بترس از حاکم عادل کہ عدلش اینچنیں باشد	بجائے خر وہا ندز وجہ دہقان گاؤ زرد را	〃
دوست گر دشمن شود وجہ ہلاکت می شود	خون آہو رہبریہا می کند صیاد را	〃
سبحہ در کف توبہ برلب دل پر از ذوق گنہ	معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما	〃
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل	کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا	حافظ رح
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما	〃
یہ چمن میں گل نے جو کل دعوی جمال کیا	صبا نے مار تماچے منہ اس کا لال کیا	لاعلم
آب چوں در روغن افتد نالہ خیزد از چراغ	صحبت ناجنس باشد ثمرۂ آزار ہا	〃
آج یہ شکل ہے کل اور ہی صورت ہوگی	میں بھی اک رنگ زمانہ ہوں بدل جاؤنگا	〃

دیکھو تو کہاں آکے ہیں دل نے دغا دی	سچ ہے یہ مثل کوئی کسی کا نہیں ہوتا	میکش
گو لاکھ بناوٹ کرے ناقص نہ ہو کامل	ہر گھاس کا تنکا کبھی طوبیٰ نہیں ہوتا	〃
شریف مرد شرافت سے منہ نہ پھیریں گے	وفا کے بدلے جفا کام ہے رذالوں کا	〃
رشتہ زیست کے رشتہ ہیں عزیز و ورنہ	اپنا کہتے ہیں کسے ہوتا ہے کیسا اپنا	ماہ
مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا	موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا	میر
دنیا کی ہوس بھی تجھے عقبیٰ کی بھی ہے چاہ	اے بوالہوس اس طرح گزارا نہیں ہوتا	مہر
اچھوں کو برا اور بروں کو بھی برا	کہتے آئے ہیں لوگ دنیا کے سدا	〃
دین و دنیا کی عبث فکر ہے تجھکو ناسخ	وہی ہوگا جو ارادہ ہے مرے مولا کا	ناسخ
ہمیشہ جنس کو رہتا ہے میل جانب جنس	خیال ہے مرے دل کو مدام شیشہ کا	〃
نہ ہو نساخ کبھی جوہر ذاتی زائل	لعل سے کر نہیں سکتا ہے کوئی آب جدا	نساخ
پہلے اپنی بات کا پیدا تو کر لے اعتبار	پھر اگر جھوٹوں بھی کہدیگا یقیں ہو جائیگا	نظم
تلخکامی کی حلاوت کو نہ پوچھو ہم سے	اس سے بڑھ کر مزہ قند و عسل کیا ہوگا	〃
یہ سچ ہے وقت پڑے رونقی بھی کام آتی ہے	نہال خشک کو کھٹکا نہیں ہوتا ہے پت جھڑ کا	نسیم
چاہیئے صاحب اسلام میں تسلیم کی خو	کہ مسلم ہو مسلماں کا مسلماں ہونا	وحشت
اے اہل وفا خاک بنے کام تمہارا	آغاز بتا دیتا ہے انجام تمہارا	〃
ہوں اب یہ سیاہ کہ دنیا کا غم نہیں	وہ دن گئے کہ جب مجھے دنیا کا غم نہ تھا	〃
دیر ملا تھا راہ میں کعبہ کو ہم نکل گئے	جذبہ شوق میں دماغ کس کو امتیاز کا	〃
زن و آئینہ و اطفال [illegible] و گرمیں	بنا دیتی [illegible] کا	〃
جو ہاتھ سے جاتی [illegible]	[illegible] گیا	[illegible]
اکھڑا کوئی دل دل سے اگر [illegible]	[illegible]	〃
کسی کو جوہر ذاتی نظر نہیں آتا	[illegible]	〃
بن نہیں کھانیکا دھوکا کافر و دیندار کا	[illegible] مجھ پر کھلا [illegible] کا	〃
سبکساری بھی دریائے جہاں میں بادشاہت ہے	حباب ایسا نہیں جو صاحب افسر نہیں ہوتا	ہمدم

عاقبت دنیا وہ اپنی دونوں کرتا ہے خراب	جو بُرا غائب کہے بیوجہ اور منہ پر بھلا	״
جو سیر چشم ہیں کرتے نہیں طلب وہ کبھی	ادا کبھو لب ساحل سے کب سوال ہوا	ہوش
وہ ناداں ہیں کہ قول و فعل پر جنکے ہنسیں مردم	وہ سمجھے ایک سا ہی حال ہر اک نیک کا بد کا	״
گل کھل کھلا کے صحن چمن میں جو ہنس پڑا	سینہ کے ٹکڑے اڑ گئے داغی جگر ہوا	ہنر
آتش مزاج من بگذار ایں عتاب را	چیں بر جبیں ندیدہ کسے آفتاب را	لاأعلم
حافظ گرت ز پند حکیماں ملالت ست	کوتہ کنیم قصۂ طول کلام را	حافظ
کم نگردد تابش خورشید اگر	در بدخشاں لعل سازد سنگ را	لاأعلم
آگاہ نئی تپ درون را	نشتر چہ زنی رگ جنون را	״
کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز	باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را	״
بہ از نعمت و اقبال تندرستی ھا	فدائے یکدم آرام و تندرستی ھا	״
گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را	تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را	״
گناہ آئینہ عفو و رحمت است اے شیخ	مبیں بچشم حقارت گناہ گاراں را	״
ہر کہ راضی شد از قضائے خدا	بہرہ می یابد از رضائے خدا	״
دستگیری گر کنی ہمسایۂ درویش را	با پیمبر در جناں ہمسایہ بینی خویش را	״
عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا	درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا	غالب
قریب آیا ہے روز محشر چھپے گا کشتہ کا خون کیونکر		لاأعلم
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا		״
آمادہ گشتہ ام دگر امشب نظارہ را	پیوند می کنم جگر پارہ پارہ را	״
کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز	باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را	حافظ
ہم نہ سمجھے تھے یہ ظاہر داریاں	تیری باتوں نے بڑا دھوکا دیا	لاأعلم
دیر ست کہ آوازۂ منصور کہن شد	تو بار دگر تازہ کنی دار و رسن را	״
ہو گئے دفن ہزاروں ہی گل اندام اسمیں	اس سر خاک سے ہوتے ہیں ہزاروں پیدا	״
کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	ہائے چپ بھی رہا نہیں جاتا	״

اہل بدعت کو کہاں خوف خدا شرم رسول	کوئی بن بیٹھا خدا کوئی پیمبر ہوگیا	بحر
دل شکنی نہ کر جان کہ دل گھر ہے خدا کا	زنہار کسی دل کو تو ناشاد نہ کرنا	تراب
معائب سے ہمیشہ اہل جوہر پاک رہتے ہیں	دھواں دیتا نہیں شعلہ کبھی لعل بدخشاں کا	جاہ
دین و دنیا سے تعلق نہیں رہتا اسمیں	عشق کے نام سے کانپے گا جو عاقل ہوگا	حیرت
خبط ہے اک غم کو کہہ دوں گر برا مانو نہ تم	آپ ہو بیمار اوروں کو دیتے ہو دوا	حالی
اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا	جس گھر سے سر اٹھایا اس کو بٹھا کے چھوڑا	״
بن آئیگی ہرگز نہ یہاں بیٹھے بٹھائے بن	جو کچھ کہ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا	״
ہنس کی چال حماقت سے چلا جو کوا	اپنی بھی چال گیا بھول بقول حکما	״
گھر چھٹا یار چھٹے خویش و بیگانہ چھوٹا	ایک ذلت ملی اور سارا زمانہ چھوٹا	״
نخل عمر اپنا کٹا جاتا ہے ہر ہر دم میں	ہم نے انفاس کو اک آرۂ براں دیکھا	خلیق
دنیا کے کام پورے انسان سے ہوں کیونکر	یہ تو وہی مثل ہے یک سر ہزار سودا	داغ
دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت میں	اب تو کچھ دین ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا	ذوق
کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا	جو خود ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا	ذوق
آسودگان خاک بھی سوئے نہ چین سے	کھٹکا نہیں لگا رہا امید و بیم کا	ذاکر
سنو تو تم نے کبھی ہم کو یاد بھی نہ کیا	کبھی پیام و کتابت سے شاد بھی نہ کیا	سوز
برا کہو نہ کسی کو سخن خدا سے ڈرو	خبر نہیں کہ تمہارا مآل کیا ہوگا	سخن
جاتے ہیں ہمیں ساتھ زن و مال و اقارب	ہمراہی کو توشہ ہے عمل کا بہت اچھا	سعید
خلد سے آدم کو شیطاں نے نکلوا ہی دیا	راہ سے بے راہ ہوا انسان بہکایا ہوا	״
چاہیے جیسی نہ کی ماں باپ کی قدر اے سراج	حق خدمت یہ ہر اک اولاد پر باقی رہا	سراج
فارغ ہوئے دو جہاں سے پھر بھی	حاصل نہ ہوا فراغ دل کا	
خدائی میں خدا کی دعوے بادشاہی کا	بشر کے ہاتھ میں خود ہاتھ ہے کاسہ گدائی کا	شریف
جو کہ خونخوار خلائق ہیں وہ خوش رہتے ہیں	لب سوفار کو کس وقت نہ خنداں دیکھا	شرم

جو حکم خدا کا ہے وہی حکم ہے ناطق
دخل اس میں سر مو نہیں زنہار کسی کا — شائق

بزرگی دے نہیں سکتی ہے ہمنامی بزرگوں کی
ید بیضا سے کچھ نسبت نہ رکھے پنجہ مریم کا — صابر

جو ہیں نیک ان کی سختی میں بھی نرمی پائی جاتی ہے
ہوا آہن کی سی کب پرسش اگر خنجر بنے زر کا

کسی کے دل میں گھر کرنا بہت دشوار ہے صابر
بہت آسان ہے قبضہ میں آ جانا مسکوں کا — صابر

اصل سے اپنے نہیں ہوتی کسی شئے کو گریز
خاک سے تھا خاک ہی پھر مسکن آدم ہوا — ״

لطافت طبع کی کیونکر اٹھائے سختی دوراں
ہوا پر ظلم نہیں سکتا کبھی پتھر فلاخن کا

نہ ہوتی عقل تو عصیاں بھی ہوتا فطرۃً ظاہر
جو رہبر ہے تو لازم پھر نہیں ہے رہزنی کرنا — صدر

خدا نے عقل دی ہے نیک و بد پہچاننے والی
سکھایا عقل کو انساں کی سچی رہبری کرنا — ״

ہے بجا متکلف کا پسندیدہ احمق
ہو گا نہ گدھا ہے کبھی اس جھول سے ہلکا — ظفر

راز دل جس سے کہا دوست سمجھ کر اپنا
ہو گیا دشمن جانی وہی سنکر اپنا — عالم

عشق وہ کافر ہے جس کے ظلم کا پایاں نہیں
کعبہ دل کو ہمارے بے سبب ڈھانے لگا — ״

اپنے اپنے وقت پر ہر اک فنا ہو جائے گا
دیکھ لینا چار دن میں کیا سے کیا ہو جائیگا — عزیز

ذی جوہروں سے اہل غرض بے نصیب ہیں
آب گہر سے کام نہ ہو تشنہ کام کا — فیض

کوئی کسی سے برائی کرے تو کیا ہو گا
نہ ہو گا کچھ بھی جو چاہے مگر خدا ہو گا — فاخر

بدی کو بس بدی زیبا ہے اور نیکی کو نیکی زیب
ہیں اپنے دوست کا ہوں دوست دشمن ہوں دشمن کا — قطب

مجھ کو ہنستے دیکھ کر روتے ہیں اعدا رشک سے
ہیں خدا کے فضل سے خنداں و شاداں ہی ہا — ״

سخن بد نہ کبھی فائدہ بخشے ہرگز
خس و خاشاک کبھی سنبل و ریحاں نہ ہوا — گویا

انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا
جس سینہ میں ہو کینہ وہ سینہ نہیں اچھا — لا اعلم

سزا اعمال بد کی جب کسی کو ہے خدا دیتا
تو لڑکا ناخلف ہوتا ہے یا زن فاحشہ دیتا — لا اعلم

اپنی تو اس چمن میں عمر اس طرح سے گزری
یاں آشیاں بنایا واں آشیاں بنایا — مصحفی

منزل مقصود تک اس کا پہنچنا ہے محال
پہلی منزل میں جدا جو کارواں سے ہو گیا — ״

ممکن نہیں جہاں میں زائل ہو تخم تاثیر
جیسا درخت ہو گا ویسا ثمر ملے گا — محروم

راہ و رسم ست دوستداراں را	کہ بیاد آور رند یاراں را	لا اعلم
ساقی زیک پیالہ خزانم بہار کرد	عمرے دوبارہ داد شراب دو سالہ را	〃
نہ ہوائے باغ سازد نہ کنار کشت ما را	تو بہر کجا کہ باشی بود آں بہشت ما را	〃
چند بسینہ در کشم آہ جگر شگاف را	ضبط چساں کند کسے خنجر خوش غلاف را	〃
بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا	غالب
اس دار مکافات میں سن اے غافل	بیداد کریگا آج کل پائے گا	لا اعلم
اے بے خبری ہوش میں آنا نہیں اچھا	دنیا یہ بری ہے یہ زمانہ نہیں اچھا	〃
ندانم کہ سنگ سپہر قضا	ترا بشکند بیشتر یا مرا	〃
آشیانہ نہ چمن میں نہ قفس میں پایا	آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ صیاد آیا	〃
آگاہ نۂ تپ دروں را	نشتر چہ زنی رگ جنوں را	〃
در فیض ست منشیں از کشایش نا امید اینجا	برنگ دانہ از ہر قفل میروید کلید اینجا	〃
زاہدا ہم جانتے ہیں عشق بازی ہے گناہ	گھر لٹایا ہے جو وحشت میں وہ کفارہ ہوا	〃
یاں خوف کچھ نہیں ہے حساب و کتاب کا	مے بھر کے اپنے ہاتھ سے ساغر شراب کا	〃
جھونکے چلنے لگے پیہم جو ہوائے غم کے	رہ گیا بجھکے چراغ دل روشن کیسا	〃
کہیں کیا جنوں میں جو حال ہے کسے پیرہن کا خیال ہے	جو کسی نے لاکے پہنا دیا وہیں پرزے پرزے اڑا دیا	〃
سختی عشق جھیل لی اے دل	واہ رے بردبار کیا کہنا	〃
مر گئے ہم مگر نہ رحم آیا	وہی تیور رہیں یار کیا کہنا	〃
نہ کر حسن دو روزہ پر غرور اے ساقی مہوش	چھلک جاتا ہے بھرتے ہی پیالہ ماہ کامل کا	〃
جو عالی مرتبہ ہیں ان کو یہ پست اور کرتا ہے	فرشتوں کو دکھایا عشق نے منہ چاہ بابل کا	〃
گر ہجر و وصال اختیاری ہوتا	کیوں دیدۂ تر سے اشک جاری ہوتا	〃
کچھ انتہا بھی ترے ظلم کی ہے اے ظالم	ہمارے ضبط سے بھی جبر بڑھ گیا تیرا	〃
دیوانگان دشت سے پوچھا جو میں پتہ	اک مشت خاک لے کے صبا نے اڑا دیا	〃

جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پر تمہارے عشق میں	تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا	لا اعلم
چال ہے مجھ ناتواں کی مرغِ بسمل کی تڑپ	ہر قدم پر ہے یقیں یاں رہ گیا واں رہ گیا	//
گرچہ بدنامی ست نزدِ عاشقاں	نامی خواہیم ننگ و نام را	//
ہر کہ راضی شد از قضائے خدا	بہرہ می یابد از رضائے خدا	//
خار جس ہوتے ہیں پیدا جس جگہ تھے سرو گل	کیا چمن میں اختلاف آب و ہوا کا ہو گیا	//
در غریبی ہمہ کس می شود انگشت نما	ہر گلے بر سر دستار نماید خود را	//
لب لعلیں پہ اُس کے یہ نہیں ہے پان کا لاکھا	نکل آیا ہے کھا کر جوش خوں لعل بدخشاں کا	//
پر شدہ از جوہر دل جام ما	خندہ زد بر صبح روشن شام ما	//
دل لیا ہے تو جان بھی لے لو	ہم سے بیدل رہا نہیں جاتا	//
بے گلعذار جا کے گلستاں میں کیا کیا	ہاں یہ کیا کہ داغ کہن کو نیا کیا	//
خلقت کا مرد و زن کی بھی کچھ حال ہے سنا	شہوانی مادہ ملا عورت کو آٹھ گنا	//
دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر	لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا	//
کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا	کہ جو تم سے کوئی کرتا تمہیں ناگوار ہوتا	//
برق چشمک زن ہے ساقی ابر ہے چھایا ہوا	جام مے دے تو کدھر جاتا ہے مچلایا ہوا	//
نہیں معلوم دیکھا دیکھ کر یہ چاند منہ کس کا	ہوئی ہے عید غیروں کو ہمیں ہے چاند خالی کا	//
تو چہ دانی زبان مرغاں را	چوں ندیدی گہے سلیماں را	//
اجل خفا ہے فلک مدعی زمیں دشمن	مرا جہان میں کوئی نظر نہیں آتا	//
کیمیا و سیمیا و ریمیا	این نباشد جز بذات اولیا	//
میری خاموشی ہے گویا درد پنہاں کی دلیل	شوق ضبط بے قراری نے مجھے رسوا کیا	//
کہیں تجھ کو نہ پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا		//
پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں سے تو نکلا		//
شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر	مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا	میر
گو کہ شب آخر ہوئی اے شمع تو زاری نہ کر	پھر وہی محفل وہی تیرا شبستان غم نہ کھا	

عالمے بیگانہ ویک آشنا داریم ما	ایکہ می گوئی گرا داری ترا داریم ما	لا اعلم
دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا	دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا	"
خسروا در عشقبازی کم ز ہندو زن مباش	کز برائے مردہ سوزد زندہ جان خویش را	خسرو رح
بعد مدت کے خیال دل ناشاد آیا	آج بھولا ہوا اک دوست مجھے یاد آیا	لا اعلم
سر بریدن لازم ست ایں مرغ بے ہنگام را	آں پری پیکر چہ داند وقت صبح و شام را	"
وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی	اپنا مطلب تو نہ اس چرخ کہن سے نکلا	"
آتش رنگ حنا سے دست نازک جل گیا	معجزہ ہاتھ آگیا تو دست موسے ہو گیا	"
در قفس بسیار ناشادیم ما	از فراموشان صیادیم ما	"
تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی	تپیدن دل مرغان رشتہ بر پا را	"
نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا	پل بنا چاہ بنا مسجد و محراب بنا	"
بشر نے خاک پایا یا لعل پایا یا گہر پایا	مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے بھر پایا	"
آگ میں کود کے پروانہ جو بے ہوش ہوا	جسکی الفت میں جلا اس سے ہم آغوش ہوا	"
معلوم ہوگا حشر میں پینا شراب کا	دفتر کھلے گا جب کہ حساب و کتاب کا	"
ز تو ناز و عتاب و عشوہ و نامہربانیہا	ز من عجز و نیاز و بندگی و جاں فشانیہا	"
مگذار بیش مردہ دلاں سر بروئے خاک	بے سجدہ می کنند نماز جنازہ را	"
حسن وہ چیز ہے طالب ہے خدا بھی جسکا	ورنہ ہر شئے میں نہ اک ہوتی یہ صورت پیدا	"
دیکھا جو برق طور کو موسے نے غش کیا	آساں نہیں ہے جلوۂ دیدار دیکھنا	"
سرکش کوئی ہو کر کبھی برپا نہیں ہوتا	انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا	"
نادان ہیں جو رکھتے ہیں امید کسی سے	جز ذات خدا کوئی کسی کا نہیں ہوتا	"
درشتی و نرمی بہم در بہ است	چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است	سعدی رح
جتنا ہو زار اتنی ہی امید کر قوی	عاجز نواز نام ہے رب جلیل کا	لا اعلم
کیا خبر تھی انقلاب آسماں ہو جائیگا	یار کا ملنا نصیب دشمناں ہو جائیگا	"
نیش کب مارے ہے عقرب آپ سے	ہے طبیعت کا یہ اوس کی مقتضا	"

مصرع اول	مصرع ثانی	
اندوہ دل و ضعف تن و طعنۂ اغیار	این ہا ہمہ سہل است اگر یار بود یار	لا اعلم
جس توقع پہ تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی	جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا	"
جو مزہ انتظار میں دیکھا	نہ کبھی وصل یار میں دیکھا	"
ہر کہ خواہد تا نیفتد در بلا	گو نگو اسرار سلطاں بر ملا	"
جو انکو تشریف لاتے جو دیکھا	اٹھا بہر تعظیم جو بن کسی کا	"
کل تک جو سوتے تھے چین سے مخمل کے فرش پر	گٹھا نصیب آج نہیں ہے پیال کا	"
ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف	گر کعبہ ہوا تو کیا بت خانہ ہوا تو کیا	"
زاہد کے میں ضرور ڈرانے سے ڈر گیا	جام شراب لائے بھی ساقی کدھر گیا	"
محبت جادۂ دارد نہاں در خلوت دلہا	چو تار سبحہ گم گردیدہ این رہ زیر منزلہا	علی
ستم ست گر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن در آ	تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بچمن در آ	لا اعلم
امشب بیا تا در چمن سازیم پر پیمانہ را	تو شمع و گل را داغ کن من بلبل و پروانہ را	"
وحشت نہیں ہوتی ہے کہ سودا نہیں ہوتا	دل جسکا الجھتا ہے تو کیا کیا نہیں ہوتا	"
ہوشمندے کہ بہ ہنگامۂ مستاں افتد	مصلحت نیست کہ ہشیار نماید خود را	"
چوں زر اگر نیم شد بیش بود بہائے او	زانکہ خرد فزوں نہد در یتیم را بہا	"
بتوں کو جو دیکھا گنہ کیا ہمارا	خدا کی خدائی تماشا ہمارا	"
از ہجر روزم قیر شد دل چوں کماں تن تیر شد	یعقوب مسکیں پیر شد اے یوسف برنا بیا	"
حقیقت چاہ بابل کی ذرا کریا دائے زاہد	فرشتوں پر فریب حسن چل جاتا ہے انساں کا	"
زاہد شراب پینے سے کافر میں کیوں ہوا	کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا	"
مزہ وصال صنم کا اٹھائے گا پھر کیا	ڈرا جو ہجر سے وہ دل لگائیگا پھر کیا	"
سختیاں ایسی اٹھائیں ان بتوں کے ہجر میں	رنج سہتے سہتے پتھر کا کلیجا ہو گیا	"
از خیال این و آں سر رشتہ را گم کردہ ام	شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا	"
صحبت عالم بود چوں کیمیا	زاں مس اعمال تو گردد طلا	"
خواب و خیال ہو گئیں ساری حکایتیں	وہ دن گذر گئے وہ زمانہ گذر گیا	"

تونے ہمیں بے گناہ مارا	بیساختہ دل یہی پکارا	لااعلم
وقف ست ہمہ بہر ہوا خواہی احباب	علم و ہنر و سیم و زر و جان و دل ما	״
نہ بوریا بھی میسر ہوا بچھانے کو	ہمیشہ خواب ہی دیکھا کئے چھپر کھٹ کا	״
کہاں سے لاؤں صبر حضرت ایوب اے ساقی	خم آئیگا، صراحی آئیگی، پھر جام آئیگا	״
ستم ہی مجھ پہ کیا او بانی بیداد کرنا تھا	کبھی کچھ تو پاس خاطر ناشاد کرنا تھا	״
آپ ہی ظلم کرو آپ ہی شکوہ الٹا	سچ ہے صاحب روش الٹی ہے زمانہ الٹا	״
ہاتھ سے کچھ نہ ترے اے مہ کنعاں ہوگا	ہاں جو ہوگا تو مری موت کا ساماں ہوگا	״
لیا جو ایک دل اوس نے تو دودئے بوسے	ہزار شکر یہ سودا بہت گراں نہ رہا	״
بعد مرنے کے جہنم جائے گا	ہے یہی ایذا رسانی کی سزا	״
یاد آتی ہے دم بہ دم اوس کی	دھیان آتا ہے ہر گھڑی اوس کا	״
دل متحیر کہ چہ داند ورا	عقل دراں گم کہ چہ خواند ورا	״
اب یہ سمجھے کہ اسے کہتے ہیں جانا دل کا	ہم تو سمجھے تھے کہ ہے کھیل لگانا دل کا	״
زمین چھان ماری فلک ڈھونڈھ مارا	ملا پر نہ ہرگز ٹھکانا کسی کا	״
گل نہیں خبر داغ حسرت بوستان دہر میں	طور ہر برگ شجر میں ہے کف افسوس کا	״
دیر کو چھوڑ کے کعبے کو چلا ہے زاہد	منہ لگایا نہ بتوں نے تو خدا یاد آیا	״
انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا	جس سینہ میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں اچھا	״
تاب نظارۂ خورشید ندارد شبنم	شبنم تشنہ کجا چشمۂ خورشید کجا	״
مجھکو افسوس نہ کیونکر ہو وطن چھٹنے کا	غم ہوا کرتا ہے بلبل کو چمن چھٹنے کا	״
بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی	جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خا را	حافظ رح
برنگ غنچہ ام جز بوئے تو در دل نمی گنجد	بود ایں خانہ را از تنگی خود قفل بر درہا	لااعلم
کتنے ناداں ہیں یہ اہل فرنگ	بت سیمیں کا نام مس رکھا	״
اس بت کافر کا زاہد نے بھی نام ایسا جپا	دانۂ تسبیح ہر اک رام دانا ہوگیا	״
پس مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلا دیا	اُسے آہ دامن باد نے سر شام ہی سے بجھا دیا	״

ساتھ چھوڑینگے نہ سایہ کی طرح	ہم بھی جائینگے جدھر جائیگا	
دوست غمخواری میں میری سعی فرمائینگے کیا	زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا	غالب
زلیب ترو شیش کو دکھ سکھ سے واسطہ	دنیا رہے کہ جائے جہنم میں ان کو کیا	لا اعلم
نہ پکڑیں دامن الیاس گرداب بلا میں ہم	کہ بدتر ڈوب کر مرنیسے ہے جینا سہارے کا	״
من نہ گویم کہ یار کشت مرا	دل بے اختیار کشت مرا	״
رہ اون کی تکتے تکتے یہ مدت گزر گئی	آنکھوں کو حوصلہ نہ رہا انتظار کا	״
شیشہ ہاتھ آیا نہ ہم نے کوئی ساغر پایا	ساقیا لے تری محفل سے چلے بھر پایا	״
کیا حال ہو گیا ہے دل بیقرار کا	آزار ہو کسی کو الٰہی نہ پیار کا	״
بہار آئی جھکائے سر گلوں نے کیف مستی سے	پڑا ہے گردن ہر شاخ تر میں ہاتھ گلچیں کا	״
گر زندگی رہے تو خدا پھر ملائے گا	صورت حضور کی ہمیں لا کر دکھائے گا	״
جو حال ہے دل کا وہ بیاں ہو نہیں سکتا	جو درد ہے دل کا وہ نہاں ہو نہیں سکتا	״
بھرا جہاں میں دم جس کی آشنائی کا	دیا اُسی نے ہمیں داغ بے وفائی کا	״
دل جس پہ ہے قربان وہ دلبر نہیں ملتا	سب ملتے ہیں اپنا مہ انور نہیں ملتا	״
ہم نے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا	پر نوشتہ نہیں تقدیر کا ٹلتے دیکھا	״
ہوے بے خود غم تنہائی سے	کہئے کس سے ہمیں کیا یاد آیا	״
ہو چکا آج جو کہ تھا ہونا	اب بسائیں گے قبر کا کونا	״
یار اغیار ہو گئے اللہ	کیا زمانے کا انقلاب ہوا	״
خفا کیوں تم ہوئے ہم سے ہوا کیا	مری تقصیر کیا میری خطا کیا	״
ہم بھاڑ جھونکنے لگے اک بت کے واسطے	یا رب برا ہو عشق کا الفت کا چاہ کا	״
اچھی صورت کو دیکھتے ہیں سبھی	ہم نے دیکھا تو کیا گناہ کیا	״
اوسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جسکو	جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا	ذوق
اس عشق کا کس بزم میں چرچا نہیں ہوتا	وہ کونسا عاشق ہے جو رسوا نہیں ہوتا	لا اعلم
من بقربانت روم کن زود قربانی مرا	تیغ جوہر دار باشد چین پیشانی مرا	״

طبل و علم ہے پاس نہ تمہارے نہ ملک و مال	ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا	لا اعلم
مدہوش مجھ کو نشۂ الفت نے کر دیا	اب خوف کچھ نہیں ہے حلال و حرام کا	״
اشکم بروں می افگند راز درون دیدہ را	آرے شکایت ہا بود از خانہ بیروں رفتہ را	״
رنج و راحت کا مرے واسطے ساماں ہوگا	مشعل راہِ عدم داغ عزیزاں ہوگا	״
زلف شبگوں کا ہمارے دل کو سودا ہو گیا	کیا بلا نازل ہوئی اندھیر کیسا ہو گیا	״
سودا شرابِ عشق نہ کہتے تھے ہم نہ پی	آخر مزہ نہ پایا اب اس کے خمار کا	سودا
آساں نہیں ہے رشتۂ الفت کو توڑنا	مشکل ہے بال پن کی محبت کو چھوڑنا	״
صبح گذری شام ہونے آئی میر	تم نہ جاگے اور بہت دن کم رہا	میر
الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا	آخر اس بیماریِ دل نے اپنا کام تمام کیا	״
سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا	کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا	آتش
اے اجل کچھ تو میں نظارۂ قاتل کر لوں	ایک دم اور ٹھہر جا ترا احساں ہوگا	لا اعلم
دل کو برماتا ہوا صاف جگر سے نکلا	ایک تیر نگہ یار نے توڑا کیا کیا	״
کوئی ہم سا دیوانہ پیدا نہ ہوگا	ہوا بھی تو پھر ایسا رسوا نہ ہوگا	״
بنایا صانع قدرت نے جب پتلا مرے گل کا	بجائے روح بخشا عشق اک زہرہ شمائل کا	״
گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی	یہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا	״
دوستوں سے ہم نے وہ صدمے اٹھائے جان پر	دل سے دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا	״
اس عشق کا کس بزم میں چرچا نہیں ہوتا	وہ کونسا عاشق ہے جو رسوا نہیں ہوتا	״
تر نگردد کام من گر ہفت دریا در کشم	شربت دیدار باید تشنۂ دیدار را	״
اے زاہد ریائی دیکھی نماز تیری	نیت اگر یہی ہے تو کیا ثواب ہوگا	״
محو ابرو کے لئے خنجر فولاد آیا	ذبح کرنا بھی نہ تجھ کو مرے جلاد آیا	״
دل کو ہاتھوں سے تھام لیتے ہیں	کوئی لے لیتا ہے جو نام ترا	״
پھولوں میں ہے شہرہ تری گل پیرہنی کا	غنچوں میں ہے چرچا تری نازک بدنی کا	״
کچھ دے کسی فقیر کو منعم ثواب لے	کام آئیگا ترے یہ کسی دن لیا دیا	״

پھر آج سامنا ہے کسی ماہ عید کا	تارا چمک گیا مرے بخت سعید کا	لا اعلم
دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے	بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانیے کیا یاد آیا	″
کسی صورت سے دل کو شاد کرنا	ہمیں دشمن سمجھ کر یاد کرنا	″
اے صبا جذب پہ جس دم دل ناشاد آیا	اپنے آغوش میں اڑ کر وہ پری زاد آیا	″
پیشانی عفو ترا پر چیں ناز جرم ما	آئینہ کئے برہم خورد از زشتی تمثال ما	″
وہ درد دیا تم نے کہ پایاں نہیں جس کا	وہ درد دیا دل کو کہ درماں نہیں جس کا	″
غم بخور حافظ بہ سختی روز و شب	عاقبت روزے بیابی کام را	حافظ
بلبل کو دیا درد تو پروانے کو جلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا	″
دلق تقوی گرو بادہ و جام ست اینجا	سخنے بے مئے و معشوق حرام ست اینجا	″
نوشتہ سے ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم	جو پیشانی میں لکھا تھا مری وہ پیش سب آیا	″
اس دہر میں الہی محبت کو کیا ہوا	چھوڑا وفا کو اس نے مروت کو کیا ہوا	″
زشت باشد دبیقی و دیبا	کہ بود بر عروس نازیبا	″
انساں کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا	کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا	″
ہر مرض کی دوا مقرر ہے	مرض عشق لا دوا دیکھا	″
بھرا کسی نے جو دم ان کی آشنائی کا	دیا او نھوں نے اوسے داغ بیوفائی کا	″
اے خوشا ہنگامہ ہائے خانہ بربادی ما	نوحۂ غم شد صدائے نغمۂ شادی ما	″
مژدۂ وصل سنانے لگا اب تو قاصد	کچھ نصیب نظر آتا ہے سکندر اپنا	″
آج کل جنس محبت ہوئی اتنی نایاب	نام باقی نہیں الفت کے خریداروں کا	″
جوانی کی آمد ہے ہوتا ہے رخصت	یہ نازوں کا پالا لڑکپن کسی کا	″
اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھونگا پھر وطن	یوں تو میں لاکھ بار غریب الوطن ہوا	″
سمجھ کے رکھئے قدم وادی محبت میں	یہ راہ وہ ہے جہاں خضر بھی خراب رہا	″
ہم نہ سمجھے تھے یہ ظاہر داریاں	تیری باتوں نے بڑا دھوکا دیا	″
جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں	سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا	″

جو مزہ انتظار میں پایا	وہ نہیں وصل یار میں پایا	لااعلم
ما بروں را ننگریم وقال را	ما درون را بنگریم وحال را	〃
دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا	پہنچے کب اوس کو ہاتھ ہمارے غبار کا	〃
آدمیت اور شئے ہے علم ہے کچھ اور چیز	لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا	〃
در دیست اجل کہ نیست درماں اورا	بر شاہ وگدا است حکم و فرماں اورا	〃
بدہ ساقی آں جو ہر روح را	دوائے دل ریش مجروح را	〃
ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف	گر کعبہ ہوا تو کیا بت خانہ ہوا تو کیا	〃
ہر دم از فغان و آہ آتشین و چشم تر	رعد نالاں برق سوزاں ابر گریاں نسیم ما	〃
راہ اون کی تکتے تکتے یہ مدت گزر گئی	آنکھوں کو حوصلہ نہ رہا انتظ	〃
حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ	کوئی مجھکو یہ تو سمجھادے کہ سمجھائیں سے	۵
گیا ہے عرش معلیٰ پہ شور نالوں کا	خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا	۱
محتاجی سے کم رتبہ عالی نہیں ہوتا	عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا	〃
زمیں بدلی زماں بدلا مکیں بدلے مکاں بدلا	تغیر یہ ہوا پیدا کہ رنگ عاشقاں بدلا	〃
ٹاٹ کا ٹکڑا لباس فقر میں	قاقم و سنجاب و دیبا ہو گیا	〃
کھو دیا حسن مدک نے ستم ایجادوں کا	اڑ گیا رنگ دھواں بن کے پریزادوں کا	〃
شوق کہتا تھا اب حجاب ہے کیا	شرم مانع کہ اضطراب ہے کیا	〃
شب چو آمد ماہ ما بر بام ما	خندہ زد بر صبح روشن شام ما	〃
یکے زبان و ہزاراں شکایت ست مرا	تو شاد زی کہ غم بے نہایت ست مرا	〃
شیخ کعبہ میں تم نے کیا دیکھا	ہم بتوں سے ملے خدا دیکھا	〃
یا مجھے افسر شاہانہ بنایا ہوتا	یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا	〃
محبت مے و معشوق ترک کر آتش	سفید بال ہوئے موسم خضاب آیا	آتش
سینہ صافاں را غبار کینہ نیست	گل نباشد چشمہ خورشید را	لااعلم
جسے سمجھتے ہیں سب محبت وہ ہے حقیقت میں عین ذلت	کسی کو شیدا کسی کو رسوا کسی کو خانہ خراب دیکھا	〃

صیاد نے تسلی بلبل کے واسطے	کنج قفس میں حوض بھرا ہے گلاب کا	لالا اعلم
دلربا سینکڑوں ملے لیکن	کوئی معشوق باوفا نہ ملا	,,
گناہ آئینۂ عفو و رحمت ست اے شیخ	مبین بچشم حقارت گناہگاراں را	,,
بسکہ باریک تر از موئے میانست اورا	برکمر بار کمربند گرانست اورا	,,
پھینک دینگے ہم اسے چیر کے پہلو اپنا	اوس پہ قابو نہیں دل پر تو ہے قابو اپنا	,,
اٹھ گیا دیدۂ دل سے جو دوئی کا پردہ	ایک ہی نور ہوا ارض و سما سے پیدا	,,
دوست دشمن پھر گیا اپنا بیگانہ پھر گیا	تیری چتون کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا	,,
ایں چہ بزم ست کہ لب بر لب جام ست اینجا	بادۂ خورشید و قدح ماہ تمام ست اینجا	,,
دستگیری گر کنی ہمسایۂ درویش را	بابہمبر در جناں ہمسایہ بینی خویش را	,,
اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میر	پھر ملیں گے اگر خدا لایا	,,
اے آفتاب من بگذار ایں عتاب را	چیں بر جبیں ندید کسے آفتاب را	,,
نہ داغ یاس سے گھبرا بر آئیگی امید	گلوں کے بعد ہوا کرتے ہیں ثمر پیدا	,,
کمند جلوۂ ناز تو جذبۂ دارد	کز آسماں بزمیں آورد مسیحا را	,,
ہاں جی ہاں غیر سے کی ہم نے محبت تمہیں کیا	اپنا دل اپنی خوشی اپنی طبیعت تمہیں کیا	,,
دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدا را	دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا	,,
فراق یار میں بیکار سب ہیں اے ساقی	پیالہ شیشہ گزک میکدہ شراب گھٹا	,,
فرقت میں ضبط نالہ ہم سے نہ ہو سکے گا	قابو میں دل نہ ہوگا جب اضطراب ہوگا	,,
شوق ہر رنگ رقیب سر و ساماں نکلا	قیس تصویر کے پردہ میں بھی عریاں نکلا	,,
کر دی میرے راز کی سب کو خبر	خوب تو نے درد دل رسوا کیا	,,
عشق رخ تو ایجاں نتواں نہفت در دل	آتش چو خانہ سوزد خواہد شد آشکارا	,,
آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے	میں جا ہی ڈھونڈھتا تری محفل میں رہ گیا	,,
نہ ہو کیوں اشک ریزاں وقت لکھنے کے قلم میرا	قیامت کا اثر رکھتا ہے مضمون الم میرا	,,
اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا	درد اٹھ اٹھ کے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا	,,

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
غمزہ آموز دو بخشش شیوۂ بیداد را	طرفہ شاگردے کہ می گوید سبق استاد را	لا اعلم
حال بد کا شریک دنیا میں	نہ برادر نہ آشنا دیکھا	〃
ہجر کے صدمے سے خوبی عشق کی ظاہر ہوئی	زخم کی ایذا سے جوہر کھل گیا شمشیر کا	〃
تا قیامت شکر گویم کردگار خویش را	آہ اگر من باز بینم روئے یار خویش را	〃
بدن ہے لاغر جگر فسردہ دماغ خشک دل ہے مردہ	الٰہی آجائے کوئی جھونکا کسی نسیم مسیح دم کا	〃
واقف ہی تو نہیں ہے نوا ہائے راز کا	یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا	〃
فراق یار میں جھیلیں مصیبتیں کیا کیا	گزر گئیں مرے سر پر قیامتیں کیا کیا	〃
جدائی آتش تیز است می سوزد دل و جاں را	خدا ہرگز نصیب کس نسازد شام ہجراں را	〃
اے متوکل کو ہے اللہ کو منہ دکھلانا	آج منہ ہم کو دکھاؤ گے تو احساں ہوگا	〃
اے مشو مغرور بر حلم خدا	دیر گیرد سخت گیرد مر ترا	〃
آج کل سے ہیں نہیں ملک جنوں زیر نگیں	اس قلمرو میں ہے مدت سے اجارا اپنا	〃
گوارا نہیں ہے جنہیں بات کرنا	سنیں گے وہ کاہے کو قصہ ہمارا	〃
بے گلعذار جا کے گلستاں میں کیا کیا	ہاں یہ کیا کہ داغ کہن کو نیا کیا	〃
چو خلاف عقل دیدم رہ و رسم کار خود را	بخدائے خود سپردم ہمہ اختیار خود را	〃
وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی	اپنا مطلب تو نہ اس چرخ کہن سے نکلا	〃
ہے قول اک حکیم ستودہ صفات کا	لازم ہے پہلے سوچ لو انجام بات کا	〃
سراسر ہمچو مہر و ماہ گردیدیم دنیا را	ندارد منزل آسائشے دیدیم دنیا را	〃
اب چین نہیں سینہ میں دل کو کسی پہلو	وزدیدہ نگہ لے گئی آرام کسی کا	〃
لئے جاتا ہے نامۂ بیکس	بال بیکا نہ ہو کبوتر کا	〃
کند جلوہ ناز تو جذبہ وارد	کز آسماں بزمیں آورد مسیحا را	〃
بتوں کی گلی چھوڑ کر کون جائے	یہیں سے ہے کعبہ کو سجدہ ہمارا	〃
ہوں وہ بلبل کہ خریدار نے منہ پھیر لیا	دام مجھ پر نہ لگانے کوئی صیاد آیا	〃
گر آج ہے زندہ تو بھروسا نہیں کل کا	چکھے گا ہر اک ذائقہ تلخیٔ اجل کا	〃

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
قلقل شیشہ سے بلبل کی صدا سے پیدا	نشہ ہوتا ہے گلستاں کی ہوا سے پیدا	لااعلم
آہستہ برگ گل بفشاں بر مزار ما	بس نازک ست شیشۂ دل در کنار ما	〃
خدا کی راہ میں دینا ہے گھر کا بھر لینا	ادھر دیا کہ ادھر داخل خزانہ ہوا	〃
کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا	ہائے چپ بھی رہا نہیں جاتا	〃
بعد از فنا ہمیں اثر انتظار ما	نرگس دمید از سر لوح مزار ما	〃
کیا کیجے ہمیں ناز اٹھانا نہیں آتا	روٹھے کو منانے پہ منانا نہیں آتا	〃
سمجھے تھے میراب کوئی سرکوب ہی نہیں	فرعون کے لیئے کوئی موسے نہ آئیگا	〃
سودائے عشق میں نہ رہی شان خواجگی	محمود بندہ بن گیا حسن ایاز کا	〃
کف افسوس ملواتی ہے تیری پاکدامنی	پہنا کر شاہد عصمت پہ جوڑا پارسائی کا	〃
کھل گیا جب راز تو پردہ کئے سے فائدہ	کھل گئی چوری تو پھر کیا سود بننا شاہ کا	〃
ما بر فتیم و تو دانی و دل غمخور ما	بخت بد تا بکجا می برد آبشخور ما	〃
جہاں جاتے ہوئے پیک صبا کے ہوش اڑتے ہیں	لفافہ لے چلا ہے حوصلہ دیکھو کبوتر کا	〃
نسب چہ سود دہد چوں تو بے ہنر باشی	ز آب جو چہ پرسش تیغہائے جوشن را	〃
تحصیل علم جور و جفا خوب کردۂ	ظالم وفا و مہر نیاموختی چرا	〃
آں روز کہ تعلیم تو می گفت معلم	بر لوح تو ننوشت مگر حرف وفا را	〃
قاتل جو کہا میں نے تو شرما کے وہ بولے	للہ نہ بدنام کرو نام ہمارا	〃
اے باد صبا محفل احباب میں کہیو	دیکھا ہے جو کچھ حال تہ دام ہمارا	〃
راز درون پردہ ز رندان مست پرس	کیں حال نیست صوفی عالی مقام را	〃
سب سے یہی شیوہ ہے جہان گزراں کا	دیکھے گا لحد جس نے شکم دیکھا ہی ماں کا	〃
دیر و کعبہ میں ہے جلوہ بت پرفن تیرا	دو گھروں میں ہے چراغ اک رخ روشن تیرا	〃
دی موذن نے شب وصل اذاں پچھلی رات	ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا	〃
شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا	بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا	〃
فریقین کے ہوئیں بستر جدا	کہ بیوی الگ سوئے شوہر جدا	〃

فقیری میں وزیر آ کے پریاں پاؤں پڑتی ہیں	یہ نقش بوریا اپنے لئے ہے نقش عامل کا	لاعلم
ساحل سمجھتے ہیں تہِ دریائے عشق کو	طوفان ناخدا ہے ہمارے جہاز کا	،،
تیرگی دُور ہوئی بخت ہمارا چمکا	آپ کیا آئے کہ قسمت کا ستارا چمکا	،،
کیونکر اب اس نگہ ناز سے جینا ہوگا	زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا	،،
کوئے پری رخاں میں تو جاتا ہے شاد شاد	برباد ہوگا یہ دل دیوانہ دیکھنا	،،
عیش کر دنیا میں غافل زندگانی پھر کہاں	مال و زر رہ جائے گا تو ایکدن مر جائیگا	،،
اگر ہے آنکھوں میں آنسو تو دل ہے غم سے بھرا	جگر میں درد ہے تو ہے زبان پہ واویلا	،،
تو عزم سفر کر دی و خستی جگر ما	بستی کمر خویش و شکستی کمر ما	،،
ندانم کہ تیر خدنگِ قضا	مرا بشکند بیشتر یا ترا	،،
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام	وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا	،،
مرا سر دل دکھاتا ہے کوئی ذکر او رہی چھیڑو	نہ پوچھو حال کچھ یارو ہماری تم جوانی کا	،،
زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں	کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا	،،
خیالِ خام ہے اپنوں سے فائدہ پانا	صدف کے کام کسی دن گہر نہیں آتا	،،
چلے گا مفلسی سے کام اس دنیا میں کیوں اپنا	امیروں نے سمجھ رکھا ہے پیسے کو خدا اپنا	،،
گر قدم رنجہ کنی جانب کاشانۂ ما	رشک گلزار شود از قدمت خانۂ ما	،،
دل کسی کا ہاتھ میں لانا ہے دولت کی دلیل	یہ نگینہ جس کے ہاتھ آیا سلیماں ہوگیا	،،
کون پرساں ہے حال بسمل کا	خلق منہ دیکھتی ہے قاتل کا	،،
درد دل - پاس وفا - جذبۂ ایماں ہونا	آدمیت ہے یہی اور یہی انساں ہونا	،،
مدوا از مطرب و مے جوے و راز از دہر کمتر گو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا	حافظ
مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ لئے لپٹا	ہاتھ ملے۔ سر دھنے۔ لالچ بُری بلا	لاعلم
گرا جو دامن گلچیں میں گل تو رو کے کہا	کہ میری جان کا دشمن ہے رنگ و بو میرا	،،
ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی	کیں کیمیائے ہستی قاروں کند گدارا	،،

نکلواتے ہو ہم کو بے خطاب اپنی محفل سے
وہی ہم ہیں جسے تم پیار کرتے تھے کبھی دل سے — لا اعلم

نہ رہی دل میں اگر تیری محبت تجھے کیا
اپنا جی - اپنی خوشی - اپنی طبیعت تجھے کیا — ،،

بشر نے خاک پایا لال پایا یا گہر پایا
مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے بھر پایا — ،،

اہل دولت سے کوئی نزع میں اتنا پوچھے
ساتھ کیا کیا لیا اس وقت میں چھوڑا کیا کیا — ،،

در ضلالت تا نہ افتادم سعادت رہ نداد
راہبر پیدا نشد تا گم نہ کردم راہ را — ،،

وہ بھی دن ہوگا خدایا کہ بر آئے گی امید
وہ بھی دن ہوگا کہ کوئی میرا مہماں ہوگا — ،،

حسن سے عشق نہ ہو جس کو وہ انساں کیا
منکر قدرت حق صاحب ایماں کیا — ،،

آہ ہوتی میرے لب پر نہ یہ نالہ ہوتا
ایک بھی تو نے جو ارمان نکالا ہوتا — ،،

گیا حسن خوبان دل خواہ کا — ہمیشہ رہے نام اللہ کا — ،،

دل عجب شہر تھا خیالوں کا — لوٹا - مارا ہے حسن والوں کا — ،،

اے دوست کسی کو بھی جو کلپاویگا — یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاوے گا — ،،

اس دیر مکافات میں سن لے ظالم — جو آج کرے گا آپ - کل پاوے گا — ،،

پچھتاوے گا
[illegible]

کنکر چن چن محل بنایا - لوگ کہیں گھر میرا
نا گھر میرا - نا گھر تیرا چڑیا رین بسیرا — ،،

مسجدے ہست اندرون اولیاء — سجدہ گاہ جملہ است آنجا خدا — ،،

رقیبوں سے وہ خوش رقیب ان سے راضی	بُرا کہکے ہیں کیوں ہوں دشمن کسیکا	لا اعلم
جس نے کچھ احسان کیا ایک بوجھ سر پر رکھدیا	سر سے تنکا کیا اُتارا۔ سر پہ چھپر رکھدیا	؍؍
سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا	بس ہجوم یاس سے جی گھبرا گیا	؍؍
جب کبھی اندازۂ دنیا کیا	غم بقدر آرزو پیدا کیا	؍؍
اے نور خدا در نظر آر روئے تو ما را	بگذار کہ در روئے تو بینیم خدا را	؍؍
جز خار غم نہ رُست زگلزار بخت ما	آں ہم خلید در جگر لختِ لخت ما	؍؍
لکھا نصیب کا کوئی مٹا نہیں سکتا	کسی کے درد کو ہمدم مٹا نہیں سکتا	؍؍
سخن از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نہ کشود و نہ کشاید بہ حکمت این معمہ را	؍؍
اے دل پھنسے گا ناحق دنیا کے مخمسوں میں	اس دہر غمکدہ میں بیدار رہو نہ سو جا	؍؍
غضب کیا ترے وعدہ پر اعتبار کیا	تمام رات قیامت کا انتظار کیا	؍؍
قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند	دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا	؍؍
شب کو یاد آتا ہے جب وہ مہ انور اپنا	چاندنی میں بھی بچھا لیتا ہوں بستر اپنا	؍؍
جلوہ دیکھا تری رعنائی کا	کیا کلیجہ ہے تماشائی کا	؍؍
ہمنشینی ساعتے با اولیاء	بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا	؍؍
کوئی سنگی سہائے نہیں ہے۔ تو کرے میرا تیرا	میرا تیرا بھول بھرم ہے۔ بھرم کا کیوں اپنا جیرا[۱]	؍؍
دولت جاوید یافت ہر کہ نکو نام زیست	کز عقبش ذکر خیر زندہ کند نام را	سعدی
چو از قومے یکے بیدانشی کرد	نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را	؍؍
نمی بینی کہ گاوے در علف زار	بیالاید ہمہ گاوان دہ را	؍؍
رزق ہر چند بے گماں برسد	شرط عقل ست جستن از درہا	؍؍
گرچہ کس بے اجل نخواہد مرد	تو مرو در دہانِ اژدرہا	؍؍
تواضع زیادت کند جاہ را	کہ از مہر پرتو بود ماہ را	
ہے زبان اسلئے تا اس سے کریں ذکر خدا	نہ کہ ہو تذکرۂ ماہ رخاں وردِ سدا	؍؍

۱؎ چیلا

ب

نہ ہرگز کبھی ایسی پڑھے کتاب	طبیعت ہو جس سے کہ اپنی خراب	لااعلم
آفتاب آمد دلیل آفتاب	گر دلیلت باید ازوے رو متاب	〃
خدا بھی دیتا ہے اک بار پھر نہیں دیتا	اسی کو کہتے ہیں عصمت کو گوہر نایاب	〃
باغباں بے درد ہے گل بیوفا گلچیں رقیب	کون سنتا ہے چمن میں نالہ ہائے عندلیب	〃
دانی چہ گفتہ اند بنی عوف در عرب	نسل بریدہ بہ کہ موالید بے ادب	〃
جو ہیں راستی میں یہاں کامیاب	نہیں اُن کے دل کو یہاں پیچ و تاب	〃
ہر دشمنے کہ ہست قوی باید شمرد	گر پشہ ضعیف بود پیل در عذاب	〃
لائے تھے جس کا مال اُسے دیجئے شتاب	خائن جہاں میں آپ نہ کہلائے جناب	〃
چو انساں نداند بجز خورد و خواب	کدامش فضیلت بود بر دواب	〃
گر پسر رشد بہ از پدر چہ عجب	لعل از سنگ می شود دریاب	〃
از خدا خواہیم توفیق ادب	بے ادب محروم ماند از فضل رب	〃
اہل دنیا را ز غفلت زندہ دل پنداشتم	خفتہ دائم مردگاں را زندہ می بینم بخواب	〃
بہ نطق آدمی بہتر ست از دواب	دواب از تو بہ گر نگوئی صواب	〃
پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت	چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب	〃
سر نمی پیچم ز شمشیر حبیب	ہر چہ آید بر سر من یا نصیب	〃
پڑھو گے، لکھو گے تو ہو گے نواب	جو کھیلو گے، کودو گے ہو گے خراب	〃
چنیں ست رسمے سرائے فریب	کہ گہہ در فراز و گہے در نشیب	〃
اگر برکہ پر کنند از گلاب	سگے در وے افتد کند منجلاب	〃
کسے کو نداند بجز خورد و خواب	کدامش فضیلت بود بر دواب	〃
تار بافی میکند بر کاخ کسریٰ عنکبوت	بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب	〃
قاریا بر من مکن چندیں عتاب	گر خطائے رفتہ باشد در کتاب	〃

هر که تامل نه کند در جواب	بیشتر آید سخنش ناصواب	سعدی
بنطق آدمی بهتر است از دواب	دواب از تو به گر نه گوئی صواب	״
تشنه گان را نماید اندر خواب	همه عالم به چشم چشمهٔ آب	״
سخن بر بدیهی نیاید صواب	بوقت خودش داده باید جواب	نظامی
جهل که عمر به بیهوده بگذرد حافظ	بکوش حاصل عمر عزیز را دریاب	حافظ
حارصان را حرص زر باقیست تا روز حساب	تشنه آخر تشنه خیزد گر کشد دریا بخواب	لا اعلم
از خدا خواهیم توفیق ادب	بے ادب محروم ماند از فضل رب	معنوی
نیست خفاش کے عدوے آفتاب	او عدو خویش آمد در حجاب	شوکت
هست بر ذرات یکسان پرتو خورشید فیض	لیک باید جوهر قابل که گردد لعل ناب	״
آزاده دل اسیر تکلف نمی شود	حاجت بفرش نیست به کاشانهٔ حباب	فائق
نیست قدر هیچ کس را در دیار خویشتن	آب تا در گل بود آب است در مینا گلاب	قاسم
خود نمائی کے کند آنکس که واصل شد بدوست	چون نیاید مه که گردد متصل با آفتاب	وحشی
شام کو سونا سویرے صبح کو اٹھنا شتاب	جسم کو دے تندرستی عقل کو دے آب و تاب	
عیبها رنگ هنر گیرد چو دل روشن شود	صبح نورانی بود دود چراغ آفتاب	ناصر علی
عالمے را می توان از خلق خوش تسخیر کرد	بوئے گل زنجیری گردد بپائے عندلیب	والا
خون دل در جام دیدم از شراب	آبرو بر باد دادم از شراب	حافظ
نیست سیرابی ز خون خلق ظالم را بمرگ	هر که خسپید تشنه لب آب رواں بیند بخواب	صائب
خشم مردان خشک گرداند سحاب	خشم دلها کرد عالم را خراب	معنوی
اهل دنیا را ز غفلت زنده دل پنداشتم	خفته دائم مردگان را زنده می بیند بخواب	ناصر علی
پوشیده است عیب توانگر ز مال خویش	چون کوزهٔ شکسته که باشد میان آب	
گر پسر شد به از پدر چه عجب	لعل از سنگ می شود دریاب	
می شود تبدیل خوئے بد ز صحبتهائے نیک	سرکه می گردد اگر افتد نمک اندر شراب	احقر
گر علو همت خواهی از دیانت رخ متاب	با تو گفتم گفتنی والله اعلم بالصواب	

دور کن از دل خود گرد و غبار ہستی	بر در خانۂ نارفتہ تو مہماں مطلب	لا اعلم
مشرق ور شنبہ، دوشنبہ، جمعہ یکشنبہ غروب	سہ چہار اندر شمال و پنجشنبہ در جنوب	״
از زیادت طلبی کار تو آید بزیاں	سود اگر خواہی از اندازہ زیادت مطلب	״
ذکر نیکو رفتگاں دارد ثواب	عاصیاں را میرہاند از عذاب	״
چو انساں نداند بجز خورد و خواب	کدامش فضیلت بود بر دواب	״
دیدہ ام در علم صحبت ہائے رنگیں صد کتاب	کردہ ام ایک مصرعہ تنہا نشینی انتخاب	״
فرو ماندگاں را برحمت قریب	تضرع کناں را بدعوت مجیب	״
تہا کر دوارے ٹھگ بسیں او چلے بسیں سمیت	جس پوجا سے ہر ملیں وہ پوجا کسے نصیب	تلسی داس
گزرا کسے جہاں میں خوشی سے تمام روز	کھٹکی کئی زمانے میں بے غم تمام شب	میر تقی
کام آتے ہیں بندوں کے نیک بعد مرگ بھی	طعمۂ زاغ و زغن ہے استخوان عندلیب	״
سانچ برابر تپ نہیں اور جھوٹ برابر پاپ	جاکے من میں سانچ ہے واکے من میں آپ	لا اعلم
اگر برکہ پر کنند از گلاب	سگ در وے افتد کند منجلاب	سعدی

پ

دیکھ لیں چاک اگر اس دل ناکام کے آپ
میرا ذمہ جو نہ رہ جائیں جگر تھام کے آپ

جہاں دیا۔ تہاں دھرم۔ جہاں لوبھ تہاں پاپ
جہاں کرودھ۔ تہاں کال ہے۔ جہاں چھما۔ تہاں آپ

انت کا بھلا نہ برسنا اَنت کی بھلی نہ دھوپ
انت کا بھلا نہ بولنا انت کی بھلی نہ چپ

ت

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
هوا خوش ست و حریفان خوش و بهار خوش ست	بنوش جام و طرب کن که روزگار خوش ست	لااعلم
هلال عید می بینی و من پیوسته ابرویت	مبارکباد بر تو عید بر من دیدن رویت	〃
در دست طبیب است علاج همه درد ے	درد یکه طبیب دهد آنرا چه علاج ست	〃
شمع میگوید باهل بزم باسوز و گداز	سر بریدن پیش این سنگین دلان گلچیدنست	〃
ظهوری شکوه ات از یار بیجا است	تو بے طالع فتادی جرم او چیست	ظهوری
شوق مشتاق آرزو و مشتاق جان	چشم مشتاق آشکارا دل نهان مشتاق تست	لااعلم
هر آنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت	دماغ بیهده پخت و خیال باطل بست	〃
سگے را چون کلوخے بر سر آید	ز شادی بر جهد کان استخوان نیست	〃
رشتهٔ در گردنم افگنده دوست	می برد هر جا که خاطر خواه اوست	〃
چوب تر را چنانکه خواهی پیچ	نشود خشک جز بآتش راست	〃
تا خود نرسد وعده هر کار که هست	سودے نکند یاری هر یار که هست	〃
داد حق را قابلیت شرط نیست	بلکه شرط قابلیت داد اوست	〃
عیب نادان در زبان خامشی گویاتر ست	پستهٔ بیمغز در لب بستگی رسواتر ست	صائب
می برد دل بے خرد را بهر اوج اعتبار	طفل نا افتاده را اندیشهٔ از بام نیست	کلیم
هر دلیل بے نصیبے را نگردد خضر راه	کورکے روشن شود گر صد عصا آرد بدست	تقی
اطفال غنچه را خبر از گوش مال نیست	آنجا که عقل نیست گزند ملال نیست	حزیں
قرب سرداران برائے خاکساران کیمیاست	میرسد تا بر جبینی صندل نامش طلاست	تاثیر
دریاب دمے صحبت نیکان که دگر بار	چون رفت نیاید بکمند آدم و ساعت	سعدی
زهر ماران مار را باشد حیات	نسبتش با آدمی باشد ممات	معنوی
هر که غافل از نصیحت میکند دیوانه است	خواب غفلت برده را طبل رحیل افسانه است	صائب
بیهوده مکن سعی که مخفی نکند سود	آنرا که ز نقد ازل بخت زبون ست	مخفی

سبوئیکه سوراخ دارد نخست — بموم و سریشم نگردد درست — مخفی

مکن با بدان نیکی اے نیک بخت — در شوره نادان نشاند درخت — ״

در جنگ میکند لب خاموش کار تیغ — دادن جواب مردم نادان چه حاجت است — صائب

هرکه پیوندد باهل حق ز مردان خداست — آهن پیوسته با آهن ربا آهن رباست — ״

همچو ماهی فلس کردن جمع در بحر وجود — بهر قتل خویشتن انشائے محضر کردن ست — ״

چو خطائے از تو سر زد در پشیمانی گریز — از خطا نادم نگردیدن خطائے دیگر است — ״

در جوانی توبه کن تا از ندامت بر خوری — نیست چو دندان لب خود را گزیدن مشکلست — ״

سخن شمرده و سنجیده گوئے بے سوگند — که شاهد سخنان دروغ سوگندست — ״

صائب چرا لب نه نهد مهر خاموشی — سنگین دل اند مردم و گفتار نازکست — ״

چشم را از عیبهائے خلق پنهان کردنست — آتش سوزنده را بر خود گلستان کردنست — ״

هیچ نقشے نیست کز آئینه رو پنهان کند — دل چو روشن شد کتاب و دفتری درکار نیست — ״

هرکه هر چه دهی نام او مبر صائب — که چیز خود طلبیدن کم از گدائی نیست — ״

در پایهٔ خود هیچ مگسے خورد نباشد — تا چند بود ساکن ویرانه بزرگ است — ״

یوسف مصر شنیدی که اخوان چه کشید — چه توقع ز عزیزان دگر باید داشت — ״

اتفاق دوستان باهم دعائے جوشن است — سختی از دوران نه بیند دانه تا در خرمنست — ״

هوائے عالم آزادگیست بر یکحال — ز برگ ریز خزان سرو فارغ البال است — ״

مرد عاقل در وطن هرگز نگیرد اعتبار — گل چو از گلشن برون افتاد جایش بر سرست — ״

بمردی شود کار مردان درست — ز سستی شود عاقبت کار سست — ״

از عمر رفته حاصل من آه حسرتست — جز رنگ از شمردن این رشته بدست نیست — ״

مریز آب رخ خود برائے نان صائب — که آبرو چو شود جمع آب حیوانست — ״

ز رزقش رسد ز عالم بالا بپائے خویش — صائب کسیکه همچون صدف پاک طینتست — ״

در رسم اطفال از تحصیل روزی فارغ اند — مانع رزق مقدر رخنهٔ دربسته نیست — ״

تا دهن باز است روزی میرسد از خوان غیب — عقد دندانها کلید رزق را دندانه نیست — ״

ارباب همت را چه غم از بی پر و بالیست	بال و پر و این طایفه از همت عالیست	صائب
هیچ است گنج عالم اگر است دل غنی	دل چون توانگر است بدنیا چه حاجت است	״
در بساط خاک گنجی را که می باید نهفت	ریزش خود را ز چشم خلق پنهان کرده است	״
همین بس ست ز قهر خدا سزای بخیل	که فقر دارد و از مجد فقیر نومید ست	״
پی نیک مردان بباید شتافت	که هر کس سعادت طلب کرد یافت	״
دو چشم از پی صنع باری نکوست	ز عیب برادر فروگیر و دوست	سعدی
شب هر توانگری به سرای همی رود	درویش هر کجا که شب آمد سرای اوست	״
عارفان درویش صاحب درد را	پادشاه خوانند اگر نانیش نیست	״
طریقت بجز خدمت خلق نیست	به تسبیح و سجاده و دلق نیست	״
خوردن برای زیستن و ذکر کردنست	تو معتقد که زیستن از بهر خوردن است	״
سعدیا چون بت شکستی خود مباش	خود پرستی کمتر از اصنام نیست	״
مارا بهشت صحبت یاران همدم است	دیدار نامناسب جهنم است	״
بسوگند گفتن که زر مغربیست	چه حاجت محک خود بگوید که چیست	״
منعم بکوه و دشت و بیابان غریب نیست	هر جا که رفت خیمه زد و بارگاه ساخت	״
بگذری ز گرگان تو انیسم رست	که بر جهل جز جهل نارد شکست	نظامی
زن سیمتن گرچه روئین تن است	ز مردی چه لافد که زن هم زن است	״
جز این نیستم چاره در سرشت	که سر برنگردانم از سرنوشت	״
فرض ایزد بگزاریم و به کس بد نکنیم	وانچه گویند روا نیست نگوئیم رواست	حافظ
حسن ز بصره بلال از حبش صهیب از شام	ز خاک مکه ابوجهل این چه بوالعجبیست	״
ز قسمت ازلی چهره سیه بختان	بشست و شوی نگردد سفید این مثل است	״
دولتی را که نباشد غم از آسیب زوال	بی تکلف بشنو دولت درویشانست	״
مزن ز چون و چرا دم که بندهٔ مقبل	قبول کرد بجان هر سخن که جانان گفت	
به درد و صاف ترا حکم نیست دم درکش	که هرچه ساقی ما ریخت عین الطافست	

رضا بداده بده وز جبین گره بگشای	که بر من و تو در اختیار نگشاد است	حافظ
مستمع چون نیست خاموشی به است	نکته را از نا اہل گر پوشی به است	کلیم
دل بزیب و زینت گیتی ہنرپرور نبست	غیر نقش بوریا بر خویشتن زیور نبست	؍؍
خون حیا بگردن اہل طلب بود	قتل گدا بقصد قصاص حیا رواست	؍؍
بحریست زندگی و نہنگش حوادث است	تن کشتی است و مرگ بساحل رسیدن است	؍؍
بر توسن ارادهٔ خود کس سوار نیست	در دست اختیار عنان گسسته است	
روزی طلب مکن تو چه دانی که آن کجاست	تیر از چه افگنی چو نیابی نشان کجاست	لا اعلم
انگور خوش است آب انگور خوش است	آواز دہل شنیدن از دور خوش است	؍؍
برنه دارد میوه تا خام است دست از شاخسار	زاہد ناپخته را از خوردن بریدن مشکل است	؍؍
از کرامات پیر ما چه عجب	گربه را شاشید و گفت باران است	؍؍
سخاوت بخشایش داور است	نه در جنگ و بازوئے زور آور است	؍؍
لب خامش بود دلیل کمال	قفل بر در نشان اسباب ست	؍؍
ہر که رو در خلق میگردد قبول خاطر است	وقت آنکس خوش که ما را از نظر افگنده است	؍؍
در نگارستان دنیا آنچه می باید گرفت	شاہباز دیدهٔ روشندلان را عبرت است	؍؍
مرید نفس دون گردیدن از چیست	ندانم سنگ پرستی مذہب کیست	؍؍
ز دوست، دوست نه رنجد به ہیچ تقصیرے	اگر برنجد و گوید که دوستم غلط است	؍؍
ہر کمالے را زوالے ہست در زیر فلک	ماه ناقص بدر ما گردید کاہیدن گرفت	؍؍
مبین حقیر کسے را که شمع در شب تار	به از عصائے بلند است گرچه کوتاه است	؍؍
دنیا خوش است مال عزیز است و جان شریف	لیکن رفیق بر همه چیزے مقدم است	؍؍
آدمی را آدمیت لازم است	عود را گر بو نباشد ہیزم است	؍؍
پروانه را بشمع دلالت که می کند	در کاروان شوق همه شوق رہبر است	؍؍
در جہان نتوان نشان سیر چشمی یافتن	چشمهٔ خورشید ہم محتاج آب شبنم است	؍؍
از چرخ ہمیں نالی اگر بخت نداری	بے طالعی طفل ز تقصیر پدر نیست	؍؍

نیست پروائے عدم دل زدهٔ هستی را	از قفس مرغ بهر جا که رود بستان است	لا اعلم
در رهِ فنا قافلهٔ اهل جهان را	دیر ماندن دنیا همه یکروزه مقام است	״
فزون چون ز قسمت نیاید بدست	زنے بر بهم گرچه بالا و پست	״
سرنوشت ما ز دست خوش نویس	خوش نویس است نخواهد بد نوشت	״
با کمال احتیاج از خلق استغنا خوش ست	با دهان تشنه مردن بر لب دریا خوش ست	״
اهل همت را نباشد تکیه بر بازوئے کس	خیمهٔ افلاک بے چوب و طناب استاده است	״
امروز بخشش از پے فردا خزانه ایست	دست کرم براهِ فنا پیش خانه نیست	״
بریاضت نشود در دل سالک بخوشد راز عشق	طبل را تا پوست باشد تازه خالی از صدا است	ناصر علی
صحبت صاحبدلان اکسیر قلب عیبها ست	بر در شاهان تکبر در فقیران کبریا ست	״
چون از قضا گریز تواند کسے که بود	دست قضا عنانکش او هر کجا گریخت	جامی
سیل چون آمد بدریا بحر گشت	دانه چون آمد بمزرع کشت گشت	معنوی
زاهدان را بره ارباب معنی راه نیست	طاعت اهل ریا مقبول این درگاه نیست	״
ابر بر نیاید پے منع زکات	وز زنا افتد وبا اندر جهات	״
جامه پوشان را نظر بر گازر است	جان عریان را تجلی زیور است	״
دشمن ار چه دوستانه گویدت	دام دان گرچه ز دانا گویدت	״
مرد گر لاف اب وجد میزند بے مشرب ست	زانکه ابجد در حقیقت بهر طفل مکتب ست	نعمت خان عالی
آبرو را گر طلب داری مرو از جائے خویش	آنچه گل را در چمن آب ست در بازار نیست	نادم
آخر مآل کار ترقی تنزل است	جز کاستن بطالع ماه تمام نیست	باقی
گویم آئین وفا در مردم عالم کم است	باز میگویم که شاید بوده باشد عالم است	صائب
تا به سنگ اندرون بود گوهر	کس چه داند که قیمتش چند ست	صابر
گرچه از افتادن دندان شود گفتار سست	چو دندان طمع کندی سخن گوئی درست	اثر
پنجهٔ اهل سخا بر جانب اهل طلب	وقت رفتن غنچه و در وقت برگشتن گل ست	شیدا
جهان از پئے شادی و دل خوشی ست	نه از بهر بیداد و محنت کشی ست	نظامی

عمر اگر خوش گزرد زندگی خضر کم ست	ور بتلخی گزرد نیم نفس بسیار است	رفیع
هر وقت خوش که دست دهد مغتنم شمار	کس را وقوف نیست که انجام کار چیست	حافظ
مایهٔ آسودگی از خلق ترک حاجت ست	زیر سر بگذارد ستے را که زیر منت ست	حزین
خرمن عمرش تلف شد هر که از کس زر گرفت	داد سر برباد چون در شمع آتش در گرفت	
آزادگی ز منت دونان رمیدن ست	قطع امید دست طلب را بریدن ست	کلیم
نان جو خور در بهشت سیر چشمی سیر کن	گرد خجلت بهر گندم بر رخ آدم نشست	صائب
اے قناعت توانگرم گردان	که ورائے تو هیچ نعمت نیست	سعدی
هر سفلهٔ پے بگنج قناعت کجا برد	این نقد در خزانهٔ ارباب همت ست	جامی
تشنه چشمان را بنعمت سیر کردن مشکل ست	دشت گر دریا شود ریگ روان سیراب نیست	صائب
ناکس نپذیرد اثر از تربیت کس	هر چند عصا راه رو د پا شدنی نیست	
شوق مشتاق آرزو مشتاق جان مشتاق تست	چشم مشتاق آشکارا دل نهان مشتاق تست	
آرے اساس خانهٔ عمر استوار نیست	دار فنا محل ثبات و قرار نیست	
رفت هر کس را بپا خارے کند سوزن علاج	می خورد خون بیشتر هر کس که او بنیاز ست	
مس را چو زر بروئے محک کس نمی کشد	سختی بغیر قسمت کامل عیار نیست	
از گرفتاری خلاصے نیست اهل عقل را	هست اگر آزادئے زیر فلک در مکتب ست	صائب
اهل فطرت را سبک کے می کنند دست تهی	ظرف چینی گر همه خالی ست بے مقدار نیست	
چه یارا زبان را چو دل یار نیست	چو دل تنگ شد جائے گفتار نیست	
بر روئے زمین هیچکس آسوده نباشد	گنجے بود آرام که در زیر زمین ست	
هلال عید می بینی و من پیوسته ابرویت	مبارکباد بر تو عید و بر من دیدن رویت	
زیک شاخیم اگر شیرین و گر تلخ	زیک بزمیم اگر هشیار و گر مست	
اهل بصیرت از سخنے رنج می برند	مو در میان دیده کم از نوک خار نیست	والا
مقام عیش میسر نمی شود بے رنج	بلے بحکم بلے بسته اند عهد الست	حافظ
هر عدو باشد همیں احسان نکوست	که باحسان بس عدو گشته است دوست	معنوی

هر یکی را داده حق در مرتبت	صد هزاران حشمت و بس مکرمت	معنوی
زندگی در مردن و در محنت ست	آب حیوان در درون ظلمت ست	״
ای بسا کاری که اول صعب گشت	بعد ازان بگشاد و سختی در گذشت	״
کار بخت ست آن و آنهم نادرست	کسب باید کرد تا تن قادرست	״
وز طلب زن دایما تو هر دو دست	که طلب در راه نیکو رهبرست	״
وقت آن کس خوش که چون برق از گریبان وجود	سر برون آورد و بر وضع جهان خندید و رفت	״
نه هر سر تاج و تخت و سروری یافت	نه هر اسکندری پیغمبری یافت	״
ترک گویائی ز دخل نکته گیران رستن است	بستن لب از سخن خوشتر ز مضمون بستن است	غنی
دل آنکه داناست از مغز و پوست	شناسد بد از نیک دشمن ز دوست	״
زور بازو مرد را وابستهٔ مشت زر است	دست خالی در حقیقت آستینی بیش نیست	״
ز شرم انگشت دارد در دهن طفل	سر پستان گرفتن هم گدائیست	״
عدو شود سبب رزق گر خدا خواهد	خمیر مایهٔ دوکان شیشه گر سنگ است	״
اطفال غنچه را جز از گوشمال نیست	آنجا که عقل نیست گزند ملال نیست	حزین
ز داننده کم گفتن اکنون نکوست	جهان پر ز نادان بسیار گوست	״
مردمی باید که گیرد دست صاحب جوهری	تیغ را بی قوت بازو کشیدن مشکل است	آفرین
با کوری باطن چه کند دیدهٔ ظاهر	نرگس همه چشم آمده بینا شدنی نیست	امین
در شکست خویش کوش از عزت افزون بایدت	بر سر خوبان ز بهرش جا چو گل از پا شکست	״
هر سبز بخت شاد شود بهر شکست خود	در گوشم این سخن لب خندان پسته گفت	ظهیر
گیرد شکار دام زمین گیر چون شود	تسخیر جز نیاز درین روزگار نیست	״
مردم از نادانی از گردون شکایت میکنند	قبض و بسط کارها در پنجهٔ افلاک نیست	״
بغیر اهل کرم نام او مبر زنهار	چرا که بهتر ازین مرد را کمالی نیست	״
زاهد نه داشت تاب جمال پری رخان	کنجی گرفت و ترس خدا را بهانه ساخت	میلی
قیمت نیشکر و بید مساویست زابر	نیک و بد در نظر اهل کرم هر دو یکیست	وحید

مفلس ترشح ز توانگر ندیده است ‏— کس رشته را به آب وگهر تر ندیده است — طاهر

چون حل نمی‌شود به سخن مشکلات من ‏— در حیرتم که فائدهٔ قیل و قال نیست — هلالی

در دوستی ملاحظهٔ مرگ و زیست نیست ‏— دشمن به از کسیکه نمیرد برائے دوست — ″

سیاه رو شود آن کس که عیب‌بین گردد ‏— چو جامه بر سخن هیچ کس مدار انگشت — فائق

بسکه از وضع جهان بیگانگی ما را نماست ‏— هر کرا دیدیم چون آئینه صورت آشناست — ″

تو از خرابی خود مفلسی چنین دانه ‏— چه گنجها که درین کنج محنت آباد است — صافی

نصیب ما ز ازل کاتب قضا و قدر ‏— چه جائے جنگ و جدال خوش و لیم هر چه نوشت — ″

هر که همت گمارد آخر کار ‏— تا بآنجا رسد که همت اوست — ″

پیش ما چیزے گرفتن با توکل دشمن است ‏— پس بود گر ز دوستان گاهی خبر باید گرفت — نعمتخان عالی

خواهی بکعبه رو کن و خواهی بسومناته ‏— از اختلاف راه چه غم رهنما یکیست — صائب

در دے آئینه باشد راه خوب و زشت را ‏— هیچکس در مشرب اهل صفا بیگانه نیست — بینوا

چراغ بتکده و شمع خانقاه یکیست ‏— اگرچه دیده دو آمد ولے نگاه یکیست

خود حسد نقصان عیب دیگر است ‏— بلکه از جمله کمیها کمتر است — معنوی

چه گفت دهقان حسد بده پشت ‏— که سوهان روح است خوی درشت — حزین

تا توانی از کدورت لوح دل را پاک کن ‏— زانکه این آئینه را از غیر تاب آه نیست

گفتگوی اهل عالم بر سر دنیا بهم ‏— جمله بی اصل است و جنگ طفلهای مکتب است — کلیم

موی سفید و روی سیه عیب مشک نیست ‏— با خلق خوش بصورت زیبا چه حاجت است — صائب

ای که عزم کعبه داری گر بدست آری دلے ‏— منزل مقصود نزدیک است و چندان دور نیست

مکن ذخیره که در رفتن است عمر عزیز ‏— بخور که روزه گرفتن حرام در سفر است — اثر

کی به خلق میتوان شد با تن تنها طرف ‏— ملک گیری سهل باشد گوشه گیری مشکل است — غنی

چه شد که شاه برافروخت شمع کافوری ‏— چراغ خانهٔ درویش ماه تابان است — ناصرعلی

در طریقت هر چه پیش سالک آید خیر اوست ‏— در صراط المستقیم اے دل کسے گمراه نیست — حافظ

تا ثباتی رنگ پیدا کرد عشرت هم غم است ‏— چون حنا رنگ سیاه گیرد لباس ماتم است

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
نشاط عیش چو برچیده می‌شود آخر	به پیش جام زر و کاسهٔ سفال یکیست	قابض
فکر شنبه تلخ دارد جمعهٔ اطفال را	عشرت امروز بی اندیشهٔ فردا خوش است	صائب
عیش دنیا را بقائی نیست دیدی غنچه را	یک تبسم کرد عمرش در پریشانی گذشت	طالب آملی
میرقصی از نشاط می ناب غافلی	کین رقص با طپیدن بسمل برابر است	صائب
نقد دلیکه بود مرا صرف باده شد	قلب سیاه بود از آن در حرام رفت	حافظ
میازار موری که دانه کش است	که جان دارد و جان شیرین خوش است	فردوسی
بغیر ظلم توقع مدار از ظالم	که نخل شعله اگر بار میدهد شرر است	شهرت
از شکست خاطر نازک دلان ایمن مباش	شیشه را چون بشکنی هر ذرهٔ آن خنجر است	
مردم آزار از جاهل روز پیری بدترند	افعی قاتل بعهد کهنه سالی اژدر است	ظهیر
مردم آزار از حماقت مال مردم میخورند	مار را قوت به از مغز سر ضحاک نیست	״
بد اختر تر از مردم آزار نیست	که روز مصیبت کسش یار نیست	سعدی
ظاهر آلوده را با فیض باطن کار نیست	پیرهن چون بی نماز افتاد طاعت نارواست	ناصر علی
جهان ای پسر ملک جاوید نیست	ز دنیا وفاداری امید نیست	سعدی
مهر از جهان مبر که غذای لطیف او	خون است در لباس اگر شیر مادر است	صائب
بآب و خاک زبان و دل مبند و غره مشو	که عمر شمع و جهان چون گذرگه باد است	صافی
هر روز اختیار جهان پیش دیگر است	دنیا مگر گداست که هر روز بر دریست	درویش
آفت دولت با بنای زمان معلوم نیست	لقمه چون افتاد فربه استخوان معلوم نیست	صائب
چند مغرور درین مسکن دنیا باشی	خیز اسباب سفر ساز که این منزل نیست	یمین
بارها دیدیم وضع دهر را دیدن نداشت	جز گل عبرت درین بستان سراچیدن نداشت	کاشی
هرگز مبند دل بفریب جهان حزین	دنیای سفله دشمن مردان عالم است	
داند کسیکه محنت دنیا کشیده است	در وی تمیز درد سر روزگار نیست	حزین
جهان منزل درد و جای غم است	درین دامگه شادمانی کم است	حافظ
طفل داند دایه را حور بهشت و جوی شیر	زشتی زال جهان بر ناقصان معلوم نیست	صائب

گویند زمین بر سر گاؤ ست بلے ‏/ گاؤ ست کسیکہ بار دنیا بر داشت — بیخود

زانبای دہر وقت کسی خوش نمی شود ‏/ خوش وقت آنکہ معتکف کنج عزلت است — جامی

بر میدار دلباس عاریت طبع غیور ‏/ جمع کردن دل زاسباب جہان سامان ماست — ناصر علی

جمع خواہی دلت اسباب جہان تفرقہ کن ‏/ تخم جمعیت دل تفرقۂ اسباب است

چو بر تخت جاوید نتوان نشست ‏/ ازین بیشتر تخت باید شکست — نظامی

در زندگی بکوش کہ فرصت ہمین دم است ‏/ زیرا کہ روز مرگ بکس آشکارہ نیست

چنان میر کہ چیزی نماند از تو بجائے ‏/ بغیر نام نباید بیادگار گذاشت — کلیم

راز ما از راستی فوارہ سان مستور نیست ‏/ بر زبان ماست جاری آنچہ ما را در دل است

راستی موجب رضای خداست ‏/ کس ندیدیم کہ گم شد از رہ راست — سعدی

باصدق ز دوری مکن اندیشۂ درپیش ‏/ تیری کہ بود راست در آغوش نشان است — صائب

میتوان از دست پیوندان بآسانی برید ‏/ در جدائی از دہن دندان کشیدن مشکل است — صائب

کلید ظفر چون نباشد بدست ‏/ بباز و در فتح نتوان شکست

چہ داند مردم کہ در جامہ کیست ‏/ نویسندہ داند کہ در نامہ چیست — سعدی

پسر کو میان قلندر نشست ‏/ پدر گو ز خیرش فرو شوی دست — سعدی

محاسن چون مردان نداری بدست ‏/ نہ مردی بود پیش مردان نشست — ״

کسے قول دشمن نیارد بدوست ‏/ جز آنکس کہ در دشمنی یار اوست — ״

نظر بعیب کسان از کمال بے بصریست ‏/ بعیب خویش نظر کن کہ عین بینائیست — مخفی

سخن گفتن و بیجا سفتن است ‏/ نہ ہر کس سزائے سخن گفتن است — نظامی

نگہدار فرصت کہ عالم دمیست ‏/ دمی پیش دانا بہ از عالمیست

قابل درین زمانہ ز آدم نشان مخواہ ‏/ چندین ہزار سال ز آدم گذشتہ است — قابل

یک اہل دل کہ مرہم داغ درون شود ‏/ در ہیچ شہر و ہیچ ولایت نماندہ است — صائب

مردم منعم کی بتعظیم گدا خیزد ز جا ‏/ دامنش گوئی بزیر سنگ زر ماندہ است — واعظ

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است ‏/ خم و خمخانہ با مہر و نشان است

دنیا خوش است لیک باندازۂ وجود	پیراہن زیادہ ز قامت بریدنیست	
نیست جز ترک تکلف زینت روشن دلاں	گر لباس اطلس است آئینہ عریاں بہتر است	
جنگ و زور آوری مکن با مست	پیش سر پنجہ در بغل نہ دست	سعدی
آنکہ در راحت و تنعم زیست	او چہ داند کہ حال گرسنہ چیست	״
آتش از خانۂ ہمسایۂ درویش مخواہ	کانچہ از روزن او میگذرد دود دلست	״
الّا نخواہی بلا بر حسود	کہ آں بخت برگشتہ خود در بلاست	״
جوان گوشہ نشیں شیر مرد راہ خداست	کہ پیر خود نتواند ز گوشۂ برخاست	״
حقّا کہ با عقوبت دوزخ برابر است	رفتن بہ پائے مردیٔ ہمسایہ در بہشت	״
خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است	تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است	״
معدہ چو گر پُر گشت و شکم درد خاست	سود ندارد ہمہ اسباب راست	״
مرغ بریاں بچشم مردم سیر	کمتر از برگ ترہ برخواں ست	״
منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست	ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوابگاہ (یا بارگاہ) ساخت	״
چوں مرد برافتاد ز جائے و مقام خویش	دیگر چہ غم خورد ہمہ آفاق جائے اوست	״
شب ہر توانگرے بسرائے ہمی رود	درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست	״
از خداواں خلاف دشمن و دوست	کہ دل ہر دو در تصرف اوست	״
برادر کہ در بند خویش است	نہ برادر ست و نہ خویش است	״
اے پسر ترا پرسند روز قیامت	کہ ہنرت چیست و نگویند کہ پدرت کیست	״
ہر کہ آمد در جہاں ز اہل فنا ست	لایزال و لم یزل فرد آں خداست	״
سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار	زنگار خوردہ کے بنماید جمال دوست	״
مرد عالم گر پریشاں حال باشد عیب نیست	قدر مصحف کم نگردد گر سراسر ابتر ست	مظہر
آہے کہ غم ز دل نبرد نا کشید نیست	مرغیکہ نامہ بر نبود پر برید نیست	صائب
مشو بمرگ ز امداد اہل دل نومید	کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست	
دراں رہے کہ بمستی تواں سلامت رفت	قدم شمردہ نہادن دلیل ہشیاری است	

کیست از دوش کسے بار تواند برگرفت	گر ہمہ عیسیٰ ست در بند خر و بار خود ست	
ترک دنیا حق پرستی از برائے آخرت	از ہوائے نقل کردن در ہوائے دیگر ست	
از تہ دیوار آسمان ست بیروں آمدن	دامن از دست گراں جاناں کشیدن مشکل ست	
اہل دل را بدل و اہل نظر را بہ نظر	دوستداران زباں را بزباں باید جست	
از خوشامد می فزاید در تنگ ظرفاں غرور	شیشہ ہا را بے نفس سامان بالیدن کجا ست	
ز سادگی ست بفرزند ہر کہ خورسند ست	کہ مادر و پدر غم وجود فرزند ست	
حرف بد گو باز میدارد ز بد کردن مرا	میکند ہموار سوہاں گرچہ خود ہموار نیست	
چوں بلائے می شود نازل مزن چیں بر جبیں	در بروئے میہماں غیب بستن خوب نیست	
قوت بازو نیاید بے صفائے دل بکار	تیغ تا در زنگ باشد برگ بیدی بیش نیست	غنی
نیست تا پاک از غرض ہا در سخاوت سود نیست	در تلاش نام سیم و زر فشاندن جود نیست	صائب
چوں محبت در میاں باشد تکلف گو مباش	شیر مادر در حلاوت بے نیاز از شکر ست	غنی
بروز ابر کہ چوں وقت می پرستان ست	بیار بادہ کہ امروز روز مستان ست	
گر بود رہ یک قدم بے رہنما دور ست دور	بے اجل نتواں رسیدن گرچہ منزل زیر پا ست	واحد
دیوانۂ خموش بہ عاقل برابر ست	دریائے آرمیدہ بساحل برابر ست	صائب
در مقام حرف بر لب مہر خاموشی زدن	تیغ را از زیر سپر در جنگ پنہاں کردن ست	
روئے کز وے نکشاید ندیدنی ست	حرفے کہ مغز نیست در و ناشنیدنی ست	
چوں شکم نامرد را پر شد تواضع را گذاشت	زن چو آبستن شود او را خمیدن مشکل است	عالی
دنیا خوش ست لیک باندازۂ وجود	پیراہنے زیادہ ز قامت دریدنی ست	
سفلہ را منظور نتواں ساختن گو خوبرو ست	میخ را در دیدہ نتواں کوفتن گو از زر ست	فرید
ز دوستان زبانی مدار چشم وفا	ز برگ بید محال ست بر توانی یافت	صائب
قابل دریں زمانہ ز آدم نشاں مخواہ	چندیں ہزار سال ز آدم گزشتہ است	قابل
ہر کہ خود تربیت خود نکند آدم نیست	آدم آنست کہ او را پدر و مادر نیست	آرزو
بسر دو گرم جہاں خاطرت چو راضی شد	تمام عمر ترا آب سرد و ناں گرم ست	سلیم

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
از خس و خار غرض گر بپاک باشد سینه ها	هیچ باغ دلکشا چون دیدن احباب نیست	صائب
ناید بکف چو طائر عشرت ز دست رفت	رنگے ز رخ پریده کسے را شکار نیست	فرحت
هرچه باید آدمی با خویشتن آورده است	خواب چون افتاد سنگیں بسترے در کار نیست	صائب
بد از رفاقت نیکاں نکو نخواهد شد	سموم را سر همراهی صبا عبث ست	حزیں
تاب بو کردن ندارم طاقتِ چیدن کراست	باغباں بیهوده بر رویم درِ گلزار بست	
زباں تیغ به نرمی نمی شود کوتاه	ملایمت به حریفانِ بے حیا عبث ست	حزیں
پیوند عمر بسته بموئیست هوشدار	غمخوار خویش باش غم روزگار چیست	حافظ
دورِ نشاط زود بانجام می رسد	یک هفته شادمانیِ گلزار بیش نیست	صائب
هیچ کارے گرچه صائب بے تامل خوب نیست	بے تامل آستیں افشاندن از دنیا خوش ست	״
از بهر قطع کردنِ نخلِ حیاتِ من	چون اره دو سر نفس اندر کشاکش ست	
دستے که ریزشے نکند شاخ بے بر ست	نخلیکه میوه ندهد خشک بهتر ست	
شکایت از ستمِ چرخ ناجوانمردی ست	که گوشمال پدر خیر خواهی پسر ست	
قرض از کریم کن که وفایش گرفتن ست	مانند قرض روزه ادایش گرفتن ست	
عمر عزیز قابلِ سوز و گداز نیست	ایں رشته را مسوز که چندیں دراز نیست	
هر که آمد عمارتے نو ساخت	رفت و منزل بدیگرے پرداخت	
چشم همت داشتن از سفرهٔ گردوں غلط	ناں خشکے دارد آنهم صبح هست و شام نیست	عرفی
تواضع ز گردن فرازاں نکوست	گدا اگر تواضع کند خوے اوست	سعدی
دل منه بر الفت دنیا که تا گرم است آب	گر مهیج شد با آتش لیک با او دشمن ست	غنی
علاج واقعه پیش از وقوع باید کرد	دریغ سود ندارد چو رفت کار از دست	
کسری نماند قصر ایوان او نماند	نعمان برفت و ذکر خورنق هنوز هست	
تنگدستی فی الحقیقت مایهٔ دیوانگی ست	بید از بیحاصلی در باغ مجنوں گشته است	
گر عظیم ست از فرودستاں گناه	عفو کردن از بزرگاں اعظم ست	
هر سرے که یافت افسری از گوهر ثبات	دراقتدار بگذارد از چرخ ناثبات	

خوبیٔ اخلاق کاں دنیا و دیں را زیور است
بشمشیرے یکے تا صد تواں کشت
دگر گوئے که درویش در پناه کسے است
از دستِ تو صد شربت شیریں بخشیدم
مال دهی مرد بدست آیدت
از وزیرے که او نکو سیرت
رسول توانا توانا فرست
هر خار که سر بر زند از گلشن ملک
هندو ہیں بت پرست مسلماں خدا پرست
کس در وفائے وعده چو آں شوخ سست نیست
کام نو موقوف زاریٔ دل ست
دوستی با دشمن دانا نکوست
در عیادت رفتن تو فائده است
شب زنده دار باش که زیں باغ دلفریب
خوابِ راحت در حقیقت مایهٔ دردسر است
حاجت بدورباش ندارد حریم تو
در مجالس حرف سرگوشی زدن با یکدگر
هیچکس یارب اسیر جذبهٔ الفت مباد
عنانِ نفس کشیدن جهاد مردان ست
صبر بهتر مرد را از هر چه هست
پند حکیم صیقل آئینهٔ دل ست
صف شکن قلب سپاهی حیا ست
غفلت نگذشت مانع تعجیل عمر را

یا فقیری خوش بود یا پادشاهی خوشتر است
به رائے لشکرے را بشکنی پشت
که پادشاه جهاں در پناه درویش است
یک شربت تلخ از بچشم باک نیست
ور نه دهی زود شکست آیدت
ملک را زیب و زینت دیگر ست
بدانا هم از جنس دانا فرست
فی الحال سرش به تیغ بر باید داشت
پوجیں ہیں ہم اسی کو جو ہیں میکده پرست
لکنت گواهِ اوست که قولش درست نیست
بے تضرع کامیابی مشکل ست معنوی
دشمن دانا به از نادان دوست
فائده آں باز با تو عائده است
آں غنچه فیض برد که پیش از سحر شگفت صائی
هر که دارد ایں مرض پیوسته صاحب بستر است
شرم تو با هزار نگهباں برابر ست صائب
در زمین سینه ها تخم نفاق افشاندن ست
مرغ دست آموز در پرواز هم آزادیست عاقل
نفس شمرده زدن ذکر اهل عرفان ست صائب
تا بیاید بر مراد خویش دست
مقصود هر دو عالم ازاں پند حاصل ست
راهزن خیل ملاهی حیا ست
در خواب نیز قافلهٔ ما روانه است

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
بی درد وانشد دل غفلت گرفته ام	قفلی که زنگ بست شکستن کلید اوست	ناصر علی
ز روزگار جوانی خبر چه می پرسی	چو برق آمد و چون ابر نوبهار گذشت	
هشیار باش خواجه که از مرگ چاره نیست	غافل مشو که عمر عزیزت دوباره نیست	صائب
قبول خاطر معشوق شرط دیدار ست	بحکم شوق تماشا مکن که بی ادبیست	
نامه ام را میبری قاصد زبانی هم بگو	خامه شد فرسوده ورنه شکوه پایان نداشت	صائب
دوستی و دشمنی با خلق صائب آفتست	از جدل آسوده شد هر کس ز مهر و کین گذشت	سعدی
ترا این قدر تا بمانی بس ست	چو رفتی جهان جای دیگر کس ست	سعدی
خدا دوست را گر بدرند پوست	نخواهد شدن دشمن دوست دوست	
بسا اهل دولت ببازی نشست	که دولت ببازی برفتش ز دست	
گرچه دست اهل دولت هست در ظاهر بلند	دست ارباب دعا بالاترین دستهاست	صائب
چرخ را جام نگون دان کز مے عشرت تهی ست	باده از جام نگون جستن نشان ابلهی ست	جامی
فردا چو غم زیاده ز امروز می رسد	امروز خوردن غم فردا چه حاجت ست	صائب
خوی بد در طبیعتی که نشست	نرود تا بوقت مرگ از دست	سعدی
در یک سخن حقیقت هر کس عیان شود	بهر نمونه از صدفی یک گهر بس ست	صائب
بشوای خردمند از آن دوست دست	که با دشمنانت بود هم نشست	سعدی
نی تار عمر محکم و نی تار دوستی	افسوس زین دو رشته که بسیار نازک ست	صائب
دست کوته را مکش از آستین	پای چون شد لنگ در داماں خوش ست	
فریاد دوستان همه از دست دشمن ست	فریاد سعدی از دل نامهربان دوست	
امروز عجب مضطربم بی سببی نیست	گر یار بسر وقت من آید عجبی نیست	
نماز پارسا بی مطلبی نیست	سلام او سلام روستائی ست	غنی
هر که آمد عمارتی نو ساخت	رفت و منزل بدیگری پرداخت	سعدی
برگ عیش بگور خویش فرست	کس نیارد ز پس ز پیش فرست	سعدی
مکن تکیه بر ملک دنیا و پشت	که بسیار کس چون تو پرورد و کشت	سعدی

همراه اگر شتاب کند همره تو نیست	دل در کسے مبند که دل بستهٔ تو نیست	سعدی
خوے بد در طبیعتے که نشست	نرود جز بوقت مرگ از دست	//
پشه چو پر شد بزند پیل را	با همه مردی و صلابت که او ست	//
مورچگاں را چو بود اتفاق	شیر ژیاں را بدر آرند پوست	//
زخم دندان دشمنان تیز است	که نماید بچشم مردم دوست	//
هنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے ست	گلست سعدی و در چشم دشمنان خارست	//
دانا را از نادان نفرت ست	نادان را از دانا وحشت ست	//
خاکساری پیشه کردن هیچ میدانی که چیست	مشت خاکے را بچشم دشمنان افگندن ست	ناصر علی
بهره بردار ز فقیرے از توانگر مشکل ست	مهر گر در خرمن گوهر فتد بے حاصل ست	
همان کس بدانی نکوخواه تست	که گوید فلاں خار در راه تست	سعدی
چو دل بیناست بخشا دیده از هم	نگاه تند را عینک حجابست	ناصر علی
شهرت نام آوری سرمایهٔ آرام نیست	جز خراش دل نگیں را حاصلے از نام نیست	نصرت
بعهد ما تحمل پیشه خوار ست	بود حمال هر کس بردبار ست	حزیں
مرگ هر کس در حقیقت نقش حال زندگی ست	هر چه کس بیند به بیداری همان بیند بخواب	
ناکسے گر بالا نشیند عیب نیست	خس بود بالائے دریا زیر دریا گوهر ست	مظهر
سفلهٔ زرپوش را در مجلس خود جا مده	کفش زریں گر بود بر سر نمی باید گذاشتن	سعدی
چو بینی زبردست را زور دست	نه مردی بود پنجهٔ خود شکست	
چو پنجاه ساعت بروں شد ز دست	غنیمت شمر چند روزیکه هست	
زهے آن طفلے که در خاک رفت	چه نالی که پاک آمد و پاک رفت	
ظهور خشم بزرگاں تهی ز رحمت نیست	غبار چهرهٔ گردوں دلیل باران هیست	راسخ
هر که خواهد گو بیا و هر که خواهد گو برو	گیر و دار حاجب و دربان بدین درگاه نیست	
گفتی بره و بجوے دگر کس قرار گیر	در عهد نامهٔ من و تو این قرار نیست	
ز ابلهی مکن اشعار را وسیلهٔ رزق	ببیں ز زمین سخن قابل زراعت نیست	سعدی

چون مرد بیفتاد ز جای و مقام خویش	دیگر چه غم خورد همه آفاق جای اوست	
قیمت هر کاله میدانی که چیست	قیمت خود را ندانی احمقی ست	معنوی
درگذر از نام و بنگر در صفات	تا صفاتت ره نماید سوی ذات	
فضل مردان به زن ای عالی پرست	[illegible] که مرد پایان میں ترست	
مخور فریب صلاح توانگران صائب	که روزه داشتن سفله صرفه نان ست	صائب
دلا از بزرگی نیاری بدست	بجای بزرگان نباید نشست	نظامی
غرور جوانی چو از سر گذشت	ز گستاخ کاری فرو شوی دست	
سبکسار مردم نه از مردمی ست	وگرنه همه آدمی آدمی ست	
میان دو کس جنگ چون آتش ست	سخن چین بدبخت هیزم کش ست	سعدی
چو شد جامه بر قد فرزند راست	نباید دگر مهر فرزند خواست	نظامی
همه چیز را اصل باید درست	که باشد خلل در بنای سست	لاادری
زمانه به نیک و بد آبستن ست	ستاره گهی دوست که دشمن ست	
رواق منظر چشم من آشیانهٔ تست	کرم نما و فرود آ که خانه خانهٔ تست	
ناصحا بیهوده میگوئی که دل بردار از او	من بفرمان دلم یا دل بفرمان من ست	
سر ما را کوفتن طاعت ست	زره خار و خس روفتن حکمت ست	حزین
هر که چشم رغبت از نظارهٔ مرغوب بست	بر دل آسوده راه یک جهان آشوب بست	صائب
ترا به ترا از حد خود راه نیست	که نقش از نگارنده آگاه نیست	حزین
با رعیت صلح کن وز جنگ خصم ایمن نشین	زانکه شاهنشاه عادل را رعیت لشکر ست	سعدی
بحد دانش خود در زمانه دانستم	که استراحت دنیا بقدر نادانی ست	شامی
ز کار بسته میندیش و دل شکسته مدار	که آب چشمهٔ حیوان درون تاریکی ست	سعدی
بعذر توبه توان رستن از عذاب خدای	ولیک می نتوان از زبان مردم رست	
بسکه نادیدنی از مردم عالم دیدم	روشنم گشت که آسایش نابینا چیست	کلیم
از نور خرد کس نرسیدست بجائی	این عقل چراغیست که در خانه تمام ست	لاادری

درکارخانهٔ دهر چیزی بدعا نیست | نعمت بود فراوان جائیکه اشتها نیست | حزین

باچشم سیر نعمت دنیا بهم حاجتست | تا آبروی ماست بدریا چه حاجتست

درچشمت ار حقیر بود صورت فقیر | کوته نظر مباش که در سنگ جوهرست | سعدی

گناه اگرچه نبود اختیار ما حافظ | تو در طریق ادب کوش وگو گناه من است | حافظ

بحیرتم که چه گم کرده ام که میجویم | درین دیار که بوی ز آشنائی نیست

حقا که با عقوبت دوزخ برابرست | رفتن بپای مردی همسایه در بهشت | سعدی

رسیده بلب گور کجروی بگذار | نگشته راست بسوراخ هیچ مار نرفت | صائب

برنیاید روغن از جوزی که بیمغز اوفتاد | خوابهای پوچ را تعبیر کردن مشکل ست

بربلندان سخن بسوی خودست | تف بروی فلک بروی خودست | حزین

باین تخت فیروزه فیروز کیست | باین پیچرو ز عمر بهروز کیست | حافظ

چو بشنوی سخن اهل دل مگو که خطاست | سخن شناس نه دلبرا خطا اینجاست

آبرو یک قطره آبیست چون از چهره ریخت | پایهٔ ایوان عزت راکم از سیلاب نیست | وحید

تکیه بر خلق زنده را عارست | مرده بردوش مردمان بارست

آسمان را غمی ز مردان بیکاران نیست | نخل بی بار بدوش چمن آرا بارست | صائب

جام جهان نماست ضمیر منیر دوست | اظهار احتیاج خود آنجا چه حاجتست | حافظ

بنامه وصف تو گفتن نه حد امکان ست | چرا که وصف تو بیرون ز حد اوصاف ست

دارند بسکه خلق بصاحب زر اعتقاد | هرکس که مالک دودرم شد ابوذرست | اثر

هزاران همچو بلبل مدح خوانند | چو گل تا در کفت مشت زری هست | صائب

زین آتش نهفته که در سینهٔ منست | خورشید شعله ایست که در آسمان گرفت

خبر درد من بعالم رفت | آن جفا جو هنوز بیخبرست

بیگانه را برسم تکلف کنند دوست | جائیکه دوستی ست تکلف چه حاجتست | یمین

بندهٔ عشق شدی ترک نسب کن جامی | که درین راه فلان ابن فلان چیزی نیست | جامی

هرآن چیزی دایم در دل تست | همان هشدار آخر حاصل تست

حق از بہر باطل نشاید نہفت	شبیر قابین دیگر و شبیر پستان دیگرست	لا اعلم
ازل سے جو جوڑی ملائی گئی ہے	یہ اوس کو سلامت وہ اس کو سلامت	,,
گزیدند فرا نگادست فوت	کہ در طلب ندیدند داروے موت	,,
مباش غرہ و ہرگز درون کس مبادر	کہ در طریقت ما ہیچ ازیں گناہے نیست	,,
یک سجدۂ مستانہ وصد سالا عبادت	فہمیدن آن مسئلہ موقوف دو جام است	,,
ہمچو ہندو زن کسے در عاشقی مردانہ نیست	سوختن بر شمع مردہ کار ہر پروانہ نیست	,,
کہ بچشمان دل مبیں جز دوست	ہرچہ بینی بدان مظہر اوست	,,
بلبل سنے قفس میں نہ کبھو کی چمن کی بات	آوارۂ وطن کو لگے خوش وطن کی بات	جرات
معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت	لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت	ذوق
رہا گر کوئی تا قیامت سلامت	پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت	غالب
سنتا ہے دلا اہل جہاں کی ہے یہ عادت	منہ پر تو خوشامد کریں تحقیر پس پشت	لا اعلم
اشتیاق شوق را تحریر کردن مشکل است	بحر را از موج در زنجیر کردن مشکل است	,,
شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار	کہ اگر خار و گل ہمہ پروردۂ تست	,,
آگے کے دن پاچھے گئے ہر سے کیوں نہ ہیت	اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت	لا اعلم
مایہ کو مایہ ملے کر کے لمبے ہاتھ	تلسی داس غریب کو کوئی نہ پوچھے بات	تلسی داس
پیرے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است	از شاخ کہنہ میوۂ نورس غنیمت است	لا اعلم
ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی	کیں راہ کہ تو میروی بہ ترکستان است	,,
در بہاران زاد و مرگش در دے است	پشہ کئے داند کہ ایں باغ کسے است	,,
راست میگویم و یزداں نہ پسند د جز راست	حرف نا راست سر دوں روش اہرمن است	,,
فقیہ مدرسہ دے مست بود و فتوی داد	کہ مے حرام ولے بہ ز مال اوقاف است	,,
کریماں را بدست اندر درم نیست	خداوندان نعمت را کرم نیست	,,
گر جاں طلبی مضائقہ نیست	زر می طلبی سخن درین است	,,
نیست در قانون حکمت ضعف قسمت را علاج	طشت فکر بو علی اینجا ز بام افتادہ است	,,

ہو تجکو مری ناصح بیدرد کیا شناخت	رکھتا ہے دردمند کی درد آشنا شناخت	لا اعلم
سحرگاہ چو آں شاہ فلک تاراج داشت	سحر شد نہ سر تن بہ سر تاج داشت	״
در دیدہ یکتائی ما حرف دوئی نیست	زنار چہ و سبحہ و صد دانہ کدام است	״
کہ کس بہ منزل مقصود رہ نمی یابد	مگر بہ سعی تمام و دگر بہ عزم درست	״
حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب معاش	آنچہ ما درکار داریم اکثر درکار نیست	״
بے مزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردم	یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت	״
دل کہ رنجید از کسے خرسند کردن مشکل است	شیشۂ بشکستہ را پیوند کردن مشکل است	״
سنگے و گیاہے کہ درو خاصیتے ہست	از آدمی بہ کہ درو منفعتے نیست	״
رشتۂ در گردنم افگندہ دوست	می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست	״
یکے را بسر بر نہد تاج بخت	یکے را بخاک اندر آرد ز تخت	״
سر ارادتے ما و آستان حضرت دوست	کہ ہر چہ بر سر ما رود ارادت اوست	״
دریا دلیم سینۂ ما معدن در است	گر دست ما تہی ست ولے چشم ما پر ست	״
بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست	کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست	״
اعتبارے نیست ہرگز طائر اقبال را	ایں کبوتر روز و شب مشتاق بام دیگر ست	״
سلطنت سلطاں کند فریاد بر جلاد چیست	مرغ را دانہ بلا کند طعنہ بر صیاد چیست	״
تو بجائے پدر چہ کردی خیر	تا ہماں چشم داری از پسرت	״
حسد چہ میبری اے سست نظم بر حافظ	قبول خاطر و لطف سخن خدا داد ست	حافظ
ہمہ کس طالب یارند چہ ہشیار و چہ مست	ہمہ جا خانۂ عشق است چہ مسجد و چہ کنشت	
ناخدا در کشتی ما گر نباشد گو مباش	ما خدا داریم ما را ناخدا درکار نیست	״
ہر آں کرمیکہ در گندم نہان ست	زمین و آسمان او ہماں ست	״
کہ سہل است لعل بدخشاں شکست	شکستہ نشاید دگر بارہ بست	״
درشتی و نرمی بہم در بہ است	چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است	״
ذات متکلم از کلامش پیدا است	از کوزہ ہماں برون تراود کہ در دست	״

این ہم رفت آں ہم رفت ۔۔۔ در پئے جاناں جاں ہم رفت

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت ۔۔۔ نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

کسے را کہ طرز بیاں خوش است ۔۔۔ دہد گر چہ دشنام ہم دلکش است

نہ در ہر سخن بحث کردن رواست ۔۔۔ خطا بر بزرگاں گرفتن خطاست ۔۔۔ سعدی

ہر کہ در خردیش ادب نکنی ۔۔۔ در بزرگی فلاح از و برخاست ۔۔۔ ״

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ ۔۔۔ نشود خشک جز بہ آتش راست ۔۔۔ ״

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی ۔۔۔ منت شناس از و کہ بخدمت بداشتت ۔۔۔ ״

ہر کہ پرہیز و علم و زہد فروخت ۔۔۔ خرمنے گرد کرد و پاک بسوخت ۔۔۔ ״

بیفائدہ ہر کہ عمر در باخت ۔۔۔ چیزے نخرید و زر بینداخت ۔۔۔ ״

سخنے در نہاں نباید گفت ۔۔۔ کہ بہر انجمن نشاید گفت ۔۔۔ ״

امروز بکش چو میتواں کشت ۔۔۔ کآتش چو بلند شد جہاں سوخت ۔۔۔ ״

کریماں را بدست اندر درم نیست ۔۔۔ خداوندان نعمت را کرم نیست ۔۔۔ ״

گر بے ہنر بمال کند کبر بر حکیم ۔۔۔ کون خرش شمار اگر گاو عنبر است ۔۔۔ ״

بشوئے خردمند زاں دوست دست ۔۔۔ کہ با دشمنانت بود ہم نشست ۔۔۔ ״

چو دست از ہمہ حیلتے در گسست ۔۔۔ حلال است بردن بشمشیر دست ۔۔۔ ״

درشتی و نرمی بہم در بہ است ۔۔۔ چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است ۔۔۔ ״

بروز معرکہ ایمن مشو ز خصم ضعیف ۔۔۔ کہ مغز شیر بر آرد چو دل ز جاں برداشت ۔۔۔ ״

بد اختر تر از مردم آزار نیست ۔۔۔ کہ روز مصیبت کسش یار نیست ۔۔۔ ״

میان دو کس جنگ چوں آتش است ۔۔۔ سخن چین بدبخت ہیزم کش است ۔۔۔ ״

ایماں کا گلا کاٹے وہ شمشیر ہے رشوت ۔۔۔ چھیدے جگر عدل کو وہ تیر ہے رشوت

فرزند اگر چہ عیب ناک است ۔۔۔ در چشم پدر ز عیب پاک است

گر آب چاہ نصرانی نہ پاک است ۔۔۔ جہود مردہ می شویم چہ باک است

با دل فارغ چو باشی تندرست ۔۔۔ دیگر از دنیا نباید ہیچ جست

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
بران عقل و دانش بباید گریست	که پیدا کند نوزده خنج بست	
خط خوش اے برادر دلپذیر است	چو روح اندر تن برنا و پیر است	
هر آنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت	دماغ بیهوده پخت و خیال باطل بست	
چو دانا همچو نادان گشت غرقست	ز دانش تا بنادانی چه فرقست	جامی
درین ره حاصلے جز یکدلے نیست	دو دل بودن بجز بے حاصلے نیست	״
ادیم زمین سفرهٔ عام اوست	برین خوان یغما چه دشمن چه دوست	سعدی
میفگن گول گرچه عار آیدت	که هنگام سرما بکار آیدت	نظامی
بے حکم شرع آب خوردن خطاست	وگر خون بفتوی بریزی رواست	سعدی
دور مجنوں گذشت و نوبت ماست	هر یکے پنج روز نوبت اوست	
برائے خدمت آنکس که نشناسد حق خدمت	مکن اوقات خود ضائع که نے سر دست نے منت	
بدریا در منافع بے شمار است	اگر خواهی سلامت بر کنار است	
چراغے که بیوه زنے بر فروخت	بسے دیده باشی که شهرے بسوخت	
عزیزی که از درگهش سر بتافت	بهر در که شد هیچ عزت نیافت	
کھونہ تو کار نا ثواب میں وقت	زندہ در گور کر نہ خواب میں وقت	
گرامی داشتم اے نفس از آنت	که یکساں بگذرد بر دل جهانت	
کنج صبر اختیار لقمان ست	هر کرا صبر نیست حکمت نیست	
قناعت بهر حال اولیٰ تر ست	قناعت کند هر که نیک اختر است	
ہاتھ آتی ہے کب علم و ہنر سے دولت	ملتی ہے قضا و قدر سے دولت	
هوس از سرم یک سر مو نرفت	سیاهی ز مو رفت و از رو نرفت	سعدی
آهسته خرام بلکه مخرام	زیر قدمت هزار جان ست	
آنچه نه جستیم و کم دیدیم بسیار است و نیست	نیست جز انساں درین عالم که بسیار ست و نیست	
منت منه که خدمت سلطاں همے کنم	منت شناس ازو که بخدمت بداشتت	
اگر به سیر چمن میروی قدم بردار	که همچو رنگ حنا میرود بهار از دست	

از خدا دان خلاف دشمن دوست	که دل هر دو در تصرف اوست	لااعلم
نفس اژدهاست این کی مرده است	از غم بی آلتی افسرده است	"
بس کنیم و زیرکان را این بس ست	نانگ رو کردیم اگر در ده کس ست	"
این قدرها که دیده جز و نیست	کار کلی هنوز در قدر ست	"
دریاب کنون که دولتست هست بدست	کاین دولت و ملک میرود دست بدست	"
بخشی خیز و با زمانه بساز	ور نه خود را نشانه ساختن ست	عطا
زیرکان زمانه میگویند	زیرکی با زمانه ساختن ست	لااعلم
آنرا که عقل و همت و تدبیر رائی نیست	خوش گفت پرده دار که کس در سرائی نیست	"
چون طفل نی سوار بمیدان کارزار	دارم عنان بدست و بدستم اراده نیست	"
حدیث همین بس که سوختم بی تو	سخن یکیست دگرها عبارت آرائیست	"
از زبان دیگران پیغام زهرآلود چیست	مدعا معلوم شد این حرف دو داند و چیست	"
راه راست برو اگرچه دور است	زن بیوه مکن اگرچه حور است	"
رهروان را خستگی راه نیست	عشق هم راه است و هم خود منزل است	"
بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش	که هرچه ساقی ما ریخت عین الطاف است	"
چو خرما شیرینی اندوده پوست	چه بازش کنی استخوانی درو ست	"
آری اساس خانهٔ عمر استوار نیست	دار فنا محل ثبات و قرار نیست	"
بس کنم خود زیرکان را این بس ست	نکتهٔ کافیست گر سامع کس است	"
مکن جمع کتب کاین ناصواب است	که دل اندر برات ام الکتاب ست	"
دریا بوجود خویش موجی دارد	خس پندارد که این کشاکش با دست	"
غم فرزند و نان و جامه و قوت	باز دارد ز سیر ملکوت	"
ای نغمه بی دل که کباب از تو شد ست	وی عشق بی خانه خراب از تو شد ست	"
سبز بختی لازم خاموشی ست	کی زبان پسته ها در گفتگو ست	"
تمباکو نوشش را سینه سیاه است	وگر باور نداری نی گواه است	"

ما تنگ ظرفان حریف اینقدر نشئه ایم	دانهٔ شکم ما را گردش چشم آسیاست	لا اعلم
من کجا و سیر باغ و بوستان و راغ و کوه	نالهٔ بلبل مرا اینجا بزور آورده است	″
بر وضع ما بچشم حقارت نظر مکن	ما را بخاک تیره محبت نشانده است	″
نوروز و نوبهار و می لاله فام هست	بابر بعیش کوش که عالم دوباره نیست	″
تا خود نرسد وعدهٔ هر کار که هست	سودے نکند یاری هر یار که هست	″
خدائے جهان را جهان تنگ نیست	کمیت مرا نیز پا لنگ نیست	″
دروازهٔ شهر می توان بست	نتوان دهن مخالفان بست	″
مسکین خر اگرچه بے تمیز است	چون بار همی برد عزیز است	″
مکن تکیه بر ملک دنیا و پشت	که او چون تو بسیار پرورد و کشت	″
میان عاشق و معشوق رمزیست	کرام کاتبین را هم خبر نیست	″
نه در هر سخن بحث کردن رواست	خطائے بزرگان گرفتن خطاست	″
نیش عقرب نه از پئے کین ست	مقتضائے طبیعتش این ست	″
هر چه هست از قامت ناساز بے اندام ماست	ورنه تشریف تو بر بالائے کس کوتاه نیست	″
هر کجا در جهان فلک زده ایست	کار او شاعری در مالیست	″
هر که او ردے به بهبود نداشت	دیدن روئے نبی سود نداشت	″
همه اندرز من بتو این است	که تو طفلی و خانه رنگین ست	″
چو شمع از پے علم باید گداخت	که بے علم نتوان خدا را شناخت	″
سنگ اسود کا لیا بوسہ بتوں کی یاد میں	ہم نہ بھولے جا کے تبخانہ میں کبھی بتخانہ کی بات	″
از فرق تا بقدم هر کجا که می نگرم	کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست	″
دل بدست آور که حج اکبر است	از هزاران کعبه یکدل بهتر است	″
بس گرسنه خفت و کس ندانست که کیست	بس جان بلب آمد که بر او کس نگریست	
در بیضه نمی کنند مرغان فریاد	هر چند که بیضه از قفس تنگتر است	طالب آملی
بکوئے یار بریز اشک و حاصلے بردار	پئے زراعت تخم امل زمین این ست	

آدمی را آدمیت لازم است	عود را گر بو نباشد هیزم ست	لا اعلم
آنچه در طبع تو نیاید راست	تو نه فهمیده مگو که خطاست	״
هر کرا بر سماط به نشینی	واجب آمد بخدمتش برخاست	״
هر کرا زر در ترازوی اوست	زور در بازوی اوست	״
آن که در راحت و تنعم زیست	او چه داند که حال گرسنه چیست	״
تو برا اوج فلک چه دانی چیست	چون ندانی که در سرای تو کیست	״
سخاوت مس عیب را کیمیاست	سخاوت همه دردها را دواست	״
شتر را که شور طرب در سر است	اگر آدمی را نباشد خر است	״
عشق چه آسان نمود آه چه دشوار بود	هجر چه دشوار بود یار چه آسان گرفت	״
باپ بیچارے نے مر مر کے کمائی دولت	ناخلف بیٹے نے دو دن میں اڑائی دولت	״
آن جان جهان بجان نهانست	وان روح روان انس و جان ست	״
مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی پیت	مثل ہے جوگی ہوئے کس کی میت	״
بخانه آمدنت عید عشرت افروز ست	مبارک ست که امروز روز نوروز ست	״
روی مقصود که شاهان بدعا می‌طلبند	پیش بندگی حضرت درویشان ست	״
بسر بلندم ز احسان دوست	دل و جان من هر دو قربان دوست	״
شکر فیض تو چمن چون کند ای ابر بهار	که اگر خار و گر گل همه پرورده تست	״
مجردان طریقت بنیم جو نخرند	قبای اطلس آنکس که از هنر عاری ست	״
در مشرب دوستی پسند ست همین	خاطر بدست تفرقه دادن نه زیرکی ست	״
ما بیا و تو سلامت بخیال تو خوشیم	غیر نادیدن تو هیچ پریشانی نیست	״
برین مژده گر جان فشانم رواست	که این مژده آسایش جان ماست	״
آنکس که اولش عدم و آخرش فناست	در حق او گمان ثبات و بقا خطاست	״
در حیرتم که دشمن کفر و دین چراست	از یک چراغ کعبه و بتخانه روشن ست	״
بغیر سبزه نپوشد کسی مزار مرا	که قبرپوش غریبان همین گیاه بس است	نورجهان

هزار بار بشویم دهن ز مشک گلاب	هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست	نورجہاں
بظاهر منگر گرچه سرو سبزم	مگر چوں رنگ حنا باطنم پر از خون ست	لااعلم
جز آستان توام در جهان پناهے نیست	سر مرا بجز ایں در حواله گاهے نیست	//
نمیدانم حدیث نامه چون ست	همیں بینم که عنوانش بخون است	//
چنین ست رسم جهان درشت	گهے زیں به اسپ و گهے زیں به پشت	//
سه‌شنبه، چهارشنبه شمالی خطاست	به پنجشنبه رفتن جنوب بلاست	//
زانکه اگر از پنجه پنجه به جست	عاقبت الامر درافتد بشست	//
سفر کن چو جایت ناخوش بود	کزیں جائے رفتن بدان ننگ نیست	//
دولت اگر دولت جمشید نیست	سوئے آیت تو مید نیست	//
شخصے همه شب بر سر بیمار گریست	چوں روز آمد بمرد و بیمار بزیست	//
دهل ور فغانست دائم و لے	چه حاصل چو اندر میانش هیچ نیست	//
سخن تا نگفتی توانیش گفت	ولے گفته را باز نتوان نهفت	//
منزل یار قرین ست چه دوزخ چه بهشت	سجده گر به نیاز ست چه مسجد چه کنشت	خواجه
همراه اگر شتاب رود همره تو نیست	دل در کسے مبند که دل بسته تو نیست	//
هیچ کارے بے تامل گرچه صائب خوب نیست	بے تامل آستیں افشاندن از دنیا خوش است	صائب
اندر سفر مشقت و دل ملامت است	گر نیست خوش دلی و فرح در اقامت است	//
سفر اهل ایں جهان سقر است	زاں سبب صورت سفر سقر است	
بعد از وفات تربت ما در زمین مجو	در سینه هائے مردم عارف مزار ماست	جلال الدین رومی
حجت ابلها چو دیگ تهی است	کز درون خالی از برون سیه ست	
مورچگاں را چو بود اتفاق	شیر ژیاں را بدر آرند و پوست	سعدی
بگذر ز طمع که آفت جان و دل ست	طامع همه جا در همه کس منفعل است	//
سفر بهتر از آنکه در جاے خویش	دلش از غم ایں و آں ابتر ست	//
پشه چو پر شد بزند پیل را	با همه مردی و صلابت که اوست	//

تا دم نخورد و در نیفزد و قدر مرد	تا لعل خون نگردد جگر قیمتی نیافت	لااعلم
ملت عاشق ز ملت ها جدا است	عاشقاں را مذہب و ملت خداست	〃
عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست	ایں رشتہ را مسوز کہ چندیں دراز نیست	〃
شخصے کہ ازو نفع نہ دنیا و دین ست	ہیچ است اگر بادشہ روئے زمین ست	〃
مرا ز تجربہ کاری شد ایں سخن معلوم	کہ ہمچو عشق بعالم بلائے دیگر نیست	〃
ہر چہ ہست از قامت ناساز و بد اندام ماست	ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست	〃
با مخالف مشرباں یکجا نشستن خوب نیست	ایں غلط مجموعہ را شیرازہ بستن خوب نیست	〃
ابر ناید از پئے منع زکات	از زنا افتد وبا اندر جہات	مولانا روم
ہمہ تن خون شوم ز دیدہ چکم	گر بدانم کہ گریہ را اثر ست	لااعلم
ہیچ کس بر قدرتِ اسرار او آگاہ نیست	در حریم کبریائی عقل و جان را راہ نیست	〃
ایں مراتب کہ دیدۂ جزویست	کار کلی ہنوز در قدر ست	〃
شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز	بر حسب آرزوست ہمہ کار و بار دوست	〃
اگر جز تو داند کہ رازِ تو چیست	بریں عقل و دانش بباید گریست	〃
عنایت کن و مارا بکارِ ما بگذار	کہ کارِ ما ہمہ موقوف بر عنایت تست	〃
مہروان طریقت بہ نیم جو نخرند	قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست	〃
ما تنگظرفان حریف اینقدر سختی نہ ایم	دانۂ اشکیم مارا گردش چشم آسیاست	〃
زمین و آسمان تا برقرار ست	بدنیا نام نیکو یادگار است	〃
شکر فیض تو چمن چون کند اے ابر بہار	کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست	〃
اے برادر نقد را بر طاق نسیاں در منہ	یاوہ گوئی فرع نادانیست اصلش ہیچ نیست	〃
خطا زند بہ نمک ہر کہ اصل او ز خطاست	ببیں بلفظ حلال و حرام را ہمراست	〃
توبہ ہمے کہ در آئی نخست	رخنۂ بیروں شدنش کن درست	〃
یوسف از بیمہرئی اخوان بچاہ افتادہ است	بیحسد نبود برادر گر پیمبر زادہ است	صائب
صاف چون آئینہ میباید شدن با نیک و بد	ہیچ چیز از ہیچ کس در دل نمی باید گذاشت	〃

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
قوت بازو نیاید بی صفائی دل به کار	تیغ تا در زنگ برگ بیدی بیش نیست	صائب
ایک اهل دل که مرهم داغ درون شود	در هیچ شهر و هیچ ولایت نمانده است	〃
نیست عاقل را کمالی بهتر از اظهار عجز	دست گیر ناشناور دست و بالا کردن است	〃
از آمد و رفت نفس آگه نمی گردد کسی	زین کاروان بیخبر بانگ درائی برنخواست	حزین
غرض از ظرف اگر خوردن آبست و طعام	کاسهٔ چوب من و کاسهٔ فغفور یکیست	لا علم
آب دریا زیر کشتی پشتی ست	آب در کشتی هلاک کشتی ست	〃
از احمقان بگریز چون عیسی گریخت	صحبت احمق بسی خونها بریخت	〃
ترا چون من هزاران بندگانند	مرا جز کوی تو راه دگر نیست	〃
خوشتر بجهان ز بیغمی نیست	دردا که بهیچ آدمی نیست	〃
نماز عاشقان ترک وجود ست	نماز جاهلان سجده سجود ست	〃
دریاب کنون که دولتت هست بدست	کین دولت و ملک میرود دست بدست	〃
عبادت باخلاص نیت نکوست	وگرنه چه آید ز بی مغز پوست	〃
اهل همت را نباشد تکیه بر بازوی کس	خیمهٔ افلاک بیچوب وطناب استاده است	〃
چشمت نگران و دل بخوابست	در دست چه شد اگر کتاب ست	〃
کینه بهر سینه که بنهاد رخت	دل شودش از تپش آزار سخت	〃
چون ز دشمن کسی فراغت یافت	جانب خوشدلی عنان برتافت	〃
تیمار غریبان سبب ذکر جمیل ست	جانان مگر این قاعده در شهر شما نیست	〃
از ورطهٔ ما خبر ندارد	آسوده که بر کنار دریاست	〃
اگر بلطف بخوانی مزید الطافست	وگر بقهر برانی درون ما صافست	〃
مجو درستی عهد از جهان سست نهاد	که این عجوزه عروس هزار داماد است	〃
گیرم به یار نامه نویسم برنده کیست	جز رنگ آفتاب بکویش رونده نیست	〃

مے خوردن و خوش زیستن و توبہ شکستن	ایں ہا ہمہ در مذہب رندانہ ضرورست	لااعلم
ہر کہ از تقصیر خود شد منفعل	آب رحمت از جبین خویش یافت	״
رفتم اندر تہ خاک انس بتانم باقیست	عشق جانم بربود آفت جانم باقیست	״
بنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد	بر گردن او بماند و بر ما بگذشت	״
از کرشمہ ہا جانم تیر زد بمژگانم	چوں نہ مرحبا خوانم وقت مرحبا اینست	״
نرسد عاشقی بہ بوالہوساں	عاشقی دیگر و ہوس دگرست	״
عیدست و نشاط و طرب و زمزمہ عامست	مے نوش گنہ بر من اگر بادہ حرامست	״
عشق تا خامست بستۂ ناموس و ننگ	پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست	״
ہوشیار اے شیشہ رہ پر سنگہاست	ایکہ قدم زیں رہگذر فرسنگہاست	״
شب وصال رکھئے خیال معصیت	کریں نہ آپ خدا را گناہ بے لذت	״
تھام لیتا ہے کلیجہ منہ سے کچھ کہتا نہیں	نامہ بر سے پوچھتا ہوں جب نشان کوئے دوست	״
بیا بیا کہ دگر طاقت و قرارم نیست	بیا بیا کہ دگر تاب انتظارم نیست	״
زخم دل مجروح جگر سوختگاں را	سازندہ تر از صبر دوائے دگرے نیست	״
دریں سرائے کہن خوئے کن بخوش سخنی	کہ بہتر از سخن خوب یادگارے نیست	״
گر کار تو نیک ست بہ تدبیر تو نیست	ور نیز بد است بہ تقصیر تو نیست	״
دریں حدیقہ بہار و خزاں ہم آغوش ست	زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش ست	״
خوش تر ز عیش و صحبت باغ و بہار چیست	ساقی کجاست گو سبب انتظار چیست	״
ایں نکتہ سربستہ بیادم ز حباب ست	کایں عمر بہ یک چشم زدن نقش بر آب ست	״
مارا ہوائے گلشن و باغے نماندہ است	اے بوئے گل برو کہ دماغے نماندہ است	״
راست میگویم من و از راست سر نتواں کشید	ہر چہ در گفتار فخر تست آں ننگ نیست	״
افسوس کہ عمر رفت و ہوشیاری نیست	دردا کہ خیال خویشتن داری نیست	״

روئے مقصود کہ شاہان بدعا می طلبند	ہمیش بندگی حضرت درویشان ست	لا اعلم
آگاہ بود خضر ز آفات زندگی	دانستہ آب را ز سکندر دریغ داشت	〃
آں شب قدرے کہ گویند اہل خلوت امشب ست	یا رب ایں تاثیر دولت از کدامی کوکب است	〃
جہان و حیات ایں سپے وفاست	فنا را طلب کن کہ آخر فناست	〃
شراب کہنہ کہ روشن گر روان منست	مصاحب من و پیر من و جوان منست	〃
تا در نرسد وعدۂ ہر کار کہ ہست	سودے نکند یاری ہر یار کہ ہست	〃
از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب	درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست	〃
اے ترک شوخ ایں ہمہ ناز و عتاب چیست	با دل شکستگان ستم بے حساب چیست	〃
دگر تنگ باشد ترا جایگاہ	خدائے جہان را جہان تنگ نیست	〃
چو نتوان عدو را بہ قوت شکست	بہ نعمت بباید در فتنہ بست	〃
مہر از جہان ببر کہ غذائے لطیف تو	خون ست در لباس اگر شیر یا درست	〃
غافل مرد کہ منزل بیت الحرام عشق	صد منزل ست و منزل اول قیامت ست	〃
اے آنکہ با قبال تو در عالم نیست	گیرم کہ غمت نیست غم ما ہم نیست	〃
برائے یکدمہ شہوت کہ خاک بر سر آں	زبون زن شدن آئین شیر مرداں نیست	〃
ایں ہستی تو ہستی ہست دگرست	ایں مستی تو مستی مست دگر است	〃
از فروغ عشق جان تابندہ است	جسم عالم زیں حرارت زندہ است	〃
اے سیر ترا نان جویں خوش نہ نماید	معشوق منست آنکہ تو نزدیک تو زشت ست	〃
در زندگی بکوش کہ فرصت ہمیں دم ست	زیرا کہ روز مرگ بکس آشکار نیست	〃
روئے تو گل و لب تو قند ست	گلقند علاج دردمند ست	〃
ز پارۂ دل ما ہیچ گوشہ خالی نیست	کدام سنگدل ایں شیشہ بر زمیں زدہ است	〃
اغنیا سازند گنبد از طلا و سیم و زر	بر سر گور غریباں گنبد گردوں بس ست	〃
ہمہ کار ما پر ز عیب و خطاست	کہ بے عیب ذات خداوند ماست	〃
افروختن و سوختن و جامہ دریدن	پروانہ ز من شمع ز من گل ز من آموخت	〃

توبه زمی کردم و آمد بهار	ساقیا توبه شکنم آرزوست	لا اعلم
عشق جان را سوی جانان رهبرست	در میان جز و کل پیغمبرست	〃
وامش مده آنکه بی نماز ست	گرچه دهنش ز فاقه باز ست	〃
خوش کنی خاطر وحشی به نگاهی سهل ست	سوی تو گوشه چشمی ز تو گاهی سهل ست	〃
بر تنم هر مو زبانی جز بیا دیار نیست	مو بمو ظاهر نماید حاجت گفتار نیست	〃
وفاداری آئین شاهنشهی ست	غم عهد خوردن ز کار آگهی ست	〃
صوفی از پی تو می راز نهانی دانست	گوهر هر کس ازین لعل توانی دانست	〃
حاصل ز گریه ای دل خانه خراب چیست	آخر ترا چه می شود این اضطراب چیست	〃
ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست	در حضرت کریم تمنا چه حاجت ست	〃
صحبت آنکس که بصدق و صفاست	دامن او گیر که ز اهل وفاست	〃
خری را که تیمار خر بنده کشت	سه جو در شکم به که سی من به پشت	〃
قطع صحبت کردن از یاران صوری خوشترست	کز حضور ناموافق بی حضوری خوشترست	〃
دست طلب از دامن صحبت مگسل	تنها نشین که بیم دیوانگی ست	〃
که کس بمنزل مقصود ره نمی یابد	گر نیستی تمام و دگر بعزم درست	〃
سخن تا نگفتی توانیش گفت	ولی گفته را باز نتوان نهفت	〃
جنت که رضای مادران ست	اندر ته پای مادران ست	〃
زاهد نداشت تاب جمال پریرخان	کنجی گرفت و یاد خدا را بهانه ساخت	〃
شرف آدمی چو از هنر ست	هر که داناترست بالاترست	〃
ما ز دریائیم و دریا هم ز ماست	این سخن داند کسی کو آشناست	〃
عنان عزم بهر جانبی که برتابی	مکن بدست تردد عنان خود ز دست	〃
که کرد قطع تعلق کدام شد آزاد	بریده ز همه با خدا گرفتارست	〃
روی دل از دو طائفه بر تافتن نکوست	از دوستان دشمن و از دشمنان دوست	〃
ز کید زنان پر حذر بایدت	ز الطاف ایشان خطر بایدت	〃

مصراع اول	مصراع دوم	
پرتو نیکان نگیرد آنکه بنیادش بد است	تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد است	سعدیؒ
توانم آنکه نیازارم اندرون کسے	حسود را چه کنم کو ز خود برنج درست	〃
بادشاہے که روا دارد ستم بر زیر دست	دوستدارش روز سختی دشمن زورآور است	〃
با رعیت صلح کن در جنگ خصم ایمن نشین	زانکه شاہنشاہ عادل را رعیت لشکر است	〃
اے سیر ترا نان جوین خوش ننماید	معشوق من است آنکه به نزدیک تو زشت است	〃
حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف	از دوزخیان پرس که اعراف بہشت است	〃
نه ترسد آنکه بر افتادگان نه بخشاید	که گر ز پائے در آید کسش نگیرد دست	〃
ببازوان توانا و قوت سر دست	خطاست پنجهٔ مسکین ناتوان بشکست	〃
ہر آنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت	دماغ بیہوده پخت و خیال باطل بست	〃
ز گوش پنبه برون آر و داد خلق بده	وگر تو می نه دہی داد روز دادے ہست	〃
راستی موجب رضائے خدا است	کس ندیدم که گم شد از راه راست	〃
بدریا در منافع بے شمار است	اگر خواہی سلامت بر کنار است	〃
ز کار بسته میندیش و دل شکسته مدار	که آب چشمهٔ حیوان درون تاریکی ست	〃
قارون ہلاک شد که چہل خانه گنج داشت	نوشیروان نمرد که نام نکو گذاشت	〃
مسکین خر اگرچه بے تمیز ست	چون بار ہمی برد عزیز ست	〃
گوسپند از برائے چوپان نیست	بلکه چوپان برائے خدمت اوست	〃
دریاب کنون که نعمت ہست بدست	کیں دولت و ملک میرود دست بدست	〃
اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست	که زندگانی ما نیز جاودانی نیست	〃
بخت و دولت بکاردانی نیست	جز بتائید آسمانی نیست	〃
عابدان جزائے طاعت خواہند	بازرگان بہائے بضاعت	〃
چه دانند مردم که در جامه کیست	نویسنده داند که در نامه چیست	〃
صورت حال عارفان دلق است	این قدر بس که روئے در خلق است	〃
بعذر و توبه توان رستن از عذاب خدائے	ولیک می نتوان از زبان مردم رست	〃

گر آدمی صفتی ز ملک گرو ببری	که سجده گاه ملک خاک آدمی زاد ست	لااعلم
بے تکلف در بلا بودن به از بیم بلاست	قعر دریا سلسبیل و روئے دریا آتش ست	〃
احوال پریشانیم اندازۀ کس نیست	اجزائے مرا نسبت شیرازۀ کس نیست	〃
تن ز جان و جان ز تن مستور نیست	لیکن کس را دید جان دستور نیست	〃
هرچه آمدت بدست بدادی تو پیش از آن	این جود آن کس ست که از فقر عار نیست	〃
خلق میگوید که خسرو بت پرستی میکند	آرے آرے میکنم با خلق عالم کار نیست	〃
چیست هندو یا مسلمان کوزۀ یک کوزه گر	گرچه کوزه دو شمار آید ولیکن گل یکی ست	〃
کمر سلطنت نیاید بست	هر کرا رغبت تن آسانی ست	〃
کینه بهر سینه که تنها درخت	دل شود کش از پئے آزار سخت	〃
شتاب و تندی کار آهرمن ست	پشیمانی بجان و رنج و تن ست	〃
بردباری خزینۀ خرد ست	هر کرا حلم نیست دیو و دد ست	〃
گر حیا نبود برافتد رسم عصمت از میان	در حجاب درمیانست از تقاضاے حیات	〃
صف شکن قلب مناهی حیاست	راهزن خیل ملاهی حیاست	〃
سعی مفلس کجے بجائے میرسد	آدم بے برگ تیر بے پر ست	〃
شاخ گل هرجا که میروید گل ست	خم مل هرجا که میجوشد مل ست	〃
ما غریبان را تماشائے چمن در کار نیست	داغهائے سینه ما کمتر از گلزار نیست	〃
ملت عشق از همه ملت جداست	عاشقان را مذهب و ملت خداست	〃
خوش ست سرود لیکن دل فراغ کجاست	دل از گلے که تسلی شود بباغ کجاست	〃
چو خون بها طلبند از تو کشتگان در حشر	بتبسمے کن و بگذر همین ادا کافی ست	〃
شاد باش اے دل که فردا روز بازار جزا	مژده قتل ست گرچه وعدۀ دیدار نیست	〃
هیچ از تقوائے نشد حاصل بجز افسردگی	کلفت چل ساله من پاک جام باده رفت	〃
اندر سفر مشقت و ذل و ملامت ست	گر هست خوشدلی و فرح در اقامت ست	〃
شهر بازیچه رمزے می توان خواند	زهر افسانه فیضے می توان یافت	〃

ثواب یک نفس عدل شاهِ خیر اندیش | به از عبادتِ هفتاد سال عابد ست
کار امروز نیندازی بفردا از نهار | که بفردا چو رسی نوبت کار دگر ست
بر احوال آنکس بباید گریست | که آمد بود نوزده خرج بیست
با بخت نیک هیچ کسے راستیز نیست | بهر عروس ملک به از تیغ تیز نیست
زندگی مقصود بهر بندگی ست | زندگی بے بندگی شرمندگی ست
ملاحت آن قدر باید داشتن ساقی | که مے خوردن ز دست او حلال ست
لذتِ دنیا بکام هیچ کس پاینده نیست | چون زبان قحبه هر دم در دهان دیگر ست
لفظ عبادت ارچه بشکل عبادت ست | لیکن بنقطه ز عبادت زیادت ست
لذتِ دردِ محبت را ز بیدردان مپرس | قدر صحت را ندانند هر که او بیمار نیست
گر بچشمان دل مبین جز دوست | هر چه بینی بدانکه مظهر اوست
روئے خوب ست و کمال هنر و دامن پاک | لاجرم همت پاکانِ دو عالم با اوست
مسلمانی اگر کعبه پرستی ست | پرستاران بت را طعنه از چیست
در ناامیدی بسے امید ست | پایان شب سیه سفید ست
آنکه عیب تو گفت یار تو اوست | وانکه پوشیده داشت مار تو اوست
خوبتر بر چهره قدرت نماید خال زهد | خلعت عفت بقدر کامگاری خوشتر ست
یک جان چه متاع ست که سازیم فدایت | الا چه توان کرد که موجود همین ست
بهتری در قبول فرمان ست | ترک فرمان دلیل حرمان ست
معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت | لیتے نہ کبھی بھول کے بھی نام محبت
من چہ اگر یہ کنم از سبب شومی بخت | بے رضائے تو یکے برگ نہ جنبد ز درخت
دولت اگر دولت جمشیدی ست | موئے سفید آیت نومیدی ست
بہر گوشہ افتم ثنا خوان منت | بہر جا کہ باشم خدا دا منت
پیماں شکن کہ ہر کہ پیمان بشکست | از پائے در افتاد بروں رفت ز دست
ہاتھ یاں آتی ہے کب علم و ہنر سے دولت | بلکہ ملتی ہے قضا اور قدر سے دولت

همیشه از لب فواره این سخن جاری ست	که اوج منصب دنیائے دون نگونساری ست	لااعلم
کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست	هر رگ من تار گشته حاجت زنار نیست	〃
سر احقر باوج عزت افراشت	ز دست مرحمت از خاک برداشت	〃
جس شه کے تاج شاہی میں ہوں گوہر ثبات	اُن کی چمک دمک سے منور ہو کائنات	〃
صدف چرا نه کند سینه چاک اے صائب	دریں زمانه که گوهرشناس کمیاب ست	صائب
دعوے محبت ظهوری را	ثابت شده مدعی گواه است	لااعلم
هر جا نجابت ست تواضع دلیل اوست	تیغ اصیل را خمیدن توان شناخت	〃
گر زهر دهی شکر توان گفت	ور سنگ زنی ثمر توان گفت	〃
چون رد و قبول همه در پرده غیب ست	زنهار کسے را مکنی عیب که عیب ست	〃
سخن نزد سخندان برابر جان ست	حدیث نیک بجان گر خرند ارزان ست	〃
کشتگان خنجر تسلیم را	هر زمان از غیب جان دیگر ست	〃
جستن گوگرد احمر عمر ضائع کردن ست	روئے بر خاک سیه آور که کیمیاست	〃
حق پرستی قطره را در قعر دریا کردن ست	خود شناسی بحر را در قطره پیدا کردن ست	〃
هیچ کار زاهد ما حسبة لله نیست	این ریاضت ها که می بینی برائے مطلب ست	〃
هر که را پرورد گیتی عاقبت خونش بریخت	حال آن فرزند چون باشد که خصمش مادر ست	〃
دل اگر دانا بود در هر سخن اسرار هست	چشم گر بینا بود یوسف بهر بازار هست	〃
پند حکیم صیقل آئینه دل ست	مقصود هر دو عالم از آن پند حاصل ست	〃
بیفائده ہیں چارہ گروں کی مشقتیں	ہوتے نہیں ہیں عشق کے بیمار تندرست	〃
خوش ست عهد محبت بدوستان بستن	ولے چه سود که آن عهد را وفائے نیست	〃
مشنو این از زن که زن پارساست	که خر بسته به گرچه دزد آشناست	〃
مطرب و باده و گل جمله مهیاست ولے	عیش بے یار مهیا نشود یار کجاست	〃
مه نور فشاند و سگ بانگ می دهد	سگ را بپرس خشم تو با مهتاب چیست	〃

غضب از شعلہ ہائے شیطانی ست	عاقبت موجب پشیمانی ست	لا اعلم
بیرون ز گور لاف کرامت چہ می کنی	ایمان اگر بگور بری صد کرامت ست	〃
چو عیسیٰ تا توانی خفت بے جفت	مدہ نقد تجرد را ز کف مفت	〃
ہر کہ خود تربیت خود نکند حیوان ست	آدم آنست کہ او را پدر و مادر نیست	〃
در دیدہ یکتائی ما حرف دوئی نیست	زنار چہ و سبحہ صد دانہ کدام ست	〃
بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہ است	سجدہ گاہ ملک روضۂ شاہنشاہ است	〃
عیش معشوق شد و شوہر ہشت	زن زیبا چہ کند شوہر زشت	〃
از سلوک صاحب باطن کسے آگاہ نیست	میرود در آب و نقش پائے او در راہ نیست	〃
زباں کو وصل کی شب گفتگو کی کب ملی فرصت	ہجوم بوسۂ لب نے نہ دی اک بات کی مہلت	〃
من بایں رفتار شیریں عمر خود در باختم	عمر من میرفت و من پنداشتم رفتار دوست	〃
خیریت چاہے تو سیدھی چال چل او یار مست	گرتے ہیں رستہ میں چلتے ہیں اگر میخوار مست	〃
تعلیم ناز چند دہی چشم مست را	دل آن قدر ببر کہ توانی نگاہ داشت	〃
عالم یاس میں گھبرائے نہ انساں بہت	دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارماں بہت	〃
ابلہے را کہ تخم حنظل کاشت	طمع نیشکر نباید داشت	〃
ستیزندگی با خداوند بخت	ستیزندہ را سر برید چون درخت	〃
نعمت دہر گرچہ بسیار ست	نعمتے بہتر از رفیق کجاست	〃
در دلم عشق ز لیلیٰ کافی ست	خواہش وصل ز نا انصافی ست	〃
پالا پڑا ہے مجھ کو عجب بدمزاج سے	جھگڑے تمام دن ہیں لڑائی تمام رات	〃
بدام زلف تو دل مبتلائے خویشتن ست	بکش بغمزہ کہ این سزائے خویشتن است	〃
آن زمان نیست کہ نفعے رسد از کس بکسے	این زمان ترک شر ہر کہ کند احسان ست	〃
جنت کہ رضائے مادران است	اندر تہ پائے مادران است	〃
گر آنست منشور فرمان اوست	ور اینست توقیع فرمان اوست	〃
خجستہ درگہ محمود زاولی دریاست	چگونہ دریا کان را کنارہ پیدا نیست	〃

در پس هر گریه آخر خنده ایست	مرد آخر بین مبارک بنده ایست	״
هزار غوطه زدم و اندران ندیدم دُر	گناه بخت من است این گناه دریا نیست	״
شکستن کمر کوه قاف چندان نیست	بمور هر که مدارا کند سلیمان ست	صائب
سالکان اکثر لکد کوب حوادث میشوند	ماندگان راه را از پایمالی چاره نیست	اشرف
از بهر قطع کردن نخل حیات من	چو آره دو دم نفس اندر کشاکش است	لا اعلم
ملامت شحنهٔ بازار عشق است	ملامت صیقل زنگار عشق است	״
آسمان در دهر دونان را کند دائم مدد	زن سبب انگشت کوچک صاحب انگشتری ست	״
از صحبت ناجنس مرا گرچه نفور است	لیکن چه توان کرد که آن جائے ضرور است	״
آب خواهی تشنگی آور بدست	تا بجوشد (یا رب) ابر رحمت سخت سخت	״
بگیر رسم تعلق دلا ز مرغابی	که چون ز آب بر خاست خشک بر خاست	״
دل گذرگاه جلیل اکبر است	کعبه بتگاه خلیل آذر است	״
صبح دمید و شب گذشت ماه شبیه خانه رفت	روی سحر سیاه کند یا رب این بهانه رفت	״
بات کرنے میں گزرتی ہے ملاقات کی رات	بات ہی کیا ہے جو رہ جاؤ یہیں رات کی رات	״
خشک چوب و خشک تار و خشک پوست	از کجا می آید این آواز دوست	״
خرقهٔ پشمین به بر می طلبی و سیم و زر	کسوت مردان چه سود کار چو مردانه نیست	״
گذشته خواب آینده خیال است	غنیمت دان همین حالے که حال است	״
شراب ناب که روشنگر روان من است	مصاحب من و پیر من و جوان من است	״
شراب ناب که غارتگر روان من است	عدوی جان من و نقص تن و زیان من است	״
من کے ہارے ہار ہے من کے جیتے جیت	من ہی راگ اور دویش ہے من ہی پریم پریت	״
نه تلخ است صبرے که بر یاد اوست	که تلخی شکر باشد از دست دوست	״
سرشت ما بدست خود نوشت	خوش نویس است و نخواهد بد نوشت	״
عبادت بجز خدمت خلق نیست	به تسبیح سجاده و دلق نیست	״
برخیز که این غمکده پرداختنی است	بنداز که اندوخته اندوختنی است	״

ث

بے نشاں دنیا میں جب خود ہو گئے	نام ہے پھر صورت عنقا عبث	صبا
کل کی کل کے ہاتھ ہے اے غافلو	آج تم کو ہے غم فردا عبث	
علم دیں فقہ ست و تفسیر و حدیث	ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث	معنوی
غافلو منزل دنیا ہے سرائے فانی	اس خطرگاہ میں تم چھاؤنی چھاتے ہو عبث	لا اعلم
ہر زمان درد دیگر میرسد	زیں حریفاں بر دل و جاں الغیاث	″
گل و گلچیں کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر	تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث	″

مسیحا تم تو تھے اے جانِ جاں سارے مریضوں کے
نصیب دشمناں کیوں ہو گئے بیمار کیا باعث — ″

ج

صحبت ناراستاں ناراست سازد مرد را	می نماید چہرہ در مرآت ناہموار کج	انور
دنیا طلب مباش و مکن جستجوئے گنج	قاروں بخاک تیرہ شد از آرزوئے گنج	لا اعلم
ز قسمت ازلی سر نمی تواں پیچید	نصیب کرد ہمارا باستخواں محتاج	″
نخل قد ظہیر ز پیری خمیدہ نیست	واحسرتا کہ گشتہ ز بار گناہ کج	ظہیر
تا چند بہر سود و زیاں دردِ سر کشیم	داریم یک سر ایں ہمہ سودا چہ احتیاج	ہلالی
نخشد داغ دل لالہ ز مرہم منت	درد خونی جگراں نیست بمرہم محتاج	فرحت
نتواں بہ قیل و قال ارباب حال شد	منعم نمی شود کسے از گفتگوئے گنج	صائب
منتِ غیر کجا صاحب جوہر گیرد	نیست ریحاں زمرد بہ باراں محتاج	مخلص
عرض مطلب ز مئے گفتار انشا می کند	حرف ناموزوں ما را کرد موزوں احتیاج	بیدل
از تواضع کم نگردد رتبۂ صاحبدلاں	نیست عیبے گر بود شمشیر جوہردار کج	صائب

معنوی

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

ظہیر

دیوانہ از جنون بہ دیوانہ می رود
عاقل کسے کہ پا نگزارد بسوئے گنج

نزد سلطان وزیر با تدبیر
گوہرے ہست بہ ز بادہ و تاج

در شجاعت آدمی ہر چند چوں رستم بود
میشود چوں زال ہر جا حیز بہر احتیاج

شنیدم ز پیران دنیا رنج
کہ زر زر کشد در جہاں گنج گنج

[illegible]

اٹھاتا نہیں جب تلک کوئی رنج
تو ملتا نہیں ہے تب تلک کسی کو گنج

حاصل کسی سے کچھ نہیں ہوتا سوا رنج
دنیا میں لائے ہیں ہمیں قسمت برائے رنج

چوں مختلط شد اعتدال مزاج
نہ عزیمت اثر کند نہ علاج

خشت اول را نہد چوں بر زمین معمار کج
گر رساند تا فلک باشد ہماں دیوار کج

کیمیا گر بغصہ مردہ و رنج
ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

گہ گزندت رسد ز خلق مرنج
کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

بیمار عشق کا جو تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

میتوان داشت نہاں عشق ز مردم لیکن
زردی رنگ رخ و خشکی لب را چہ علاج

چو بینند کز اژدہا نیست رنج
خردمند نگذارد از دست گنج

نزد اہل معنی این کاخ سپنج
ہست چوں ویرانہ خالی ز گنج

ہر دم آزردگی بے سبب را چہ علاج
ما گزشتیم ز لطف تو غضب را چہ علاج

کی دشمنوں کی راہ ابر نے بند
جو گرنہ کیجئے ثواب ہے آج

آدم سے باغ خلد چھٹا ہے کوئے یار
وہ ابتدائے رنج تھا یہ انتہائے رنج

ممکن نہیں مزاج رہے ایک حال پر
گہ آشنائے عیش ہے گہ آشنائے رنج

صبا

دل ہے غذائے رنج جگر ہے غذائے رنج
پیدا کیا ہے ہم کو خدا نے برائے رنج

چ

کنعاں سے جاکے مصر میں یوسف ہوا عزیز	عزت کسی کی ہوتی نہیں ہے وطن کے بیچ	نیر
آتشکدہ میں دیکھ کہ شعلہ ہے بیقرار	آرام دل حصول نہیں ہے وطن کے بیچ	سود
از زاہد صیاد مجو فیض کہ این پوچ	ریش است ہمیں جبہ و دستار دگر ہیچ	صائب
بلبلیں آگئیں چمن کے بیچ	آیا غربت زدہ وطن کے بیچ	



ح

ریش سفید شیخ میں ہے ظلمت فریب	اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح	لا اعلم
خواب غفلت سے کوئی دم جاگ لو زیر فلک	جاکے سونا غافلو زیر زمیں اچھی طرح	''
نے جائے واں بنے ہے نہ بن جائے چین ہے	کیا کیجئے ہمیں تو ہے مشکل سبھی طرح	''
ریش سفید شیخ پہ دھوکہ نہ کھائیو	اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح	''
نے تاب ہجر میں ہے نہ آرام وصل میں	کم بخت دل کو چین نہیں ہے کسی طرح	''
غم نے گھلا دیا مجھے آزار کی طرح	بیمار ہوں میں نرگس بیمار کی طرح	''
کھانا پینا چاہیئے انسان کو انسان کی طرح	بد تمیزی چاہیئے ہرگز نہ حیواں کی طرح	''
بندگی کار جوانی ست بہ پیری مگزار	در شب تار برہ رو کہ بیابی صبح	''
پیچ پر پیچ پڑا کاکل پیچاں کی طرح	حال ابتر ہے مرا زلف پریشاں کی طرح	''
معشوق اور بھی ہیں بتا دے جہان میں	کرتا ہے کون ظلم کسی پر تری طرح	''
بہ از روئے زیباست آواز خوش	کہ این حظ نفس است واں قوت روح	سعدی

خ

کریم وہ ہیں تواضع کرم جو کرتے ہیں	ثمر نہ کیوں کہ دے ہے جو پر ثمر ہو شاخ	سودا
بد خصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک	اونچا ہے آشیانہ زاغ و زغن کی شاخ	ذوق
کوئی رہ سکتا زمانہ میں نہیں ہے ایک طور	کچھ سے کچھ کر ڈالتا ہے اس کو دم بھر میں چرخ	ظفر
اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی	برآورند غلامان او درخت از بیخ	سعدی
به نیم بیضه که سلطان ستم روا دارد	زنند لشکریانش هزار مرغ بسیخ	〃
قرب نیکان را نمی باشد سرایت در بدن	گر شکر شیرین نگردد چون بود با دام تلخ	صائب
بسیار کرده است دم شعله را دراز	روزی که شود شعله کند گردن شیخ	خاقانی
هر دم از عمر گرامی هست گنج بی قیاس	می رود گنجی چنین هر لحظه بر باد آخ آخ	جامی

د

محبت است که دل را نمی دهد آرام	دگر ز صحبت که آسودگی نمی خواهد	الہام
قانع بتجلی نه شود شایق دیدار	پروانه بمهتاب تسلی نتوان کرد	〃
گر نخل رفت میوهٔ او پایدار باد	دریا اگر گذشت دُر شاهوار باد	〃
میدار سر سبز خاکساران جهان	شکرانه آنکه سرفرازت کردند	〃
تا زنده ام ز لطف خود از ما مکن دریغ	بعد فنا کسی بکس احسان نمی کند	〃
آنکس که خدا منصب خواریش دهد	البتہ بکار و بار یاریش دهد	〃
ما کار خویش را بخداوندگار ساخته	بسپرده ایم تا کرم او چها کند	〃
روزم بتبسم و شبم بالم میگذرد	عمرم همه با محنت و غم میگذرد	〃
در انجمنی که شمع روی تو نیست	چراغ دیده را گل نتوان کرد	〃
غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش	شاید همین نفس نفس واپسین بود	〃

زبان خوش دلی در باب دریاب	که هر دم در صدف گوهر نباشد	لا اعلم
بلبل ز ادب پا نه نهد در صف گلزار	تا گل بطلب گاری او لب نگشاید	״
دل من لفظ و یاد تو معنیست	معنی از لفظ کے جدا باشد	״
زهے سعادت آنکس که یارش آرد بار	کنم ز بند غم و محنت و الم آزاد	״
نخواهد این چمن از سرو و لاله خالی ماند	یکے همی رود و دیگرے همی آید	״
لحن داودی چنان محبوب بود	لیک بر محروم بانگ چوب بود	״
خار رنگین نه شد ز صحبت گل	اثر نیک کے به بد باشد	״
عالم که کامرانی و تن پروری کند	او خویشتن گم است کرا رهبری کند	سعدی
علم را تا نفروشی و عمل را نخری	تا ابد کے ز دلت گرد جهالت برود	صافی
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس	توبه فرمایان چرا خود توبه کمتر میکنند	حافظ
تا که از تاب خورشید نباشد کششے	کوشش ذرهٔ بیچاره بجاے نرسد	لا اعلم
گردش گردون گردان گردگان را گرد کرد	به سر اهل تمیزان ناقصان را مرد کرد	״
تعجب نیست بدطینت اگر حاجت روا گردد	که ز خسم کهنه را خاکستر عقرب دوا گردد	״
شادمانی بجهان قسمت نادان گشته	هر کجا بود غمے بهر دل دانا شده	״
اهل کرم که عزت جهان شناختند	خجلت کشند گر غمے از دل برون کنند	کلیم
سعادتمند را باشد گوارا سختی عالم	هما را در گلو هرگز ندیدم استخوان گیرد	حزین
هر که شد خاک نشین برگ و برے پیدا کرد	دانه با خاک چو پیوست سرے پیدا کرد	״
جور خود را بر ضعیفان آزماید روزگار	تیغ را دائم براے امتحان بر موم زند	سلیم
آسمان بار امانت نتوانست کشید	قرعهٔ فال بنام من دیوانه زدند	حافظ
طلوع اختر دولت نصیب ناکس شد	سر چراغ به امداد خس بلند شود	لا اعلم
مگو عاقل کجا در محنت ایام می افتد	که مرغ زیرک اینجا بیشتر در دام می افتد	״
نمی باشد نگین قیمتی را نقش در طابع	با هنر هر کس که دارد در جهان گمنام میگردد	״
صفا دارد جهان تا دل ز کلفت پاک میباشد	شود ماتم سرا عالم چو دل غمناک می باشد	״

بعالم هرکه را بینم بدل درد و غمے دارد	ز دست غم منال اے دل که غم هم عالمے دارد	لا اعلم
درین دنیا کسے بے غم نه باشد	اگر باشد بنی آدم نه باشد	״
هوائے گلشن هستی شگفتن بر نمی تابد	نصیب غنچه خندیدن نباشد تا نفس دارد	״
نه از دنیا خسے دارم نه پروائے کسے دارم	دلے دارم سراسر غم غمے دیگر نمی گنجد	״
دنیا الم غفلت و عقبی غم اعمال	آسودگی از ما دو جهان فاصله دارد	״
خداوند از آن بنده خشنود بود	که راضی بکردار یزدان بود	حزین
شکر نعمت واجب آید در خرد	ور نه بگشاید در خشم ابد	معنوی
شکر نعمت قدرتت افزون کند	کفر نعمت از کفت بیرون کند	״
چوں نباشد دل خرسند که اکسیر غناست	زیں چه حاصل که زر و سیم فراوان باشد	حافظ
غم فردا مخور امروز که تا روز دگر	تکیه بر مهلت دیوان قضا نتوان کرد	صافی
بر نمی دارد شراکت ملک تنگ بے غمی	زان سبب اطفال دائم دشمن دیوانه اند	صائب
ندارد حاصلے جز تیره روزی بر تو منت	که ماه از شرم نور عاریت شبها برون آید	لا اعلم
فروغ ماه محالست بامداد بود	دو هفته هست لباسیکه مستعار بود	״
صیاد نه هر بار شغالے ببرد	یک روز به بینی که پلنگش بخورد (یا بدرد)	سعدی
هر که بر خویشتن نه بخشاید	گر نه بخشد بر دگر کسے شاید	״
فضل و هنر ضائعست تا نه نمایند	عود بر آتش نهند و مشک بسایند	״
اگر بهر سر موئیت دو صد هنر باشد	هنر بکار نیاید چو بخت بد باشد	״
وجود مردم دانا مثال زر طلاست	که هر کجا رود قدر و قیمتش دانند	״
بزرگ زاده نادان بشهر وا ماند	که در دیار غریبش هیچ بستانند	״
چوں در پسر موافقت و دلبری بود	اندیشه نیست گر پدر از وے بری بود	״
بدوزد طمع دیده هوشمند	در آرد طمع مرغ و ماهی به بند	״
هرکه با فولاد بازو پنجه کرد	ساعد سیمین خود را رنجه کرد	״
زمان خوشدلی دریاب دریاب	که دائم در صدف گوهر نباشد	حافظ

هیچ صیقل نکو نداند کرد	آهنی را که بدگهر باشد	سعدی
این همه کبر و غرور خشم تا چند	هست از تو بزرگتر خداوند	"
نرود مرغ سوی دانه فراز	چو دگر مرغ بیند اندر بند	"
پند گیر از مصائب دگران	تا نگیرند دیگران ز تو پند	"
آنانکه فخر خویش باجداد میکنند	چون سگ باستخوان دل خود شاد میکنند	"
دولت همه عیب مرد پوشد	چون بارش آب گرد پوشد	"
گر همین مکتب ست و این ملا	کار طفلان تمام خواهد شد	"
دوستان در زندان بکار آیند	که به سفره همه دشمنان دوست نمایند	"
نخواهم بعد مردن هیچکس بر من کفن پوشد	که چون آتش بمیرد خویش را از خویشتن پوشد	"
بود درویشمندان را اجتناب از نعمت شاهان	برد آئینه در بزم سکندر آب و نان از خود	"
مرد دنیا را از اسباب تعلق چاره نیست	تا بود سر منت دستاری باید کشید	"
خانهٔ هر که باندازه بود چون زنبور	همه ایام حیاتش بحلاوت گذرد	صائب
توانی سبز شد در مجلس رو حاشیان صائب	ترا چون سرو گر در چار موسم یک قبا باشد	"
گنج زر گر نبود کنج قناعت باقی است	آن که آن داد بشاهان بگدایان این داد	حافظ
رنج بیهوده میبر در پی افزونی رزق	چون مه بدر بیک گردهٔ نان قانع شد	لا اعلم
ندارد چشم احسان از خسیسان همت قانع	محال ست استخوان را از دهان سگ هما گیرد	"
عالم بدستگاه قناعت نمی رسد	در چشم مور ملک سلیمان نمی رسد	"
لب تشنه در محیط صدف کرد زندگی	قانع ز آب منت حاتم نمی شود	"
کاسهٔ چشم حریفان پر نشد	تا صدف قانع نشد پر در نشد	"
حریص را نکند نعمت دو عالم سیر	همیشه آتش سوزنده اشتها دارد	"
رومی سازد ترش صاحب طمع از حرف تلخ	سگ ز حرص طمع سوزن همره نان می خورد	"

مرا ترک طلب سرمایهٔ صاحب کلاهی شد
چو کشکول گدائی واژگون شد تاج شاهی شد

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
نه قندی که مردم بصورت خورند	که ارباب معنی به کاغذ برند	لا اعلم
گفتم که خطا کردی و تدبیر نه این بود	گفتا چه توان کرد که تقدیر چنین بود	״
نه زر و سیم نه لعل و گهر خواهد ماند	در بساط تو همین گرد سفر خواهد ماند	مشهدی
بود ملال بمقدار مال هر کس را	بقدر روغن خود هر چراغ میسوزد	لا اعلم
گزیند هر که سود دیگران را بر زیان خود	باندک فرصتی صائب زیانش سود میگردد	صائب
زاحسان می شود صاحب کرم را دولت افزون تر	پی هر چاه را آب از کشیدن بیش میگردد	سلف
گیرد بقرض هر چه ز هر کس نمی دهد	دشنام اگر دهند پسش نمی دهد	سعدیا
می کنم فکر بخیلان از کریمان بیشتر	کز ره امساک حفظ آبرو هم می کنند	صائب
کرم ز بخل به اما بخیل به ز کریم	بخیل هر آینه کس را گدا نمی خواهد	کلیم
عجز با وصف کمالست دلیل عزت	ور نه افتادگی از خار و خسی می آید	رسا
محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد	که نخل شاخ پیوندی به از اول ثمر دارد	صائب
یکسان بخوب و زشت جهان می کند نظر	آنرا که همچو آینه هموار کرده اند	مخلص
هر آن کس که گردن بفرمان دهد	بسی بر نیاید که فرمان برد	سعدیا
زاتفاق مگس شهد می شود پیدا	خدا چه لذت شیرین در اتفاق نهان	صائب
پاک طینت کامل از تنها نشینی می شود	قطره گوهر از ره خلوت نشینی می شود	״
از ضعف بهر جا که نشستند نشستند	خیزند چو مستان چو نشستند فتادند	
خود را چنانکه هستی بنما بعیب جویان	چون پای پرده داری کز پرده بر نباشد	کلیم
عقل اگر داری بچشم کم مبین دیوانه را	یکتن از فهم بیابان را مسخر می کند	״
کمبختی هنرمند نقص هنر نباشد	گر رشته نارسا شد عیب گهر نباشد	״
زرق آنچنان خوش است که کم کم فتد بدست	زهرست روزیی که بیکبار می رسد	״
در غم خویش دشمن عریان بدن ندارد	مرگش کسی نخواهد هر کس کفن ندارد	״
بآن گروه که از ساغر وفا مستند	زما سلام رسانید هر کجا هستند	״
رشته عمر بمقراض دو لب قطع شود	بیشتر خلق جهان بر سر گفتار شدند	״

عیب پاکان زود بر مردم هویدا می‌شود	در میان شیر خالص موی رسوا می‌شود	لااعلم
در بند آن نیم که بد شنام یا عیب	یاد من بخیر هر که مرا یاد می‌کند	״
بر سفال جسم نازیدن ندارد حاصلی	از یک صدای تیز شکست فردا بشکند	״
زاده ظالم ستمگر میشود	تیغ چون بشکست خنجر میشود	״
سخت جانان را بگری نرم کردن مشکل است	آب گردد آهن اما باز آهن نمی‌شود	״
چو سرکشی به سر افتادگی آید شو غافل	که کار خویش خواهد کرد آتش هر کجا افتد	״
شد کند از ملایمت سخن زبان خصم	دندان مار را به تعدی توان کشید	״
به سختیهای دشمنان و حسود	دوستان را از دست نتوان داد	״
محبت را پس از قطع محبت لذتی دارد	که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمر دارد	״
مرد را باشد خطر چون عزتش برتر شود	خالی از سفتن نباشد قطره چون گوهر شود	״
آنرا که زور بازوی کسب و هنر بود	دست پر آبله صدف پر گهر بود	״
به آبرو ز حیات ابد قناعت کن	که خضر وقت بود هر که آبرو دارد	״
دشواری ندارد راه فنا و لیکن	راهی که بی رفیق است دشوار می‌نماید	״
گره ز ناخن تدبیر کی گشاده شود	که از کلید غلط بستگی زیاده شود	״
قسمت ازلی باش از جهان خرسند	که چون فضول شود میهمان گران گردد	״
قفل قسمت به تدبیر کسی وا نکند	ورنه در زیر فلک اهل خرد بسیار اند	״
نصیب گر بود از هیچ	صدف رزق از آسمان ریزد	
چو قسمت نیست	رزق از دهن چون آسیا ریزد	״
رزق را رزاق رسان بمقدار پیمانه داد	خوشه را چندین شکم داد و بهر یک دانه داد	״
چه کار از یاری دوران بر آید	بهمت کارها آسان بر آید	״
از تلخی سوال کریمی که واقف است	فرصت لب گشودن سائل نمی‌دهد	״
چشم پوشیدن ز دنیا بر خسیسان مشکل است	نیست ممکن کاسه خود را گدا واژون کند	״

بے ریاضت نتوان شہرۂ آفاق شدن	مہ چو لاغر شود انگشت نما میگردد	لا اعلم
ہر کہ دارد ہمت والا بجائے میرسد	رفتہ رفتہ شمع را استادگی رفتار شد	״
رشتۂ سعی قوی کن کہ رسیدن نتوان	بر سر کنگرۂ مقصود چو بگسست کمند	جامی
مرغ پر نارستہ چون پران شود	لقمۂ ہر گربۂ دران شود	معنوی
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد	ہر کہ خود را دید او محروم شد	״
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد	״
چون قضائے حق رضائے بندہ شد	لطف حق را لائق و زیبندہ شد	״
خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد	این نمیداند روزی دہ دہد	لا اعلم
رو بسوے ہر کہ آرم رو بگرداند ز من	بخت چون گردد زبون بر تن قبا دشمن شود	مخفی
مکن اندیشۂ ماضی مشو در فکر مستقبل ہ	غنیمت دان ہمین دم را کہ ہر دم کیمیا باشد	״
رفیق اہل غفلت عاقبت از کار میماند	چو یک پا خفت پائے دیگر از رفتار میماند	״
بسان شیشۂ خالی کہ بگذارند بر طاقش	بود بے آبرو مفلس اگر بالا نشین گردد	غنی
بفہم ہیچ مضمون بز لب بستن نمی آید	خموشی معنئے دارد کہ در گفتن نمی آید	״
نمی سازد غذائے چرب زائل ضعف پیری را	کمان را اگرچہ روغن میدہی فربہ نمی گردد	״
گوید زبان شیشہ نہانی بگوش جام	ہر کس کہ سرکشد بجہان سرنگون شود	״
من از قدم سعی بمقصود رسیدم	ہر آبلہ پائے مرا قبلہ نما شد	״
ز راہ حرص عجب نیست گر بخاک فتند	سبکروان کہ چو شاہین بلند پرواز اند	״
بصورت ہمہ آدمی پیکر اند	بہ سیرت بسے کم ز گاو و خر اند	״
با خاطر افسردہ دلان چند توان بود	با مردہ بیک گور چسان بند توان بود	״
اگر بظاہر زاہد از دنیا کند پہلو تہی	از فریب او مشو غافل کہ میدان میکند	״
در سنگ خارا نیز سخن میکند اثر	کوہ از صدا ہمین سخن اظہار میکند	״
کم از کثرت دم نباشد اختلاط تلخ گفتاران	گزیدن چون زبان عادت نماید نیش میگردد	״
گدا و شاہ را از خاکساران ست آسائش	زمین چون می طپد ویرانہ آباد میگردد	״

دل چو خالی شد از خیال خودی — حرم خاص کبریا باشد — ״

با همه ذره پرتو فیض ازل یکسیت — هر کس بقدر همت خود کار می برد — ״

شد چشم من ز نعمت عمر دو روزه سیر — از روزگار خضر و مسیحا چه دیده اند — ״

بے جوہراں بہ تربیت آدم نمی شوند — شبنم بہ بوئے گل نتواند گلاب شد — امین

شد از زبان شمع مرا روشن این سخن — چوں شمع میخورد سر خود هر که سر کشید — شوکت

آہن از معدن فولاد بروں می آید — لیک ز آمیزش او قابل جوہر نشود — ظہیر

مرد را بر تن لباس معرفت آرایش ست — زن طبیعت میل بر دیبائے زرکش می کند — ״

کے از جمع زر کم شود حرص ممسک — کسے از نخوردن کجا سیر گردد — کاشی

شرف مرد بجود ست و کرامت بہ سجود — ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ ز وجود — وحید

راہ پر دور است و من بس ناتواں — بار عصیانم گرانی می کند — مجذوب

در سخن ہرگز نماند جوہر قابل نہاں — بوئے گل تا غنچہ لب وا کرد عریاں می شود — مہرباں

در سخن گفتن خطائے جاہلاں پیدا شود — تیر کج چوں از کماں بیروں رود رسوا شود — صائب

بغیر شہد خموشی کدام شیریں ست — کہ از حلاوت آں لب بہ یکدگر چسپید — ״

اطلس و دیبا نباشد پوشش آزادگاں — در لباس عیب پوشی زندگانی میکنند — ״

اہل دل را بہ بدی یاد مکن بعد از مرگ — خواب و بیداری ایں طائفہ یکساں باشد — ״

از تامل میتواں دریافت صائب عیب خویش — وائے بر آں کس کہ ایں آئینہ را دور افگند — ״

ما پیش پائے خویش ندیدیم ہمچوں شمع — تا دیگراں ز دیدۂ بینا چہ دیدہ اند — ״

کسیکہ عیب تراشیش چشم بنگارد — ببوس دیدۂ او را کہ بر تو حق دارد — ״

میرسد فیض سبکروحاں باطراف جہاں — می شود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود — ״

مردم کوتہ نظر در انتظار محشر اند — دیدۂ روشن دلاں آئینۂ محشر بود — ״

بخدمت بندہ از آزاد مرداں زود میگردد — ایاز از حسن خدمت عاقبت محمود میگردد — ״

منعم از خواب عدم تیرہ رواں برخیزد — ہر کہ شب سیر خورد صبح گراں برخیزد — ״

خودی سرگشتہ دارد راہ پیمایان عالم را — ز خود ہر کس کہ پا بیروں گذارد رہنما گردد — ״

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
آنکه مایه دار بود خودنمائی نیست	هرگز گلے کسے بسر باغبان ندید	صائب
مشو از شکر حق غافل که حق از خلق نعمت را	نمیگرد بکف اما به کفران باز می گیرد	″
مرد حق را چون شناسد زاهد حق ناشناس	چون رسد در دیگرے هرکس که از خود باز ماند	″
عجز و فنا و نیست سرانجام سرکشی	چون شعله شد ضعیف بخس التجا برد	″
مانند نور دیده عزیز است در نظر	هر خورده را کسیکه چو عینک بزرگ دید	″
صحبت یاران یکدل رهنمائے مطلب ست	آبها یکجا شوند و روئے در دریا کنند	″
اگر دو یار موافق زبان یکے سازند	فلک بیک تن تنها چه می تواند کرد	″
در وطن فیض سفر نیست قدم بیرون نه	قطره در آب محال است که گوهر گردد	″
می شود روشن ز آتش بوئے هر هیزم که هست	نیست ممکن عیب خود کس ز سفر پنهان کند	″
در قبضه سعی ست کلید در روزی	شیر از کشش طفل ز پستان بدر آید	″
دهان هر که بد آموز شد بحرف سوال	جراحتے ست که هرگز بهم نمی آید	″
ز فریاد و فغان طبل تهی سیری نمیدارد	ندارد گوش امن آنکس که در بند شکم باشد	″
آسمان را دل نسوزد بر شکایت پیشه گان	دایه بیزار است از طفلیکه پستان میگزد	″
سختی پذیر باش که گردد سفید رو	هر دانه که در دهن آسیا فتاد	″
سپهر نیک و بد از یکدگر جدا نکند	تمیز گندم و جو از هم آسیا نکند	″
دل ز قید جسم چون آزاد گردد وا شود	چون حباب از خود کند قالب تهی دریا شود	″
معلوم شد ز خواب گران گذشتگان	کاسودگی نهفته بزیر زمین بود	″
ز خم شمشیر قضا از سینه می روید چو گل	از زره پوشی چه حاصل از سپرداری چه سود	″
ز مشرق میشود هر اخترے در وقت خود طالع	رسد چون نوبت ما طفل را دندان برون آید	″
لطف حق در تنگ روزی میرساند بیدریغ	بهر روزی آدمی چندین چرا غم میخورد	″
بهر کارے که همت بسته گردد	اگر خارے بود گلدسته گردد	″
بهشت آنجا که آزارے نباشد	کسے را با کسے کارے نباشد	″
عجب دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد	وگر دم در کشم ترسم که مغز استخوان سوزد	لا اعلم

چلتے چلتے جگ بھیا بھیک دوارہ دور	گنٹھڑی مکی پگ تھکے رہوں بسور بسور	لا اعلم
رونق خوبی ست ایدل مگسل از روشندلاں	گل جدا از شمع چو افتاد بد بو می شود	کلیم
آہن ارچہ تیرہ و بے نور بود	صیقلے آں تیرگی از روئے ربود	
رفیق اہل غفلت عاقبت از کار می ماند	چو یک پا خفت پائے دگر از رفتار می ماند	غنی
رودنان کے بخود درماندگانرا کار بکشاید	گرہ امکاں ندارد باز از انگشت پا گردد	محمود
با خاطر افسردہ دلاں چند تواں بود	با مردہ بیک گور چساں بند تواں بود	حزیں
چوں مزاج آدمی گل خوار شد	زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شد	″
ہر کہ با ناراستاں ہم سنگ شد	در کمی افتاد و عقلش دنگ شد	″
زندگانی غافلاں خواب و خیال آتش نیست	حیف وقتیکہ صرف صحبت جاہل کنند	مخفی
کس نیاموخت علم تیر از من	کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد	سعدی
بے جوہراں بہ تربیت آدم نمی شوند	شبنم بہ بوئے گل نتواند گلاب شد	امین
بالزام پیاپے ابلہے ملزم نمی گردد	اگر صد سال الزامش دہی آدم نمی گردد	صائب
در ذکر خدا بہ کہ شود حرف چو تسبیح	ایام حیاتیکہ بہ صد سال برآید	″
قامت ہر کہ شود خم ز عبادت صائب	خاتم دست سلیمانِ جہاں می گردد	″
بہار جوانی بپر اطاعت کن	کہ چوب خشک چو گردید خم نمی گردد	″
از عصائے خود خطر دارند کوراں وقت جنگ	بے بصیرت از دلیل خویش ملزم می شود	″
در دست چہ دارند بجز دیدہ نگراں	آنہا کہ دریں باغ چو نرگس نگرانند	″
جواں را صحبت پیراں حصار عاقبت گردد	بخاک خوں نشیند تیر چوں دور از کماں گردد	″
صحبت نیکاں خسیساں را دعائے جوشن است	ایمن است از سوختن تا خار در بستاں بود	″
ناقصاں را صحبت کامل عیاراں کیمیاست	خاک را از پرتو خورشید تاباں می کند	″
پذیرائے نصیحت نیست دل اہل تنعم را	چو کاغذ چرب باشد نقش را دشوار می گردد	″
بہرہ خواجہ ز اسباب بجز محنت نیست	عرق از بار گراں قسمت حمال بود	″
از چشمۂ خورشید مجو آب مروت	کیں چشمہ ز چشم دگراں آب برآرد	″

نیست غیر از خوردن خوں روزی ز الضیب	آسیا بیدانہ چوں گردید خود را می خورد	صائب
میتوانی دوزخ خود را بہشتی ساختن	کوثر نقد از چشم اشک بارت داده اند	״
باران بے محل ندہد نفع کشت را	در وقت پیری اشک ندامت چہ میکند	״
سخن از استعمال قدر پذیرد صائب	قطرہ در گوش صدف گوہر شہوار شود	״
نکشد سر بگریباں خجالت صائب	ہر کہ امروز در اندیشۂ فردا باشد	״
از پایۂ خود پائے نہد ہر کہ فرو تر	مستی است کہ پروائے لب بام ندارد	״
نہ ہمیں روزی خورد مہماں ز خواں میزباں	میزباں ہم رزق خود از خوان مہماں میخورد	״
آنچناں کز کاوش آب چشمہ می گردد زیاد	دخل ارباب کرم افزوں ز سائل می شود	״
زیرش ابر نباشد بہ فشردن موقوف	از کریماں چہ ضرورت است طلب باید کرد	״
ہیچ صیقل نکو نداند کرد	آہنے را کہ بدگہر باشد	سعدی
با گرسنگی قوت پرہیز نماند	افلاس عناں از کف تقوی بستاند	״
بپوش گر سخنانے رسی و طعنہ مزن	کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود	״
اے حمال عیب خویشتن آید	طعنہ بر عیب دیگراں مزنید	״
ہر کہ عیب دیگراں پیش تو آورد و شمرد	بیگماں عیب تو پیش دیگراں خواہد برد	״
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنہ پاکاں برد	״
مر استاد را ہر کہ محکوم شد	بسے بر نیاید کہ مخدوم شد	״
نبدائی اے کودک با پسند	کہ مرداں ز خدمت بجائے رسند	״
عدو را بالطاف گردن بہ بند	کہ نتواں برید بہ تیغ ایں کمند	״
چو دشمن کرم بیند و لطف و جود	نیاید دگر خبث ازو در وجود	״
اگر چہل سالہ را عقل و ادب نیست	بہ تحقیقش نشاید آدمی خواند	״
یا دفا خود نبود در عالم	یا مگر کس دریں زمانہ نکرد	״
بہ سرو گفت یکے میوہ نمے آری	جواب داد کہ آزادگاں تہی دست اند	״
گرچہ بیروں ز رزق نتواں خورد	در طلب کاہلی نباید کرد	״

هر که نان از عمل خویش خورد	منت حاتم طائی نبرد	سعدی
خردمند مردم هنر پرورند	که تن پروراں از هنر لاغرند	〃
اگر بهر سر موئیت دو صد هنر باشد	هنر به کار نیاید چو بخت بد باشد	〃
بزرگی بایدت بخشندگی کن	که دانه تا نیفشانی نروید	〃
کرا در خرد رائے باشد بلند	نگوید سخن ہائے ناسودمند	نظامی
نپرسیده هر کو سخن یاد کرد	همه گفته خویش بر باد کرد	〃
تو بندگی چو گدایاں به شرط مزد مکن	که خواجه خود روش بنده پروری داند	حافظ
گوهر پاک بباید که شود قابل فیض	ورنه هر سنگ و گلے لولو و مرجان نشود	〃
با عقل و فهم و دانش داد سخن تواں داد	چوں جمع شد معانی گوئے سخن تواں زد	〃
برق تجلی و نفس اهل دل یکے ست	منصور دار شجر طور مے کنند	〃
بخواری منگر اے منعم ضعیفان و نحیفاں را	که صدر مسند عزت فقیر ره نشیں دارد	〃
خوں میخوریم و لے نہ جائے شکایت است	روزی ما ز خواں کرم ایں نواله بود	〃
قومے بجد و جهد نهادند وصل دوست	قومے دگر حواله به تقدیر می کنند	〃
جهل را در جنگ دانش لشکرے درکار نیست	صد فلاطوں را یکے کج ملزم می کند	کلیم
هر چند خرمی جهاں را سبب نهم	مانند ابر هیچکسم شادماں ندید	
کس ندانست که منزلگه مقصود کجاست	ایں قدر هست که بانگ جرسے می آید	حافظ
نیک و بد چوں همی بباید مرد	خنک آں کس که گوئے نیکی برد	سعدی
هر که مزروع خود خورد بخوید	وقت خرمنش خوشه باید چید	〃
هر که شاه آں کند که او گوید	حیف باشد که جز نکو گوید	〃
خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر	زاں بیشتر که بانگ برآید فلاں نماند	〃
تا مرد سخن نگفته باشد	عیب و هنرش نهفته باشد	〃
هر بیشه گماں مبر که خالیست	شاید که پلنگ خفته باشد	
پسر نوح با بداں بنشست	خاندان نبوتش گم شد	

مصرع اول	مصرع دوم	
سگ اصحاب کہف روزے چند	پے نیکاں گرفت مردم شد	سعدی
دیدیم بسے کہ آب سرچشمہ خورد	چوں بیشتر آمد شتر و بار ببرد	〃
عاقبت گرگ زادہ گرگ شود	گرچہ با آدمی بزرگ شود	〃
پادشاہے کہ طرح ظلم فگند	پائے دیوار ملک خویش بکند	〃
بنی آدم اعضائے یکدیگر اند	کہ در آفرینش زیک جوہر اند	〃
بر خود در طماع باز نتواں کرد	چو باز شد بدرشتی فراز نتواں کرد	〃
ہر کجا چشمہ بود شیریں	مردم و مرغ و مور گرد آیند	〃
ہمائے بر ہمہ مرغاں ازاں شرف دارد	کہ استخواں خورد و طائرے نیازارد	〃
اگر صد سال گبر آتش فروزد	چو یکدم اندراں افتد بسوزد	〃
منشیں ترش از گردش ایام کہ صبر	گرچہ تلخ است ولیکن بر شیریں دارد	〃
خدائے راست مسلم بزرگی و الطاف	کہ جرم بیند و ناں بر قرار میدارد	〃
بزرگی بایدت بخشندگی کن	کہ دانہ تا نیفشانی نروید	〃
آتش سوزاں نکند با سپند	آنچہ کند دود دل دردمند	〃
گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد	از کماندار بیند اہل خرد	〃
زورمندی مکن بر اہل زمیں	تا دعائے بر آسماں نرود	〃
حذر کن ز درد درونہائے ریش	کہ ریش درون عاقبت سر کند	〃
بہم بر مکن تا توانی دلے	کہ آہے جہانے بہم بر کند	〃
تا توانی درون کس مخراش	کاندریں راہ خارہا باشد	〃
کار درویش مستمند بر آر	کہ ترا نیز کارہا باشد	〃
بناداں آنچناں روزی رساند	کہ دانا اندر آں حیراں بماند	〃
تشنہ سوختہ در چشمۂ روشن چو رسد	تو مپندار کہ از پیل دماں اندیشد	〃
ملحد گرسنہ در خانۂ خالی بر خواں	عقل باور نکند کز رمضاں اندیشد	〃
بزرگش نخواہند اہل خرد	کہ نام بزرگاں بزشتی برد	〃

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
هر که عیب دگران پیش تو آورد و شمرد	بیگمان عیب تو پیش دگران خواهد برد	سعدی
در قزاگند مرد باید بود	بر مخنث سلاح جنگ چه سود	″
پارسا بین که خرقه در بر کرد	جامهٔ کعبه را جل خر کرد	″
ای بسا اسپ تیز رو که بماند	که خر لنگ جان بمنزل برد	″
میفتد آخر بدستش دولت دنیا و دین	هر که پای او بدامان توکل میرسد	حزین
گفت پیغمبر با آواز بلند	بر توکل زانوی اشتر ببند	معنوی
موج را سر رشته میگردد بدریا منتهی	راه های مختلف آخر بیکجا میرسد	صائب
جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه	چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند	حافظ
ببین کرامت بتخانهٔ مرا ای شیخ	که چون خراب شود خانهٔ خدا گردد	برهمن
مهر و رقت وصف انسانی بود	خشم و شهوت وصف حیوانی بود	معنوی
نیست جا در سینه‌های صاف زنگ کینه را	گرد از آتش تهی سنگینه مینا می شود	ناصر علی
صورت نه بست در دل ما کینهٔ کسی	آئینه هر چه دید فراموش می کند	″
کلفت طبع ندارند نهان صاف دلان	درد در شیشهٔ شفاف نمایان باشد	″
بیاموز ازین مهرهٔ لاجورد	که با سرخ سرخ است با زرد زرد	نظامی
آدم ز خلق خوش بمقام ملک رسید	خونیکه مشک ناب شود پاک می شود	صائب
از زبان نرم صورت میپذیرد کار سخت	خامهٔ نقاش کوهی را بموی میکشد	مخلص
به نرمی با درشتان میتوان ساخت	زبان همخانهٔ دندان از آن شد	کلیم
خو کن بحرف نرمی تا آفتی نه بینی	بنگر که نخل مومی باک از خزان ندارد	راسخ
مشکل بود گرفتن چیزی ز دست خلق	دست کسی بگیر اگر دست میدهد	غنی
حسن تو همیشه در فزون باد	رویت همه سال لاله گون باد	″
نمی آید بکار تیز طبعان جوهر ذاتی	ز آب خود لب شمشیر هرگز تر نمیگردد	غنی
در ره وحدت حشم در کار نیست	مه ز گردون خیمه بر سر می شود	نامی
رفیق خوب نایابست چون اکسیر در عالم	بدست هر که افتد کیمیاگر میتواند شد	

اقلیم دل بزور میسر نمی شود	ایں فتح بے شکست میسر نمی شود	صائب
رہا کن رہی کاں زیاں آورد	زہ بد خلل در کماں آورد	نظامی
دور نشاط زود بانجام میرسد	می چوں دو سالہ عمر کند پیر می شود	صائب
ہشیار ا بمجلس مستاں کہ میبرد	از بہر عیب خویش نگہباں کہ میبرد	”
غنیمتے شمرای شمع وصل پروانہ	کہ ایں معاملہ تا صبح دم نخواہد ماند	حافظ
سیماب از قرار بود قابل گداز	آرام نیز باعث آزار می شود	رسا
نشوید بادہ از دل گرد کلفت دردمنداں را	بہ دستی از رخ آئینہ بی زنگار کے گردد	صائب
بجوں نتواں زروی تیغ شستن خط جوہر را	بزور بادہ از دل ریشۂ غم بر نمی آید	”
علم و عقل آں کہ ندارد می و افیونش دہ	ہر دو پا لنگ چو باشد دو عصا می باید	حزیں
ہر حبابیکہ سر از بادہ بر آرد گوید	بر سر ساغر خانہ تواں داد بباد	غنی
دہن خویش بہ دشنام میالا صائب	کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد	صائب
غنی زخم زباں را ہیچ مرہم بہ نمی سازد	مگر جرح زباں خاصیت زخم دہاں دارد	غنی
نکند زخم زباں بیخبراں را بے دار	پائے خوابیدہ چہ پروای مغیلاں دارد	صائب
ہنر زادہ بے ہنر چوں بود	پدر ٹرہ باشد پسر ٹوں بود	لا اعلم
شرف مرد بجود است و کرامت بہ سجود	ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ ز وجود	”
عاقبت گرگ زادہ گرگ شود	گرچہ با آدمی بزرگ شود	سعدی
مبیں بچشم حقارت بہیچ خصم ضعیف	کہ پشہ مغز برآورد از سر نمرود	صائب
باز گردیدن ندارد سود جاہل را ز جہل	قلب ناداں گر کنی صد بار ناداں می شود	بیگ
دشمن زندگی ست موے سفید	روے دشمن سیاہ باید کرد	
بجود محتاج خواہد پست فطرت دردمنداں را	طبیب از صحت بیمار خود رنجور می گردد	صائب
فریب پرورش باغباں مخور اے گل	کہ آب میدہد اما گلاب می گیرد	”
مخند اے نوجواں بر پیر موسفید ما	نہ ایں پر پریشاں بر لب ہر بام میریزد	”
گر صفائے حرم کعبہ ز زمزم باشد	زمزم کعبۂ دل دیدۂ پرنم باشد	

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
همت درویش از منعم شدن کمتر شود	از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود	ناصر علی
هر که زشت است همان زشت بعقبی خیزد	کور از خواب محال است که بینا خیزد	صائب
هر دگر زاهد خشک است رهبر بی تمیزان را	که نابینا عصا را رهنمای خویش میداند	غنی
در جهان امروز از بس قدر اهل زر بود	مینشیند پهلو به عیسی هر که صاحب زر بود	صانع
کسب کمال اهل جهان کسب زر بود	علامه آن بود که زرش بیشتر بود	صائب
زر پرستی می کند دل را سیاه	آخر این صفرا بسودا می کشد	بیدل
آنانکه خاک را به نظر کیمیا کنند	آیا بود که گوشه چشمی بما کنند	لا اعلم
قدری که به تعظیم کسان کاسته گردد	مردی بجهان قدر کسی آراسته گردد	״
خران را کسی در عروسی نخواند	مگر وقت آن کاب و هیزم نماند	نظامی
که داند که فردا چه خواهد رسید	ز دیده که خواهد شدن ناپدید	لا اعلم
بکام جوانی توانی رسید	چو پیری رسد گوشه باید گزید	״
دری را که از غیب شد ناپدید	بجز غیب دان کس نداند کلید	״
بسا قفل کاز انبیا بی کلید	کشاینده ناگه آید پدید	״
بیک تاجور تخت باشد بلند	چو افزون شود ملک یابد گزند	״
نکورائی چون رای را بد کند	خرابی در آبادی خود کند	״
بشغل جهان رنج بردن چه سود	که روزی بکوشش نیابد فزود	״
در خرج بر خود چنان بر مبند	که گردی ز ناخوردنش دردمند	״
چو عضوی شود گنده باید برید	دگرنه کند عضو دیگر پلید	״
بهر کس دولت دنیا بآئینی اثر بخشد	بهر برجی رسد خورشید تاثیری دگر بخشد	رضا
ز بخشش دریا دلان را احتیاج عذر نیست	ز خم روی آب کی محتاج مرهم می شود	غنی
نشوند اهل بصیرت از برای دیگران محزون	گرفتار بلا گر دل شود از دیده آب آید	خالص
لکن اعانت ظالم ز ساده لوحی ها	که تیغ سنگ فسان را سیاه رو سازد	صائب
چو می بینم کسی از کوی او دل شاد می آید	فریبی کز وی اول خورده بودم یاد می آید	״

شر انگیز مردم سوی شر رود	که کژدم سوی خانه کمتر رود	لا اعلم
زینت حسن بی بقا شایسته دلبستگی	با چراغ برق یک پروانه همراهی نکرد	غنی
جوهر قابل بود از تربیت بس بی نیاز	رفته رفته شیر در بادام روغن می شود	ناصر علی
ز دست تهی بر نیاید امید	بزر بر کنی چشم دیو سفید	سعدی
هر رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران را	ز بالا سوی پستی هر که بیند هراس آید	جودت
گفتمش چیست کتخدائی گفت	ساعتی عیش و غصه سالی چند	عمر خیام
نباشد پیش اهل دل فروغی اهل دعوی را	دهد شمع از میان چون مهر نورافشان برون آید	حزین
از طعنه دشمن نشود رنجه دل ما	خاطر ز ستایش گر نادان گله دارد	لا اعلم
بمایه توان از پسر سود کرد	چه سود افتد آنرا که سرمایه خورد	رر
زن و فرزند و یار و خویش بپیوند	برادر خواندگان کاروانند	رر
سعدیا مرد نکونام نمیرد هرگز	مرده آنست که نامش به نکوئی نبرند	سعدی
هر که بگل در بماند تا که نگیرند دست	هر چه کند جهد بیش پای فروتر شود	لا اعلم
تا تحمل نکنی گنج نه بینی	تا شب نرود صبح پدیدار نگردد	رر
ای جوان بر قامت خم گشته پیران مخند	رفته رفته زندگی بار گرانی می شود	واثق
خر عیسی اگر بمکه رود	چون بیاید هنوز خر باشد	سعدی
غافل نیم ز صورت واماندگان خاک	در پای من ز آبله آئینه بسته اند	
آنانکه دل به غیبت ما شاد می کنند	بارے بدان خوشم که مرا یاد می کنند	حاجب
در بند آن نیم که بدشنام یا بغیبت	یاد شان بخیر هر که مرا یاد می کنند	کاشی
دولت چو یافت بدگهر اندی کناره کن	درنده تر شود چو سگ سفله سیر شد	لا اعلم
با سفلگان شراکت روزی زیان بود	سگ دشمن گدای بیک پاره نان بود	حزین
هر چه بر نفس خویش نه پسندی	نیز بر نفس دیگران مپسند	سعدی
سر آنگه ببالین نهند هوشمند	که خوابش به قهر اندر آرد به بند	لا اعلم
خر عیسی اگرچه هست خری	بر خر دیگران شرف دارد	رر

ده مرده مرد را احمق کند	عقل را بے نور و بے رونق کند	معنوی
چون ز نامردی دل آگنده بود	ریش و سبلت موجب خنده بود	لا اعلم
هر که افعال دام و دد بود	بر گریباش گمان بد بود	"
هست تنهائی به از یاران بد	نیک چون با بد نشیند هست بد	"
خاکساران جهان را بحقارت منگر	تو چه دانی که دریں گرد سوارے باشد	حافظ
سخن گفتن آنکه بود سودمند	کزاں گفته آوازه گردد بلند	نظامی
اگر نخل خرما نباشد بلند	ز تاراج هر طفل یابد گزند	لا اعلم
ز هر آدمی سرفرازی کند	سر آں شد که مردم نوازی کند	"
چو باراں که یک یک جهیا شود	شود سیل وانگه بدریا شود	"
عشاق دیگر از که وفا آرزو کند	دل نیز رفته رفته باآں بے وفا رسید	"
عارفاں صائب ز سعد و نحس و انجم فارغند	صلح کل با ثابت سیار انجم کرده اند	صائب
بمرد آخر و نیک نامی ببرد	زہے نیک نامے که نامش نمرد	لا اعلم
بر انداز بیخے که خار آورد	درختے بپرور که بار آورد	"
نیک سہل ست زنده بیجاں کرد	کشته را باز زنده نتواں کرد	"
ندهد مرد هوشمند جواب	مگر آنگه کز و سوال کنند	سعدی
بداں را نیک دار اے مرد هشیار	که نیکاں خود بزرگ و نیک روزاند	لا اعلم
از حاضران بخیر نکردند خلق یاد	از یاد رفتگاں همه کس یاد می کنند	"
پند گیر از مصائب دگراں	تا نگیرند دیگراں ز تو پند	"
بزرگان مسافر بجان پرورند	که نام نکوئی بعالم برند	سعدی
دل بیهده دار و ز سخن چشم سعادت	از سایه خود فیض کجا بال هما برد	لا اعلم
مشو زنهار در دولت ز حال دوستاں غافل	که ایں خواب گراں با دولت بیداری می باشد	"
خارج از امکان عقلی روز و شب کوشیده ام	حاصل دانش مرا جز عین نادانی نبود	"
بدنیا قدر ارباب مذلت بیش می باشد	کف سائل ز اعتنائے دگر بیش می باشد	"

مصراع اول	مصراع دوم	شاعر
در بزم وصال تو به هنگام تماشا	نظاره ز جنبیدن مژگان گله دارد	لا اعلم
منگر به چشم کم به عزیزان عزیز من	یوسف غلام کس بخریدن نمی شود	صائب
دنی با کار بی رنج کسان سامان نمی یابد	چو رگ تا نریزد خون مردم نان نمی یابد	اثر
اصیل زاده چو مفلس شود از و مپیوند	درخت گل چو تهی گشت بارور گردد	لا اعلم
در جوانی میتوان بر خورد صائب از حیات	در بهار انجمن تخمی نمی کاری چه سود	صائب
بد را کدورت از دل بی کینه میرسد	زنگی خجل شود چو به آئینه میرسد	"
هوس چون بی نهایت شد نماند جای آسایش	چو دریا بی کنار افتاد طوفان بیشتر باشد	حزین
خود را بهر که سنجی چیزی ز خویش کم کن	خواهی که زر تو افزون کس در هنر نباشد	کلیم
چو کم خوردن طبیعت شد کسی را	چو سختی پیش آید سهل گیرد	سعدی
رتبه عالی نسب از عجز افزون تر شود	قطره از بالا به پستی چون رسد گوهر شود	لا اعلم
بر صدر بود چشم تواضع طلبان را	آسوده بود هر که به پایان نشیند	"
دل بدشمن چون ملایم شد مصفا می شود	سنگ با آتش چو نرمی کرد مینا می شود	"
گوشه گیران کامیاب از عالم بالا شوند	فکرها از گوشه گیری آسمان پیما شوند	"
از تواضعهای مردم سخت حیرانم غنی	هر که می افتد بپایم کنده پایی شود	غنی
کلفت زدای کینه دلها تواضع است	از تیشه میتوان گره سنگ باز کرد	لا اعلم
بدین رواق زبرجد نوشته اند بزر	که جز نکویی اهل کرم نخواهد ماند	حافظ
با کریمی گر کنی احسان سزد	هر بدی را او عوض صد صد دهد	معنوی
زما بیحاصلان از حاصل دنیا چه میپرسی	که هر کس تخم افشاند است از حاصل خبر دارد	صائب
کرم پیشه کن کادمی زاده صید	باحسان توان کرد و وحشی بقید	سعدی
بعالم کسی سر بر آرد بلند	که در کار عالم بود هوشمند	"
آنرا که عقل بیش غم روزگار بیش	دیوانه باش تا غم تو دیگران خورند	السی
نیست در گل شوخی بوئی که در عطر گل است	فیض پاکان از گداز دل دو بالا می شود	مهربان
بار استاد توان برد از پی راه حق را	موسی صلاح دیگر غیر از عصا ندارد	صائب

صافی ولان ندانند آیین پرده‌پوشی	آیینه زشت و زیبا ناچار می‌نماید	حزین
هر آن کس که جور بزرگان نبرد	بسوزد دلش بر ضعیفان خورد	سعدی
نه آیین عقل است و رای خرد	که دانا فریب مشعبد خورد	״
هر که چون رشته زباریک خیالان گردد	روزیش تنگ‌تر از رشته سوزن باشد	صائب
نه دانا بسعی اجل جان برد	نه نادان بناساز خوردن بمرد	سعدی
از بدان فیض مجالست به نیکان برسد	تیر کج باعث آرام نشان می‌گردد	لا اعلم
آنها که زخم از سنگ خاموش خورده اند	از نفس آرمیده حذر بیشتر کنند	صائب
تا دخل نباشد نتوان خرج نمودن	کز بستگی گوش زبان لال برآید	״
زبیگانگان چشم زن کور باد	چو بیرون شد از خانه در گور باد	سعدی
تسکین دل ز صحبت روشندلان طلب	آیینه بیقراری سیماب می‌برد	مخمور
چون یوسف از امداد جنسیان مرو از راه	کز چاه برآرند و ببازار فروشند	صائب
تیغ بر مرده کشیدن ز جوان مردی نیست	غیبت مردم پیشینه نمی باید کرد	״
در چراغ دیده من آب روشن می‌شود	بخت چون باشد چراغ از آب روشن می‌شود	״
فیض سخن باهل سخن گو نمی رسد	از نافه بوی مشک باآهو نمی رسد	غنی
صائب شعر نکو عمر فراوان دارد	قول مردان جهان ست سخن جان دارد	صائب
گویند سنگ لعل شود در مقام صبر	آری شود ولیک بخون جگر شود	حافظ
آینده را قیاس کن از حال خود ببین	کز رفتگان بخیر کجا یاد می‌کنند	صائب
از حاضران بخیر نه کردند خلق یاد	از یاد رفتگان همه کس یاد می‌کنند	لا اعلم
دوربستان را باحسان یاد کردن همت است	ورنه هر نخل بپای خود ثمر می‌افگند	״
جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه	چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند	حافظ
بدان را نوازش کن ای نیک مرد	که سگ پاس دارد چو نان تو خورد	سعدی
اهل سعادت از پی ایذا نمی‌شوند	بر هیچ کس پر و بال هما ندید	لا اعلم
ستم بر زیردستان هر سرکش را خطر دارد	فلک را شیوه عاجزکشی زیر و زبر دارد	آفرین

تار و پود موج این دریا بهم پیوسته است	میزند بر هم جهان را هر که یک دل بشکند	صایب
نیست ارباب ستم را بهره از رزق حلال	تیغ دایم آب در جو دارد و خوں می خورد	راقم
زبر دست اضطراب و زیر دست آسودگی دارد	دو شاہد بر کلام من دو سنگ آسیا باشد	لا اعلم
زنہار ایمن مباش ای ظالم از خشم حلیم	چوں زمین در جنبش آید خانہا ویراں کند	غنی
زند سخت ناصح ظلم ظالم میشود افزوں	دم شمشیر چوں بر سنگ ساید تیز تر گردد	لا اعلم
نیست ظالم را بس از مظلوم چنداں فرصتے	شمع با پروانہ در یک شب ز محفل میرود	”
پادشاہے کہ طرح ظلم فگند	پایۂ دیوار ملک خویش بکند	سعدی
با مردم فتادہ مکن دشمنی کہ برق	بر خرمنی نتاخت کہ خود ہم فنا نہ شد	لا اعلم
جفا جو با ستمگار احذر از آہ مظلوماں	کہ تیر آہ مظلوماں نہاں در سنگ جا دارد	”
دولت دنیا کہ تمنا کند	با کہ وفا کرد کہ با ما کند	”
سکندر کہ ہفت کشور نماند	نماند کسے چوں سکندر نماند	نظامی
دل چوں اطفال مبندید دریں نقش و نگار	کیں بہاریست کہ یکدست خزاں خواہد شد	لا اعلم
عقدۂ دل بستگے را اندکے باز کن	ورنہ مرگ ایں رشتہ را یکبار غافل میکند	”
دل در جہاں مبند کہ ایں نونہال را	از بہر سر زمین و گر آفریدہ اند	”
فلک اسباب دنیا زاں برائے ناکساں دارد	ہما گر سایہ دارد برای استخواں دارد	”
جہاں در جہاں خلق بسیار دید	رسید از ہمہ با کسے نا رسید	”
دل تاریک را از فکر دنیا نیست دلگیری	کہ باغ و گلستانی چغد جز ویراں نمی باشد	”
مالداران جہاں سرمست غفلت گشتہ اند	نقش دنیا رود رم اینجا طلسم خواب شد	فاروق
اہل عالم طفل طبعاں اند و بیمار ہوس	کی تواند طفل چوں بیمار شد پرہیز کرد	کلیم
ترک آسایش اگر لذت ندارد پس چرا	گل بآں نازک تنی از خار بستر میکند	”
دل را مکن بصحبت اہل زمانہ بند	مثل حباب در برج از کرانہ بند	اظہر
خوشا شمعیکہ سرتا پا بسوزد	بسازد با خود و تنہا بسوزد	لا اعلم
مئے صرف وحدت کسی نوش کرد	کہ دنیا و عقبا فراموش کرد	”

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
دست چون عیسی از دنیا پاک بیاید فشاند	گرد ره در دامن افلاک می باید فشاند	صائب
مقید دو جهان کی شود بیک سر مو	کسیکه شیوهٔ اهل قلندری دارد	صافی
هما به که امروز مردم خورند	که فردا پس از من بغارت برند	سعدی
خانهٔ عمر تو میریزد شب و روز از فلک	تا بکی غافل نشینی خانه ویران میشود	مخفی
تار و پود عالم امکان بهم پیوسته است	عالمی را شاد کرد آنکس که دل را شاد کرد	لا اعلم
احسان هنری نیست به امید تلافی	نیکی بکسی کن که بکار تو نیاید	صائب
چو از افلاس کس بیمار باشد	علاجش شربت دینار باشد	حزین
عاقلان را مالش ایام هوش افزا شود	چشم بی مالیدن از خواب گران کی وا شود	سرخوش
تقدیر قطع رشتهٔ تدبیر میکند	تدبیر ساده لوح چه تقدیر میکند	صائب
بجام خضر اگر دسترس بود زنهار	چو نیست از کف هم مشرب احتراز کنید	صافی
یا کعبه یا کنشت بروز پسین سر دو راه	یکدل نمی توان بدو قبله نماز کرد	صائب
میکند نان بخیل آئینهٔ دل را سیاه	وای بر آن کس که بر نان خسی مهمان شود	لا اعلم
فریب جود فرومایگان مخور زنهار	که می کنند ترا خرج تا عطا بخشند	״
مرنج از طعنهٔ خصم و مکن عرض کمال خود	که خود عیب و هنر بهتر کند اظهار حال خود	حزین
نه هر که چهره برافروخت دلبری داند	نه هر که آئینه سازد سکندری داند	لا اعلم
پیش لایعقل ز دانش دم زدن دیوانگی ست	گفتگوی عقل را با مردم عاقل کنید	مخفی
کمینه قدر چو یابد ز راستی گزرد	پیاده همینکه کند کجروی چو فرزین شد	بیدل
گفتار صدق باعث آزار می شود	چون قول حق بلند شود دار می شود	صائب
بچشم سرمه با این خیر خواهی خوش نمی آید	کند هر گاه احسانی بمردم خود نما باشد	لا اعلم
مرد تمام آنکه نگفت بکرد	و آنکه بگوید بکند نیم مرد	״
بخت بد کسی که یار بود	سگ گزد گر شتر سوار بود	״
مکن تکبر و فخر ای جوان که عالم پیر	بسی ز نخوت شداد و نماد دارد یاد	״
اهل دنیا را ز دنیا بیشتر باشد خطر	زن چو با غیر آشنا شد دشمن شوهر شود	״

نباید از دعای زاهدان خشک ترسیدن	که از شمشیر چوبین هیچ بوی خون نمی آید	فانی
حباب از سربلندی پایمال موج میگردد	غبار از خاکساری سر به اوج آسمان دارد	قاسم
سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود	نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود	آزاد
یاری ظاهر چه کار آید خوش آن یاری که او	هم بظاهر یار بود و هم بباطن یار بود	وحشی
کدام چیز عزیزان ز یکدگر گیرند	بغیر آن که ز احوال هم خبر گیرند	آشنا
این سخن از پیر کنعانم بخاطر مانده است	دیدن روی عزیزان چشم روشن میکند	حسن
کامل شود چو مرد بگردد بخانه بند	آرد چو باز پر نشود آشیانه بند	والا
نباشد مردم صاحب طمع را همت عالی	که مقناطیس را چیزی بجز آهن نمی گیرد	لااعلم
جوهر نمای گوهر ذاتی خودکش باش	خاکش بسر که زنده بنام پدر بود	״
دانی که چه گفت زال با رستم گرد	دشمن نتوان حقیر و بیچاره شمرد	سعدی
نه محقق بود نه دانشمند	چارپایی برو کتابی چند	״
قاصد خوش خبر امروز نواساز آمد	کز سفر یار سفر کردهٔ ما باز آمد	
خیری کن ای فلان و غنیمت شمار عمر	زان پیشتر که بانگ برآید فلان نماند	سعدی
کار بر وقت نگهدار که تا نفع بود	نوشدارو که پس از مرگ سهراب دهند	
دانی که بر همند سبک و رسوا کیست	عمر عزیز ماست که بر باد می رود	لااعلم
از دست گدای بینوا ناید هیچ	جز آن که بصدق دل دعایی بکند	״
غافل یہ لوگ چین سے بیٹھے ہیں ہے غضب	کوس رحیل کی ہے صدا روز یہاں بلند	افسوس
گر بپیر نود ساله بمیرد عجبی نیست	این ماتم سخت است که گویند جوان مرد	لااعلم
شاه ما را وه دهد منت نهد	رازق ما رزق بی منت دهد	״
با صاف دل مجادله با خویش دشمنیست	هر کس کشد بر آئینه خنجر به خود کشد	״
همنشین تو از تو به باید	تا ترا عقل و دین بیفزاید	״
بترس از آه مظلومان که هنگام دعا کردن	اجابت از در حق بهر استقبال می آید	״
حلم حق با تو مواسا کند	چونکه از حد بگذرد رسوا کند	״

کند تحمل بسیار مرد را بے قدر	کمان چو تن بکشیدن دهد کباده شود	لا اعلم
اگر صد عیب دارد مرد درویش	رفیقانش یکے از صد ندانند	״
کار دنیا کسے بتمام نکرد	هر چه گیرید مختصر گیرید	״
بنوش باده که ایام غم نخواهد ماند	چناں نماند چنیں نیز هم نخواهد ماند	حافظ
خدا کشتی آنجا که خواهد برد	اگر ناخدا جامه بر تن درد۔	لا اعلم
مکن نماز بر آں هیچکس که هیچ نکرد	که عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد	״
اے بسا اسپ تیز رو که بماند	که خر لنگ جاں بمنزل برد	سعدی
چه داند کس که چندیں در چه کارند	همه تن روشده رو در که آرند	جامی
ذوق جهاں ندارد بے دوست زندگانی	بے دوست زندگانی ذوق جهاں ندارد	حافظ
ذکر ایشاں ذکر آں یزداں بود	یاد نیکاں یاد آں سبحان بود	لا اعلم
ره برو بے راه مرد هر چند ره پیچاں بود	زن مکن دختر مکن هر چند زن ارزاں بود	״
لقمه که سر پوش نه بروے بود۔	از مگس و مور اماں کے بود	״
ذره را تا نه بود همت عالی حافظ	لائق خطره خورشید درخشاں نبود	حافظ
رحم کردن بر ضعیفاں رحم بر خود کردنست	واے بر شیرے که آتش در نیستاں افگند	لا اعلم
ببیں کرامت بتخانه مرا اے شیخ	که چوں خراب شود خانه خدا گردد	״
در کعبه و بتخانه سنگ شد و چوب شد	یک جا حجر الاسود یک جا بت هندو شد	״
ز رنج و راحت گیتی مشو غافل مرنجاں دل	که آئین جهاں گاهے چنیں گاهے چناں باشد	״
مسجد و دیر کعبه و بتخانه یکے است	هر کجا گوش نهادم همه غوغاے تو بود	״
گلیم بخت کسے را که بافتند سیاه	بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد	سعدی
اگر ده عزم سفر لطف خدا یار تو باد	همت اهل نظر قافله سالار تو باد	لا اعلم
شیراں جهاں اسیر یک زن شده اند۔	اے واے بر آنکس که دو زن مطلبد	״
مفلساں را کس نمی پرسند ز دنیا کن قیاس	چونکه خالی شد کسے در گردنش دستے نکرد	״
گویند مردماں غم دیوانه میخورند	دیوانه هم شدیم و غم ما کسے نخورد	״

آنچه نصیب است بهم می رسد	گر نه ستانی بستم می رسد	لااعلم
ہر گیاہے کہ بر زمیں روید	وحدہ لاشریک لہ گوید	فیضی
چوں باراں کہ یک یک مہیا شود	شود سیل و آنگہ بدریا شود	لااعلم
بہ دنبال روزی چہ باید دوید	تو بنشین کہ خود روزی آید پدید	״
کار نہ ایں گنبد گردوں کند	ہر چہ کند ہمت مرداں کند	״
سگے را نشانی بہ تختِ بلند	بلیسیدن آسیای رود۔	״
دشمن دانا کہ بے جاں بود	بہتر ازاں دوست کہ ناداں بود	״
دوستاں در زنداں بکار آیند	کہ بر سفرہ دشمناں ہم دوست نمایند	״
ہمت اگر ہمت مرداں بود	مور تواند کہ سلیماں بود	״
بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد	چوں باز کنی مادر مادر باشد	״
بسیار آسیا کو غریواں بود	چوں بیند مزدور دیواں بود	״
دلبر آں نیست کہ موے و میانے دارد	بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد	״
صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند	״
تا مرد سخن نگفتہ باشد	عیب و ہنرش نہفتہ باشد	سعدی
عاقبت گرگ زادہ گرگ شود	گرچہ با آدمی بزرگ شود	״
شپرہ گر وصل آفتاب نخواہد	رونق بازار آفتاب نکاہد	״
حسد ہر جا کہ آتش بر فروزد	ہم از اول حسوداں را بسوزد	״
دریں باغ سروے نیامد بلند	کہ باد اجل بیخش از بن نکند	لااعلم
ہر کہ بیہودہ گردن افرازد	خویشتن را بگردن اندازد	״
دانہ زیر افتد زبر دستش کند	خوشہ سر برکشد زیر افتد	״
ہر کہ شد خاک نشین برگ و برے پیدا کرد	سبز شد دانہ کہ با خاک سری پیدا کرد	״
ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد	ساعد سیمیں خود را رنجہ کرد	سعدی
در ہمہ کار مشورہ باید	کار بے مشورہ نمی شاید	لااعلم

چون بنده خدای خویش خواند	باید که بجز خدا نداند	سعدی
چو سائل از تو بزاری طلب کند چیزی	بده وگرنه ستمگر بزور بستاند	״
آواز خوش از کام و دهان و لب شیرین	گر نغمه کند ور نکند دل بفریبد	״
ترک دنیا بمردم آموزند	خویشتن سیم و غله اندازند	״
عالم آنکس بود که بد نکند	نه بگوید بخلق و خود نکند	״
عالم که کامرانی و تن پروری کند	او خویشتن گم است کرا رهبری کند	״
هزار خویش که بیگانه از خدا باشد	فدای یک تن بیگانه کآشنا باشد	״
گرچه بیرون ز رزق نتوان خورد	در طلب کاهلی نباید کرد	״
آسیا زیرین متحرک نیست	لاجرم تحمل بار گران میکند	״
صیاد نه هر بار شغالی ببرد	باشد که یکی روز پلنگش بدرد (یا بخورد)	״
شب پره گر وصل آفتاب نخواهد	رونق بازار آفتاب نکاهد	״
هرکه دل پیش دلبری دارد	ریش در دست دیگری دارد	״
وفاداری مدار از بلبلان چشم	که هر دم بر گل دیگر سرایند	״
زن کز مرد بی رضا برخیزد	بس فتنه و جنگ از آن سرا برخیزد	״
سگ بدریای هفتگانه بشوی	که چون تر شد پلید تر باشد	״
اگر ریگ بیابان در شود	چشم گدایان پر نشود	״
هرکه با اهل خود وفا نکند	نشود دوست روی و دانشمند	״
فرشته خوی شود آدمی بکم خوردن	دگر خورد چو بهایم بیوفتد چو جماد	״
مکن نماز بر آن هیچکس که هیچ نکرد	که عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد	״
سمند بادپا از تک فرو ماند	شتربان همچنان آهسته می راند	״
سنگ بدگوهر اگر کاسهٔ زرین شکند	قیمت سنگ نیفزاید و زر کم نشود	״
دوستی را که همه عمر فراچنگ آرند	نشاید که بیک دم بیازارند	״
در خرمی بر سرای ببند	که بانگ زن از وی برآید بلند	

حال درماندگان کسے داند	که با حوال خویش درماند	سعدی
هرکه بر زیردستان نه بخشاید	بجفاے زیردستان گرفتار آید	"
چو کم خوردن طبیعت شد کسے را	چو سختی پیش آید سهل گیرد	"
بخندان بخور کز دهانت بر آید	نخندانکه از ضعف جانت بر آید	"
اگر گل شکر خوری بتکلف زیان کند	ور نان خشک دیر خوری گل شکر بود	"
هرکه نان از عمل خویش خورد	منت حاتم طائی نبرد	"
عاجز باشد که دست قوت یابد	برخیزد و دست عاجزان برتابد	"
آنکس که توانگرت نمی گرداند	او مصلحت تو از تو بهتر داند	"
سخن نیز دسخندان ادا مکن حافظ	که تحفه کس دُر و گوهر به بحر و کان نبرد	حافظ
سود و زیان مایه چه خواهد شدن ز دست	از بهر این معامله غمگین مباش و شاد	"
مزن دم ز حکمت که در وقت مرگ	ارسطو دهد جان چو بیچاره شد	"
گفتگو از عقد دندان گوهر غلطان شود	پوچ گو گردد کهن سالیکه بی دندان شود	صائب
چند تیوان ساخت موی خویش چون قیر از خضاب	چون نمی گردد جوان دل از سیه کاری چه سود	"
خضاب پردهٔ پیری نمی شود صائب	بمکر و حیله خزان را بهار نتوان کرد	صائب
ریخت دندانها سگ چون پیر شد	ترک حیوان کرد و سرگین گیر شد	معنوی
مرد درکشور ما روے بخون رنگ کنند	کین خضابیست کزو پیر جوان میگردد	مخلص
نمی سازد غذائے چرب زائل ضعف پیری را	کمان را اگرچه روغن میدهی فربه نمیگردد	ناصر علی
مشورت در کارها واجب بود	تا پشیمانی در آخر کم شود	معنوی
عذر احمق بدتر از جرمش بود	عذر دانا در پے علمش بود	"
پاے استدلالیان چوبین بود	پاے چوبین سخت بے تمکین بود	"
چون غرض آمد هنر پوشیده شد	صد حجاب از دل بسوے دیده شد	"
کلید گنج وجود دست معرفت ایدل	بکوش تا بکف آری کلید گنج وجود	"
هرکه دشمن کوچک را حقیر شمارد	بدان ماند که آتش اندک را مهمل گرداند	"

حقوق خدمت صد ساله لعب طفلان ست	بکشورے که در و کودکان خداوند اند	حافظ
چون که اسرار نهان در دل بود	آن ارادت زود در حاصل شود	״
زانکه چون سنگ سیر شد سرکش شود	کے بسوے صید و شکار خوش دود	״
مهر زن بر دهن خنده که در بزم جهان	سر خود می خورد آن پسته که خندان باشد	صائب
چارهٔ دل عقل پرتدبیر نتوانست کرد	خضر این ویرانه را تعمیر نتوانست کرد	״
اهل غفلت را بدنیا نیک و بد معلوم نیست	خواب شب تعبیر خواهد یافت چون فردا شود	عالی
بخنده زندگی خویش را مده برباد	که در چمن گل ناشگفته بیشتر ماند	صائب
هرزه گویان بر سر خود خود بلا می آورند	خندهٔ کبکان دلیل راه شاهین میشود	راسخ
مآل خندهٔ شادی بود پشیمانی	گلاب تلخ ز گل یادگاری ماند	صائب
ز ابر گریان شاخ سبز و تر شود	زانکه شمع از گریه روشن تر شود	
در دل پیر تمنائے خزان بسیار ست	این بهاریست که در فصل خزان می باشد	صائب
آدمی پیر چه شد حرص جوان می گردد	خواب در وقت سحرگاه گران می گردد	لااعلم
بفگنده است پیری خواجه را این رعشه در اعضا	کز و دلبستگیها بر سر اسباب می لرزد	״
گفتم نکنم میل بخوبان چو شوم پیر	فریاد که چون پیر شدم حرص فزون شد	״
داغ دشمن کاتی از دوران کم فرصت ندید	دوستان را هر که در ایام دولت یاد کرد	״
بے ادب تنها نه خود را داشت بد	بلکه آتش در همه آفاق زد	״
ناز این قدر به نعمت و نیاز به چیست	این تحفه را بدست تو در خواب داده اند	
تنگدستی فی الحقیقت مایه دیوانگی ست	بید از بے حاصلی در باغ مجنون می شود	کلیم
بے مگس هرگز نباشد عنکبوت	رزق را روزی رسان پر می دهد	״
دوستی با ناتوانان مایه روشن دلی ست	موم چون با رشته سازد شمع محفل می شود	״
بگذر ز جمع مال که زنبور بے نصیب	با خویشتن ز شان عسل نیش می برد	״
ز آمیزش کجان نشود طبع راست کج	از اتصال حرف الف خم نمی شود	״
ایمن ز کجروان نتوان شد بهیچ حال	خط بر زمین ز رفتن خود مار می کشد	״

بحرف هیچ کس انگشت اعتراض منه	که مستفیض شود از تو و عدو گردد	لاأعلم
جادهٔ سر منزل ما راستی ست	چون برون افتد خط از مسطر پریشان میشود	״
در زیر بار قرض نماند کف کریم	با دستگیر خلق خدا یاری می شود	״
با ادب با همه سر کن که دل شاه و گدا	در ترازوی مکافات برابر باشد	״
ز فکر بیش و کم رزق غم مخور صائب	که راه طی شود و توشه در کمر ماند	صائب
هر کس که بی رفیق موافق سفر کند	با خود هزار قافله تشویش می برد	״
هزار بار شود آشنا و دیگر بار	مرا ببیند و گوید که این چه کس باشد	״
حضور قلب بود شرط در ادای نماز	حضور خلق ترا در نماز می آید	صائب
روزی اگر نمیرسدت تنگدل مباش	رو شکر کن مبادا کزین هم بتر شود	حافظ
کریم اوست که خود را بخیل میداند	عزیز اوست که خود را ذلیل میداند	صائب
سعادت ازلی را بکسب نتوان یافت	که زاغ از خورش استخوان هما نشود	کلیم
مکن با دوستان از آشنائی اختلاط افزون	در آید چون درون دیده مژگان خار می گردد	غنی
بپستان آمدن خون جگر را شیر می سازد	جوان را کدم اندوه غریبی پیر می سازد	حزین
از در حق بدر خلق مبر حاجت خویش	شکوهٔ یار باغیار نمی باید کرد	عاقل
سخت گفتن بمحل به ز خوشامد باشد	هر سخن وقتی و هر نکته مکانی دارد	صائب
جواب تلخ به نقد از لب ترش رویان	هزار بار به از قند انتظار آمد	لاأعلم
بزرگش نخوانند اهل خرد	که نام بزرگان به زشتی برد	سعدی
از ابلیس هرگز نیاید سجود	نه از بدگهر نیکوئی در وجود	״
بکار کس نمی آید نسب مخفی درین عالم	خر عیسی حسب مندست گر در کیسه زر دارد	مخفی
تو با خدای خود انداز کار و دل خوش دار	که رحم اگر نکند مدعی خدا بخشد	حافظ
حدیث دوست نگویم مگر بحضرت دوست	که آشنا سخن آشنا نگهدارد	لاأعلم
من این مرقع پشمینه بهر آن دارم	که زیر خرقه کشم مئی کس این گمان نبرد	״
هر کجا داغ بایدت فرمود	چون تو مرهم نهی ندارد سود	״

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
تہی دست گر مایہ داری کند	چو لنگ است کو راہواری کند	لاعلم
بد اصل را چگونہ توان کرد تربیت	کس در درون جامہ چرا مار پرورد	"
ناصح از روے درشتی سخن ار گفت چہ باک	صبر تلخ است و لیکن بر شیریں دارد	"
شوق در گفتگو نمی آید	بحر اندر سبو نمی آید۔	"
گر قلم قصہ شوق تو نویسد ہمہ عمر	عمر آخر شود و قصہ بپایاں نرسد	"
کردہ عزم سفر لطف خدا یار تو باد	ہمت اہل نظر قافلہ سالار تو باد	"
ہر کہ آسودگی و راحت جست	دل خود را از بخت شاد نکرد	"
مرا اے کاش کے مادر نمی زاد	وگر می زاد پس شیرم نمی داد	"
علاج نفس کافر را بہنگام جوانی کن	کہ ایں مار سیہ چوں پیر گردد اژدہا گردد	"
جوانمرد ہموارہ با کس بود	کس او را نباشد کہ ناکس بود	"
عمرت دراز باد کہ ایزد براے خلق	دست ترا کلید در رزق آفرید۔	"
بنام آنکہ او نامے ندارد	بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد	"
ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ	از یمن دعائے شب و ورد سحری بود	حافظ
محتاج بزیور نبود حسن خداداد	دنداں گہر حاجت مسواک ندارد	صائب
می افتد رود سبک سر ز معراج غرور	چقدر کوزۂ خالی بہ لب بام بود	"
زمین نرم بود پردہ دار دام فریب	ز فکر دشمن ہموار احتراز کنید	"
رسد بظالم دیگر ذخیرہ ظالم	نصیب تیر شود پر چو از عقاب آید	"
حرص از طینت پیراں نبرد موے سفید	ایں پتے نیست کہ ساکن بہ تباشیر بود	"
نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند	نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند	لاعلم
تو دستگیر شوائے خضر پے خجستہ کہ من	پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند	
بایں ہمت عالی نتوانیم رسید	ہاں اگر لطف شما پیش نہد گامے چند	
ز قدر و شوکت سلطاں نگشت چیزے کم	کلاہ گوشۂ دہقاں بافتاب رسید	
ہر چہ گیرد علتے علت شود	کفر گیرد ملتے ملت شود	مولانا روم

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
جہانت بکام و فلک یار باد	جہاں آفرینت نگہدار باد۔	لااعلم
لاف دانش میزنی خود رامی دانی چہ سود	دعوے از خود میکنی خود رامی دانی چہ سود	״
در راہ خدا کہ رہزناں اند۔	حقا کہ ہمی زناں زناں اند	״
معاذ اللہ عجب کاریم افتاد	بسر نا بردہ دیواریم افتاد	״
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند	״
تا سرند ہم پا نہ کشم از سر کوششی	نامردی و مردی قدمے فاصلے دارد	״
شد غلامے کہ آب جو آرد	آب جو آمد و غلام ببرد۔	سعدی
چو شبہا نشستم دریں سیر گم	کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم	״
روزگارم بشد بنادانی	من نکردم شما حذر بکنید	״
مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز	آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند	״
امید فیض از نو دولتاں ہرگز مجو صائب	پیادہ چوں شود فرزیں براہ کجروی گردد	صائب
گردش ہی جو قسمت کی سو موجود یہاں بھی	گوشیشۂ ساعت میں رہے ریگ رواں بند	آتش
جہاں گیا میں گیا دام لیکے واں صیاد	پھڑک پھڑک کے قفس ہی میں دونگا جاں صیاد	رند
بعد مرنیکے مری قبر پہ وہ آیا میر	یاد آئی مرے عیسی کو دوا میرے بعد	میر تقی
جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے	یاد آوےگی تجھے میری وفا میرے بعد	خاں
از اختلاط چیاں بیگانہ کے شود خویش	ہرچند جامہ تنگ است جز و بدن نگردد	لااعلم
گر ہمیں مکتب است وایں ملا	کار طفلاں تمام خواہد شد	״
للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست	آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید	״
من از بیگانگان ہرگز نالم	کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد	״
محمد سے صفت پوچھو خدا کی	خدا سے پوچھئے شان محمد	״
مشکلے نیست کہ آساں نشود	مرد باید کہ ہراساں نشود	״
مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد	دگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد	״
نوشتہ بماند سیاہ بر سفید	نویسندہ را نیست فردا امید	״

ہر آں مرد کہ گرد بادہ گردد	اگر رستم بود کوں دادہ کرد	لا اعلم
مسکین خر آرزوے دُم کرد	نا یافتہ دُم دو گوشش گم کرد	″
گفتم کہ خطا کردی و تدبیر نہ ایں بود	گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود	″
زاہداں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند	چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند	″
ثنائے خود بخود گفتن نمی زیبد ترا صائب	چو زن پستاں خود مالد حظوظ نفس کے یابد	صائب
مار کژدم را گفت گزیدن مردم	کفر است زیرا کہ مے میرند۔	لا اعلم
دنداں تو جملہ در دہانند	چشماں تو زیر ابروانند	″
حق کسے را اگر ببیند ازو	کشش از خیل خانہ نوازد	″
بخت چوں خنداں بود سنداں بدنداں بشکند	بخت خواب آلودہ را فالودہ دنداں بشکند	″
اگر رفیق نباشد عصا بگیر عزیز	کہ ہیچ موسے ترا نیز غمگسار بود	″
دریغا کہ عمر جوانی نماند	جوانی چرا زندگانی نماند	″
حریفاں بادہا خوردند و رفتند	تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند	″
طلبگار گوہر کہ کانے کند۔	بہ پندار و امید جانے کند	″
آبروے بزم ما اے جان جاناں با تو بود	رونق ایں گلشن اے مرغ سحر خواں با تو بود	″
سفر از غم خلاصی کے دہد محنت نصیباں را	ہماں در بحر باشد گرچہ کشتی بر کنار آید	″
بدی چہ کنی بجائے کسے۔	کہ او نکند بجائے تو بد۔	″
ہر دم زمانہ داغ دگر گونہ ور دہد۔	یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہد	″
شب عشرت غنیمت داں و داد خوشدلی بستاں	کہ در عالم کسے احوال فردا را نمیداند	″
نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد	خدا پنج انگشت یکساں نکرد	سعدی
چناں پہن خواں کرم گسترد۔	کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد	″
اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند۔	کہ خر لنگ جاں بمنزل برد	″
چہ داند کس کہ چندیں در چہ کار اند۔	ہمہ تن رو شدہ رو در کہ آرند	جامی
پسر نوح با بداں بنشست	خاندان نبوتش گم شد	لا اعلم

وفاداری مجو از بلبلان چشم	که هر دم بر گل دیگر سرایند	لااعلم
باش با شخص سیاست سر بشوید از مرض	باش تا این دردمند آخر بدرمان میرسد	״
دردمندے که کند در دنهان پیش طبیب	درد او بے سببی قابل درمان نشود	حافظ
اینکه می بینی خلاف آدم اند	نیستند آدم خلاف آدم اند	لااعلم
بروزد طمع دیدهٔ هوشمند	در آرد طمع مرغ و ماهی به بند	״
من ز وضع زمانه در فکرم	که مبادا ازین تبر گردد۔	״
از دست و زبان که بر آید	کز عهده شکرش بدر آید	سعدی
دانی که بر نگین سلیمان چه نقش بود	خطے بزر نوشته که این نیز بگذرد	لااعلم
چشمے داری و عالے در نظر است	دیگر چه معلم و کتابت باید۔	״
خدائے راست مسلم بزرگی الطاف	که جرم بیند و نان بر قرار می دارد	سعدی
این نه مردانند اینها صورت اند	بستهٔ نان اند و مرد شهوت اند۔	لااعلم
حقوق خدمت صد ساله لعب اطفال است	به کشوریکه درو کودکان خداوندند	״
بگو دل را که گرد غم نگردد	ازیرا غم ز خوردن کم نگردد	״
بهانا داں دوست کو دوستان را	غذائے دل و راحت جان فرستند	״
کمال صدق محبت ببین نه نقص گناه	که هر که بے هنر افتد نظر بعیب کند	״
حجاب نوعروسان ور بر شوهر نمیماند	اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمیماند	مخفی
پند حکیم عین صواب است محض خیر	فرخنده بخت آنکه بسمع رضا شنید	لااعلم
چشم دارم که هم ز روے کرم	کرمت عذر خواه من باشد	״
وعده تو هر که باورے کند	انتظارش خاک بر سرے کند	״
هر بیشه گمان مبر که خالی ست	شاید که پلنگ خفته باشد	سعدی
اے دوست بر جنازهٔ دشمن چو بگذری	شادی مکن که بر تو همیں ماجرا رود	لااعلم
داد غفلت روزگارم را بباد	داد داد از دست غفلت داد داد	״
طالع شهرت رسوائی مجنوں بیش است	ورنه طشت من و او هر دو زیک بام افتاد	״

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد	روی گل سیر ندیدم و بهار آخر شد	لااعلم
گر زهر دهند نوش می باید کرد	دشنام دهند گوش می باید کرد	״
ترا ای عندلیب آن دم شود عید	که سر از تن جدا گردیده باشد	״
بی آه و ناله بر دل ما نگذرد شبی	میراث عندلیب بما از کجا رسید	״
تا که از جانب معشوق نباشد کششی	کوشش عاشق بیچاره بجائی نرسد	״
جنگ هفتاد و دو ملت همه را عذر بنه	چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند	حافظ
مست می بیدار گردد نیم شب	مست ساقی را قیامت بامداد	لااعلم
مبارک منزلی کان خانه را ماهی چنین باشد	همایون کشوری کان عرصه را شاهی چنین باشد	״
از مکر و فریب زن نباشی ایمن	رم از آهو رمد چرا مکان گرد	״
ستم ظاهر او لطف نهانی دارد	صید را زود کند ذبح که لاغر نشود	״
خشم هشیار شد چه باید کرد	فتنه بیدار شد چه باید کرد	״
منه راز پنهان خود در پرند	که آن راز دستی بدستی برند	״
چون قضا آید طبیب ابله شود	آن دوا در نفع خود گمره شود	״
چو ترک سر نکنی ترک یار باید کرد	ازین دو کار یکی اختیار باید کرد	״
عشقت نه سرسریست که از دل بدر شود	با شیر اندر آمد و با جان بدر رود	״
بی دولت اگر مسجد آدینه بسازد	یا طاق فرو افتد و یا قبله کج آید	״
پدر کش پادشاهی را نشاید	دگر شاید بجز شش مه نپاید	״
خرانرا کسی در عروسی نخواهد	مگر آن زمان کاب و هیزم نماند	״
چراغی را که ایزد بر فرازد	هر آنکو پف زند ریشش بسوزد	״
کارم ز دور چرخ بسامان نمی رسد	خون شد دلم ز درد و بدرمان نمی رسد	״
اکنون کرا دماغ که پرسد ز باغبان	بلبل چه گفت گل چه شنید و صبا چه کرد	״
نه ظالم نه ظلم شقاوت بماند	که لعنت برو تا قیامت بماند	״
بسا جواهر خوش آب در ته دریا	فتاده است که کس هیچ زان ندارد یاد	״

سلطنت سہل ست خود را آشنای فقر کن	قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود	لا اعلم
بلند و پست جہاں را چو اعتبارے نیست	زمین شدیم چہ شد آسمان شدیم چہ شد	؍؍
دل ویراں طلب گنج سعادت گر ہوس داری	کہ چغد ایں خراب آباد اقبال ہما دارد	؍؍
نہ ہر مرد ہوشمند جواب	مگر آنگہ کزو سوال کنند۔	؍؍
ور کریمے دو صد گناہ دارد	کرمش عیبہا فرو پوشد	؍؍
ہر کہ بر خود در سوال کشاد	تا بمیرد نیاز مند بود۔	؍؍
ہر کہ بزندگی نانش نخورند	چوں بمیرد نامش نہ برند	؍؍
ہر سخن کاندراں نباشد صدق	ہیچ خیرے در آں سخن نبود	؍؍
از دست گدائے بینوا آمد ہیچ	جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند	؍؍
ہر دم زمانہ داغ الم بر جگر نہد	یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہد	؍؍
خضاب پردۂ پیری نمی شود صائب	بمکر و حیلہ خزاں را بہار نتواں کرد	صائب
آں ناکساں کہ فخر باجداد میکنند	چوں سگ باستخواں دل خود شاد میکنند	لا اعلم
نخواہد ایں چمن از سرو و لالہ خالی ماند	یکے ہمیرود و دیگرے ہمی آید۔	؍؍
زہے سعادت آنکس کہ یارش آرد یار	کنم زبند و غم و محنت و الم آزاد	؍؍
نخست موعظت پیر مجلس ایں سخن است	کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنند	؍؍
ہر کہ او نیک مے کند یابد	نیک و بد ہر چہ میکند یابد	؍؍
مید از سرے بخاکساراں جہاں	شکرانہ آں کہ سرفرازت کردند	؍؍
آسماں بار امانت نتوانست کشید	قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند	حافظ
بذلہ گوئی و عشوہ ساز و شوخ چشم و غمزہ زن	خوبروے کیں چنیں باشد بلائے جان بود	لا اعلم
بسے خانہ خراب از مئی شد آباد	بسے خانہ کہ دادش بادہ برباد۔	؍؍
آں زنے را کہ پشت شد چو کماں	نفس راست ہمچو تیر شود۔	؍؍
صحبت دخترے کہ جاں بخشد	زہر قاتل بود چو پیر بود۔	؍؍
در خری بر سرائے بر بند	کہ بانگ زن از وے بر آید بلند	؍؍

زنامحرماں چشم زن کور باد	چو بیروں شد از خانه در گور باد	لااعلم
زن چو زینجه قدم آنسو نهد	مرد هماں به که بیک سو جهد	″
علاج دینی و دنیاست صحبت زن نیک	زهے سعادت مردیکه زن چنین دارد	″
زهمنشین نکو کام دل تواند یافت	کسے که طالع فرخنده همنشین دارد	″
صبح پیری می دمد آخر دمے هشیار شد	خواب نیکو نیست در وقت سحر بیدار شد	″
چوں توانستم ندانستم چه سود۔	چوں بدانستم توانستم چه بود	″
مباد اکس از زن مهر جوید۔	از شوره بیاباں گل نروید۔	″
خواجه بیمار شو ببین چه کساں می آیند	بهر پرسیدن بیکس کساں نیایند۔	″
سر بر سر راه تو فدا شد چه بجا شد	ایں بار گراں بود ادا شد چه بجا شد	″
خنظل به تربیت ندهد طعم نیشکر۔	گل بر نچنید که آنکه همه خار پرورد	″
زن آنکه در پرده پنهاں بود	که آهنگ بے پرده افغاں بود	″
دردا که طبیب صبر مے فرماید	ویں نفس حریص را شکر مے آید۔	″
دست خود و دهان خود ۔	گر نخوری زبان خود۔	″
سنخیاں زاموال بر مے خورند	بخیلاں غم سیم و زر مے خورند۔	سعدی
سرسبزی تو زسر خرد مے خیزد	زاں گونه که زنگار زمس می زاید۔	لااعلم
سگ بدریائے هفت گانه بشو	چوں که تر شد پلید خواهد شد	سعدی
سنگ بر بارهٔ حصار مزن	چه بود گر حصار سنگ آید	″
شاه گر لطف بے عدد راند	بنده باید که حد خود داند۔	″
شب گر به سمور مے نماید	زنگی بچه حور مے نماید۔	″
ظالم بمرگ دست نمیدارد از ستم	آخر بر عقاب پر تیر مے شود۔	″
کلاغے تگ کبک در گوش کرد	تگ خویشتن هم فراموش کرد	″
محبت است که دل را نمیدهد آرام	دگر نه کیست که آسودگی نمے خواهد	″
ملحد گرسنه در خانه خالی بر خوان	عقل باور نکند کز رمضان اندیشد	سعدی

من و مربی من هر دو آنچنان مفلوک	که هر دو را دو مربی خوب می باید	لا اعلم
نرخ متاعیکه فراوان بود.	عزیز مثل جان بود ارزان بود.	״
هر که آمد بجهان زاهل فنا خواهد بود	آنکه پاینده و باقیست خدا خواهد بود	״
هر که سلطان مرید او باشد	گر همه بد کند نکو باشد.	״
هر که عیب دگران پیش تو آورد و شمرد	بیگمان عیب تو پیش دگران خواهد برد	سعدی
هر که گریزد ز خرابات شاه.	بار کشش غول بیابان بود	
چنان با نیک و بد عرفی بسر کن تا پس مردن	مسلمانت بزمزم شوید و هندو بسوزاند	عرفی
آنکس که بداند و بداند که نداند	اسپ طرب خویش بمنزل رساند	لا اعلم
آنکس که بداند و بداند که بداند	آن هم خرک لنگ بمنزل برساند	״
اگر این بار جان برم ز غمت	دیگرم عاشقی هوس نبود	״
چشم ازرق موی سیگون رنگ زرد	این چنین کس با کسی نیکی نکرد.	״
در برابر چو گوسفند سلیم	در قفا همچو گرگ مردم در.	״
رشته چو گسست میتوان بست	لیکن میانش گره بماند	״
شاه اگر لطف بی عدد راند	بنده باید حد خود نگاه دارد	״
کلبه احزان تسلی بخش نیست	در بیابان می توان فریاد کرد	״
قدم نامبارک و مسعود	گر بد بر یار رود برآرد دود.	״
هر دم زمانه داغ دگر گونه در دهد	یک داغ نیک ناشده داغ دگر دهد	״
امروز دیگرم بفراق تو شام شد	در آرزوی وصل تو عمرم تمام شد	״
کاری که بعقل بر نیاید	دیوانگی درد بباید.	״
سرت همه دارای فلک میداند	کو موی بموی رگ رگ میداند	״
دشمن دانا که غم جان بود	بهتر از آن دوست که نادان بود	״
بد اندیش هم در سر شر رود	چو گژدم که تا خانه کمتر رود.	״
مارا ز تو چشم بد ایام جدا کرد	چشم بد ایام چگویم که چها کرد	״

تو جان منی و عزم رفتن داری	چوں جاں برود ایں تن بیجاں چہ کند	لااعلم
دولت چو بہ پیشکاری آید	ہر کار چناں کند کہ شاید	"
ازیں نوید مبارک کہ ناگہاں آمد	بشارتے بدل و مژدہ بجاں آمد	"
خدائے کہ بالا و پست آفرید	زبردست ہر زیردست آفرید	"
سگ اصحاب کہف روزے چند	پئے نیکاں گرفت مردم شد	سعدی
کلاغے تگ کبک در گوش کرد	تگ خویشتن را فراموش کرد	لااعلم
ز رخ متاعیکہ فراواں بود	گر بمثل جان بود ارزاں بود	"
ہر کجا چشمہ بود شیریں	مردم و مرغ و مور گرد آیند	سعدی
زمانہ دگرگونہ آئیں نہاد	شد آں مرغ کو بیضۂ زریں نہاد	نظامی
گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید	حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید	لااعلم
خطت دمید و مطلب عاشق تمام شد	اے ترک من مناز کہ ترکی تمام شد	"
نازک بدن چنانکہ اگر بگذرد بر آب	چوں پائے بر حباب نہد آبلہ فتد	"
گر نمی پرسی کہ یارے داشتم حالش چہ شد	کشتۂ من نیم جانے داشت احوالش چہ شد	"
عید اگر نزدیک باشد ما غریباں را چہ سود	چوں ازاں مہ وعدۂ دیدار می افتد بعید	"
دل کہ افسردہ شد از سینہ بروں باید کرد	مردہ ہر چند عزیز است نگہ نتواں کرد	"
بعالم ہر کرا بینم بدل دردو غمے دارد	ز دست غم منال اے دل کہ غم ہم عالمے دارد	"
دل بمہرش چہ نہم تکیہ بعہدش چکنم	کہ بیک صحبت اغیار دگرگوں گردد	"
در ہمہ کار مشورت باید	کار بے مشورت نکو ناید	"
بدی چہ کنی بجائے کسے	کہ او نکند بجائے تو بد۔	"
داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار	گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد	"
از سفر ہا بندہ کیخسرو شود	بے سفر ہا ماہ کے خسرو شود	"
فکر آیندہ مکن بیہدہ تصدیع مکش	خود بخود ہر چہ نصیب است ہماں خواہد بود	"
چہ می پرسی ز من حال دل غم دیدہ اے چوں شد	دلم شد خوں و خوں شد آب و آب از دیدہ بیروں شد	"

تو دور افتادگاں را گاہ گاہے یاد میکردی — لا اعلم

مگر گم کرد قاصد رہ کہ پیغامی نمی آرد ۔ — ״

جواب نامہ ام زان شاہ خوباں دیر می آید ۔ — ״

جواں گر میرسد قاصد ز کویش پیر می آید — ״

شب ہجران تو از روز قیامت کم نیست / غالباً روز قیامت شب ہجران باشد — ״

اگرچہ وعدۂ خوباں وفا نمیدارد / خوش آں حیات کہ در انتظار میگذرد — ״

بگوشم مژدۂ وصل از در و دیوار می آید / دلم ہم می طپد در سینہ امشب یار می آید — ״

دردم ز حد گذشت بدرماں خبر کنید / کارم بجاں رسید بجاناں خبر کنید — ״

گویند روز حشر بپایاں نمیرسد / صد روز آں یک شب ہجراں نمیرسد — ״

تا کے از وعدۂ وصلم دہی اے شوخ فریب / ایں سخن را بکسے گو کہ ترا نشناسد — ״

من پند کساں نمی کنم گوش / ایں را بہ کسے دگر بگویند — ״

ندانم من ترا در دل چہ افتاد / کہ دادی صحبت دیرینہ بر باد — ״

رفت آں بیوفا از نامہ ام شادم نکرد / من بسے یادش چو کردم او مرا یادم نکرد — ״

مگر آب و ہوائے آں زمیں خاصیتے دارد / کہ ہر کس میرود آنجا فراموشکار میگردد — ״

مدتے شد کہ رہ مہر و وفا مسدود است / نہ کسے میرود آنجا نہ کسے می آید ۔ — ״

بیا بیا کہ جدائی نہایتے دارد ۔ / طپیدن دل بے صبر غایتے دارد — ״

از درد ہجر شکوہ ز جاناں نمی کنم / گیرم ہماں کہ وعدہ نمود و وفا نکرد — ״

نمی آئی نمیخواہی نمی جوئی نمی پرسی / چرا از آشنایاں اینقدر کس بے خبر باشد — ״

گوہر پاک بباید کہ شود قابل فیض / ورنہ ہر سنگ و کلوخے در و مرجاں نشود — ״

گر جاں بدہی سنگ سیہ لعل نہ گردد / با طینت اصلی چہ کند بدگہر افتاد — ״

اے کبک خوش خرام کجا می روی بایست / غرہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد — ״

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر / آرے شود ولیک بخون جگر شود — ״

اشقیا را دیدۂ بینا نہ بود / نیک و بد در دیدۂ شاں یکساں بود — ״

عروس ملک نکوروے دختر ست دمے	وفا نمی کند این سست مهر بادا ماد	لااعلم
عیب می جمله بگفتی هنرش نیز بگو	نفی حکمت مکن از بهر دل عامے چند	″
زخورده گیری روز حساب آزادم	ورق سیاه چنان کرده ام که نتوان خواند	طاہر
حسود را نتوان کرد از جدل خاموش	مگر به تیغ تغافل زبان بریده شود	عزت
غمناک نباید بود از طعن حسود اے دل	شاید که چو وا بینی خیرے تو درین باشد	حافظ
تا دخل نباشد نتوان خرج نمودن	کز بستگی گوش زبان لال بر آمد	صائب
از گلوی خود ربودن وقت حاجت همت است	ورنه هر کس وقت سیری پیش سگ نان افگند	لااعلم
سر خدا که عارف سالک بکس نگفت.	در حیرتم که باده فروش از کجا شنید	″
بیا تا در صف رندان ببانگ چنگ می نوشیم	که ساز شرع زین افسانه بی قانون نخواهد شد	″
راز بکشاے بر کس که درین مرکز خاک	سیر کردیم بسے محرم اسرار نبود	
روز هجران و شب فرقت یار آخر شد	زدم این فال و گذشت اختر و کار آخر شد	
بخلق احسان نمودن موجب آخر نکو باشد	خار از دستگیری مردم آخر سرخرو باشد	
عشق اول در دل معشوق پیدا می شود	تا نسوزد شمع کے پروانه شیدا می شود	
به تدبیر رستم در آید به بند	که اسفندیارش نه جست از کمند	
حریص را نکند نعمت دو عالم سیر	همیشه آتش سوزنده اشتها دارد	
غفلت بجهان اگر نمی شد	از عمر دمی بسر می شد۔	
توانگری نه بود مال دیگران خوردن	نظر بنان گدائے توانگران نکنند۔	
چار من آب است اگر خواهی کنی غسل بدن	قطره زین آب بهر غسل دل کافی بود.	
یوسف از تعبیر خواب خویش آگاهی نداشت	کارساز دیگران در کار خود بیچاره بود۔	
شاد باش اے دل که آخر عقده ات وا میشود	قطره تا می رسد جاے که دریا میشود۔	
مملکت با معدلت خوشتر بود	ثمره دارین ازان حاصل شود	
هر که تعجیل کند پیرو شیطان گردد	آخر از فعل بد خویش پشیمان گردد	
گوش بر گفته بیهوده غماز منه	کو ز بدخوئی خود خانه برانداز بود۔	

وقت از دست رفته باز نه آید	غافلی این چنین نمی شاید۔	لااعلم
در تعجیل مکشا در امورات	قدم سنجیده نه کز جا نلغزد	//
شرط عقل انیکه سعی بنماید	تا به تقدیر او چه می آید۔	//
هر ضعیفی که با قوی پیچد	آب دانسته زهر را نوشد	//
نیک را عاقبت همان نیک است	بد بماند آنکه خوے بد دارد	//
صحبت نیک چو شیر است در آب	نه چو هیزم که همه نار شود	//
تواضع ترا ارجمندی دهد	زروے شرف سر بلندی دهد	//
خبر کن یا دلیل خیرے باش	تا ترا هم دران ثواب دهند۔	//
دولتیان رخ زجهاں تافتند۔	دولت باقی زکرم یافتند۔	//
بهمه خلق جهاں خلق پسندیده نماے	که سوے خلد بریں راه بداں خواهد بود	//
ملک منی طلبی پیروی دهقان کن	لشکرت گر نبود ملک مسلم نشود	//
هر شاه که او نیت خود راست کند	یابد زخداے انچه درخواست کند۔	//
بناے کار بنه بر ثبات و امین باش	که هر بنا که بر اصل ست پایدار بود	//
در فراغت کوش و در لذت که نیست	آرزو را هیچ پایانے پدید۔	//
بناے دولت خویش آں کسے خراب کند	که شام می خورد و صبحگاه خواب کند	//
سخی را شرم می آید که ز سایل	خجل از درگه او باز گردد۔	//
تقدیر چو سابق ست تعلیم چه سود	جز بندگی و رضا و تسلیم چه سود	//
ما کار خویش را بخداوند کارساز	بگزاشتیم تا کرم او چها کند	//
گرت چو نوح نبی هست صبر در غم طوفان	بلا بگردد و کام هزار ساله بر آید	//
نه بدعوی ست قدر و قیمت مرد	قیمت مرا صبر باید کرد	//
شکر سوے شهر سعادت برد	هر که کند شکر زیادت برد	//
هر که با خلاص قدم میزند۔	یلئے وقتست که دم میزند	//
نکورو تاب مستوری ندارد	ور بندی سر از روزن بر آرد	//

ہر کار کہ عارست ملال افزاید	در حالت احتیاج بد نہ نماید	لااعلم
دلیرے کہ او شیر را پے کند	نہ ہمچوں توئی عاجزی کے کند	"
جراحتے کہ ز تیغ زباں رسد بر دل	بہ ہیچ مرہم راحت نکو نخواہد شد	"
آنچہ داری بخور امروز غم دہر مخور	چوں بفردا برسی روزی فردا برسد	"
کار درویش مستمند برآر	کہ ترا نیز کارہا باشد۔	"
چوں توانستی ندانستی چہ سود	چوں بدانستی توانستی نہ بود	"
چوں خداوند از تو خوشنود است	خشم دیگر کساں ضرر نکند	"
شکر نعمت نعمت افزوں میدہد	مفلساں را گنج قاروں میدہد	"
گر جانب حق نگاہ داری	حق نیز ترا نگاہ دارد	"
زاں پیشتر کہ مرگ بناگہ فرا رسد	خورشید عمر بر سر کوہ فنا رسد	"
بداصل را چگونہ کسے تربیت کند	در جیب خود چگونہ کسے مار پرورد۔	"
قلم رخت جائے تواند کشید	کہ شمشیر نتواند آنجا رسید	"
بجائے خار گلبن می نشاند	بجائے زہر شکر می چشاند	"
مرد قانع بزرگوار بود	طامع البتہ خوار و زار بود	"
ترا شب بعیش و طرب میرود	چہ دانی کہ بر ماچہ شب میرود	
ہر کہ از سودائے شہوت مست شد	کار او یکبارگی از دست شد	"
چوں تو نتوانی کشیدن بار خود	بار اگر نکشد مرنج از یار خود۔	"
آتشے را کہ خلق از و سوزند	جز بکشتن علاج نتواں کرد	"
گر تیغ سیاست سلاطین نبود	در عالم خاک آب خوش کس نخورد	"
سخن کہ آں ز غرض پاک و از طمع خالیست	اگر بسنگ بگوئی دراں اثر دارد	"
خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں	تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد	"
من نہ آنم کہ سر از خط وفا بردارم	گرچہ سازند جدا چوں قلم سر زبند	"
کارہا راست کند عاقل کامل سخن	کہ بصد لشکر جرار میسر نشود	"

راز خود با کسے نباید گفت	کہ بسے اندران خطر باشد	لا اعلم
راستی راہست راہ مستقیم	گر دراں خارے فتد دور افگند	〃
ز فیض خدمت پیر خردمند	شود شاگرد فرزانہ برومند	〃
فضل او یک لحظہ سازد ذرہ را چوں آفتاب	ابر رحمت قطرہ را مانند دریای کند	〃
شجاعت ہم سخاوت ہم تواضع	کہ ہر سہ در دل سلطاں بباید	〃
تواضع کن تکبر دور گرداں	بریں رہ رو کہ راہ راست باشد	〃
عدل سلطان موجب امن خلائق میشود	شہرۂ آسودگی از شرق تا مغرب رود	〃
گرچہ تبدیل خو نمے گردد	لیک صحبت عجب اثر دارد	〃
ہر کہ احساں کرد و بادے بد کند	تیشہ را از خود بپائے خود زند	〃
عدل کردن زیب سلطانی بود	در ممالک نام با نیکی برد۔	〃
ہر قدر بیشتر طمع باشد	ہوشمندی بہ پند گوش بہ بند	〃
مشو غافل ز لطا ہر ہائے دشمن	کہ چوں صباغ ہر دم رنگے آرد	〃
مرد بد اطوار از تزویر خود۔	مال ہر کس از فریبی میخورد	〃
مرد ابلہ در فریب زن شود	وائے بر آں کو ز خود غافل بود	〃
متاع خوب ہر جائیکہ یابید	بجان منت خریداری نمائید	〃
تدبیر مصلحت بر آرد	گر خواہش انتقام دارد۔	〃
گوش بر پند بزرگاں بنہید	تا کہ از رنج صعوبت برہید	〃
دوستی بعد امتحاں شاید	نہ بہر چیز خود بیالاید۔	〃
عقل برتر ز صد گہر باشد	ہمچو خرمہرہا سیم و زر باشد	〃
قول بزرگانست کہ خوش گفتہ اند	صحبت ہم جنس اثر می کند	〃
جو مانو گے عورت کا کہنا مرید	تو دنیا میں کہلاؤ گے زن مرید	〃
ہر آہ جگر سوز کہ از سینہ بر آید	دو دست کز دبوے گلاب جگر آید	〃
اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز	کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد۔	〃

برق چشمک زن ز طرف کوهساران میرسد	ساقیا سامان ساغر کن که باران میرسد	لااعلم
بهر کجا روم وصف دوستان گویم	برائے یار فروشی دکاں نمی باید۔	"
ساقیا عمر درازو قدحے پر مے باد	که به سعی تو ام اندوه خمار آخر شد	"
چناں زی که ذکرت بتحسین کنند	چو مردی نه بر گور نفریں کنند	"
حافظ صبور باش که در راه عاشقی	هر کس که جاں نداد بجاناں نمیرسد	حافظ
از مرگ میندیش و غم رزق مخور	کیں هر دو بوقت خویش ناچار رسد	"
طلبگار گوهر که کانے کند	به پندار و امید جانے کند۔	"
کس ندا دازاں جهاں که تا پرسم ازو	کا احوال مسافراں عالم چوں شد	"
ما کار خویش را بخدا وند کارساز	بسپرده ایم تا کرم او چها کند	"
روز هجراں و شب فرقت یار آخر شد	زدم ایں فال و گزشت اختر و کار آخر شد	"
جهاں خوش ست و لیکن حیات می باید	اگر حیات نباشد جهاں چه کار آید۔	"
پنجه زد عشقت لباس پارسائی پاره شد	طاعت صد ساله ام تاراج یک نظاره شد	"
به زمینے که نشان کف پائے تو بود	سالها سجده صاحب نظراں خواهد بود	"
هنوزش گرد گل نارسته شمشاد	زخوبی سروا دچوں سرو آزاد	"
خال را چوں دید زاهد سبحه از دستش فتاد	از برائے دانه صد دانه را بر باد داد	"
کروٹیں لے لے کے کٹتے ہیں شب فرقت میں ہم	کس طرح سے خفتگاں خاک آجاتی ہے نیند	"
گر همیں مکتب ست و ایں ملا	کار طفلاں تمام خواهد شد	"
هیچ صیقل نکو نداند کرد	آهنے را که بد گهر باشد۔	"
فروتنی ست دلیل رسیدگان کمال	که چوں سوار بمنزل رسد پیاده شود	"
ابرست و بهارست و هوا هم مزه دارد	برخیز که نغزیدن پا هم مزه دارد۔	"
ایں سبزه و ایں چشمه و ایں لاله و ایں گل	آں شرح ندارد که بگفتار در آید	"
هر سوخته جانے که بکشمیر در آید	گر مرغ کباب ست که با بال و پر آید	"
آں ناکساں که فخر باجداد می کنند	چوں سگ باستخواں دل خود شاد می کنند	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
غم ہجر تو پایانے ندارد	چہ دردست ایں کہ درمانے ندارد	لااعلم
خوش باش کہ عاقبت نصیب من و تو	وہ گز کفن وسہ گز زمین خواہد بود۔	"
ازدست و زبانے کہ برآید	کز عہدۂ شکرش بدر آید	"
امید نیست دگر دفع ایں ملال شود	مگر بمیرم واے جاں بتو وصال شود	"
بگے ست کلام خوش کہ گویند ازاں	چنداں کہ کرم نمود درویش نشد	"
از بیاباں عدم بر سر بازار وجود	بتلاش کفنے آمدہ عریانے چند	"
نہ کس می دہاند نہ کس میدہد	خدای دہاند خدا می دہد۔	"
ہر کہ اور انفس توسن رام شد	از خرد مندان نیکو نام شد	"
ہر کہ مزدرع خود خورد بخوید	وقت خرمنش خوشہ باید چید	"
اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند	کہ خر لنگ جاں بمنزل برد	"
عاقل آن باشد کہ او شاکر بود	وانکہے بر نفس خود قادر بود	"
شاہ گر لطف بے عدد راند	بندہ باید کہ قدر خود داند۔	"
عشق اول در دل معشوق پیدا می شود	گر نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود	"
ہر چند کہ دل بداں گراید	گر جہد کنی بدستت آید۔	"
فلک بے رحم و عالم دشمن و معشوق بے پروا	مرا بر آرزو ہائے نظیری خندہ می آید	نظیر
دلم دلدار [illegible] جوید ہم آرام می خواہد	عجائب کشمکش دارم کہ جانم مفت میکاہد	"
چوں ہلال ابروش راماہ نوازدور دید	خم شد از تعظیم تا گوید مبارکباد عید	"
غلط ست آنکہ گویند کہ بدل رہست دل را	دل من ز غصہ خوں شد دل تو خبر ندارد	"
کسی طرح سے سمجھتا نہیں دل ناشاد	وہی بکاہے وہی زاری اور وہی فریاد	"
مطلبے گر بود از ہستی ہمیں آزار بود	ورنہ در کنج عدم آسودگی بسیار بود	"
تو بادشاہ جہانی جہاں ز دست مدہ	کہ بادشاہ جہاں را جہاں بکار آید۔	"
زراہ خاکساری گر کسے بر خاک بنشیند	چو خورشید جہاں افروز بر افلاک بنشیند	"
اے کبک خوش خرام کہ خوش میروی بناز	غرہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد۔	"

نه هندوم نه مسلمان نه محتسب نه فقیه	بحیرتم که سرانجام ما چه خواهد بود	لااعلم
حسن تو همیشه در فزون باد	رویت همه سال لاله گون باد	″
حباب از سربلندی پایمال موج میگردد	غبار از خاکساری سر به اوج آسمان دارد	″
نمیدانم ترا در دل چه افتاد	که دادی صحبت دیرینه بر باد	″
هرکه جان را عزیز می دارد	باهما ندارشش چه کار بود	″
هرکه از سودای شهوت مست شد	کار او یکبارگی از دست شد	″
حدیث درد دلاویز داستانی هست	که ذوق بیش دهد چون دراز تر گردد	″
ابله شده ز زن وفا می طلبی ۔	اسپ و زن و شمشیر وفادار که دید	″
خاصان خدا خدا نباشند	لیکن ز خدا جدا نباشند	″
با همین مردمان بباید ساخت	چه توان کرد مردمان این اند	″
هرچه از پیش شه آید خوش بود	اندک و بسیار او دلکش بود	″
تو دستگیر شو ای خضر پی خجسته که من	پیاده میروم و همرهان سوارانند	″
در حقیقت تنگدستی مایهٔ دیوانگی ست	در چمن بید از غم بیحاصلی مجنون شود	″
زر نهان داشتن بود مشکل	گرچه دارند حیله ها سازد	″
نہ پوچھ درد اسیری کی داستاں صیاد	سُنی نہ جائیگی تجھ سے مری فغاں صیاد	″
پای پر آبله و منزل عشق ست دراز	آیا این بادیه انجام شود یا نشود	″
ز عالم کسی سر برآرد بلند	که در کار عالم بود هوشمند	″
با گرسنگی قوت پرهیز نماند	افلاس عنان از کف تقوی بستاند	″
ای دل صبور باش مخور غم که عاقبت	این شام صبح گردد و این شب سحر شود	″
قانع به تجلی نشود طالب دیدار	پروانه به مهتاب تسلی نتوان کرد	″
تکلف برطرف جانان بیا بر دیده ام بنشین	که در بزم سیه بختان بلا بالانشین باشد	″
اگر در هر دو جانب جا بلانند	دگر زنجیر باشد تگبلانند	″
شکر ایزد که میان من و او صلح فتاد	حوریان رقص کنان ساغر شکرانه زدند	″

شرف مرد بجود است و کرامت بسجود	هر که این هر دو ندارد عدمش به ز وجود	لللعلم
هر چیز که دل بداں گرا ید ۔	گر جهد کنی بدستت آید ۔	〃
علاج نفس کافر را بهنگام جوانی کن	که این مار سیه چوں پیر گردد اژدها گردد	〃
پوچھیں یہاں کا حال تو کہنا یہ نامہ بر	تیرا ہی ذکر خیر ہے ذکر خدا کے بعد ۔	〃
چوں خداوند از تو خوشنود است	خشم دیگر کساں ضرر نکند	〃
همت بلند دار و زبونی مکن که چرخ	هر جا زبون تری ست بروچیره تر شود	〃
هر که آسودگی و راحت جست	دل خود را از بخت شاد نکرد	〃
میل کسے کن که وفایت کند	جاں هدف تیر بلایت کند	〃
دولت یافته زدست مده	که بداں دولتت نه باز آید ۔	〃
کار ها راست کند عاقل کامل سخن	که بصد لشکر جرار میسر نشود	〃
چند بتواں ساخت موے خویش حق قیر از خضاب	چوں نمی گردد جواں دل زیں سیه کاری چه سود	〃
خوبروئے کج کلہاں صلح و صفا نیز کنند	غنچه سازند دل و کار صبا نیز کنند	〃
آنچه کردی تو به من هیچ به انسان نکند	مرگ با جاں نکند کفر به ایماں نکند	〃
که داند که این دخمهٔ دام و دد	چه بازیچه ها دارد از نیک و بد	〃
شب عشرت غنیمت داں و داد خوشدلی بستاں	که در عالم کسے احوال فردا را نمی داند ۔	〃
ز سر طوق گنبد به گردوں رسید	چو پیرے که او را پراند مرید	〃
صبا به پیشیں رخت چشم بسته می آید	ادب به بزم تو صد جا نشسته می آید	〃
ما بداں مقصد عالی نتوانیم رسید	هاں مگر پیش نهد لطف شما گامے چند	〃
دل همه دیده شد و دیده همه دل گردید	که مراد دل و دنیا ز تو حاصل گردد	〃
بدتر از مرگ انتظار آمد	نه پیام آمد و نه یار آمد	〃
اگر چه وعدهٔ خوباں وفا نمی دارد	خوش آں حیات که در انتظار می گزرد	〃
وزید امشب نسیم وصل خوش در گلشن جانم	چناں شادم که غم با من درین غمخانه می رقصد	〃
مرا چوں دولت وصل محباں یاد می آید	ز چشم اشک می بارد ز دل فریاد می آید	〃

۱۸۱۱

تواضع ترا ارجمندی دهد — زروے شرف سربلندی دهد

چوں تو نتوانی کشیدن بار خود — یار اگر نکشد مرنج از یار خود

سخن کہ آں زغرض پاک واز طمع خالی ست — اگر بسنگ تو گوئی دراں اثر دارد۔

حدیث سرّ دل دل داند و بس — زبان و لب دراں محرم نباشد

ہر کہ بدی کرد بجز بد ندید — آفت آں زود بوے در رسید

دوستی را چنیں کسے باید — کہ ازو کار بستہ بکشاید

رفتہ رفتہ موج اشکم در گلو زنجیر شد — اشک دامنگیر ما آخر گریباں گیر شد

مرد قانع بزرگوار بود۔ — طامع البتہ خوار و زار بود

قدرے کہ بتعظیم کساں کاستہ گردد — مردے بجہاں قدر کسے آراستہ گردد

ہر کس کہ بقول خصم مغرور شود — شمع و خروشش تیرہ و بے نور شود

نیست در عالم بدے چوں یار بد — یار بد بدتر بود از مار بد۔

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں — تا سیہ روے شود ہر کہ درو غش باشد

یک نگاہ غلط انداز ز چشم ساقی — کار صد شیشہ و صد ساغر و صد جام کند

ما نامہ بہ برگ گل نوشتیم — باشد کہ صبا بادر ساند

از وعدۂ وصال غمم از دل نمی رود — نتواں بیوے بادہ علاج خمار کرد

اب دفور ضعف سے ضبط فغاں ہوتا نہیں — فاش ہو جائے نہ کیوں راز نہاں اہل درد

نے زر و سیم نہ باغ و نہ مکاں می یابد — انچہ در راہ خدا مید ہی آں می یابد

چنیں گفت شاہ جہاں کیقباد — کہ نفریں بد بر زن نیک باد

نیاید بست دل با مال و فرزند — ببایدبود تنہا با خداوند

اے اجل گر ہمتے داری بیا امشب مکش — ورنہ بے منت فراق یار فردا می کشد

من پیش تو مجرم تو در پیش خدائے — گر عفو کنی حق ز تو ہم عفو کند۔

بد اصل را چگونہ کسے تربیت کند — در جیب خود چگونہ کسے مار پرورد

ہر شاہ کہ او نیت خود راست کند — یابد ز خدائے انچہ درخواست کند

شکر خدای را کہ تواند شمار کرد	تا کیست آنکہ شکر یکے از ہزار کرد	لا اعلم
تا توانی درون کس مخراش	کاندریں راہ خارہا باشد	″
چناں بانیک و بد عرفی بسر کن کز پس مردن	مسلمانت بزمزم شوید و ہندو بسوزاند	عرفی
غافل ز بیقراری عشاق نیست حسن	فانوس پردہ داری پروانہ می کند	″
آواز خوش از کام و دہانے کہ برآید	گر نغمہ کند ور نہ کند دل بفریبد۔	″
رنج و غم کی ہے کہانی دوستان اہل درد	غیر بھی روتے ہیں سن سن کر بیاں اہل درد	″
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد	″
با بداں کم نشین کہ صحبت بد	گرچہ پاکی ترا پلید کند	″
وصلے کہ درد ملال باشد	ہجراں بہ ازاں وصال باشد	″
برگ سبز است تحفۂ درویش	چہ کند بے نوا ہمیں دارد	″
ابر باید کہ بصحرا بارد	زاں چہ حاصل کہ بدریا بارد	″
نہ قندی کہ مردم بصورت خورند	ارباب معنی بہ کاغذ برند	″
چوں رشتہ گسست میتواں بست	لیکن بمیاں گرہ بماند	″
پس ز پے آنچہ نخواہد رسید	رنجش بیہودہ چہ باید کشید	″
ہر کجا داغ بایدت فرسود	چوں تو مرہم ہتی ندارد سود	″
سبک سر ہمیشہ بخواری بود	ستوں خرد بردباری بود	″
شہا تخت اقبال جائے تو باد	سریر فلک متکائے تو باد	″
درخت دوستی بہ نشان کہ کام دل ببار آرد	نہال دشمنی برکن کہ رنج بے شمار آرد	″
از ستم ہر کو دلے را ریش کرد	آں جراحت بر وجود خویش کرد	″
ہمت بلند دار کہ مردان روزگار	از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند	″
من زخود رفتم دیارم آمد۔	بیخودی طرفہ بکارم آمد۔	″
کرم پیشہ کن کادمی زادہ صید۔	باحساں تواں کرد وحشی بقید	″
فیض روح القدس ار باز مدد فرماید	دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد۔	″

مصرع اول	مصرع دوم	
هردم زمانه داغ دگرگونه می دهد	یک داغ نیک ناشده داغ دگر نهد	لا اعلم
فراق دوستاں دیدن نشاید باشد از دوزخ	معاذ الله غلط کردم که دوزخ زان فزوں باشد	
من تائب و من زاهد لیکن چه کنم دل را	با طائفه خوباں وز دیده سرے دارد	″
نسیم صبح که دیوانه واری گزرد	ندانمت زکدامیں دیاری گزرد	
نزاع آنچناں آتشے بر فروزد	که از تاب آں هر چه باشد بسوزد	
از سفرہا بنده کهنه شود	بے سفرہا ماه کے خوش رو شود	
نباشد پسندیده عقل و شرع	که بے بینه شاه فرماں دهد	″
گر جانب حق نگاه داری	حق نیز ترا نگاه دارد	
رو بپیچ از مشورت زیرا که ارباب خرد	مشورت را پیشکار اہل دولت گفته اند	
گفتمش چیست که خدائی گفت	ساعتے عیش و غصه سالے چند	
شیراں جهاں اسیر یک زن شده اند	اے وائے بر آنکس که دو زن می طلبد	
رشته عمر و محبت همه وفائے زن پلید	چشم مور و پائے مار و نان ملاکس ندید	
خضاب پرده پیری نمی شود صائب	به مکر و حیله خزاں را بهار نتواں کرد	صائب
حقه یک دم دو دم سه دم باشد	نه که میراث جد و عم باشد	
شیر آں باشد که آدم می خورد	شیر آں باشد که آدم می خورد	
هر کرا بخت راهبر باشد	در همه کار با ظفر باشد	″
نخستیں نشان خرد آن بود	که از بد همه سال ترساں بود	″
گلیم ما دلق از عشق هر دو سوخته ایم	ترا تجلی و ما را نقاب می سوزد	″
ادب بهتر از گنج قاروں بود	فزوں تر ز ملک فریدوں بود	″
عروس ملک کسے در کنار گیرد چست	که بوسه بر لب شمشیر آبدار زند	″
بر مسند ناز کے نشیند بمراد	آنکس که ره مراد بر دل نگشاد	″
شکر سو شہر سعادت برد	هر که کند شکر زیادت برد	″
آں ناکساں که فخر بر اجداد می کنند	چوں سگ به استخواں دل خود شادی کنند	″

سفلساں راکس نمی پرسد زمیناکن قیاس	چونکہ خالی شد کسے ورگردنش دستے نکرد	لا اعلم
ہر آں کہتر کہ با مہتر ستیزد	چناں افتد کہ ہرگز بر نخیزد۔	״
ہر کہ زبہر دگراں چاہ کرد	بہر خود او زیر زمیں راہ کرد۔	״
از دوست سود گر رسد و گر زیاں رسد	نیکوست ہر چہ از طرف دوستاں رسد	״
ایں بادہ کہ روزگار دارد	یک مستی و صد خمار دارد	״
فراق دوستاں دیدن نشانے باشد از دوزخ	معاذ اللہ غلط کردم کہ دوزخ زاں نشاں باشد	״
ما کار خویش را بخداوند کارساز	بسپردہ ایم تا کرم او چہا کند	״
ہر کہ عاقل بود از خوبی عنواں داند	کہ دریں نامہ خبرہائے نکو خواہد بود۔	״
وزید امشب نسیم وصل خوش در گلشن جانم	چناں شادم کہ غم با من دریں غم خانہ می رقصد	״
کشتئ کہ عشق دارد نگذاردت بدیں ساں	بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد	خسرو
بیک آمدن ربودی دل و جاں صد چو خسرو	چہ شود اگر بدیں ساں دو سہ بار خواہی آمد	״
بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم	پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد	״
بے تو آمد جاں بدل از دل کنوں آمد بہ لب	ایں مسافر تا قدم منزل بمنزل میرود	״
بس نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند	کز ہستیش بروئے زمیں یک نشاں نماند	سعدی
سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش	کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند	حافظ
تو چناں زی کہ چو بمیری برہی	نہ چناں گر تو بمیری برہند۔	لا اعلم
میرس حال دل آں دم کہ در سخن آئی	کریم چوں گہر افشاں شود گدا چہ کند۔	״
غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش	شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود	״
گر نفس بخواہد از تو گلقند	خاکش بدہی تو لقمہ چند	״
بشنو از نے چوں حکایت می کند	وز جدائی ہا شکایت می کند	مولانا روم
سخی را شرم می آید کہ سائل	خجل از درگہ او باز گردد۔	لا اعلم
عقل کل ہے صلح کل کرتی پسند	پائے دنیا میں نہ کوئی بھی گزند	״
کشاکش گرہ مدعا مبارک باد	ثمر فشانی نخل دعا مبارک باد	״

صبا نبا خجلت سائل بزمینم در کرد	بے زری کرد من انچہ بقاروں زر کرد	ہمایب
مے صاف وحدت کسے نوش کرد	کہ دنیا و عقبےٰ فراموش کرد	لا اعلم
فراست دیدۂ دل برکشاید	ہر آں حالے کہ باشد او نماید	〃
جہاں بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار	نیافتم کہ فروشند بخت در بازار	عرفی
بترس از صحبت آنکیں کز و خلقے بیازارد	بہ آتش ہر کہ شد نزدیک بیم سوختن دارد	لا اعلم
اگر دشمن دوتا گردد ز تعظیمش مشو غافل	کماں خیدانکہ خم گردد خدنگش کارگر آید	〃
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد	ہر کہ خود را دید او محروم شد	
بید را اگر ببرو رند چو عود	بر نیاید نسیم عود ز بید	〃
پریشاں روزگارم طرۂ محبوب می داند	بلے حال پریشاں را پریشاں خوب می داند	〃
باید وست چناں بزی کہ بعد از مردن	انگشت گزیدنی بیاران ماند۔	〃
جس کا دل دلبر میں ہو پھر اس کو کیا آتی ہے نیند	کروٹیں لیتے ہی لیتے صاف اڑ جاتی ہے نیند	〃
ہنوز ایں اول عشق ست جاناں گریہ کمتر کن	کہ ایں طوفان رسوائی ست عالمگیر خواہد شد	〃
بناے کار بنہ بر ثبات و ایمن باش	کہ ہر بنا کہ بر اصل ست پایدار بود	〃
درمطلب بسکوشم اریابم زہے بخت بلند	ورنیابم عذر من افتد بزرگان را پسند	〃
فقر و فاقہ بہر دم آموزند	خویشتن سیم و غلہ اندوزند	〃
آنکہ در بند دل آزاری بود	در عقوبت کار او زاری بود	〃
چو با پنجۂ شیر پنجہ کند	یقین باز وے خویش رنجہ کند	〃
مرا جا شد خرم را نیز جا باشد	زن دہقان بزاید یا نزاید	〃
ہر کہ بے فکر و تانی عملے گیرد پیش	آخر الامر ازاں کردہ پشیماں گردد	〃
بخدا کار چو افتاد خدا سار شود	گر ہ قطرہ بدریا چو رسد باز شود۔	〃
چہ داند رتبۂ خار مغیلاں	سیہ روزے کہ داماںے ندارد	〃
کلید گنج مقادیر در خزانہ اوست	بزور بازوے تدبیر کس درے نکشاد	〃
چشم ازرق موے میگوں روے زرد	ایں چنیں کس با کسے یاری نکرد	〃

شرف مرد بجود ست و کرامت بسجود	هر کرا هر دو نباشد عدمش به ز وجود	لااعلم
مفلساں را کس نمی خواهد زمینا کن قیاس	تا تهی شد دیگرش کس دست در گردن نزد	
نکالیو نہ قدم آشیاں سے او بلبل	لگائے بیٹھے ہیں پھندے جہاں تہاں صیاد	،،
جہاں برابروے عید از هلال وسمه کشید	هلال عید برابروے یار باید دید	
داماں نگه تنگ و گل حسن تو بسیار	نظاره ز گل چیدن مژگاں گله دارد	
قضا کشتی آنجا که خواهد برد	وگر ناخدا جامه برتن درد	،،
چو خانه خالی و معشوق مست ناز بود	تواں گرسیت برآنکس که پاکباز بود۔	،،
چناں زندگانی کن اندر جہاں	که گر مرده باشی نگویند مُرد	،،
افسوس دلا که جان جاناں رفتند	سیمیں بدناں و گلعذاراں رفتند	
ندانم ترا در دل چه افتاد	که دادی صحبت دیرینه برباد	
ایمنی از خصم محنت ہاے بسیار آورد	تخم غفلت هر که کارد رنج دل بار آورد	
مے خور مے خور اگر خدائی خواہی	ناکرده گناه پیش قاضی نبرند	
دولت همه عیب مرد پوشد	چوں بارش آب گرد پوشد	،،
زخم شمشیر قضا از سینه میر دید چو گل	از زره پوشی چه حاصل از سپرداری چه سود	،،
هر که باخلاص قدم مینهد	عیسی وقتست که دم میزند	
از پنجه من چاک گریباں گله دارد	وز گریه من گوشه داماں گله دارد۔	
از قضا سرکنگبین صفرا فزود	روغن بادام خشکی می نمود	
عیب مے جمله بگفتی هنرش نیز بگو	نفی حکمت مکن از بهر دل عامے چند۔	
تا چند ترا از خائی و بیهوده درمیاں	اے ترک من مناز که ترکی تمام شد۔	،،
دیگراں را هنر بزر باشد	پیش ما بے زری هنر باشد	،،
غافل مشو ز عشوهٔ دنیا که ایں عجوز	مکاره می نشیند و مکاره می رود	
مهر تو در وجود هم و عشق تو در سرم	با شیر اندروں شد و با جاں بدر شود	
تقدیر چو سابق ست تعلیم چه سود	جز بندگی و رضا و تسلیم چه سود۔	

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
جنگجوی کج کلہاں صلح و صفا نیز کنند	غنچہ سازند دل و کار صبا نیز کنند	لا اعلم
زورت ار پیش میرود با ما	با خداوند غیب داں نرود ۔	״
حسد رنجیست سوزندہ کز آتش بجاں افتد	چہ جائے جاں کہ از حساد آتش در جہاں افتد	״
ہر کہ از سودائے شہوت مست شد	کارا و یکبارگی از دست شد	״
ابر ست و بہارست و ہوا ہم مزہ دارد	برخیز کہ نغزیدں با ہم مزہ دارد ۔	״
پنجہ زد عشقش لباس پارسائی پارہ شد	طاقت صد سالہ ام تاراج یک نظارہ شد	״
خوش دلم کرد سر شیشہ سلامت باشد	دختر رز کہ مرا کرد جواں پیر شود	״
ز عالم کسے سر بر آرد بلند	کہ در کار عالم بود ہوشمند	״
نے خط نہ پیام و نسبہ آمد	جانم ز تغافلت بر آمد	״
گنج زر گر نبود گنج قناعت کافی ست	آنکہ آں داد بشاہاں بگدایاں ایں داد	
کس نامد از اں جہاں کہ پرسم از وے	کاحوال مسافراں عالم چوں شد	״
یار را اگر رسیدن بیمار غم نیست	گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسے می آید	״
بد کسے داں کہ دوست کم دارد	بدتر آں کو گرفت و بگزارد ۔	
مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد	دگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد	
ہر کہ آموخت علم تیر از من	کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد	سعدی
قلم رخت جائے تواند کشیدن	کہ شمشیر نتواند آنجا رسید	لا اعلم
نمی دانی اے کودک خود پسند	کہ مرداں ز خدمت بجائے رسند	״
ناپاک اصل گرچہ در اول وفا کند	آخر از اں بگردد و قصد جفا کند	״
چشم خونخوار تو از بسکہ سیہ کار افتاد	آنقدر بادہ کشی کرد کہ بیمار افتاد	״
آنچہ کردی تو من ہیچ بہ انساں نکند	مرگ با جاں نکند کفر بہ ایماں نکند	״
چو خود کردند سر خویشتن فاش	عراقی را چرا بدنام کردند	عراقی
یاری ظاہر چہ کار آید خوش آں یاری کہ او	ہم بظاہر یار بود و ہم بہ باطن یار بود	״
خشم و شہوت مرد را احول کند	ز استقامت روح را مبدل کند	لا اعلم

ناکرده هیچ سود تن اندر زیان دهد	مردیکه ریش خویش بدست زنان دهد	لااعلم
عابد که نه از بهر خدا گوشه نشیند ـ	بیچاره در آئینهٔ تاریک چه بیند	"
بکوشش نروید گل از شاخ بید	نه زنگی به گرمابه گردد سفید	"
ناگرسنگی قوت پرهیز نماند	افلاس عنان از کف تقوے بستاند	"
لائق محفل نباشد هرکه خندد بے محل ـ	کفش چون دندان برآرد دور از پای کنند	"
زکم خوردن کسے راتب نگیرد	زپُرخوردن بروزے صد بمیرد	"
سحرم دولت بیدار ببالیں آمد	گفت برخیز که خسرو شیریں آمد	"
غمش در نهانخانهٔ دل نشیند	بنازے که لیلے به محمل نشیند	"
کسیکه دست لفتراک دولت تو زند	هزار آرزو از روزگار بربندد	"
ستارهٔ درخشید و ماه مجلس شد	دل رمیدهٔ ما را انیس و مونس شد	"
دیدی که خون ناحق پروانه شمع را ـ	چندان امان نداد که شب را سحر کرد	"
آرے جماع جمله مردمان جماع نیست	کُون را بکُون نهند و همی سعتری کنند	میرخسرو
همای گو مفگن سایهٔ شرف هرگز	بران دیار که طوطی کم از زغن باشد	,
این نزهت عمر ما چو گل ده روز است	خندان لب و تازه روے می باید بود	"
کلاهے تنگ کبک در گوش کرد	تنگ خویشتن هم فراموش کرد	"
آدمی بنتا هے انسان ٹھوکریں کھانیکے بعد	رنگ لاتی هے حنا پتھر پہ پس جانیکے بعد	"
سر خفی زعارف کامل کسے نه گفت	در حیرتم که باده فروش از کجا شنید	"
خرگه زند و کار کسے نکشاید	مطبخ زند و نان بکسے ننماند ـ	"
گر دل و دست بحر و کان باشد	دل و دست خدایگان باشد	"
گر گل شکر خوری تکلف زیان کند	ور نان خشک دیر خوری گل شکر بود	"
یار باید سرو قد ـ اما نه چندان سرو قد	کز برائے بوسه او نردبان باید نهاد	"
قومے به تمنائے زر و مال خوش اند	قومے به تماشائے خط و خال خوش اند	"
بیدل همه را به حال بد می بینم ـ	خوش حال کسانیکه بهر حال خوش اند	بیدل

ہر آنکس کہ در تو نظارہ کند	ورق ہائے بیہودہ پارہ کند	لا اعلم
گر نبودے ذات حق اندر وجود	آب و گل را کے ملک کردے سجود	〃
بے مگس ہرگز نہ باشد عنکبوت	رزق را روزی رساں پر می دہد	〃
پھنسایا کنج قفس میں ہے آب و دانے نے	وگرنہ دام کہاں میں کہاں۔ کہاں صیاد	〃
بنوش بادہ کہ ایّام غم نخواہد ماند	چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند	〃
چوں صحابہ جاہ و حشمت یافتند	مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند	〃
گفتم ز بلبلے کہ علاج فراق چیست	از شاخ گل شنید و فتاد و طپید و مرد	〃
گفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر	یک لمحہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد	〃
گردش گردوں گرداں گردگاں را اگر کرد	بر سر اہل تمیزاں ناکساں را مرد کرد	〃
مصلحت دین آنست کہ یاران ہمہ کار	بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند	〃
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد	〃

ر

نماند ستمگار بد روزگار	بماند برو لعنت پائدار	〃
نیم نانے گر خورد مرد خدائے	بذل درویشاں کند نیم دگر	〃
ہر چہ دانا کند کند ناداں	لیک بعد از خرابی بسیار	〃
یا زر بہر دو دست کند خواجہ در کنار	یا موج روزی افگندش مردہ بر کنار	〃
دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر	راحت کوئی آرام جگر سے نہیں بہتر	〃
لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر	نکہت کوئی بوئے گل تر سے نہیں بہتر	〃
گفتگوئے چرب و نرمی کا عجب دیکھا اثر	موم کر دیتی ہے گو کیسا ہی پتھر ہو بشر	〃
چل رہی ہے اس کی ہر سو ہوائے خوشگوار	ہو نہ اب کھٹکا خزاں سے رخنہ انداز بہار	〃
نام نیک رفتگاں ضائع مکن	تا بماند نام نیکت برقرار	〃

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ہر آں طفل کو جور آموزگار	نہ بیند جفا بیند از روزگار	لااعلم
عاقل است آں کہ گیرد اندر گوش	در نوشت ست پند بر دیوار	"
مرد خردمند ہنر پیشہ را	عمر دو بالیست دریں روزگار	"
اے صبا گر کوچۂ جاناں میں ہو تیرا گذر	عرض کر میرا سلام شوق با صد انتظار	"
دل را بدل رہے ست دریں گنبد سپہر	از سوے کینہ کینہ و از سوئے مہر مہر	"
درحقیقت ہیں زمانے میں وہی خوش تقدیر	نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار	"
آدمی را بچشم حال نگر	از خیال پری و دیو بگذر	"
دوستی را ہزار شخص کم ست	دشمنی را یکے بود بسیار	"
مثل ایں چنیں گفتہ آموزگار	مکن بد کہ بد بینی از روزگار	"
بوقت نفاذ قضا و قدر	ہمہ زیرکاں کور گردند و کر	"
صوفی از صومعہ گو خیمہ بزن در گلزار	وقت آں نیست کہ در خانہ نشینی بے کار	
کند بنیاد دلم دنیش ببیں	کعبہ ویراں کرد ابمانش نگر	واقف
ذوق دشنام یار کشت مرا	قاصد آں حرف را مکن تکرار	ذوق
پرستار زادہ نیاید بکار	اگرچہ بود زادۂ شہریار	لااعلم
چو چہل آمد فرو ریزد پر و بال	چو شصت آمد نشست آمد بدیوار	"
در برابر چو گوسپند سلیم	در قفا ہمچو گرگ مردم در	سعدی
کسے کو ندارد نشان پدر	تو بیگانہ خوان و مخوانش پسر	لااعلم
پان کھا کر لب اعجاز دکھا او صاحب	تا چمک جائیں گہر لعل بدخشاں ہو کر	"
خدا رحم کرتا نہیں اس بستر پر	نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر	"
راز دل را از دو کس پنہاں مدار	از طبیب حاذق و از یار غار	"
کت انبہ کت انبلی کت سر و رکت نیر	جوں جوں بڑتی او ستاتوں توں سہیں سریر	لااعلم
تلسی جگ میں آن کر دکھ سنکٹ ہیں چار	بہون چھٹے بھائی مرے پتر مرے اک نار	تلسی داس
قدیمان خود را بیفزائے قدر	کہ ہرگز نیاید ز پروردہ غدر	لااعلم

اگر پائے پیل ست وگر پرّ مور	بہر یک تو داوی ضعیفی و زور	
زترکتاز حوادث دریں فتن یارا	نہ خانہ ماند نہ مایہ نہ رخت نہ کاچار	فخری
بیندیش از اں طفلک بے پدر	وز آہِ دل دردمندش حذر	سعدی
چو دیدی کار رود رکارگزار	قیاس کارگر از کار بردار	جامی
بر سر ملک مباد آں ملک فرمانده	کہ خدا را نبود بندۂ فرماں بردار	لاعلم
ہر کہ سبک بار ربک خیز تر	مرغ سبک پر بہ پرد تیز تر	"
محشرستاں کیا نہیں ہے عالم کون و فساد	واعظِ ناداں نہ کر اندیشۂ روز شمار	"
یاد ہے اے زندگی جو کچھ کیا تو نے سلوک	وقت آخر کہ سنائینگے اجل کو حال زار	شاطر
دھوپ دن کی و رات کی گرمی	بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار	لاعلم
علم سے عقل سے تدبیر	اس سے حاصل مراد ہائے کثیر	"
ہوس ہے یہی سب کی بس سیم و زر	جہانتک ملے اپنے ہی جیب بھر	"
ترا دیدہ بیں و دل ہوشیار	زخود از ہمہ بیشتر شرم دار	"
چہ مایہ رنج کشیدم زعشق تا ایں کار	باآب دیدہ و خون جگر گرفت قرار	"
زن نو کن اے یار در ہر بہار	کہ تقویم پارینہ ناید بکار	"
علم کز تو ترا زبستاند	جہل از اں علم بہ بود بسیار	حکیم سنائی
سمجھتے نہیں اس کا کیا ہے نتیجہ	سراسر بھرا ہے دماغوں میں گوبر	لاعلم
علم غیبی کس نمی داند بجز پروردگار	ہر کہ می گوید کہ من دانم ازو باور مدار	"
بنا پریم پرچھے نہیں تلسی نند کشور	رام رام سب کوئی کہے ٹھگ ٹھاکر او چور	تلسی
کرم بیں و لطف خداوندگار	گنہ بندہ کردست و او شرمسار	سعدی
اول اندیش آنگہی گفتار	پائے پست آمدست و پس دیوار	"
یار ناپائدار دوست مدار	دوستی را نشاید ایں غدار	"
نیم نانے گر خورد مرد خدائے	بزل درویشاں کند نیمے دگر	.
ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ	ہمچناں در بند اقلیمے دگر	"

غم زیردستان بخور زینهار	بترس از زبردستی روزگار	سعدی
چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار	″
چه مردی کند در صف کارزار	که دستش تہی باشد از روزگار	″
گاوان و خران باربردار	به ز آدمیانِ مردم آزار	″
نماند ستمگارِ بد روزگار	بماند برو لعنتِ پایدار	″
ناسزائے را که بینی بختیار	عاقلان تسلیم کردند اختیار	″
افتادست در جہاں بسیار	بے تمیز ارجمند و عاقل خوار	″
نام نیک رفتگاں ضائع مکن	تا بماند نام نیکت پایدار	″
بدست آہک تفته کردن خمیر	به از دست بر سینه پیش امیر	″
ہر کرا جامۂ پارسا بینی	پارسادان و نیکمرد انگار	″
عاصیاں از گناه توبه کنند	عارفاں از عبادت استغفار	″
دلقت بچه کار آید و تسبیح و مرقع	خود از عملہائے نکوہید بری دار	″
مرد باید که گیرد اندر گوش	ور نبشتست پند بر دیوار	″
نماند حاتم طائی ولیک تا به ابد	بماند نام بلندش به نیکوئی مشہور	″
زکوٰة مال بدر کن که فضلۂ رز را	چو باغباں ببرد بیشتر دہد انگور	″
نور گیتی فروز چشمۂ ہور	زشت باشد بچشم موشک کور	″
نگفته ندارد کسے با تو کار	ولیکن چو گفتی دلیلش بیار	″
شو در دریا نیک بودے گر نبودے بیم موج	صحبت گل خوش بدے گر نیستی تشویش خار	″
چوں پیر شدی ز کودکی دست بدار	بازی و ظرافت بجواناں بگذار	″
استاد و معلم چو بود بے آزار	خرسک بازند کودکاں در بازار	″
چو انساں را نباشد فضل و احساں	چه فرق از آدمی تا نقشِ دیوار	″
بدست آوردن دنیا ہنر نیست	یکے را گر توانی دل بدست آر	″
مہیا کن روزئے مار و مور	اگرچند بے دست و پایند و زور	″

بلبلاں مژدۂ بہار بیار	خبر بد بہ بوم شوم گذار	سعدی
اندک اندک بہم میشود بسیار	دانہ دانہ است غلہ در انبار	״
ہم بھی اے جان من اتنے تو نہیں ناکارہ	ہو جو کچھ کام کبھی ہم سے بھی فرمایا کر	مصحفی
یہ بھی کوئی ستم ہے یہ بھی کوئی کرم ہے	غیروں پہ لطف کرنا ہم کو دکھا دکھا کر	جرأت
جیتے جی جاؤں میں کیونکر کوئے جاناں چھوڑ کر	بلبل نالاں کہاں جائے گلستاں چھوڑ کر	ناسخ
کیا روز بد میں ساتھ رہے کوئی ہم نشیں	پتے بھی بھاگتے ہیں خزاں میں چمن سے دور	״
اسفل نہیں ہی فیض سے اعلٰے کے بےنصیب	مہتاب ہے زمیں پہ مہ آسمان پر	״
ہنرشناس کو دکھلا ہنر کہ خوبیٔ زر	اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر	ذوق
جو مارے نفس کو اور کرے اپنے غصہ کو زیر	بنائے سانپ کو کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر	״
واں سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے	یاں سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لے کر	״
مثل ہے یہ مشہور اے ذی شعور	کہ ہے رنج کے بعد راحت ضرور	حسن
ٹھہرنے دی ہے چین سے یہ گردش چرخ	آسیا نکلے سدا کھائے ہے یہ پتھر چکر	ظفر
رفعت جاہ میں بھی گردش طالع نہ گئی	کھاتے ہیں دیکھو فلک پر مہ و اختر چکر	״
میں ہوں آوارہ برنگ بوئے گل	ایک جا ہرگز نہیں مجھ کو قرار	״
خفتگان خاک سے کیا خاک ہم پوچھیں کہ اب	مسند و افسر کہاں ہے زیر یا بالائے سر	نصیر
بار خزانہ ہے سر قاروں پہ اب تلک	باندھو نہ غافلو پئے تحصیل زر کمر	صبا
فیض صحبت سے بزرگوں کے ہی خردوں کو فروغ	قطرہ بنتا ہے گہر واصل دریا ہو کر	״
آگ کی طرح کوئی دم میں خزاں آئیگی	زر گل باغ سے اڑ جائیگا پارا ہو کر	״
شامیانہ منعموں کو چاہیئے	ہم بسر کرلیں گے کمبل تان کر	صبا
حقیر و زار وہ رہتا ہے جس کو حرص دنیا ہی	کبھی بوٹی نہیں چڑھتی ہی جسم بد دیانت پر	״
پائیداری نہیں کچھ دولت دنیا کو ولا	لے گیا تخت اٹھا کر نہ سلیماں سر پر	״
تپ دروں کا بیاں حال کیا کرے رنجور	لبوں پہ سینکڑوں چھالے جگر میں ہیں ناسور	״
کبر انساں کو ہے لازم کس حقیقت پر بھلا	بعد مرنے کے پھریگا اک جہاں بالائے سر	کوثر

آکے دنیا سے یہ تحفہ لے چلے ہم روسیاہ	ہاتھ میں اعمالنامہ بارِ عصیاں پیٹھ پر	عشقی
گم کر خودی کو تا تجھے حاصل کمال ہو	موہوم جب ہوئی تو ہوئی نامور کمر	
رہتی ہیں فصل خزاں کی مدتوں تک گرمیاں	چار دن کے واسطے گلشن میں آتی ہے بہار	نسیم
مجھ کو مت ٹھکراؤ بس چلیے سنبھل کر دیکھ کر	چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر	احسان
چو زیرک بود شاہ آموزگار	ہمہ زیرکاں آورد روزگار	لاأعلم
کریم سائل خود را غنی کند یک بار	دوبارہ لب نکشاید صدف ز ابر بہار	〃
میں ہوں بشر کلام بشر ہے مرا کلام	حاسد کو اعتراض ہو حق کے کلام پر	〃
مرد باید کہ گیرد اندر گوش	گر نبشتہ است پند بر دیوار	〃
میں کیا جانوں چمن کہتے ہیں کس کو آشیاں کیا ہے	کھلیں آنکھیں تو میری خانۂ صیاد میں آکر	〃
جہاں میں نہیں ہے کسی کو قرار	خزاں اس چمن کی ہے آخر بہار	〃
چلا جا قبلہ رو گردن جھکا کر	کئے جا کام اپنا دل لگا کر	〃
ہے ان کے واسطے مدد بخت کارساز	ہے جن کو اپنی قوتِ بازو پہ اعتبار	〃
نازش ہے اپنی خوبیٔ تقدیر پر مجھے	پھونچا ہے آسماں پہ مرا پائے افتخار	〃
جن کو ہے آرزوئے وصال عروس فتح	لیتے ہیں بوسہ دم شمشیر آبدار	〃
کیوں نہ تھک جائے شب و روز کی محنت سے دماغ	متصل کام سے کیسے نہ پڑے طبع پہ بار	〃
مردوں کا نام صفحۂ ہستی پہ رہ گیا	شہرت پذیر سارے جہاں میں ہے ان کا وار	آصف
اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار	نہ ہو اس سے مایوس امیدوار	لاأعلم
مردی از سفلہ مداں استوار	کایں ہمہ فتنہ است سرانجام کار	〃
چو حرفے پسند آیدت از ہزار	بمردی کہ دست از تعنت مدار	〃
گر ہنرے داری و ہفتاد عیب	دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر	〃
دو گردوں یک دو روزے گر بکام ما نبود	دائما یکساں نباشد کار دوراں غم مخور	〃
دو چیز آدمی را براند بزور	یکے آب و دانہ دگر خاک گور	〃
زحمت خود را ز مردم دور دار	بار خود بر کس میفگن زینہار	〃

کہاں باغ دنیا میں ایسا شجر	کہ پہونچا نہ جسپر قضا کا تبر	لا اعلم
چہ تیرہ شود مرد را روزگار	ہمہ آں کند کس نیاید بکار	"
کار پاکاں را قیاس از خود مگیر	گرچہ یک شد در نوشتن شیر شیر	"
ترا گر بود اژدہا یار غار	ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار	"
نیست بر مردم صاحب ہنر	خدمتے از عہد پسندیدہ تر	"
بر سر لوح او نوشتہ بزر	جور استاد بہ کہ مہر پدر	"
حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست	درویش صفت باش و کلاہ تتری را	"
چھپ گیا وہ مہر رخشاں زم دوراں چھوڑکر	چلدیا وہ ماہ کنعاں قید زنداں چھوڑکر	"
برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار	سعدی
یہ کیسی نیند آگئی الٰہی مسافران رہ عدم کو	جو ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے ہم ان کو جگا جگا کر	میر
آشیاں سے نہ اڑے پہونچے نہ ہم دام تلک	ہم تو بے بال و پری سمجھے ہیں پر سے بہتر	سودا
اس قدر تھا یا کرم یا ظلم رانی اس قدر	مہربانی اس قدر نامہربانی اس قدر	درد
نہ گیا کوئی عدم کو دل شاداں لیکر	جو گیا یاں سے گیا حسرت و ارماں لیکر	مصحفی
دوستی تھی مجھے دونوں سے گئے تا در قبر	دوش پر نعش مری گبر و مسلماں لیکر	"
دشمن فقیر کی ہے سیہ بختی فقیر	گرتی ہے برق بھی تو گلیم سیاہ پر	"
عجب کیا کام بیقدروں سے نکلے گر امیروں کا	رفوئے شال ہی موقوف اک دھی کی سوزن پر	"
میکشد قامت بقدر ریشہ ہر نخل کہ ہست	ہر قدر پستی فزوں تر سرفرازی بیشتر	غنی
معصیت را خور مشمر در دیار زندگی	عالمے را می تواں آتش زدن از یک شرار	"
دانہ بہتر در زمین نرم بالا می کشد	سرفرازی بیشتر چوں خاکساری بیشتر	رفیع
سفر بردم عزلت گزیں وہ عزت	کہ ہست زیب دہ تاج خسرواں گوہر	شایق
نانک دکھیا سب سنسار	سو سکھیا جس نام ادھار	نانک
طوق منت بر ندارد گردن آزادگاں	ترک احساں از بزرگاں نیست احساں دگر	صائب
آفتاب آسا قناعت کن بناں سوختہ	لقمہ ہائے چرب دوناں را بہ دوناں واگزار	علی

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
میان بلبل و پروانہ فرق بسیارست	کجا بر تبۂ کردار میرسد گفتار	حافظ
ہر کہ دارد روغنے دائم چراغش روشن ست	از صدف دارم بخاطر این سخن را گوش دار	جامی
دکھا نہ جوش و خروش اتنا سر چڑھ کر	گئے جہاں سے ہیں دریا بہت اتر چڑھ کر	ذوق
اوفتادست در جہاں بسیار	بے تمیز ارجمند و عاقل خوار	لااعلم
کہ تیزی و تندی نیاید بکار	بہ نرمی بر آید ز سوراخ مار	،،
بسا قفلے است کاں را ہست ناچار	ز مفتاح خرد و از دست ہشیار	
نبشتہ است بر گور بہرام گور	کہ دست کرم بہ ز بازوئے زور	سعدی
گرفتیم عالم بمردی و زور	ولیکن نبردیم با خود بگور	لااعلم
بہ شستن شکن و پیمان مشکن	خون من می خور و زنہار مخور	،
سامان دہر را ہمہ اسباب غم شمار	ہر چیز از تو فوت شود مغتنم شمار	صائب
چو بنیاد عمر ست ناپائدار	بہ نقد این نفس را غنیمت شمار	
دریغا کہ بے ما بسے روزگار	بروید گل و بشگفد لالہ زار	سعدی
دلا در جہاں دل منہ زینہار	کہ کس بر سر پل نگیرد قرار	
نخل را در برگ ریز از خود فشاندن چوں نیست	درہم و دینار را در زندگانی کن نثار	صائب
ہر آں کو نماند پسش یادگار	درخت وجودش نیاورد بار	سعدی
چوں نمی ماند جہاں بریک قرار	نام نیکو بہ کہ ماند یادگار	لااعلم
شکوہ کردن از شتاب عمر کافر نعمتی ست	عمر چوں آبست و باشد آب خوشتر در گزار	
ہست بر آبادی و ویرانہ یکساں فیض ابر	نیست عالی ہمتاں را با کسے در دل غبار	حشمت
دروغ اے برادر مگو زینہار	کہ کاذب بود خوار بے اعتبار	سعدی
خرقہ پوشاں را ز مردم بردباری لازم ست	رخت حمالی بروں کن چوں نداری اعتبار	
ہمیں تا بر آید بتدبیر کار	مدارائے دشمن بہ از کارزار	سعدی
چو از زر تمنائے زر بیشتر	توانگر تر آنکس کہ درویش تر	نظامی
بریدن ز ہر آشنائی شمار	بس ست آشنائی من آموزگار	لااعلم

صلاح خاص از آن کس طلب کہ طاعت را	کند ز دیدۂ خلق از گناہ پنہاں تر	لاأعلم
درخزاں زعندلیباں بانگ افسوس نخاست	چوں ورق برگشت چشم یاری از یاراں مدار	"
نتواں شمار کرد جفائے زمانہ را	لیکن ہزار شکر کہ نبود بیک ہزار	"
میدہد ممسک پس از رنج تمام از دست نقد	گل نمی ریزد بروں تا نگردد دل فگار	"
آخر شب مہ بروں آید ز شرم کاستن	خویش را در مفلسی منما باہل روزگار	"
صلح کن با دشمناں وز کینہ اش ایمن نشیں	سنگ را تا نشکنی بیروں نمی آید شرار	ناصر علی
ظاہر نقرہ سپید است و نیز	دست و جامہ زاں سیہ گردد چو قیر	معنوی
غافلند ایں خلق از خود اے پسر	لاجرم گویند عیب یکدگر	"
برگہا ہم رنگ باشد در نظر	میوہا ہر یک بود نوع دگر	"
عقل قوت گیرد از عقل دگر	نیشکر کامل شود از نیشکر	"
حب الوطن از ملک سلیماں خوش تر	خار وطن از سنبل و ریحاں خوش تر	لاأعلم
یوسف کہ بمصر بادشاہی می کرد	می گفت گدا بودن کنعاں خوش تر	"
دنیا میں کون ہے جو نہیں مبتلائے زر	جتنے ہیں سب کے دل میں بھری ہے ہوائے زر	"
چلتے چلتے جگ بھیا بھیک دوارہ دور	گٹھڑی کی پک تھکے رہوں بسور بسور	"
زمین پر سے زیر زمیں کچھ تو ہے جبا	کہ آنا نہیں ہے دوبارا زمین پر	جرأت
جوانان شائستہ و بخت ور	زگفتار پیراں نہ پیچند سر	سعدی
کیا ہنسی آتی ہے مجکو حضرت انسان پر	فعل بد تو ان سے ہو لعنت کریں شیطان پر	انشاء
نسخۂ مغلوط عالم قابل اصلاح نیست	وقت خود ضائع مکن بر طاق نسیانش گزار	صائب
نیست از عزلت غرض زہاد را جز صید خلق	عنکبوتاں را مگس در غار دارد گوشہ گیر	"
از تہ دل گفتگوئے اہل حق را گوش کن	خالی از سرچشمۂ حیواں سبوئے خود میار	"
بیاباں رسد کیسۂ سیم و زر	نگردد تہی کیسۂ پیشہ ور	"
تا نظر با زاست دل در سینہ دارد اضطراب	شمع بے فانوس در دریا نمی گیرد قرار	"
ریاضت کش از بہر نام و غرور	کہ طبل تہی را رود بانگ دور	"

کہ شہوت آتش ست اندر وے بہ پرہیز	بخود بر آتش دوزخ مکن تیز	صائب
مروز یر بار گنہ اے پسر	کہ حمال عاجز بود در سفر	"
بیکار محض کرتی ہے انساں کو فربہی	معذور نطق سے ہو زباں جیسے پھول کر	اسیر
خدایا نہیں ہے کوئی چارہ گر	مگر تو کہ ہے سب کی تجھ کو خبر	اسمٰعیل
جو دم کٹے خوشی سے غنیمت ہے مفت ہے	رکھے خدا جہان کے رنج و تعب سے دور	تراب
تبدیل وضع کرنے سے رسوا ہو آدمی	اسواسطے اٹھاتے ہیں انگلی ہلال پر	جویا
بات کہنی وہی زیبا ہے کہ جس میں ہو اثر	ورنہ بے صرفہ نصیحت سے خموشی بہتر	حالی
گو کہ بدتر فقر سے یارب نہ تھی کوئی بلا	تھا مگر ثروت میں اس سے بھی زیادہ شور و شر	"
اگر دی ہے دولت خدا نے تمہیں	کرو صرف اللہ کی راہ پر	حامد
جھڑکتے ہو سائل کو کس واسطے	نہ بندوں کی شرم نہ اللہ کا ڈر	"
کرو اہل حاجت کو تقسیم مال	کہ ہے جمع کرنا بہت پر خطر	"
کیا بخل قاروں نے تو کیا ملا	سخاوت سے حاتم ہوا نامور	"
جو بوؤگے نخل سخاوت یہاں	قیامت میں پاؤگے اس کا ثمر	"
خواب سے اہل جہاں ہو بیدار	ہوں خبردار سفر ہے تیار	داور
ہائے نخوت یہ تری تیرا غرور	ایکدن تجھ سے یہ ہو جائینگے دور	"
ان کو بے پر عرش اعظم پر اڑاتے ہیں مرید	کیا غضب لائیں خدا جانے جو ہوں پیروں کے پر	ذوق
اپنے خوش ہیں دیکھکر حال زبوں	پھر روتے ہیں مری تقدیر پر	ذاکر
نیک انجام ہے نیکی کا بدی کا بد ہے	طالب خیر نہ ہوئے کوئی بد ظن ہو کر	سعید
ناخدا غائب ہے طوفان حوادث کا ہے زور	بحر ہستی میں جہاز عمر پر ہم ہیں سوار	شاطر
آہ خود ہو گئے ہیں خاک مل کر خاک میں	پاؤں رکھدینا بھی جن کو خاک پر تھا ناگوار	"
غفلت و حیرت سے فرصت کب ملی ہمکو یہاں	رونے بھی پائے نہ ہم جی بھر کے ابر بہار	"
بروں کو بھی برا مت کہہ سرائے دہر میں غافل	وہی آواز پھر آئے گی گنبد کی صدا ہو کر	عاجز
چھوڑنے جاتے ہیں بزم عیش یار و غمگسار	ہم کو بھی جانا پڑیگا ہو گی جب اپنی پکار	عزیز

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
لکھہ گیا جو کہ صفحۂ دل پر	کبھی جاتا نہیں ہے اس کا اثر	کمال
تقدیر کے واسطے ہے لازم تدبیر	گر کیجے دعا تو ہے امید تاثیر	لمعہ
تیوری ہی کہے دیتی ہی حال دل انساں	ہے قہر کی آنکھہ اور محبت کی نظر اور	مجبور
خدا محفوظ رکھے اصل بدکاری ہے بیکاری	مسلط ہو نہیں سکتا ہے شیطان مرد شاغل پر	محب
کس ڈھب سے راہ عشق چلوں ہی یہ ڈر مجھے	پھوٹیں کہیں نہ آبلے ٹوٹیں کہیں نہ خار	میر
آج تو پوشاک پر مرتا ہے کل تو دیکھیو	جائے گا بناشن تیری لاش عریاں چھوڑکر	ناسخ
جو رہنمائے خلق ہے دنیا سے ہے نفور	بستی میں آئے خضر نہ ویرانہ چھوڑ کر	نظم
مرقع درد کا بنکر الم کی داستاں ہوکر	رہا یک چند میں بھی عبرت صاحبدلاں ہوکر	وحشت
صاحب طالع کو بعد از مرگ بھی ملتا ہی اوج	دیکھے نیزوں پر ہیں اکثر صاحب افسر کے سر	ہمدم
سرہنگ لطیف خوئے دلدار	بہتر ز فقیہ مردم آزار	سعدی
مکن رحم بر مرد بسیار خوار	کہ بسیار خسپ ست بسیار خوار	"
نخورد شیر نیم خوردۂ سگ	گر بسختی بمیرد اندر غار	"
تن بہ بیچارگی و گرسنگی	بنہ و دست پیش سفلہ مدار	"
گر فریدوں شود بہ نعمت و ملک	بے ہنر را بہ ہیچ کس مشمار	"
پرنیان و نسیج بر نا اہل	لاجورد و طلاست بر دیوار	"
بہ لطافت چو بر نیاید کار	سر بہ بے حرمتی کشد ناچار	"
از زر و سیم راحتے برساں	خویشتن ہم تمتعے برگیر	"
کسے نتواند گرفت دامن دولت بزور	کوشش بیفائدست وسمہ برابروئے کور	"
چو پرخاش بینی تحمل بیار	کہ سہلے ببندد در کارزار	"
سبحہ برکف توبہ برلب دل پر از ذوق گناہ	معصیت را خندہ می آید ز استغفار	"
بہر چہ امر شود چاکریم و دولت خواہ	بہر چہ حکم رود بندہ ایم خدمتگار	لا اسم
اگر تو شوی نزد انگشت گر	از و جز سیاہی نیابی دگر	"
ہر چہ در قسمت ست می آید	نہ شود کم زیادہ از تقدیر	"

یارب من اگر بدم سراسر	از نیکی خویشتن تو مگذر	لااعلم
لائق محفل نباشد هر که خندد بے محل	کفش چون دندان نماید میشود از پائے دور	״
عید ست و دارد هر کسے عزم تماشائے دگر	ما را نباشد غیر تو در دل تمنائے دگر	״
قاصد رسید و نامه رسید و خبر رسید	در حیرتم که جان بکدامی کنم نثار	״
غش مجھے آیا جو میں پہنچا در دلدار پر	پاؤں کے بدلے رکھا سر سایۂ دیوار پر	ناسخ
در بیابان گر بشوق کعبه خواہی زد قدم	سرزنشہا گر کند خار مغیلان غم مخور	حافظ
داد مظلومان بده مقصود محرومان برآر	دین و دنیا را بدین و دهش معمور دار	لااعلم
سر برآوردی بدولت پائمردی کن بلطف	دسترس دادت خدا افتادگان را دست گیر	״
آنچه یک پیرزن کند به سحر	نکند صد ہزار تیر و تبر	״
ہست طواف حرم کردگار	در دو جہان واسطۂ اقتدار	״
امور مملکت خویش خسروان دانند	گدائے گوشہ نشینی ترا بدخل چہ کار	״
ندیدم ز غمّاز سرگشتہ تر	نگون طالع و بخت برگشتہ تر	״
ہر کس ز دولت کرانہ گیرد	او را شبک از میانہ بردار	״
تکبّر کند ہر کہ شد بے ہنر	مالش ندامت بود سر بسر	״
در امور سلطنت از عدل برتر ہیچ نیست	نام سلطان زان نماید تا قیامت یادگار	״
خدمت مخدوم ہر کس کرد از دل اختیار	نام خود در ہر دو عالم میگزارد یادگار	״
اقبال شود یاور و صد عیب شود دور	بر تخت سلیماں بکند جلوہ گری مور	״
اول اندیشہ و بعد از آں کردار	نرسد لغزشت در آخر کار	״
کبھی فصل گل کی چمن میں بہار	کبھی خشک سبزہ خزاں کا غبار	״
شاہا ز کرم بر من درویش نگر	بر حال من خستہ و دلریش نگر	״
ہر چند نیم لائق بخشائش تو	بر من منگر بر کرم خویش نگر	״
کرم بین و لطف خداوندگار	گنہ بندہ کردست و او شرمسار	״
تا بہ یکے تجربہ آموختی	زان دگرے تجربہ بردی بکار	״

نگفتہ ندارد کسے با تو کار	ولیکن چو گفتی دلیلش بیار	سعدی
نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر	ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر	
یک روز بود عید بیک سال یکبار	ہموارہ مرا عید ز دیدار تو ہموار	
جہاں بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار	نیافتم کہ فروشند بخت در بازار	عرفی
از عزیزاں با تو مارا ہست پیوند دگر	جای یوسف را نگیرد ہیچ فرزند دگر	
جوان و جواں بخت و روشن ضمیر	بدولت جوان و بہ تدبیر پیر	
از تنزل پست فطرت را نباشد ہیچ باک	بیم افتادن نباشد ہر کہ باشد نے سوار	غنی
خرقہ پوشاں را ز مردم بردباری لازم ست	زحمت حمالی بروں کن چوں نداری تاب بار	صائب
نکردند در دست من اختیار	کہ من خویشتن را کنم بختیار	سعدی
درختیکہ بخشش بود برقرار	بپرور کہ روزی دہد میوہ بار	"
مرد از حاضر جوابی صاحب تمکیں شود	میرسد در گوش مارا ایں صدا از کوہسار	فرحت
معلوم شد ز جنبش نبضم کہ یک نفس	در دست اختیار نباشد عنان عمر	غنی
یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعاں غم مخور	کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور	لا اعلم
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر	جو دل کہ ہو بے نور وہ جل جائے تو بہتر	"
ہر روز روز عید و ہر شب شب برات	ہر صبح لطف بادہ و ہر شام یک نگار	"
و صرف زرع زرست و یکے کہ میماند	ہماں زرست پس اینجا زرست بر سر زر	"
قہر و لطف اندر محل خود نکوست	جائے گل گل باش و جائے خار خار	"
سوختم از غصہ دریں نو بہار	بادۂ من در خم و من در خمار	"
کسے را امتحاں ناکردہ صد بار	مگرداں پیش خویشتن صاحب اسرار	"
میر صاحب زمانہ نازک ہے	دونوں ہاتھوں سے تھام لو دستار	میر
صنم یارب کہ جاناں را ز عارض بوسہ می چینم	دعائے صبحدم دیدی کہ چوں آمد بکار آخر	لا اعلم
کٹی گویا شب جوانی بس آن پہنچی ہے صبح پیری	بہت سی کی تو نے بت پرستی اب ایک دو دن خدا خدا کر	"

زن حائضہ سے کرو بس حذر	نہیں تو مرض کا ہے اس سے خطر	۱۱علم
اوروں کے عیب دیکھ کے ہنستا ہے جو بشر	اے یار رو دو جہاں میں ہے مغرور و شریر	//
یہ مشت خاک بھی کس کس طرح کا رنگ لاتی ہے	تماشا ہے نہیں رہتا ہے یہ لے ایک صورت پر	//
فتنہ پرداز جفا ساز ستمگر عیار	ہائے افسوس دل آیا بھی تو آیا کس پر	//
دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار	کہ پیدا نشد تختہ بر کنار	//
بر آوردن کار امیدوار	بہ از قید بندی شکستن ہزار	//
بدست آہک تفتہ کردن خمیر	بہ از دست بندی بہ پیش امیر	//
چہار چیز زدل غم برد کدام چہار	شراب و سبزہ و آب رواں و روئے نگار	//
کمان عشق ہر جا افگند تیر	سپر داری نباشد کار تدبیر	//
ایک وقت میرسد کار سے بکن	پیش ازاں کز تو نیاید ہیچ کار	//
بہ لشکر شود ملک عالم میسّر	بہ مال ست ترتیب لشکر میسّر	//
پھر بہار آئیگی تجھ میں اے گلستاں غم نہ کھا	وہ چلی آتی ہے فوج عندلیباں غم نہ کھا	//
جو ہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب	خوب تو آپ کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر	//
بہر چہ امر رود چاکریم و دولت خواہ	بہر چہ حکم شود بندہ ایم و خدمت گار	//
ہے مضحکہ جہاں میں جو ہو عشق بے محل	دل دیجیئے تو یار طرحدار دیکھکر	//
مشورت با دوستان ذی شعور	ہست در ہنگام حاجت بالضرور	//
بہار آئی ہے جوبن ہے گل نسرین و سوسن پر	جوانان چمن نازاں ہیں اپنے اپنے جوبن پر	//
مملکت معمور خواہی خلق را معمور دار	وز سر ایشاں بلائے ظالماں را دور دار	//
بیتاب ہوکے روح زلیخا نے آہ کی	سنساں حسن و عشق کا بازار دیکھ کر	
با آہستگی کار عالم بر آر	کہ در کار گرمی نیاید بکار	//
از کجا می آئی اے سرمست خوبی محو ناز	عطر آگیں تا بدامن عنبر فشاں تا کمر	//
اندک اندک ہمی شود بسیار	دانہ دانہ است غلہ در انبار	//
رزق تو در خور خواہش ہے پہنچتا سب کو	مرغ کو دانہ ملا ہنس نے پایا گوہر	

عرق آلود زلفیں ہیں رخ رنگین جاناں پر
ز مفلسی چو نباشد بدست یک دینار
نزدیک اکابر ہنرور
اگر ویدے رخ آں ماہ پیکر
غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر
مدار پند خود از ہیچکس دریغ و بگو
زناں را کید ہائے بس عظیم است
غمگین مشو کہ ساقی قدرت ز جام دہر
جو تنگدست ہیں ان کو ملازمت موزوں
نبارد ہوا تا نہ گوئی بیار
ہاں مشو نومید چوں واقف نہ ز اسرار غیب
آدمی پہچان لیتا ہے قیافہ دیکھ کر
ولا ز حال بد خود جزع مکن زنہار
ندیدم ز غم از سر گشتہ تر
جو کوئی حد سے بڑھا اوس کی خرابی آئی
خبردار ہشیار اے ذی وقار
قضا چوں ز گردوں فرو ہشت پر
اے رشک قمر کلبۂ احزاں میں ہمارے
کوہ کن ہم تو نہیں ہیں جو سر اپنا پھوڑیں
جو عادل رہے گا تو شام و سحر
ادا سے جھک کے ملتے ہو نگہ سے قتل کرتے ہو
آنکھ سے آنسو بہے سینہ میں دل ٹکڑے ہوا
عمر قلیل آمد و مسلم کثیر

ترشح کا ہے عالم ابر چھایا ہے گلستاں پر
چہ سود گر بفروشند بخت در بازار
عیبے نہ بود ز بخل بد تر
خلیل بت شکن می گشت آذر
آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر
اگرچہ از طرف مستمع بود تقصیر
زکید زن شود دانا گرفتار
گہ صاف لطف می دہد و گاہ درد قہر
تجارت ان کو ہے شایاں جو لوگ ہیں زردار
زمیں نا ورد تا نہ گوئی بیار
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور
خط کا مضموں بھانپ لیتے ہیں لفافہ دیکھ کر
صبور باش کہ نیکو شود با خر کار
نگوں طالع و بخت برگشتہ تر
خاک پر لوٹتے ہیں یار کے گیسو ہو کر
طوائف کا ہرگز نہیں اعتبار
ہمہ عاقلاں کور گردند و کر
رہ جا کسی شب اپنا ہی کاشانہ سمجھ کر
چوم کر چھوڑ دیا کرتے ہیں بھاری پتھر
کہیں گے تجھے خسرو داد گر
ستم ایجاد ہو ناوک لگاتے ہو کماں ہو کر
رو دیا جب پاس سے بھائی کو بھائی دیکھ کر
انچہ ضروریست ہماں پیش گیر

سعید
لا اعلم
〃
نظامی
لا اعلم
〃
〃

حیرت ہر کس دریں عالم بقدر بینش ست	ہر کہ داناتر دریں ہنگامہ حیراں بیشتر	لا اعلم
ابھی گل ہنس رہے تھے اور غنچے بھی چھپاتے تھے	یکایک چھا گئی کیسی اداسی باغ عالم پر	〃
باطل ست آں کہ مدعی گوید	خفتہ را خفتہ کے کند بیدار	〃
جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے	کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور	〃
میان جاہل و عاقل تفاوت ایں قدر ست	کہ ایں کشیدہ عناں باشد آں گسستہ مہار	〃
سخن تا نپرسند لب بستہ دار	گہر نشکنی تیشۂ آہستہ دار	〃
گر سلف دیکھیں ہمارے زندہ ہو کر اب ہمیں	آئے نسبت اور قرابت سے ہماری ان کو عار	〃
جنگ و صلحے بے محل ناید بکار	جائے گل گل باش و جائے خار خار	〃
با دل تواں کرد اصلاح کار	ازاں پیش کز کف رود اختیار	〃
ضمیرے کہ آں روشن ست از غبار	شود نقش غیبے درو آشکار	〃
چو وقت آید نماز وقت بگذار	فرائض با جماعت ہوش میدار	〃
بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر	ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر	〃
حوصلے سے حوصلے تھے ولولے سے ولولے	آج وہ سب مٹ گئے گور غریباں دیکھ کر	〃
زینہار از قرین بد زنہار	وقنا ربنا عذاب النار	〃
فرق ست میاں آنکہ یارش در بر	با آنکہ دو چشم انتظارش بر در	〃
نظر خلق سے چھپ سکتے نہیں اہل صفا	تہ دریا سے بھی جا ڈھونڈ نکالا گوہر	〃
ندہد ہوشمند روشن رائے	بفرومایہ کارہائے خطیر	〃
ہم کو تو ال کے حسینوں سے بڑے رنج ہوئے	خوش رہا کرتے تھے پریوں میں سلیمان ہو کر	〃
تباہی میں نہ ڈالے گردش بخت آسماں ہو کر	مدد اے خانہ بردوشی چلا ہوں لامکاں ہو کر	〃
منور ہو گئی میری لحد کس مہ کے پرتو سے	چڑھا دی چادر مہتاب کس نے میرے مدفن پر	〃
ہست در ہنگام حاجت پر ضرور	مشورت با دوستان ذی شعور	〃
برو بہ علم و عمل کوشش و ہر چہ خواہی پوش	مباش غرہ بہ تزئین چہرہ و دستار	〃
چو در طاس رخشندہ افتاد مور	رہانندہ را چارہ باید نہ زور	〃

ہر کرا جامہ پارسا بینی	پارسا داں و نیک مرد انگار	۱۱علم
ہر کہ از ناکس طمع دارد وفا	از درخت بید می جوید ثمر	〃
دشمن اگرچہ خرد بود از طریق حزم	او را بزرگ داں و غم کار خویش خور	〃
خموشی سے ہے خیر کی بات خوشتر	بڑی بات کہنے سے چپ رہنا بہتر	〃
تا توانی دور باش از سو خوار	زانکہ ہست از دشمنان کردگار	〃
ستیزہ با چو تو قاہر دلیل دانش نیست	زباں گزیدم و کردم ز گفتہ استغفار	〃
دارم ز کفر و دین بہر یک قدم دو سیر	دل میرود بہ کعبہ و من میروم بہ دیر	〃
یہ جو مہنت بیٹھے ہیں رادھا کے کنڈ پر	اوتار بن کے گرتے ہیں پریوں کے جھنڈ پر	〃
تم سلامت رہو ہزار برس	ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار	〃
کھلتے ہیں کچھ اشتیاق کے طور	رخ میری طرف نظر کہیں اور	〃
بدہ ساقی آں تلخ شیریں گوار	کہ شیریں بود بادہ از دست یار	〃
بگاڑ بھی نہیں ان کا بناؤ سے خالی	نہ جاؤ عاشق و معشوق کی لڑائی پر	〃
مجھ سا جانباز وفادار نہ پاؤ گے کہیں	گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لیکر	〃
چاہ پیاسے تک نہیں آتا کبھی	دوڑ کر جاتا ہے پیاسا چاہ پر	〃
سر بر آوردی بدولت پایمردی کن بلطف	دسترس دادت خدا افتادگاں را دست گیر	〃
زیر دیوار ذرا جھانک کے تم دیکھو تو لو	ناتواں کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر	〃
سرو در باغ بیک پائے قفا دست نگر	برکاب تو دو دگر بودش پائے دگر	〃
ہر کرا شد چشم او فارغ ز نور	چشم باطن بیند از نزدیک و دور	〃
ز منجنیق فلک سنگ فتنہ می بارد	تو ابلہانہ گریزی بہ آبگینہ حصار	〃
منجنیق آہ مظلوماں بہ صبح	سخت گیرد ظالماں را در حصار	〃
غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا میری جان پر	آیا مگر نہ حرف شکایت زبان پر	〃
ہم وہ مشتاق اذیت ہیں فلک غور سے سن	زخم کھاتے ہیں امید نمک افشانی پر	〃
محبت کی اگر عقدہ کشائی ہو تو کیونکر ہو	رقیب روسیہ رہتا ہے مار آستیں ہو کر	〃

صاحب کا گھر دور ہے جیسے پنی کھجور	چڑھے تو چاکھے پریم رس گرے تو چکنا چور	لاعلم
مجال گفتگو کس کو فنا کا جب پیام آیا	ہوئی خاموش آخر شمع بھی آتش زباں ہوکر	"
نگہ دارد آں شوخ در کیسہ دُر	کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر	"
بڑا ہوا تو کیا ہوا۔ جیسے پنی کھجور	پنتھی کو چھایا نہیں۔ پھل لاگے اتی دور	"
گل کھلائے گی نئے گلشن میں اب باد بہار	رنگ ہوگا جن میں لیکن بو نہ ہوگی زینہار	"
جب جب بھیڑ پڑیں۔ بھگتن پہ پر	بھاگ گئے بھگون۔ اس ستھن پر	"
کس را بے قراری داں جنوں وار	قرضدار رو۔ مرضدار رو۔ غرضدار	"
علم باطن ہمچو مسکہ۔ علم ظاہر ہمچو شیر	کے بود بے شیر مسکہ۔ کے بود بے پیر پیر	"
نہ پھولا ابن زندگی پہ غافل نہیں ہے کچھ اعتبار اسکا	کہ راہ لیگی یہ اپنی اکدن عدم کا رستہ تجھے بتا کر	"
ہوگئی ثابت دو رنگی گلشن ایجاد کی	گل کو خنداں دیکھ کر شبنم کو گریاں دیکھکر	"
کبیر پایا رو کھڑی۔ دو پھل کی داتار	کھاوت۔ خرچت گھٹتی ہے سنچت نرک دوار	"
خدائی بھر کو گل دین ظاہر دیکھو تو بھولے ہیں	یہ بت آفت کے پتلے ہیں نہ جائے انکی صورت پر	"
سمجھانے سے تھا نہ مجھے سروکار	اب مانو نہ مانو تم ہو مختار	"
کریں سیر دنیا عدم سے نکل کر	یہ خواب اپنی آنکھوں سے دیکھ آئیں چلکر	"
از من مسکیں درویش کیں ہواو	گر خطائے رفتہ باشد آہو گیر	"
گفت چشم تنگ دنیا دار را	یا قناعت پر کند یا خاک گور	"
چو تیرہ شود مرد را روزگار	ہمہ آں کند کس نیاید بکار	"
ہر چہ رفت از کف بدست اندرون او شکست	چوں کند گرد آوری گل؟ بری غارت بردہ را	صائب
عمر قلیل آمد و کارت کثیر	انچہ ضرورست بدو شغل گیر	لاعلم

گرچہ برخار انباشد نیشش کژدم کارگر
از بدی نفس خود ہرگز ندارد زال گذر — "

کہاں سلیماں۔ کہاں سکندر۔ کہاں ہے جم اور کہاں ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پتلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر — "

ز

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
اگر صد سال مانی در یکے روز	بباید رفت ازیں کاخ دل افروز	
دل جلوں پہ روتے ہیں جنکو ہے کچھ سوز جگر	شمع کرتی ہے ہماری گور پر ماتم ہنوز	میر تقی
فیض نیکوں سے نہ ہو اوس کو وہ جو ہیں بد سرشت	کیا کرے باراں زمین شور میں اشجار سبز	"
نہ گل نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز	میں ہوں اپنی شکست کی آواز	آتش
مجکو پوچھو تو یہ عجب کیا ہے	میں غریب اور تم غریب نواز	غالب
ہوں گرفتار الفت صیاد	ورنہ باقی ہے طاقت پرواز	"
ہر روز عید نیست کہ حلوہ خورد کسے	ایدل کجا حلاوت وصل نگار روز	صبا
مرا خود دلے دردمندست چیز	تو نیز اے نمک بر جراحت مریز	لا اعلم
اگر میخواہی کہ نشود چو یوز	مخور آب دوش و مکن خواب روز	"
کلید در دوزخ ست آں نماز	کہ در چشم مردم نماید دراز	"
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز	کبوتر با کبوتر باز با باز	"
چوں نداری ناخن درندہ تیز	با بداں آں بہ کہ کم گیری ستیز	سعدی
دل من داند و من دانم و داند دل من	داغ فرزندے کند فرزند دیگر را عزیز	
مٹ گئے تیرے مٹانیکے نشاں بھی اب تو	اے فلک اس سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز	
موئے بہ تلبیس سیاہ کردہ گیر	راست نخواہد شدن ایں پشت کوز	سعدی
ہر چند جفا کند کہ شکایت نہ کنیم	گوئیم کہ جرم از طرف ماست ہنوز	
وقت ضرورت چو نماند گریز	دست بگیرد سر شمشیر تیز	سعدی
چو جنگ آوری با کسے بر ستیز	کہ از وے گزیرت بود یا گریز	"
اسپ تازی دو تک زود شتاب	اشتر آہستہ میرود شب و روز	"

میراث پدر خواهی علم پدر آموز
کین مال پدر خرج توان کرد به ده روز — سعدی

مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد — 〃
آدمی زاده ندارد خبر و عقل و تمیز

گر بغریبی رود از شهر خویش — 〃
سختی و محنت نبرد پنبه دوز

کرم لطف کن در آنجا که بینی ستیز — 〃
نبرد قز آگند را تیغ تیز

ز تقوی چراغ روان بر فروز — 〃
که چون نیکبختان شوی نیک روز

میفزاید ظلمت دل صحبت افسرده دل — آفرین
چون زمستان بیشتر گردد شود شبها دراز

از خود آرا طمع سیرت شایسته خطاست — صائب
که برون سازد درون ساز نگردد هرگز

صدف دار گوهر شناسان راز — 〃
زبان جز بگوهر نکردند باز

به بستان گل راست کردن فراز — نظامی
که بوئے و رنگے دهد دل نواز

جهان به نزد خرد مند محنت آباد ست — لااعلم
فراغت ار طلبی از سر جهان برخیز

او سجده پیش آدم و این پیش حق نکرد
شیطان هزار مرتبه بهتر ز بے نماز

چو خاکت می خورد چندین مخور غم   برو شادی کن اے یار دل افروز — سعدی

از نم احسان کس دست طلب را پرمکن	آبرو خواہی بناں خشک چوں آئینہ ساز	غنی
سرتا قدمش کرشمہ و ناز	ہم سرکش حسن وہم سرانداز	لااعلم
یار ستمگار مشو اے عزیز	تاکہ ازاں قوم نباشی تو نیز	״
دریں گنبد بہ نیکی برکش آواز	کہ گنبد ہرچہ گوئی گویدت باز	״
از صحبت بادشہ بپرہیز	چوں ہیزم خشک ز آتش تیز	״
ہردو عالم قیمت خود گفتہ	نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز	״
منم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز	چہ شکر گویمت اے کارساز بندہ نواز	״
دل است اے خردمند زندان راز	چو گفتی نیاید بزنجیر باز	״
بخت رمیدہ رو بسوئے من نہادہ باز	بر من در سعادت و دولت کشادہ باز	״
بلبل وہ ہوں چھٹا نہ پس مرگ بھی چمن	گلبن تلے پڑے ہیں مرے مشت پر ہنوز	״
تو باز ساعد شاہی باستخواں منگر	ہمائے ہمت خود را بلند دہ پرواز	״
کہ شہوت آتش ست ازوے بپرہیز	بخود بر آتش دوزخ مکن تیز	״
گو خاک ہوگئے نہ گئی جستجوے یار	جوں گرد راہ پھرتے ہیں ہم دربدر ہنوز	״
روز عیش و طرب و ماہ صیام ست امروز	کام دل حاصل و ایام بکام ست امروز	״
برو منال ز شامیکہ صبح در پئے اوست	کہ نیش و نوش ہم باشد و نشیب و فراز	״
آتشے از عشق در جان بر فروز	سر بسر فکر عبادت را بسوز	״
یاد آں رونق بازار ہنر در بغداد	یاد آں گرمی ہنگامہ فن در شیراز	״

س

چو گنجشک در باز ار دید از قفس — قرارش نماند در آں یک نفس ״

حرماں تو دیکھ پھول بکھیرے تھی کل صبا
اک برگ گل گرا نہ جہاں تھا مرا قفس ״

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
شمع روتی ہے کہ ہنستی ہے مگر جلتی ہے	یہی رونیکی ہوس ہے یہی ہنسنے کی ہوس	لا اعلم
شمشیر نیک ز آہن بد چوں کند کسے	ناکس بہ تربیت نشود اے حکیم کس	״
ہم وہ آوارہ وہ سرگشتہ ظفر ہیں کہ ہمیں	یہی رونے کی ہوس ہے یہی ہنسنے کی ہوس	ظفر
ہے لباسوں میں لباس اپنا لباس	اور سب شو سے خسے بے وسواس	״
گر تو میخواہی کہ باشی خوش نویس	می نویس و می نویس و می نویس	״
تلسی کا گھر دور ہے گٹھ کتروں کے پاس	کریگا سو ہی بھریگا، تم کیوں بھئے اداس	تلسی داس
بے فیض سے مرغی بھلی جو انڈے دیوے تیس	بیگن سے چکی بھلی جو عالم کھاوے پیس	سالک رام
بنج کریں ہمیں بانسے اور کریں سب ریس	بنج کیا تھا بھاٹ نے سو کے بانٹے تیس	لا اعلم
دھولے دھولے سب بھلے اک دھولے بھلے نہ کیس	ناری ڈرے نہ پیری ڈرے او رگھٹے ہمیں	گنگ
عمل گر دہی مرد منعم شناس	کہ مفلس ندارد ز سلطان ہراس	لا اعلم
گر نیاید بگوش رغبت کس	بر رسولاں بلاغ باشد و بس	״
دلم خانہ مہر یار است و بس	ازاں می نگنجد درو کین کس	״
نیاساید اندر دیار تو کس	چو آسائش خویش خواہی لبس	״
یا رب پروا و فریاد دل من بے اثر	ہم ز دل فریاد ہا دارم ہم از فریاد رس	״
باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست	در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس	سعدی
ندارم طمع بر زر و سیم کس	اگرچہ بیایم بر آں دست رس	نظامی
غنیمت شمار ایں گرامی نفس	کہ بے مرغ قیمت ندارد قفس	حافظ
بالباس فقر ناید خلعت شاہی درست	زشت باشد جامہ نیمی اطلس و نیمی پلاس	جامی
برنمی آید بقا تیغ زور بازوئے حریص	از لعاب عنکبوتے می شود عاجز مگس	صائب
فلک بمردم ناداں دہد زمام مراد	تو اہل فضلی و دانش ہمیں گناہت بس	حافظ
در بیابان توکل توشہ درکار نیست	زاد ایں رہ دانہ دل بس بود ہم چو جرس	صائب
دام آفت داں مکن بر نعمت دنیا ہوس	می شود زنجیر آخر شہد بر پائے مگس	والا
دل کندن و کام دل از دہر و محال ست	با قحبہ مستورہ دنیا چہ کند کس	حزیں

شعر	شاعر
بیندیش وآنگہ برآور نفس وزاں پیش بس کن کہ گویند بس	سعدی
جہاں اے برادر نماند بکس دل اندر جہان آفریں بند و بس	״
ترک دنیا شہوت ست وہوس پارسائی نہ ترک جامہ و بس	״
روز آئیں ہم جو آج بٹھاؤ بلا کے پاس یوں بے بلائے ہم تو نہ جائیں خدا کے پاس	لاعلم
ایں ہمہ زینت زناں باشد مرد را کبر و خایہ زینت بس	״
چو در مقابلۂ جرم لطف بیند کس شود خجل زدہ و ایں خجالت او را بس	״
صحبت شاہ راز روئے قیاس ہم چو دریائے بے کرانہ شناس	״
صائب دو چیز می شکند قدر شعر را تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس	صائب
ترک ستم کن ز ندامت بترس وز فزع روز قیامت بترس	״
آؤ مجنوں غم فرقت کی کریں کچھ باتیں دل بہل جاتا ہے بیمار کا بیمار کے پاس	״
ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس	״



ش

نیم یک لحظه از یاد تو خاموش	فراموشی شده از دل فراموش	لاعلم
بود دشمنش تازه و دوست ریش	کسے کش بود دشمن از دوست بیش	״
سر بر خط تو نهاده بودم زین پیش	اکنون خط تو نهاده ام بر سر خویش	״
بے عقل مثل طفل شو۔ فکرت خدا کند	آنرا که عقل بیش غم روزگار بیش	״
سفله هر چند غنی گشت به عزت نرسد	پیکدان گرچه ز زر باشد تف در دهنش	״
مسلمانی کسے داند که در یک رنگی وحدت	ز هر موچشمهٔ خون ریزد از خوانی مسلمانش	״
تا بهمواری بر آید کار در تندی مکوش	بد خماری دارد از پی این شراب جام جوش	صائب
چو غنچه گرچه فرو بستگیست کار جهان	تو همچو باد بهاری گره کشا می باش	حافظ
بهر خدمت پیش ارباب سخن آماده باش	نقش خود را چو قلم بنشان و خود استاده باش	غنی
کار خود کن راست چون فواره از امداد غیر	خود نهال خویش و خود آب روان خویش باش	اشرف
ببیں که فتنه عالم زیاده می زاید	بصد هزار غم آبستن است مادر عیش	لاعلم
مکن تا توانی دل خلق ریش	وگر می کنی می کنی بیخ خویش	سعدی
خواجه در عیب است غرقه تا بگوش	خواجه را مالست و مالش عیب پوش	لاعلم
گرت هواست که با خضر هم نشیں باشی	نهان ز چشم سکندر چو آب حیوان باش	״
بستان ز خلق خام و بده پخته در عوض	سرگرم خویش معاملگی چون تنور باش	راسخ
یکی جامه در نیکنامی بپوش	به نیکی دگر جامها می فروش	نظامی
ره راستی گرم امروز پیش	که آگاه هم امروز فردای خویش	سعدی
خداوند تدبیر و فرهنگ و هوش	نگوید سخن تا نه بیند خموش	״
تا که شاهین زبانت بتر از وی دو گوش	سخن خویش نسنجد بسخنداں مفروش	غنی
خواهی که بے حساب بجنت ترا برند	صائب بشمرده زن و بحساب باش	صائب
زندگانی و مرد نشں بد بود	که نماند و بماند سیم و زرش	سعدی

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ہدیۂ ما تنگدستاں را بچشم کم مبیں	از مروت بر سر خوان تہی سر پوش باش	لا اعلم
سگ کہ وفائے بر پایندیش	بہتر از آں کس کہ وفا نیستش	”
نیرزد وصل جانان من زخم نیشش	قناعت نکو تر بدوشاب نیشش	”
بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمے خانہ	کہ شنگولاں خوش بہ ہست بیاموزند کار خویش	”
کرتے ہیں بہت صاحب تدبیر پس و پیش	پر دیکھئے کیا کرتی ہے تقدیر پس پیش	ظفر
جھوپڑوں میں ہم فقیروں کی بسر ہو جائیگی	اپنے محلوں میں ہیں لئے آسماں زر و از خوش	صبا
چو آزردہ شد خصم ایمن مباش	خراشیدہ را ہست قصد خراش	لا اعلم
رموز مصلحت ملک خسرواں دانند	گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش	حافظ
کون سنتا ہے فغان درویش	قہر درویش بجان درویش	”
نگوید از سر بازیچہ حرفے	کزاں پندے نگیرد صاحب ہوش	سعدی
اگر صد باب حکمت پیش ناداں	بخوانند آیدش بازیچہ در گوش	”
من نمیگویم زیاں کن یا بفکر سود باش	اے ز فرصت بیخبر در ہرچہ باشی زود باش	لا اعلم
ز دستم رفتہ ماہ و ہفتہ خویش	کجا باشم عمر رفتہ خویش	”
اگر خویش راضی نباشد ز خویش	چو بیگانگانش براند ز پیش	”
گر غمے آید گلوئے او بگیر	داد او بستان و میر داد باش	”
سعدی ہمہ روز پند مردم	میگوید و خود نمی کند گوش	”
کون سنتا ہے فغان درویش	اور وہ بھی بزبان درویش	”
تعلیم ز راہ گیر و رکسب معاش	چیزے بسوئے خود کش و چیزے می پاش	”
تا نہ گرید کودک حلوا فروش	بحر لطف حق نمی آید بجوش	”
آنرا کہ ندانی نسب و نسبت خاکش	دانرا کہ نبود ہیچ گو اسپے چو نعاش	”
در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ	باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش	”
سننے سمجھنے کو بات حق نے دئے ہمکو گوش	حق لطف جسکے ہو آج نہ رہیو خموش	”

عزیزے که پر فتنه بینی سرش	میازار و بیرون کن از کشورش	لاعلم
آنکس که ترا بجست باز آمد پیش	شاید که دلش بسوخت بر کشته خویش	״
سفله چو جاه آمد و سیم و زرش	سیلی خواهد بضرورت سرش	״
صائب دو چیز می شکند قدر شعر را	تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس	״
بنده حلقه بگوش ار ننوازی برود	لطف کن لطف که بیگانه شود حلقه بگوش	״
دیوانه باش تا غم تو دیگران خورند	آنرا که عقل بیش غم روزگار بیش	״
تا نسازی راست در دل حرف را بر لب میار	تیر رفتست بیرون از کمان غافل مباش	صائب
نباشد هر کرا امروز در خاطر غم فردا	شب آدینه اطفال باشد جمله ایامش	״
به ز خاموشی نباشد بیکسان را دور باش	در چو باشد بسته دربان گر نباشد گو مباش	״
کدام جامه به از پرده پوشی خلق است	بپوش چشم خود از عیب خلق و عریان باش	״
پرده مردم دریدن پرده عیب خود است	عیب خود می پوشد از چشم خلایق عیب پوش	״
مخور تا به هیچ دل زار و هر چه خواهی خور	بپوش چشم خود از عیب و هر چه خواهی پوش	״
نی کند زهر هلاهل کار خود در انگبین	از گزند دشمن شیرین زبان غافل مباش	״
چشم من نیست بآسودگی خود صائب	هست در راحت ارباب مرا راحت خویش	״
فرش ما افتادگی اسباب ما آزادگی	خانه ما را نگهبان اگر نباشد گو مباش	״
شود عیار بد و نیک در سفر ظاهر	بکیست تیر کج و راست تا بود در کیش	״
ابله می جوئی گشاده کار خود از آسمان	آسمان از ما بود سرگشته در کار خویش	״
چه آسودگی خواهی از آسمان	که بی آب گردان بود آسیاش	״
چو باحسان میتوان آزادگان را بنده کرد	از بخیلی بنده سیم و زر دنیا مباش	-
ترا خامشی ای خداوند هوش	وقار است و نااهل را پرده پوش	سعدی
مکن عیب خلق ای خردمند فاش	بعیب خودش زخلق مشغول باش	״
خانه آباد از درون باید نه بیرون پر نگار	مرد عارف اندرون و گو برون ویرانه باش	״
هر آن کس که عیبش نگویند پیش	هنر داند از جاهلی عیب خویش	״

هر که نه بد راه عزیزان بود	بار گرانست کشیدن بدوش	سعدی
خدا هرچه خواهد کند بنده باش	رضا پیش گیر و سر افگنده باش	〃
زبان را نگه دار در کار خویش	نفس بر مزن جز بهنگام خویش	نظامی
بجائے رسید است ادراک و هوش	که خر نغمه سنج است و بلبل خموش	حافظ
از نارسیدگی ست که زاهد کند خروش	سیلاب چون به بحر رسد می شود خموش	لا اعلم
ببین که می کند استاده بر نشسته سلام	فروتنی کن و از جملهٔ عزیزان باش	〃
از دشمن ملائم زنهار پر حذر باش	چون سنگ خموش افتد ناگاه گر باش	〃
سرائینده خود نگردد خموش	ولیکن نه هر وقت باز است گوش	〃
مرغ کاب شور باشد مسکنش	او چه داند جائے آب روشنش	معنوی
هر کسے گر عیب خود دیدے ز پیش	کے بدے فارغ وے از اصلاح خویش	〃
بربند زبان گوش سخن دان چو نیابی	جائیکه به شعر پرده شنو نیست خمش باش	حزیں
میا هچو سپر پیش برابر وے مردی	بزیر تیغ بلا هم چو زخم خندان باش	〃
پشیمانم کنون از کردهٔ خویش	بجا دیدم ز پیش آوردهٔ خویش	غنیمت
فرق شاهی و بندگی برخاست	چون قضائے نوشته آید پیش	لا اعلم
مجال سخن تا نبینی ز پیش	به بیهوده گفتن مبر قدر خویش	〃
چون رنده بسوئے غیر بخشنده مباش	چون تیشه بسوئے خویش پاشنده باش	〃
چون تیر قضا ز شست تقدیر بجست	هرگز نه کند رد سپر تدبیرش	〃
دنیا اگر دهند نه خیزم ز جائے خویش	من بسته ام صفائے قناعت بپائے خویش	〃
کسے را که آری بزنهار خویش	نگه دار اندازهٔ کار خویش	〃
مرد بد در فکر بد بینی بود	عاقلی از مکر او هشیار باش	〃
آدمی سعی کار گر کند همه عمر	نبرد ذرهٔ ز قسمت بیش	〃
بادشاه را جرأت و تدبیر صائب لازمست	تا کزو آسان شود هر مشکلش آید ز پیش	صائب

راہست دراز بار بردوش	در خوابیم و از خودی فراموش	لاعلم
ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش	بیروں کشیدہ باید ازیں ورطہ رخت خویش	؍؍
نہ گویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن	سہ ماہ می خورد نہ ماہ پارسامی باش	؍؍
قدم بروں نہ گذارم ز آستانہ خویش	چو مرغ قبلہ نما می پرم بخانہ خویش	؍؍
ہر کہ فریاد رس روز مصیبت خواہد	گو در ایام سلامت بجوانمردی کوش	سعدی
در عمل کوش ہر چہ خواہی پوش	تاج بر سر نہی علم بردوش	؍؍
نہ بیند مدعی جز خویشتن را	کہ دارد پردۂ پندار در پیش	؍؍
گرت چشم خدا بینی ببخشد	نہ بینی ہیچکس عاجز تر از خویش	؍؍
چو دزد باید نہ زرکہ با نورا	گرزے سخت بہ کہ صد من گوش	؍؍
در سخن با دوستاں آہستہ باش	تا ندارد دشمن خونخوار گوش	؍؍
پیش دیوار آنچہ گوئی ہوشدار	تا نباشد در پس دیوار گوش	؍؍
مشو غرہ بر حسن گفتار خویش	بہ تحسین نادان و پندار خویش	؍؍
ضعیفے کہ با قوی دلاوری کند	یار دشمن است در ہلاک خویش	؍؍
خدا را کہ خوبصورت پاکیزہ روئے را	نقش و نگار و خاتم فیروزہ گو مباش	؍؍

طاؤس را بہ نقش و نگارے کہ ہست خلق — ؍؍
تحسین کنند او خجل از پائے زشت خویش

زدرویشی مثال سایہ مرو از پی خویش — طوسی
سخن بشنو ز من خوش باش درویش

در آں زمانہ خود ہم گدا شہنشاہے ست — صائب
قدم بروں منہ از حد خویش سلطاں باش

ز بہر لذت دنیا مکش مذلت خلق — صافی
بعزتے کہ تراہست شکر کن درویش

... محنت کشیدہ می گفت — محنت نوعیش بہ زمنت خویش — اثر

وقتے دوائے مردم بیمار کردمے	اکنوں چناں شدم کہ ندانم دوائے خویش	اعتماد
تا ناقص ست عیب نمایاں نمی شود	ماہ است داغدار مدام از کمال خویش	واجد
زینت ظاہر چہ کار آید دل افسردہ را	نقش بر دیوار زنداں گر نباشد گو مباش	صائب
صبر بر جور فلک کن تا برآئی رو سفید	دانہ چوں در آسیا افتد تحمل بایدش	لا اعلم
پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش	״
بشنو ایں پند کن قصد دل آزردہ خویش	ورنہ بسیار پشیماں شوی از کردہ خویش	״
جاتے ہو تو یاد رکھیو مجھ کو	مت کیجیو مہرباں فراموش	״
گردی دراز پیش کساں دست بوئے خویش	پل بستہ کہ بگذری از آبروئے خویش	״
زندہ است کسے کہ در دیارش	ماند خلفے بیادگارش	״
آدمی فربہ شود از راہ گوش	جانور فربہ شود از ناؤ نوش	״
اگر ہوشمندی بیا بادہ نوش	چو نوشی مے باناب آئی بہوش	״
تا نگرید طفلک حلوا فروش	دیگ بخشایش نمی آید بجوش	״
بے ہنراں صد حیل آرند پیش	تا نرود کار ہنرمند پیش	״
عروس مملکت آں مرد در کنار گرفت	کہ اول از گہر تیغ داد کابینش	״
مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست	کمر بخدمت سلطاں بہ بند و صوفی باش	״
نظر کردن بدرویشاں بزرگی را بیفزاید	سلیماں با چناں حشمت نظرہا بود با مورش	״
بر خویش کشادہ کن رہ وصلت خویش	تا از ہمہ بیش باشی و از ہمہ پیش	״
اگر توقع بخشایش خدا داری	ز روئے عفو و کرم گنہگاراں بخش	״
ز دشمن دوستی جستن چناں ست	کہ یکجا جمع کردن آب و آتش	״
خوک باش و خرس باش و یا سگ مردار باش	ہر چہ باشی باش لیکن اندکے زردار باش	״
رموز مملکت خویش خسرواں دانند	گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش	״
کہ دارم از تمنائے دل ریش		״
خیال سیر مکتب خانہ در پیش		

چوب را آب فرومی نبرد حکمت چیست	شرم دارد ز فرو بردن پروردهٔ خویش	〃
نہادِ تن پرستاں را گل خنداں گلخن داں	دروں سوختہ ناپاکی بروں سوز مرجانش	〃
مرا خود دل در مند ست و ریشں	تو ہیزم مزن بر سر ریش نیشں	〃
باز آکہ از شرم گنہ سر تا قدم بگداختم	کو ہے کہ بر سر داشتم از گریہ ہا موں کردمش	〃
با فتوت ہمنشیں شو با مروت یار باش	دانکہ ہے از تاج و تخت خویش برخوردار باش	〃
چو ناداں؟ نہ در بند پدر باش	پدر بگزار و فرزند ہنر باش	〃
چو بدل تو کردم جوانی خویش	بہنگام پیری مرا نم زیش	〃
بد نفس مباش و بد گماں باش	و ز فتنہ و مکر در اماں باش	〃
کم خور و کم خواب و کم گفتار باش	گرد خود گردندہ چوں پرکار باش	〃

ص

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جائے حرص انساں نہ ہو ذلیل زمانے کے ہاتھ سے	آسودہ زیر چرخ نہیں آشنائے حرص ذلت کسی کو کوئی نہ دیوے سوائے حرص	سودا

ض

دوستی کا مارتے ہیں یکدگر دم آشنا	ہوتی ہے معلوم باہم آپڑے ہی جب غرض	سودا
معصیت کر بیٹھے بندے مغفرت وہ کر اٹھا	اپنی خو سے اس کو مطلب انکی خو سے کیا غرض	موجد
آ بسا کیا رزق دے رزاق مطلق اور ہے	اس کے سو حیلے ہیں چرخ حیلہ جو سے کیا غرض	〃
آشنائے بے غرض ہی کون دنیا میں ظفر	پڑتی سو بار آشنا سے آشنا کو ہے غرض	ظفر

ط

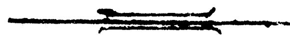
مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
فضل حق جس کی طرف ہو تو اُسے بخشے ہے	دور ساغر کی طرح گردش ایام نشاط	سودا
ناکسوں کی دوستی دے دین و ایماں کو اجاڑ	پوچھ تو جا کر گلستاں سے خزاں کا اختلاط	رر
قابل گوش سینکڑوں گوہر	گوش بھی قابل گہر ہے شرط	آتش
گلشن عیش کے نظارہ کو	مثل غنچہ گرہ میں زر ہے شرط	رر

ظ

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ہم تو چلتے ہیں لو خدا حافظ	بتکدے کو تو خدا حافظ	آتش
سخت گوئی سے تجھے چاہیئے اے یار لحاظ	بات بڑھ جاتی ہے کھو دیتی ہے تکرار لحاظ	رر
کیا اسیر قفس ہم کو آب و دانہ نے	تو جا چمن کی طرف اے صبا خدا حافظ	رر
زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ	پردار تو اڑتے ہیں بے پر کا خدا حافظ	رر
تو از کجا و امید وصال او ز کجا	بدامنش نرسد دست ہر گدا حافظ	

ع

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
دریں دو روزهٔ فانی ظہیر حیرانم	کہ بر متاع قلیل جہاں کنند نزاع	ظہیر
نشود شکوه گره در دل روشن گہر آں		ناصر علی
دود در سینہ محال است نہاں دارد شمع		
چرخ را در زیر پا آر اے شجاع		
بشنو از فوق فلک بانگ سماع		



غ

جی کے خوش ہونے سے رکھتا ہی تعلق حسن لطف
دنیا میں ہی غرور و تکبر ہنر کے ساتھ
روشندلوں کے قرب میں ہیں لاکھ فائدے
اگر صد سال مسکرا کنی دوغ
چو باد خزانی در آید بباغ
الہی کو روز روشن شمع کافوری نہد
چہ داند گنج از سیاہی دریغ
روشن زمن جہان و من از بخت تیرہ داغ
شعلہ ادراک را لازم بود بخت سیاہ
وعدہ ارباب دنیا ہم چو خواب احتلام

رنگ و بو نکلے ہی جب غنچہ کے دل کو ہو فراغ
ہے کونسا ہنر جو کریں بے ہنر باغ
آتا نہیں ہے کام ظفر دور کا چراغ
ہمان دروغ ست ہمان دروغ ست ہمان دروغ
زمانہ در ہدجائے بلبل بزاغ
زو دبینی کش این شب روغن نماند در چراغ
دریغ آیدش دست بردن بتیغ
کہ سایہ چراغ شود محو از چراغ
زیر پائے خویش را روشن نمیدارد چراغ
شب ہمہ شب عیش و عشرت باشد و فردا دروغ

سودا
رشک
ظفر
لااعلم
″
سعدی
″
غنی
صائب
″

ف

قوت از حق خواہم و توفیق لطف
ہنستے کیوں گل کی روش باغ جہاں میں غافل
مسافران عدم کی خبر خدا جانے
کیا خبر ہے کہ بنا گنبد گردوں کب سے
زندگی آخر ہوئی آیا نہ وہ دلدار حیف
چو در لشکر دشمن افتد خلاف
کہ شکر کشایان مغفر شگاف
نہ ہر کہ قوت بازوے منصبے دارد

تا بہ سوزن برکنم این کوہ قاف
اے ظفر ہوتے اگر یاں کی ہوا سے واقف
کہ ادن کو چین ہی یا جانب عدم تکلیف
نہیں تاریخ کے اس چرخ کہن سال پہ حرف
مرتے مرتے بھی نہ دکھلایا مجھے دیدار حیف
تو بگذار شمشیر خود در غلاف
نہان صلح جویند و پیدا مصاف
بہ سلطنت بخورد مال مردمان بگزاف

لااعلم
ظفر
″
لااعلم
سوز
لااعلم
″

مرد بے توشہ کا و فتاد از پائے	در کمر بند او چہ زر چہ خزف	

ق

وہ جو زندگی میں نصیب تھا وہی بعد مرگ رہا قلق یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم گئی جان پر نہ گیا قلق		مومن
جو کہ بر سو سے ہوں یکدل ہم ان ہیں لئے چرخ	ڈالے ہے تفرقہ سازی تری اک آن میں فرق	لااعلم
کار مرداں جہان ست از اتفاق	خلق وویں گرد و پریشاں از نفاق	"
برفتم بروم و بچین و عراق	ندیدم رفیقے دریں زیر طاق	"

ک

کسے کہ لطف کند با تو خاک پایش باش	و گر خلاف کند در دو چشم آگن خاک	لااعلم
ہر چہ با تو در نیاید زیر خاک	آں ہمہ دنیا بود نے دین پاک	"
بلبل کو ہو سیر گل و گلزار مبارک	اور مجھ کو ترا دیکھنا اے یار مبارک	جرأت
انساں کی زندگی ہی تو دو اک نفس تلک	ساماں کرے ہی جینے کا لاکھوں برس تلک	ظفر
دکھ پہ دکھ دیتا ہی دکھیا کو فلک	زخم دیکر پھر چھڑکتا ہے نمک	"
خاک کو مسند کمخواب سمجھتے ہیں فقیر	اور وہ جانتے ہیں مسند کمخواب کو خاک	"
صاف دنیا سے ہیں دنیا میں جو ہیں روشندل	خاک پر لگتی نہیں چادر مہتاب کو خاک	"
آوت کو آدر نہیں جات نہ پوچھے بات	تلسی ایسی میت کے سر پر ڈارو خاک	تلسی
چو آہنگ رفتن کند جان پاک	چہ بر تخت مردن چہ بر روئے خاک	سعدی
ہماں بہتر کہ ما مشت ہوسناک	کنیم آئینۂ زنگ از ہوس پاک	جامی
ہزار دشمنم ار می کنند قصد ہلاک	گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک	لااعلم

بے تو جان قطرہ ایست برلب تفوق	در تو دیر آمدی چکید اینک	لا اعلم
سوز فراق یار کسی کو نہ دے خدا	جس کو لگی یہ آگ جلا سر سے پاؤں تک	۔۔
ناصحا! غافل نیم دارم کلاہ چار ترک	ترک مولی۔ ترک عقبیٰ۔ ترک دنیا۔ ترک ترک	۔۔
من میلا۔ تن اُجرا۔ بگلے کا سا بھیک	تجھ سے تو کاگا بھلا بھیتر باہر ایک	۔۔

گ

سنگ در دست و مار بر سر سنگ	خیرہ رائی بود [illegible] درنگ	لا اعلم
گربہ شیرست در گرفتن موش	لیک موش [illegible]	۔۔
گرچہ شاطر بود خروس بجنگ	چہ زند [illegible]	۔۔
سب کی سن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں	ہے کوئی [illegible] الگ	حالی
ایک سے ایک ہے تماشا رنگ	دیدنی [illegible]	میر تقی
وہ دن اگر خزاں ہے تو وہ دن بہار ہے	اک رنگ [illegible] رہتا ہوا کوئی رنگ	صبا
سکھی گئی جس ٹھور میں وہاں رہا دکھ بھاگ	گھر کی دادی بن گئی بن کو لگ گئی آگ	کبیر
گل جو چمن میں ہیں ہزار دیکھو ظفر ہے کیا بہار	سب کا ہے رنگ جدا جدا سب کی ہے بو الگ الگ	ظفر
یاد رکھنا زمانہ ہیں ہم لوگ	سن رکھو تم فسانہ ہیں ہم لوگ	لا ادری
ندانی کہ چوں گربہ عاجز شود	بر آرد بچنگال چشم پلنگ	سعدی
بڑھ گیا ہے رحم انسانی بہت	ہوگی ایجاد اب نئی توپ اور تفنگ	لا اعلم
دگر عمرے نوازی سفلہ را	بہ کمتر چیزے آید با تو در جنگ	۔۔
ازاں مار برپائے راعی زند	کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ	۔۔
دیکھی وہ سیر جس کا زباں سے بیاں نہ ہو	وہ بھید کھل گیا جسے کھلنا تھا بعد مرگ	۔۔
آوت گالی ایک ہے الٹت ہوئے اینک	کہیں کبیر نہ الٹئے وہی ایک کی ایک	کبیر داس

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
سخن بلطف و کرم با درشت خوی مگوی	کہ زنگ خوردہ نگردد بنرم سوہان پاک	سعدی
آہ دل کی کیسی بنی ان چاہت کے سنگ	دیپک بہا دیں ہیں جل جل مرے پتنگ	لا اعلم
نیست جز دندان شکستن چارۂ کج بحث را	از دم عقرب گرہ نتوان کشود الا بسنگ	صائب
در بہار ار کہ شود سر سبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ	مغوی
سبلے جوہران عزیز بہ تمکین نمی شوند	افزون نمی شود زگرانی بہائے سنگ	صائب
من دیا کہیں اور ہی۔ تن سادہو کے سنگ	کہہ کبیر کوری گزی کیسے لاگے رنگ	کبیر
ازان کز تو ترسد بترس اے حکیم	وگر با چنون صد برائی بہ جنگ	سعدی
با سیہ دل چہ سود گفتن وعظ	نرود میخ آہنی در سنگ	״
غواص اگر اندیشہ کند کام نہنگ	ہرگز نکند در گرانمایہ بچنگ	״
برو با دوستان آسودہ بنشین	چو بینی در میان دشمنان جنگ	״
رودۂ تنگ بیک گردۂ نان پر گردد	نعمت روئے زمین پر نکند دیدۂ تنگ	״
سگے بچند سال شود لعل پارہ	زنہار تا بیک نفس نشکنی بہ سنگ	״
سگے را لقمہ ہرگز فراموش	نگردد ور زنی صد نوبتش سنگ	״
تو پاک باش برادر مدار از کس باک	زنند جامۂ ناپاک گازران بر سنگ	״

کبیرداس ۱۲

ل

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
خوشا میں ہم کو وہ قدرت ہی حاصل	کہ انسان کو ہر طرح کرتے ہیں مائل	لا اعلم
چوں سگ درندہ گوشت یافت نپرسد	کیں شتر صالح ست یا خر دجال	״
کہیں احمقوں کو بناتے ہیں عاقل	کہیں ہوشیاروں کو کرتے ہیں غافل	״
نہ باید بستن اندر چیز و کس دل	کہ دل برداشتن کاریست مشکل	״

کہتے تھے اس لئے کہ ہو آشنائے گل

اے عندلیب دیکھی نہ آخر وفائے گل — سودا

عجب دولت ہے یہ احسان کہ اس سے	بشر کو یہی ہے بے بیتا بشر مول	آتش
تو لاکھ اٹھائے ہوئے جلد اپنا قدم چل	ہوگا وہی قاصد جو گئی پہلے قلم چل	ظفر
سیدھے کب ہوتے ہیں جنکی ہی طبیعت میں کجی	کسطرح کوئی نکالے موج آب جو کے بل	؍؍
برائی یا بھلائی گو ہے اپنے واسطے لیکن	کیسکو کیوں کہیں ہم بد کہ بدگوئی سے کیا حاصل	لااعلم
اوروں کے بل پہ بل نہ کر اتنا نہ چل نکل	بل ہے تو بل کے بل پہ تو کچھ اپنے بل کے چل	؍؍
گند سے ہاتھ اٹھا مستعد ہے سر پہ اجل	عدم کا کوچ زمانہ سے آج ہے یا کل	امانت
نہ کل تک وہ تجھے منہ لگانے کے قابل	ہوئے آج باتیں بنانے کے قابل	قلق
کوئی شئے جو پہنچے بحد کمال	تو آخر ضروری ہے اسکو زوال	علم
کمال آج گر ہے تو کل ہے زوال	جو ہے بدر آخر وہ ہوگا ہلال	؍؍
وہ گلشن کہ جس میں ہزاروں تھے پھول	وہاں دیکھئے تو جمے ہیں ببول	؍؍
آیا ہی ہاتھ ہمکو یہ مضمون چراغ سے	روشن اسی کا نام ہے جو جلائے دل	اسیر
بھیکا بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لال	گھانٹھ کھول نہیں جانتے اس بد ہر کنگال	تسی
گٹھڑی باندھی دھول کی رہی کنول سی پھول	گانٹھ جو تن کی کھل گئی انت دھول کی دھول	لااعلم
پل میں نرسو کھے دیکھے پل میں ہو گئے جل و تھل	پل میں پنچھی اڑتے دیکھی پل میں آن کٹائی گل	گردھار
بود کہ بار نہ پرسد گنہ ز خلق کریم	کہ از سوال ملولیم و از جواب خجل	لااعلم
جہد رزق ار کنی و گر نہ کنی	برساند خدائے عز و جل	؍؍
ہے کمال حسن و دولت چار دن	ایک دن آجائے گا اُن پر زوال	؍؍
ہے گا وہی شخص آسودہ حال	چلیگا جو دھن اور کوشش کی چال	؍؍
نیم شبے آہ زند پیر زال	دولت صد سالہ کند پائمال	؍؍
مادر چہ خیالیم فلک در چہ خیال	کار یکہ خدا کند فلک را چہ مجال	؍؍
شاہا بقائے عمر تو باشد ہزار سال	لیکن بایں حساب بصد حشمت و جلال	؍؍
سال ہزار ماہ و ماہ ہزار روز	یوم ہزار ساعت و ساعت ہزار سال	؍؍
شاہا بقائے عمر تو از فضل ذوالجلال	بادا ہزار پاس بہ نیسان ہزار سال	؍؍

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو می گویم	تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال	لااعلم
ہر روز نعمتوں سے کہے سفلہ کو غنی	محتاج نان شب ہو سدا صاحب کمال	؍؍
بے عزم درست و سعی کامل	کس را نشود مراد حاصل	؍؍
مرغے کہ خبر ندارد از آب زلال	منقار در آب شور دارد ہمہ سال	؍؍
ایک دم یاد ملک ذو الجلال	خوش بود از عمر صد و بست سال	؍؍
زیر پایت گر بدانی حال مور	ہم چو حال تست زیر پائے پیل	؍؍
رفیقے نیک باید کرد حاصل	کہ صحبت را نشاید ہر سہ دل	؍؍
یک لحظہ جدا مباش از یاد خدا	عمرت گذران ست چو آب از تہ پل	؍؍
سرے کہ از تو بہ پیچد بریدہ باد چو زلف	رخے کہ از تو بتابد سیاہ باد چو خال	؍؍
بڑھیں نہ رسی بچیں تیل	یہ دیکھو قدرت کے کھیل	؍؍
تو غافل در اندیشۂ سود مال	کہ سرمایۂ عمر شد پائمال	سعدی
کسے کہ بر لب آبے چکاند نیست جز دیدہ	ز بخت بد شوم آن ہم بصد خون جگر حاصل	لااعلم
پیش ارباب کرم شرط ادب نیست طلب	حاجت ما ہمہ دانند چہ حاجت ست سوال	جامی
میزبان تازہ رو شو اے خلیل	در ببند و منتظر شو در سبیل	مثنوی
نیست شہرت طلب آنکس کہ کمالے دارد	ہرگز انگشت نما بدر نباشد چو ہلال	غنی

شادی کی اور غم کی ہے دنیا میں ایک شکل
گل کو شگفتہ دل کہو تم با شکستہ دل — لااعلم

مکان یار دور و من ندارم طاقتے در دل
اگر در مشکل افتادم چہان طے سازم این منزل — ؍؍

اے مسلماناں حذر از صحبت ارباب جاہ
جز شکست کعبۂ دل ناید از اصحاب فیل — باقر

بکری پاتی کھات ہے۔ تاکی کاڑھی کھال
جو کوئی بکری کہات ہے۔ تاکا کون احوال — لااعلم

طریق عشق میں ہے رہنما دل	پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل	میر
چہ بندی دل خود بریں ملک و مال	کہ ہستش ایکے رنج و پیشی و بال	نظامی
سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل	چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل	سعدی
تو نیکو روش باش تا بدسگال	بہ نقص تو گفتن نیابد مجال	״
چو آہنگ بربط بود مستقیم	کے از دست مطرب خورد گوشمال	״
چو باد اندر شکم پیچد فرو ہل	کہ باد اندر شکم باریست بر دل	״
نباید بستن اندر چیز و کس دل	کہ دل بر داشتن کاریست مشکل	״
بیان شوق را لب چوں کند میل	کہ ہمچو دست آب سیل در کیل	״
در روی و در دہان شیر و پلنگ	نخورندت مگر بروز اجل	״
دست تضرع چہ سود بندہ محتاج را	وقت دعا بر خدا وقت کرم در بغل	״
بسا نام نیکوئے پنجاہ سال	کہ یک نام زشتش کند پائمال	״
تونگری بہ ہنر است نہ بمال	بزرگی بہ عقل است نہ بسال	״
انڈے کن بسمل کئے ۔ مچھلی کیسا حلال	جھجھا کے رس سواد میں یہ نرجھیّا بیحال	لا اعلم
لئے پھرتا ہے مجھ کو جابجا دل	مرا بے چین میرا چلبلا دل	״
صبر آخر کب تلک کوئی کرے	جب نہیں کچھ انتہائے درد دل	״
اس طرف تو وفور خواہش دل	پردہ شرم تھا ادھر حائل	״
مجھ سا نہ دے زمانہ کو پروردگار دل	آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل	״
ہوتا ہے بیقرار حسینوں کو دیکھکر	ایسا دیا تھا کیوں مجھے پروردگار دل	״
عید قربان ہے یہی دن تو ہے قربانی کا	آج تلوار کے مانند گلے مل قاتل	״
ملا یا خاک میں کیوں اسکو تو نے	بڑے نازوں کا پالا تھا مرا دل	״
خم کے خم الٹے پڑے ہیں میکدہ میں چارسو	قابل نظارہ ہے مستوں کی محفل آج کل	״
مشکل بتوجہ تو آسان	آسان ز تغافل تو مشکل	״
ظلم سے سیر نہیں ہوتا ہے ظالم ترا دل	ایسے دل کو نہ کہو دل کہ یہ پتھر کی ہے سل	״

کم بخت تیرے دل پہ اثر اک ذرا نہیں
کب تک یہ درد دل کی کہانی سنائے دل
لا اعلم

بنی آدم از علم یابد کمال
نہ از حشمت و جاہ و مال و منال
سعدی

کب لگاتا ہی کوئی اس دل بے حال کا مول
سب گھٹا دیتے ہیں مفلس کے غرض مال کا مول
سرور

چاہتا ہوں میں تو مسجد میں رہوں مومن مگر
کیا کروں بت خانہ کی جانب کھنچا جاتا ہی دل
لا اعلم

یا مکن با پیلبانان دوستی
یا بنا کن خانہ بر بالائے پیل
"

جہد رزق ار کنی و گر نکنی
برساند خدائے عز و جل
"

قاتل کی ہر طرح مجھے منظور ہے خوشی
ہر پیشکش ہے جان فدا ہے نثار دل
"

گر روی در دہان شیر و پلنگ
نخورندت مگر بروز اجل
"

بے عزم درست و سعی کامل
ہوگی نہ دلی مراد حاصل
"

اے ہنرہا نہادہ بر کف دست
عیب ہا برگرفتہ زیر بغل
"

تم بات کرو ان سے جو ہوں بات کے قابل
ہم بات کے قابل نہ ملاقات کے قابل
"

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل
"

مرا گھر کہاں ان کے آنے کے قابل
بلاؤں اگر ہوں بلانے کے قابل
"

قرض کا انجام ہے وہ جاں گسل
کانپتی ہے روح تھراتا ہے دل
"

بعد مدت کے پھنسا آ کے پرانا چنڈول
لگی گلشن کی ہوا دم کا ہلانا گیا بھول
"

ہوتے سیرت سے ہیں مردان دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل
"

اپنے غم کا جسے خیال نہ ہو
اس کی فرقت میں کیوں جلائے دل
"

الٰہی تا جہاں باشی باقبال	جواں بخت و جواں دولت جواں سال	لاعلم
نالاں فراق دل میں ہے ماتم سرائے دل	سینہ سے آرہی ہے صدا ہائے ہائے دل	״
یہ ترچھی ادائیں دکھانے کسے حاصل	ابھی ہو تو منہ چھپانے کے قابل	״
چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل	عجب تیری قدرت عجب تیرا کھیل	״
کسے برگرفت از جہاں کام دل	کہ یکدل بود با وے آرام دل	״
نہ کیا ذبح ۔ گیا چھوڑ کے بسمل قاتل	دہن زخم پکارا کیا قاتل قاتل	״
چونکہ کردی ذات مرشد را قبول	ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول	״

م

نمیدانم گناہم چیست کز من سرگراں داری	سرت گردم قصورے در وفائے خود نمی بینم	״
بلند مرتبہ زاں خاکِ آستان شدہ ام	غبار کوئے توام اگر بر آسماں شدہ ام	״
آخر من و تو دوست بودیم	عہد تو شکست من ہمانم	״
عہدے کہ نخست با تو بستم	آں عہد بجاست تا کہ ہستم	״
بیا کہ وصل ترا از خدا ہمی خواہم	بیا کہ گوش برآواز و چشم بر راہم	״
دل بکوئے یار من از یار دور افتادہ ام	او بدل نزدیک و من بیار دور افتادہ ام	״
درد و رنج عشق می گذارم شب و روز	اینست گناہِ من کہ عاشق شدہ ام	״
بیا سہ تاک بیا ساقیا شراب خوریم	بزیر سایہ نشینیم و آب خوریم	״
چناں بدل شدم از آشنائی مردم	کہ در آب شوم غرق آشنا نکنم	״
ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق	او بصحرا رفت و ما در کوچہ ہا رسوا شدیم	״
کس نمی باید بزیر سایہ بوم	ور ہما از جہاں شود معدوم	״

دل چاہے دل دار کو تن چاہے آرام ״
دو بدھا میں دونوں گئے مایہ ملی نہ رام

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
طالب حکمت شو از مرد حکیم	تا از و گردی تو بینا و علیم	معنوی
اوراق رنگ و بوئے بباد فنا دهیم	از زیر منت چمن آرا برون رویم	صائب
هر چه هر کس آورد با خویش مهمانش کنم	پاک باشد از تکلف خانه چون آئینه ام	"
مزن بے تکلف بگفتار دم	نکو گو اگر دیر گوئی چه غم	سعدی
رستمے باید که او خصمی کند با دیو نفس	گر برو غالب شویم افراسیاب افگنده ایم	"
قدر وقت ار نشناسد دل و کارے نکند	بس خجالت که ازیں حاصل اوقات بریم	حافظ
خلعت آسائشی میخواستم از چرخ گفت	از کجا آورده ام خود در لباس ماتمم	کلیم
درونم صراحی صفت پر حرام	چه حاصل مرا از سجود و قیام	لا اعلم
اندریں عهد ست الفت بسکه سامان دوئی	تیغ قطع آشنائیها شود دست سلام	"
شکر خدا که هر چه طلب کردم از خدا	بر منتهائے همت کامران شدم	"
نعمت از دنیا خورد عاقل نه غم	جاهلان محروم مانده در الم	غنی
اگر چو زناں حله بر تن کنم	بمردی کجا دفع دشمن کنم	"
فیض از بیگانه می خواهیم نے از آشنا	چوں صدف در بحر آب از جائے دیگر میخوریم	"
دایم خواهم از مدد همت بلند	یعنی زبار منت کس خم نگشته ام	"
گرچه از نیکاں نیم خود را به نیکاں بسته ام	در ریاض آفرینش رشته گلدسته ام	تاثیر
خانه و خانقه و منزل ما زیر زمیں	ما به تدبیر سرا ساختن و هادرم	ظهیر
بجز متاع وفا هیچ در بساطم نیست	ولے نمی خرد از من کسے دریں ایام	"
کے سبک میگشتم ار باخویش زر می داشتم	کوه می بودم اگر زر در گره می داشتم	وحید
تحفه منت گدائی چند باشد نان غیر	می شوم شرمنده پیش هر که مهمان می شوم	نعمت خان عالی
مفلسی هر جا بود عیب تمام	ماهی بے فلس باشد حرام	واعظ
یک گره از رشته تقدیر نکشوده ایم	ناخن تدبیر را هر چند ما فرسوده ایم	منتظر
جامی بعیش کوش که کس را ز جام دهر	کم زانچه قسمت ست نیاید زیاده هم	جامی

ما چوں ز درے پائے کشیدیم کشیدیم	امید ز ہر کس کہ بریدیم بریدیم	وحشی
بدست خود چناں بستم حنائے بے نیازی را	کہ ہمچوں پنجۂ مرجاں فرازو ریا نتیگرم	غنی
خاتم ملک سلیماں ست علم	جملہ عالم صورت و جانست علم	معنوی
ابلہاں را ہمہ شربت ز گلاب و قندست	قوت دانا ہمہ از خون جگر می بینم	حافظ
رفتیم و غم عشق تو در سینہ نہفتیم	با ہیچ کسے حال دل خویش نگفتیم	لا اعلم
خدا را اے زمیں از منزل جاناں مدہ یادم	کہ من در وادیٔ ہجراں ز حال خود بفریادم	رر
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں	طوق زریں ہمہ در گردن خر می بینم	حافظ
خوشا احوال گلچینان ایں باغ	کہ من زیں باغ جز دامن نچیدم	صائب
زباں برید بکنج نشست صم بکم	بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم	سعدی
سال اول جلہ بودم سال دیگر میرزا	غلہ چوں ارزاں شود امسال سید میشوم	لا اعلم
ما ز یاران چشم نیکی داشتیم	خود غلط بود آنچہ من پنداشتیم	رر
ز من جدا نہ کنی گر لباس دیں دارم	نہفتہ کافرم و بت در آستیں دارم	رر
ہفت صد و ہفتاد قالب دیدہ ام	ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام	رر
گلے خوشبوے در حمام روزے	رسید از دست محبوبے بدستم	سعدی
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوئے دلاویز تو مستم	رر
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گل نشستم	رر
جمال ہم نشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم	رر
بہ تیغم گر زند دستش نگیرم	وگر تیرم زند منت پذیرم	لا اعلم
بلبل نیم کہ جہچہ کناں درد سر کنم	قمری نیم کہ طوق بگردن در افگنم	رر
پروانہ نیستم کہ بیکدم عدم شوم	حق شمع ام کہ سوزم و پروا نمی کنم	رر
گر ذائقہ درست داری بخشی	آب و نمک بہم آمیختہ ایم	رر
در دیگ نہ روغن و عسل ریختہ ایم	نے مشک نہ زعفران در و بختہ ایم	رر

اے صبا گر ہو کبھی تیرا گزر سوئے وطن	عرض کیجو خدمت احباب میں میرا سلام	لا اعلم
از یاد تو نیستم زمانے غافل	یا می گویم نام تو یا می شنوم	״
مزن در رہ ادی بگرد حیل گام	کہ در دام بلا افتی سرانجام	״
عنایت نامہ را چوں برکشادم	گہے بر دیدہ و گہہ بر سر نہادم	״
ما ہر کسے کہ شرح و ہم داستان خویش	صد داغ تازہ بر دل آں ناتواں نہم	״
نیست برابر بزد مردم دانا	یکدمہ غم با ہزار سالہ تنعم	״
حاصل عمر نثارِ غم یارے کردم	شادم از زندگی خویش کارے کردم	״
آخر ز راہ و رسم جہاں بے خبر شدم	رنگ زمانہ دیدہ برنگ دگر شدم	״
ہر چہ بر تو آید از ظلمات و غم	آں ز بے باکی و گستاخیست ہم	مولانا روم
حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام	با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام	حافظ
چو شبہا نشستم دریں دیر گم	کہ حیرت گرفت آستیم کہ قم	لا اعلم
دوش دیدم شبنم غلطاں بروئے گل زار	یادم آمد طفلی و دامان مادر و شستیم	״
آمدم شاد بکوئے تو و نالاں رفتم	ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم	״
در شان من بہ درد کشی ظن بد مبر	کالودہ گشت خرقہ و لے پاک دامنم	״
آرزو دارم کہ خاک پائے آں قدم	طوطیائے چشم سازم دم بدم	״
گہے از دست و گاہے از دل و گاہے ز پا یا نم	بسرعت میروی اے عمر میترسم کہ وا مانم	״
کہ ہر ایک چہ بازار و کا چار دارد	من از بے نوائی بجود عاجزم	ناصر خسرو
کسے را کہ اقبال باشد غلام	بود میل خاطر بطاعت مدام	سعدی
چوں بہ نکو رفتگاں در ساختم	ہم نشیناں ملائک یافتم	لا اعلم
اے کہ بد نام کند اہل خرد را غلط ست	بلکہ می شود از صحبت نادان بدنام	״
ز حادثات جہاں بس ہمیں پسند آمد	کہ خوب و زشت و بد و نیک در گذر دیدم	״
مرا یاد ربا ید دو ایام قسم	بشادی نیاید مرا یاد رکم	״
سب کو ہو جاتا ہے ناکامی کا پہلے ہی یقیں	اٹھتے ہیں کرنیکو جب ہمت کا کوئی کام ہم	״

اے خدا قربان احسانت شوم	این چہ احسانست قربانت شوم	لااعلم
عشق ست و صد ہزار تمنا مرا چہ جرم	گر خواہشے کند دل شیدا مرا چہ جرم	״
یک حرف آشنا بغلط ہم کسے نگفت	چندانکہ خواب خوش بہ افسانہ نخفتیم	״
مرہم ز زخم تازہ بہ زخم جگر نہم	پیکان دل ز کاوش نشتر بر آورم	״
خدا را اے من زار منزل جاناں مدہ یادم	کہ من در وادی ہجراں ز حال خود بفریادم	״
ندانست آنکہ رحمت کرد بر مار	کہ این ظلم ست بر فرزند آدم	״
ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم	باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم	״
دُر دیا صاف آنچہ در جام بود بیش آورم	رند و زاہد را اگر بر قیمت بیش آورم	״
آسودگی بگوشہ ہستی ندیدہ ایم	جاں دادہ ایم و کنج مزار خریدہ ایم	״
زنگی بہ شست و شو نتواند شدن سپید	زیب عروس زشت بہ زیور نمی کنم	״
یک وصیل آرزو و دل بہ کہ مدعا دہم	تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم	״
اوس کو بھولا نہ چاہئے کہنا	صبح جو جائے اور آئے شام	״
چو یار رخت سفر ست من چہ کار کنم	وداع صبر کنم یا وداع یار کنم	״
چو حرف سیم بر آید درست از قلم	مرا از ہمہ حرف گیراں چہ غم	״
اے ناخدا ز مصلحت ما بشوئے دست	ما با خدائے خویش بکشتی نشستہ ایم	صائب
بس کہ با نیک و بد خلق ندارم کارے	منکر و معتقد گبر و مسلماں نہ شدم	کلیم
ناداں ہمیشہ دشمن داناست از حسد	زاں خلق روزگار رنجوانند اکثرم	لااعلم
از کسے پنہاں نمیداریم راز خود چو شمع	ہر چہ در دل ہست ما را بر زباں میاوریم	غنی
مرد مصاف در ہمہ جا یافت می شود	در ہیچ عرصہ مرد تحمل ندیدہ ایم	صائب
مرادی کہ در صلح گردد تمام	چہ باید سوئے جنگ دادن لگام	نظامی
ما اختیار خود بہ دل خود سپردہ ایم	ہر جا کہ دل نمی رود آنجا نمیرویم	لااعلم
نیست از ساماں نشانی ہیچ در کاشانہ ام	چوں نگیں من از برائے نام صاحب خانہ ام	״
اے کہ در دنیا نرفتی بر صراط مستقیم	در قیامت بر صراطت جائے تشویش است و بیم	سعدی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
بادہ نوشیدم و پوشیدہ نماند آتش دل	فاش شد عاقبت الامر مستی رازم	لا اعلم
ز بدگوئی بدگفتہ پنہاں کنم	بپاداش نیکی پشیماں کنم	نظامی
ہر کسے در راہ من خارے نہد من گل نہم	او سزائے خار یابد من جزائے گل برم	لا اعلم
دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب	ابرم کہ تلخ گیرم و شیریں عوض دہم	״
یاراں حذر کنید کہ ما دل شکستہ ایم	خاکستریم و بر سر آتش نشستہ ایم	״
دردیکہ بر دلست ز خلق جہاں مرا	باشد مگر بگوشۂ عزلت دوا کنم	صائب
پریشاں خاطرم از ہمنشینان عزلتی دارم	خموشی صحبت خاصیت با خود خلوتی دارم	لا اعلم
طاعت ما نیست غیر از شستن دست از جہاں	گر نماز از من نمی آید وضوئی می کنم	صائب
سیر چشم ز نعمت دنیا	خاک در چشم آرزو کردم	سعدی
اگر پرورانی درخت کرم	بر نیک نامی خوری لاجرم	״
چوں نیشکر ز راستی خویش نگذریم	مارا جدا کنند اگر بند بند ما	لا اعلم
احسان دوست در حق من بے نہایت است	من بے زباں کدام یکے را بیاں کنم	״
سائلاں از شرم احساں آب می گردند و من	می شوم آب از حیا باہر کہ احساں میکنم	صائب
تو طبیبی و منت بیمارم	حال دل از تو چہ پنہاں دارم	لا اعلم
کسے کو پیشہ کرد آزار مردم	بمعنی بد ترست از مار و کژدم	״
دنیا چو خواب و ما ہمہ خوش نشہ خوردہ ایم	در عین بے خودی بہ پیش رہ نبردہ ایم	״
جان بجاناں دادم و جانانہ خود را یافتم	چوں در خانہ زدم در خانہ خود را یافتم	״
رسول قاصد و پیغام نامہ حاجت نیست	کہ در میان من و تو ہمیں من و تو بسیم	״
نگردد مرغ وحشی جز قفس رام	بزندانش بدہ یک چند آرام	״
بے مربی کے مربا نہیں ممکن افسوں	پنجۂ مہر سے ہو چرخ نشیمن شبنم	افسوں
فطرت کے مطابق اگر انساں لے کام	حیوان تو حیوان جمادات ہو رام	اسمٰعیل
وام بلا ہے قرض پھنسے اور رہوے شکار	ہے پاس آبرو تو رہو ہوشیار تم	״
جبتک وبال جان نہ جانو گے قرض کو	ہرگز نہ بن سکو گے کفایت شعار تم	״

تم جانتے ہو گرچہ بُرا سود خوار کو	ہے اصل یہ کہ بنگئے خود سود خوار تم	اسمٰعیل
مقروض کی نہیں ہی زمانہ میں آبرو	یوں اپنے دل میں بات بناؤ ہزار تم	〃
گر دُو تشا ہوار سے کوڑیوں کے مول	زنہار بھول کر بھی نہ لینا ادھار تم	〃
وہ بات ہے کہ نہ ہو جس میں کوئی مجبوری	وہ کام ہی جو کریں اپنے اختیار سے ہم	داغ
سب میں راہی یہ فنا کا ہے مقام	کب یہاں شاہ و گدا کو ہے قیام	داور
کبھی عشرت کبھی حسرت کبھی غم	رنج و راحت ہیں جہان میں توام	〃
خالی دماغ بھر جہاں میں ابھرتے ہیں	مثل حباب زندگی دم بھر ہے اور ہم	وقار
انساں کے دل میں خوف خدا کا جو ہو قیام	اوروں کے عیب پر نہ ہنسے صبح اور شام	ہنر
بر ہر زمیں کہ بگذری اے نو بہار حسن	روید بجائے سبزہ براہت ہزار چشم	لا اعلم
دور از تو سر اسیمہ تر از دود چراغم	بے بزم تو خون می چکد از چشم ایاغم	〃
خواہم کہ ہمیشہ در ہوائے تو زیم	خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم	〃
تا طبع نازکت نہ پذیرد ملالتے	آن بہ کہ نامہ را بدعا مختصر کنم	〃
ما زیاران چشم یاری داشتیم	خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم	〃
دریاد تو ایم ہر کجا ایم	بیگانہ مشو کہ آشنا ایم	〃
شیوۂ رندی نہ لائق بود اما این زماں	چوں در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم	〃
درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم	〃
عمرہا در پئے مقصود بجاں گردیدیم	دوست در خانہ و ما گرد جہاں گردیدم	〃
چہ مقدار خون در عدم خوردہ باشم	کہ بر خاکم آئی و من مردہ باشم	〃
دیدار ہم میسر و بوس و کنار ہم	از بخت شکر دارم و از روزگار ہم	〃
مار بد جاں می ستاند از جسم	یار بد آرد سوئے جحیم	〃
من نہ آنم کہ بجور از تو برنجم حاشا	چاکر معتقد و بندۂ دولت خواہم	〃
نمیدانم کرا مانم بدیں صورت گرفتارم	نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم	〃
خوش آنکہ تو باز آئی و من پائے تو بوسم	در سجدہ فتم خاک قدم ہائے تو بوسم	〃

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ٹھانے تھے دل میں اب نہ ملینگے کسی سے ہم	پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم	مومن
دیدہ لبریزم سراپا انتظار کیستم	شوق دیدار تو دارم بیقرار کیستم	لااعلم
سخن خوش بہ نزد مرد حکیم	بہتر آید ز بخشش زر و سیم	〃
بگریہ زادم و باگریہ از جہاں رفتم	دریں خرابہ جہاں کامدم چناں رفتم	〃
چار[1] بودم سه[2] شدم اکنون[3] دوم	از دوئی چوں گم شدم یکتا[4] شدم	〃
مرا دیست بکفر آشنا کہ چندیں بار	بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم	〃
مراد ما نصیحت بود گفتیم	حوالت با خدا کردیم و رفتیم	〃
از در دوست چگویم بچہ عنوان رفتم	ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم	〃
لالہ ساغر گیر و نرگس مست و من بدنام عشق	داورے دارم بسے یارب کرا داور کنم	〃
مرحبا طائر فرخ پے و فرخندہ پیام	خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام	〃
کنوں نماند تمنا و گر امیر شوم	سر مزار تو بنشینم و فقیر شوم	〃
بشنو ز جام بادہ کہ ایں زال نو عروس	بسیار کشت جوہر چوں کیقباد و جم	〃
من از حیا نتوانم کہ بر رخت نگرم	ترا خیال کہ مستغنی از وصال توام	〃
پدرم روضۂ جنت بدو گندم بفروخت	ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم	〃
شکر اللہ نقش پائے مہ جبینے یافتم	آرزوئے سجدہ می کردم زمینے یافتم	〃
من حاصل عمر خود ندارم جز غم	در عشق تو یار خود ندارم جز غم	〃
در آرزوئے بوس و کنارت مردم	در حسرت لعل آبدارت مردم	〃
شب چو عقد نماز بربندم	چہ خورد بامداد فرزندم	〃
رقیبا ز آتش عشقش من مہجور می سوزم نمی سوزی تو از نزدیک من از دور میسوزم		〃
دوستان وقت گل آں بہ کہ بعشرت کوشیم سخن پیر مغان ست بجاں می نوشیم		〃

[1] نیست ۱۲ [2] هست ۱۲ [3] من ۱۲ [4] واحدانیت ۱۲

گدا را چو حاصل شود نان شام	چناں خوش بخسپد کہ سلطان شام	لااعلم
ناصح نصیحت ہمہ تحصیل حاصل ست	میداند ایں قدر کہ چہ شیر خوار ہم	״
چرا خوشدل نباشم چوں تو شوخے ہمنشیں دارم	برنگ صبح من ہم آفتابے بر زمیں دارم	״
سینہ کو چمن بنائیں گے ہم	گل کھائیں گے گل کھلائیں گے ہم	״
حاصل عمر نثار رہِ یارے کردم	شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم	״
طے کردہ ایم وادیٔ عشق پری رُخاں	ہرگز قرار بر لب چاہے نکردہ ایم	״
رفتیم و صد ہزار تمنا گذاشتیم	دنیا برائے مردم دنیا گذاشتیم	״
نمی دانم کرا دیدم کہ از خود میرود ہوشم	جنوں آہستہ می گوید مُبارکباد در گوشم	״
بہ از ہم صحبت شائستہ اکسیرے نمی باشد	ز قرب لالہ از یاقوت رنگیں تر بود شبنم	تاثیر
من آں رستم گرد روئیں تنم	کہ دہ پا یہ پختہ را بشکنم	لااعلم
توبہ از بادہ در ایام جوانی کردم	اول مستیٔ من بود کہ ہشیار شدم	״
بسیر گلستاں دریاد آں سیمیں بدن رفتم	در آغوش سمن غلطیدم و از خویشتن رفتم	״
کمال ہم نشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم	״
تواں شناخت بیک روز از شمائل مرد	کہ تا کجاش رسیدست پایگاہ علوم	״
من دانم و دل داند زیں نامہ چہا دیدم	صد بار ز بیتابی وا کردم و پیچیدم	״
اول آں کس کہ خریدار شدش من بودم	باعث گرمیٔ بازار شدش من بودم	״
تا عمر بود در ہوس روئے تو باشم	در خاک شوم خاک در کوئے تو باشم	״
تا بہ آں ماہ دل افروز ہم آغوش شوم	از سر ہستیٔ خود رفتم و بے ہوش شدم	״
جلد دنیا سے اٹھالے اے فلک	چشم عالم سے گرے جاتے ہیں ہم	״
چہ کردہ ام سبب رنجش تو چیست بگو	بگو بگرد سر بد گمانیت گردم	״
چہ نامی کہ مولائے نام توام	درم ناخریدہ غلام توام	״
فتویٰ پیر مغاں دارم و عہدیست قدیم	کہ حرامست می آنرا کہ نہ یارست و ندیم	״
چوں واقف ازیں جہان ابتر گشتیم	دست از ہمہ شستیم و قلندر گشتیم	״

اے چرخ ز گردش تو خرسند نیم	آزادم کن که لائق بند نیم	لاأعلم
دین و ایمان دل و جان در قدم یار کنیم	هر چه داریم نثار ره دلدار کنیم	〃
بریں دو دیدهٔ حیران من هزار افسوس	که با دو آئینه روشن عیان نمی بینم	〃
مسرت نامه را چون برکشادم	گہے بر دیده گہ بر سر نهادم	〃
یک صد و هفتاد قالب دیده ام	همچو سبزه بار ها روئیده ام	〃
کسے کو پیشه کرد آزار مردم	ببینی بد ترست از مار و کژدم	〃
مزن در روا دئی مکر و حیل گام	که در دام بلا افتی سر انجام	〃
نه مونسے نه رفیقے نه همدمے دارم	حدیث دل بکه گویم عجب غمے دارم	〃
خدایا رحم کن بر حال زارم	حزین و خسته و سینه فگارم	〃
بهر رنگے که خواهی جامه می پوش	من انداز قدت را می شناسم	〃
یار در خانه و من گرد جهان میگردم	آب در کوزه و من تشنه دهان میگردم	〃
ندانستی که بینی بند برپا	چو در گوشت نیاید پند مردم	〃
گرچه از نیکان نیم خود را به نیکان بسته ام	در بهار آفرینش رشتهٔ گلدسته ام	〃
از عاشقان صادقت اے دوستان منم	اول کسے که بر تو فدا شد ز جان منم	〃
جیسے لوبھی دھن چہے جیسے کامی کام	تیسے میرے من بسو۔ میرے داتا رام	〃
مزن بے تأمل بگفتار دم	نکو گوئے گر دیر گوئی چه غم	سعدی
کس نیاید بزیر سایهٔ بوم	ور هما از جهان شود معدوم	〃
زر بده مرد سپاهی را تا سر بدهد	وگرش زر ندهی سر بنهد در عالم	〃
گرچه سیم و زر ز سنگ آید همی	در همه سنگے نباشد زر و سیم	〃
دیدهٔ اهل طمع به نعمت دنیا	پر نشود همچنان که چاه به شبنم	〃
توان شناخت بیک روز در شمائل مرد	که تا کجاش رسیدست پایگاه علوم	〃
گر همه زر جعفری دارد	مرد بے توشه برنگیرد گام	〃
در بیابان فقیر سوخته را	شلغم پخته به که نقرهٔ خام	〃

دست درازا زپئے یک حبہ سیم	بہ کہ ببرند بدانگے دو نیم	سعدی
کبوترے کہ دگر آشیاں نخواہد دید	قضا ہمی بردش تا بسوئے دانہ و دام	״
ہر آنکہ گردش گیتی بکین او برخواست	بغیر مصلحتش رہبری کند ایام	״
ہنرور چو بختش نباشد بکام	بجائے رود کس نداند نام	״
قدر اپنی نہ جہاں میں ہوئی باوصف کمال	صفت بوئے گل اس باغ میں برباد ہیں ہم	لا اعلم
سخنداں باندیشہ راند کلام	کہ بے فکر باشد سخن ناتمام	״
قد و قامت آفت کا ٹکڑا متام	قیامت کرے جس کو جھک کر سلام	״
شنیدم کہ در روز امید و بیم	بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم	״
تو طبیبی و منت بیمارم	حال دل از توچہ پنہاں دارم	״
مراز دیدن حسن بتاں غرض این ست	کہ نقش بینم و نقاش در نظر دارم	״
آئے تھے جب تو لائے تھے کیا ساتھ واں سے ہم	حرمان و یاس لیکے چلے ہیں یہاں سے ہم	״
منت آنچہ گفتم حق ست اس پیام	تو دانی و تدبیر تو والسلام	״
گر سایۂ مبارکت افتاد بر سرم	جرأت غلام من شد و اقبال چاکرم	״
از مذہبم مپرس نہ مومن نہ کافرم	من رسم این دیار ندانم مسافرم	״
شب چو عقد نماز بربندم	چہ خورد بامداد فرزندم	״
نہ قاضیم نہ مشائخ نہ محتسب نہ فقیہ	مرا چہ شد کہ منع شراب خوارہ کنم	״
نہ کشور کشایم نہ فرماندہم	یکے از گدایان این درگہم	״
اگر در خدمتت تقصیر دارم	بہ فضل شاملت امید دارم	״
من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم	بندۂ بارگاہ سلطانیم	״
نمی دانم کرا دیدم کہ از خود می رود ہوشم	جنوں آہستہ میگوید مبارکباد در گوشم	״
آسودگی بگوشۂ ہستی ندیدہ ایم	جاں دادہ ایم و کنج مزارے خریدہ ایم	״
درویش بمیرد غنی ہم	باخود نبرند شادی و غم	״
ندارم محرمے کز وے صلاح کار خود پرسم	نہ غم خوارے کزو حال دل افگار خود پرسم	״

ہر کہ خواند دعا طمع دارم	زانکہ من بندۂ گنہگارم	لااعلم
مجھ کو خود دیکھکے ماتم نے کیا ہے ماتم	ہم پہ رویا ہے فغاں کرکے سدا آپ الم	〃
اب کہنہ مراسم سے نہ دل شاد کرو تم	خود کو نہ خدا کے لئے برباد کرو تم	〃
جو کرتے ہیں یاں عدل کا انتظام	صفت اون کی ہوتی ہے صبح و شام	〃
عاشقی را بشرح حاجت نیست	عشق فریاد می کند کہ منم	〃
خطش می بینم و گرد سواد نامہ می گردم	فدائے جنبش آں دست و طرز خامہ میگردم	〃
باغ میں لگتا نہیں دل گھر میں گھبراتا ہی جی	اب کہاں لیجا کے بیٹھیں ایسے دیوانیکو ہم	〃
چہ کردہ ام سبب رنجش تو چیست بگو	بگو بگرد سر بدگمانیت گردم	〃
رسید جاں بلب از محنت فراق مرا	اجل کجاست کہ مشتاق او بجان شدہ ام	〃
شاید کہ راہ نکلے کوئی دیدار کی	چلکر در رقیب پہ بستر جمائیں ہم	〃
رشک سے بیچ میں ہوتی ہیں نگاہیں حائل	آج سے غیر کی صحبت میں نہ جائیں ہم تم	〃
ما طرف بادہ نگہ می کنیم	در شب آدینہ گنہ می کنیم	〃
سونپا تمہیں خدا کو چلے ہم تو نامراد	کچھ پڑھ کے بخشنا جو کبھی یاد آئیں ہم	〃
بیقیں داں کہ قوت مردم	جملہ از گوشت ست و از گندم	〃
بیا اے دل کہ در ماتم بنالیم	بیاد خلد چوں آدم بنالیم	〃
دل کے ہاتھوں پیش کچھ چلتی نہیں	کیسے بے بس ہوگئے اللہ ہم	〃
با من خستہ جگر آہ چہ کردی ظالم	با من خاک بسر آہ چہ کردی ظالم	〃
ٹھانے تھے جی میں اب نہ ملینگے کسی سے ہم	پر کیا کریں کہ ہوگئے ناچار جی سے ہم	〃
اب اور سے دل لگائیں گے ہم	جوں شمع تجھے جلائیں گے ہم	〃

ہم وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہیں ہم
ہم ہیں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہیں ہم — 〃

منم کہ گرد سرائے تو طوف میکردم
بہ از یگانہ و بیگانہ خوف می کردم — 〃

مصرع	مصرع	شاعر
عشق صادق ہو تیرے دل میں تو ہیں محبوب سب مذہب	ہے وہی حسنِ مقدس رونق دیر و حرم	لاأعلم
چہ یاری کند مغفر و جوشنم	چو یاری نکرد اخترِ روشنم	״
شادم بغنچۂ دل مشکل کشائے خویش	کز منت نسیم صبا کرد فارغم	صائب
اجگر کرے نہ چاکری۔ پنچھی کرے نہ کام	داس ملوکا کہہ گئے سب کے داتا رام	لاأعلم
یک تن و خیل آرزو دل بہ کہ مدعا دہم	تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم	״
گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ام	در ریاضِ آفرینش رشتۂ گلدستہ ام	״
مئے کہ غارتگر دین و خرد و ایماں است	ترک کن صحبتِ او تا نگردی بدنام	״

ن

مصرع	مصرع	شاعر
ایک سی جب وہ ہوئے تو لطف یکتائی نہیں	اس لئے تصویر جاناں ہم نے کھچوائی نہیں	لاأعلم
دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں	بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں	״
فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں	جہاں بجتے ہیں نقارہ وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں	״
سکون محال ہے قدرت کے کارخانہ میں	ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں	״
دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں	رہ گئی ایک نہیں۔ ہاں کا کہیں نام نہیں	״
فیشن نیا۔ خیال نیا۔ کچھ خبر نہیں	عریانی اک لباس ہے جو پردہ در نہیں	״
صاحب ذوق بھلا رہتے ہیں پابند کہیں	جی اگر ہے تو جہان ہے یہ مثل جھوٹی نہیں	״
ذات نہ پوچھو سادھ کی پوچھ لیجئے گیان	مول کرو تلوار کا پڑا رہن دو میان	״
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں	ایں خیال است و محال است و جنوں	״
رفیق خوب در عالم چوں اکسیر نا پیدا است	بدست ہر کہ افتد کیمیا گر می تواں گفتن	״
پروں کا باندھنا صیاد کی اک بدگمانی ہے	قفس میں آ کے کھولی آنکھ ہم پرواز کیا جانیں	״

لااعلم	ہے یہ شیرینی کہ لب سے لب جُدا ہوتا نہیں	میں کہوں کیونکہ خموشی میں مزا ہوتا نہیں
،،	موسےٰ کا ہوا رہنا پانی میں	یونس کو رکھا ہے شکم ماہی میں
،،	از برائے نرم گوئی شد زباں بے استخواں	گفتگوئے ناملائم نیست رسم عاقلاں
،،	مصلحت بیں کہ کار آساں کن	من نگویم کہ ایں مکن آں کن
،،	برہنہ نخسپید چو در خانہ زن	بخلوت درون مرد شمشیر زن
،،	بدریا دُر بکاں گوہر فگندن	خرد بنو د بمعدن ازفگندن
،،	کیا قدر ہے ایسے حسینوں کی جو آکے بکیں بازار میں	ہے پھول کی عزت ایسی ٹوٹا تو گلے کا ہار ہوا
،،	کوشش ہی غم سے رکھیگی ہم کو امان میں	کوشش ہی ہم کو راہ پہ لائی بھائیں
،،	جو گل گرتے ہیں مرجھا کر ثمر ملتے ہیں شاخوں میں	خدا نعم البدل دیتا ہے سب کو باغ عالم میں
،،	بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن	قرنہا باید کہ تا صاحبدلے پیدا شود
،،	سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں	آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
،،	من بیقرار یارم و او بیقرار من	صیاد راز صید بود بیش اضطراب
،،	گفتہ آید از زبان وحشیاں	خوشتر آں باشد کہ سر انس و جاں
،،	کہ کار سگ بود آہو گرفتن	نباشد آدمیت نکتہ گیری
،،	بلکہ ظالم ہیں ہماری اپنی بداعمالیاں	ہے غلط شکوہ مشیت کا خدا ظالم نہیں
،،	پر کیا کریں کہ تم ہو ہماری نگاہ میں	آنکھیں بچھاتے ہم تو عدو کی بھی راہ میں
،،	حکیمے سخن بر زباں آفریں	بنام جہاندار جاں آفریں
،،	کہ جاہا سپر باید انداختن	نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
،،	جس کے ریاض زہد میں بوئے ریا نہیں	اس بوریا نشین کا دل سے ہیں مرید ہوں
،،	ہندو پڑھے نہیں کہ مسلماں پڑھے نہیں	تقریر اختلاف میں کیونکر پڑھے نہیں
،،	گم کند چیزے کہ در کار است او را جاوداں	ہر کہ جوید انچہ در کارش نباشد بے گماں

جو ہنستے تھے میخواروں پر اور کل تک تھے ہشیاروں میں
ہیں آج اس نرگس میگوں کے متوالوں اور سرشاروں میں ،،

زاغ را انجیر بخشی و ہما را استخواں	گو ہمیں انصاف باشد اے فلک نامہرباں	لا اعلم
با یار نکو خواہ بعشرت بہ نشیں	وز دشمنِ بد دامن صحبت برچیں	″
بہ پیر میکدہ گفتم کہ چیست راہ نجات	بخواست جام مئے وگفت راز پوشیدن	″
گر نیابد نکتہ ہا از فقہ و فتویٰ درمیان	منہدم گردد اساسِ شرع وملت در جہان	″
اس کی فرقت میں کیوں جلائیں دل	سے اپنے غم کا جسے خیال نہیں	″
در میر و وزیر و سلطان را	بے وسیلت مگرد پیرامن	سعدی
سگ و درباں چو یافتند غریب	ایں گریباں گرفت و آں دامن	″
سخن را سرست اے خردمند و بن	میاور سخن درمیان سخن	″
سلوک آنچناں کن بخلقِ جہاں	کہ خواہی کہ با تو کنند آنچناں	سعدی
بہ تمنائے گوشت مُردن بہ	کہ تقاضائے زشت قصاباں	″
ہر کجا گوہر فزوں تر تشنہ چشمی بیشتر	می تپد چوں ماہیٔ بے آب دریا بر زمیں	شہیدی
از ہوس وز حرص سود اندوختن	ہر کسے دا دی بدن و رسوختن	مثنوی
گوشت پارہ آدمی از زور جاں	می شگافد کوہ را با بحر و کاں	لا اعلم
صاحبِ دل را ندارد آں زیاں	گر خورد او زہر قاتل را عیاں	″
در وجودِ آدمی عقل رواں	میرسد از غیب چوں آبِ رواں	″
وعدہ کردن را وفا باید بجاں	تا بہ بینی در قیامت فیضِ آں	″
توبہ کن وز خوردہ استغفار کن	گر جراحت کہنہ شد رو داغ کن	″
کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن	در زمینِ مردماں خانہ مکن	″
صدرِ مجلس گر تمنا باشدت افتادہ باش	ہمچو گرد از خاکساری و انگہے بالانشیں	کلیم
از جائے خویشتن برخیز و رنگین ساز مجلس را	کہ نبود پوچ گو را بہتر از نقلِ مکاں کردن	خالص
مشکل غمے ست عشق کہ گفتن نمی تواں	ویں مشکل دگر کہ نہفتن نمی تواں	غنی
دانۂ دل را تو با مال علاقہ کردۂ	ورنہ خرمن ہا ازیں یکدانہ می آید بروں	صائب
خفتہ را گر خفتگاں بیدار نتوانند کرد	چوں مرا بیدار کرد از خواب نیگراں	لا اعلم

از در پوشیده برگردند مهمانان غیب	بخیه از خواب گران بر دیدهٔ بینا مزن	لااعلم
چو خواهی که نامت بود در جهاں	مکن نام نیک بزرگاں نہاں	״
خنک آنکه آسائش مرد و زن	گزینند بر آسائش خویشتن	سعدی
چو زور آوری خود نمائی مکن	برافتادہ زور آزمائی مکن	لااعلم
چو نارفته بیروں ز آغوش زن	کدامش ہنر باشد و رائے و فن	״
فلک بجنگ فگندہ است تاجداراں را	خروس بازئ ایں پیر را تماشا کن	سلیم
بدگہر را علم و فن آموختن	دادن تیغے بدست تیغ زن	مثنوی
بترس از چہ شیری ز شیر افگناں	دلیری مکن با دلیر افگناں	نظامی
نہ اقبال را شاید انداختن	کہ با مقبلاں دشمنی ساختن	لااعلم
اگر نیک بودے ہمہ کار زن	زناں را مزن نام بودے نہ زن	״
چہ خوش گفت جمشید با رائے زن	کہ یا پردہ یا گور بہ جائے زن	״
اپنے موقع پہ ہر اک چیز بھلی لگتی ہے	کانٹے اُن پھولوں سے اچھے جو گریباں میں نہیں	امیر
جس خوشی کو نہ ہو قیام دوام	غم سے بدتر ہے وہ خوشی ہی نہیں	اسمٰعیل
مال کیا جمع کریں گھر ہے خراب اپنا	چھت نہیں حجرہ نہیں در نہیں دیوار نہیں	بحر
ولی کو جز ولی ہرگز نہیں پہچانتا کوئی	جو بندے خاص ہیں حق کے وہ دنیا سے نرالے ہیں	تراب
گو ہیں کیا سب کو وہ صورت بری دکھلاتے ہیں	روح جیسی ہوتی ہے ویسے فرشتے آتے ہیں	״
بو نہ ہو جس گل میں وہ پھولوں کی گنتی میں نہیں	یوں تو اُگنے کو اُگ آتا ہے دھتورا باغ میں	ثاقب
سچ ہے عادت بھی بشر کی ہے طبیعت ثانی	یہ کچھ نہیں مردم دیدہ کو محن دریا میں	جویا
تخم جب تک خاک میں پنہاں نہ ہو لائے نہ بار	جس نے پوشیدہ کیا اپنے کو وہ پنہاں نہیں	״
جو خوشی دی ہے خدا نے اس سے جی ٹھنڈا کریں	یادِ غمہائے گذشتہ سے نہ جی میلا کریں	حالی
باغ عالم کی وہ بہار گئی	اب نئی پود ہے زمانے میں	داغ
حال یہ دار فنا کا ہے عیاں	بے ثباتی جہاں کا ہی بیاں	داور
قافلے قافلوں پر آتے ہیں	نہیں معلوم کدھر جاتے ہیں	״

نہ سکندر ہے نہ دارا کا نشاں	نہ وہ جمشید نہ کسریٰ کا مکاں	داور
مٹ گیا نام و نشانِ اہلِ جہاں	دیکھ لو حال عیاں را چہ بیاں	״
جان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر	عاری عبائے ہوش قبائے خرد سے ہیں	ذوق
اب اضطراب ہی ہم میں نہ صبر ہے نہ سکوں	نئے رفیق ملے ہیں پرانے جاتے ہیں	ریاض
بعد فنا کسی کو نہیں پوچھتا کوئی	راسخ یہ سچ ہے جان نہیں تو جہاں نہیں	راسخ
ظاہر میں گرچہ بیٹھا لوگوں کے درمیاں ہوں	پر یہ خبر نہیں ہے میں کون ہوں کہاں ہوں	سوز
امورِ دین و دنیا میں عمل کو دخل ہی بیشک	مزارع بوتا ہے جو کچھ وہی ہو جمع خرمن میں	سعید
رند ہوں میخوار ہوں پر شکر تیرا اے کریم	موذیوں میں ہوں نہ ہرگز مردم آزاروں میں ہوں	شہید
کام کی ہے تو خدا کی جستجو	دوسرے کی جستجو اچھی نہیں	״
اٹھاؤں ناز تمہارا میں کچھ غلام نہیں	جو تم کو مجھ سے تو مجھ کو تم سے کام نہیں	״
کیوں سب خریدتے ہیں درِ آبدار کو	بے آب کا خریدتا کوئی گہر نہیں	نیّر
نہ ہے شکوۂ بخیل نہ شکرِ کریم یاں	کیا کیا مزے اٹھائے ہیں ترکِ سوال میں	صابر
وہی صلاح ہماری ہے جو ہے ان کی صلاح	اگر مزاج میں شروان نہیں تو ہاں بھی نہیں	ظفر
خوبی جوہر سے پاتی ہے ہر اک شئے امتیاز	لعل بھی پتھر ہی ہیں لیکن وہ پتھر اور ہیں	״
اس دور میں کرتے ہیں کچھ چرب زبانی	جلتے ہیں ظفر گھی کے چراغ ان کے گھروں میں	״
الٰہی جوش پیدا ہو کہیں خونِ حمیت میں	ہمیشہ ہم تری رحمت سے استمداد کرتے ہیں	عاصی
کبھی نہ چرخ کی نکلی ہزار گردش کی	فضول سعی ہے طالب اگر سعید نہیں	عزیز
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو	جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں	غالب
بدگماں ایسے ہیں میں بات کسی سے جو کروں	ویسے کیا کیا وہ نہیں اپنے گماں کرتے ہیں	״
کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل	انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں	״
قرض کی پیتے تھے مے اور دل میں کہتے تھے کہ ہاں	رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن	״
نہ ہوگی سرخوشی یاروں کو دورِ چرخِ اخضر میں	کہ ہے آمیزشِ سم اس کے مینا رنگ ساغر میں	ذوق
جو پیتا ہی رہا دم جام مے تو بزمِ عشرت میں	خمار و دردِ سر صبح دم ہاں ہے آخر تیری قسمت میں	״

بجا ہی حق ہی جو کچھ کو دکان خام کرتے ہیں	کہ طفلی میں یہ سب آرام کو آلام کہتے ہیں	ذوق
ڈر آہ خستگاں سے تو کہ ہنگام دعا ان کے	حریم قدس لاکھوں ملائک محو آمیں ہیں	قائم
یہ جتنے اقربا ہیں سوا عقرب ہیں نیش زن	تریاق تو محال مگر سم بہت ہی یاں	لائق
کیا کریں صبر کہ اب صبر کا یارا ہی نہیں	صبر قسمت میں تو خالق نے اتارا ہی نہیں	لااعلم
گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہیں	بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہیں	"
رہروان سفر بادیۂ عشق لے وائے	قافلہ راہ میں لٹوا کے چلے آتے ہیں	مصحفی
غم خوار ہو تو تم ہو اگر یار ہو تو تم ہو	کس سے کہوں جو تم سے غم دل نہاں کروں	"
کوئی اپنا نہ کسی کے ہیں ہم	یاں کسی شخص سے ناتا ہی نہیں	مسکین
آدمیت گر نہیں انسان میں	فرق کچھ باقی نہیں حیوان میں	مضطر
دوست ہوں دوستوں کا دشمنوں کا دشمن ہوں	سیدھا سیدھوں سے ہوں ور ٹیڑھے ہوں تو ٹیڑھا ہوں میں	"
غیر کرتے ہیں ملامت دوست کرتے ہیں گلہ	کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں	مومن
صلح کل اختیار کر اے دل	چھوڑ جنگ و جدال کی باتیں	میکش
منہ پر تعریف پیٹھ پیچھے غیبت	یہ عادت خونخوار تو شیطاں میں نہیں	محب
عہد شباب گذرا شرب مدام ہی میں	ہم کہنہ سال ہو کر اب پارسا ہوئے ہیں	مہر
خردمندی ہنوز تحیر ورنہ	گزرتی خوب تھی دیوانہ پن میں	"
مجلس یار میں تو بار نہیں پاتا ہوں	در و دیوار کو احوال سنا جاتا ہوں	"
ہم جو شخص برائی بھی کرے کرتے دُعا	ہم دم مہر و وفا سب کا بھلا کرتے ہیں	مہر
خود برے بنتے ہیں کہتے ہیں جو اوروں کو برا	متہم بنتے ہیں تہمت جو دھرا کرتے ہیں	"
نہ تو دھونے سے دھلے اور نہ مٹانے سے مٹے	لوگ بدنامی کا دھبا جو لگا دیتے ہیں	نشاط
الٰہی زمانہ کو کیا ہو گیا	محبت کسی میں نہیں پاتے ہیں	ناصر
گلستان جہاں میں نیک و بد کا ساتھ ہوتا ہے	رہیں کانٹے ہمیشہ پھول کے پہلو میں گلشن میں	نساخ
کام جو کرنا ہو کر لو کیا بھروسہ زیست کا	لے گئی ہے موت چن کر کیسے کیسے نوجواں	واصف
لطف کیا ان کو میسر صحبت احباب کا	ہو گئیں بے رنگ رنگا رنگ بزم آرائیاں	"

جو ہیں روشن طبع کیا تر دامنی سے اُن کو کام
بہ دخل و خرج خود ہر دم نظر کن
پا برہنہ دشت ویراں دور منزل راہ سخت
زاں بیش کہ صحبت اثر خود بنماید
از قسمت گوہر خبرے نیست صدف را
خاکساری پیشۂ خود ساز چوں آب رواں
چنیں زد مثل شاہ گویندگاں
اشتیاقیکہ بدیدار تو دارد دل من
چو زن راہ بازار گیرد بزن
نہ کشند پائے بخواری از در خلق حریص
چشم عالی ہمتاں بالاتر بینداز غرور
ندی کنارے گھر کریں نت اُٹھ چوری جائیں
پنڈت ساتھی ہاتھی کہیں تیاگے
ناتی ہیں ماتی بلی ... پون میں پون
حذر کن زتیر ... دنیائے دوں
از کشاکش نیست ایمن نخل تا دارد ثمر
ما زیما فرنعمتی از شکر منعم غافلیم
بایہ چو برق خندہ زناں زیں جہاں گزشت
ازیں بے حنا ... چوں نیست وصال احتمال
گنج قناعت ست کہ دل را کند غنی
فراغت بایدت جا بر سر کوئے قناعت کن
چارہ سازاں ہم بکار خود فرو بیچارہ اند
درد آمد بہتر از ملک جہاں

شمع کے گل پر نمایاں قطرۂ شبنم نہیں	ہوش
چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن	سعدی
تو بتا اے شام غربت میں کروں تو کیا کروں	لا اعلم
صائب ز حریفان دغا باز حذر کن	صائب
گنجینۂ خود غرض بصاحب نظرے کن	״
سرورا چوں بندگاں در پیش خود استادہ کن	״
کہ با بندگاں نند چو بندگاں	نظامی
دل من داند و من دانم و داند دل من	لا اعلم
ور گرنہ تو در خانہ بہ نشیں چو زن	״
خیرگی را زمگس دور نساز براندن	غنی
گرچہ اختر بر فلک باشند نگاہش بر زمیں	ظہیر
جوگ بہ جوگ بیاہ کریں یہ تینوں کر لائیں	تلسی داس
اور کو بھیجے چاند نے آپ اندھیرے جائیں	کبیر
ییں ... پوچھوں لے سکھی ان میں ہوا کون	״
بیکدست گل ہیں بیکدست خوں	لا اعلم
ایمن ست از سنگ طفلاں بید از بے بر شدن	״
می گزارد مرغ در ہر دانہ سر بر زمیں	صائب
نتواں چو ابر بر سر وقت نیا گریستن	جامی
اگر خواہی کہ خود را خوار سازی عرض حاجت کن	وحشی
اے دل اگر غنا طلبی ترک ساز کن	نیاز
سر کوئے قناعت گیر تا باشی فراغت کن	اثر
کے تو اند بخیہ زد سوزن بزخم خویشتن	غنی
تا نخوانی مر خدا را در جہاں	معنوی

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
عیب است ولیکن ہنر ست از مورے	پائے ملخے پیش سلیمان بردن	صائب
پاک طینت را بجز کس نباید گرد کرد	بہر خونریز از طلا شمشیر نتوان ساختن	کلیم
ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید	ز جام دہر مئے کل من علیہا فان	لااعلم
نگردد بے سفر ہرگز کمال مردمی ظاہر	نفس کے حرف گردد تا نیاید از دہن بیروں	صائب
نکویاں را چہ حاجت عذر خواہی	کہ خواہد عذر رشتاں روئے نکوشاں	صافی
مترس از جوانان شمشیر زن	حذر کن ز پیران بسیار فن	سعدی
جی چاہتا ہے صانع قدرت پہ ہوں نثار	تم کو بٹھا کے گود میں یاد خدا کروں	لااعلم
پھل نکوئی کا تو لیتا جا اگر لے جا سکے	پھر پھر اس گلشن میں اے ناداں تجھے آنا نہیں	سودا
ہم سرنوائیں کس کے آگے کہ بید آسا	اپنے قدم کو اپنا مسجود جانتے ہیں	״
کہوں ہیں کونسا گھر ہے جسے ہم نے نہ دیکھا ہو	بجز خلوت سرائے دل نہیں آرام دنیا میں	״
موسم گل ہے دلے کچھ یہ دل اب شاد نہیں	تاب پرواز نہیں طاقت فریاد نہیں	״
کس کس طرح کی دیکھیں اس باغ کی فضائیں	کیدھر گئے وہ ساقی وہ ابر وہ ہوائیں	״
گر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجئے	زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں	انشا
غیر سے ہو وہیں یار کی باتیں	ہیں یہ پروردگار کی باتیں	رشک
رقیبوں پر غضب ڈر ہم گئے ہیں	ہوا زخمی کوئی مرہم گئے ہیں	معقول
گر یہی گرمی رہی آہ دل ناشاد میں	ایک دن بجلی گرے گی خانۂ صیاد میں	فدوی
جب خالق زبان و دہن کی صفت نہیں	کس کام کی زبان ہے کس کام کا دہن	رشک
جو آتے ہیں وہ آکر ساغر مل عام پاتے ہیں	تری محفل سے اے ساقی ہمیں محروم جاتے ہیں	آصف
انجان ہو تو اس سے کوئی درد دل کہے	جو جانتا ہو میں اسے آگاہ کیا کروں	تاباں
ہم گرفتار ہیں بے بال و پری کے پابند	ہے نصیبوں کا گلہ شکوۂ صیاد نہیں	ذکی
بات وہ کر کہ جو دشمن بھی رضامند رہے	منہ پہ اچھا نہ کہیگا تو کہیگا دل میں	عاشق
اے عدم ہونے والو تم تو چلو	ہم بھی اب کوئی دم کو آتے ہیں	میر
نے گل کو ہے ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار	کس بات پہ چمن ہوس رنگ و بو کریں	درد

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
کار دیں کچھ بن نہیں آتا دعوی ہے دینداری کا	دنیا سے بیزار ہوں لیکن رکھتا خواہش دنیا ہوں	ظفر
یار ہے میرے دل میں اور میں کعبہ میں بتخانے میں	گھر میں وہ موجود ہی اور میں گھر گھر ڈھونڈھتا پھرتا ہوں	״
جانور ہے جسکو عشق کاکل پر خم نہیں	جو نہ آجائے فریب یار میں آدم نہیں	ناسخ
دونو پتھر پوجتے ہیں تجھ سے کچھ نسبت نہیں	کعبہ بت خانہ سے حاجی برہمن سی کم نہیں	״
ہم اس صنم کی پرستش میں محو ہیں زاہد	خدا کا جس پہ بشر اشتباہ کرتے ہیں	״
اے صنم کوئی محبوب تجھ سا دوسرا	سخت کافر ہے جو وحدت کا تری قائل نہیں	آتش
ہفتاد و دو فریق حسد کی عدو سی ہیں	اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں	ذوق
اعتباریست فطرت یک و ساعت بیش نیست	گرد و آخر تہ نشیں ور دے کہ تند بالا نشیں	صائب
ننگ آں کہ در صحبت عاقلاں	بیاموز اخلاق صاحب دلاں	سعدی
بغم خوارگی جز سر انگشت من	نخارد کس اندر جہاں پشت من	״
ببینم کہ تا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ دارد نہاں	لا اعلم
بستے تھے وہ جو لوگ یہاں کوئی بھی نہیں	خالی پڑے ہیں ان کے مکاں کوئی بھی نہیں	״
اہل چمن سے اپنی ہو کیونکر روشناسی	برسوں اسیر رہ کر ہم اب رہا ہوئے ہیں	میر
غرض کفر سے کچھ نہ دیں سے ہے مطلب	تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہیں	سودا
میں وہ ہوں خشت کہن مدت سی اس ویرانے میں	برسوں مسجد میں رہا برسوں رہا بتخانے میں	ذوق
کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں	بہت آگے گئے پیچھے جو ہیں تیار بیٹھے ہیں	انشار
با سبکساراں غنی پیوستہ ہمراہی گزیں	رو بساحل می برد کشتی بزور بادباں	غنی
پیش غافل سخن از پند و نصیحت راندن	ہست بر صورت دیوار گلاب افشاندن	صائب
گفتن سخن راز نا بخرداں	صواب است و مکشائے بیجا زباں	״
ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں	پس جواب او سکوت است و سکوں	کلیم
ترک دنیا خلق را در بندگی باشد ضرور	آورند از دست در وقت وضو خاتم بروں	وحید
پیشہ با شب زندہ داری خون مردم میخورد	زینہار از زاہد شب زندہ دار اندیشہ کن	حزیں
سبحہ در گردن عصا در کف مصلے بر کتف	پائے تا سر شیخ شہرت جوئے تاشیدست و شین	جامی

هرکه آب خوئے خجلت را شفیع خود کند — از مروت نیست آوردن گناهش بر زبان — معنوی

سخن هست تیغ و فسانش زبان — چه تیغ کزان تیز گردد فسان — ظهوری

زصد هزار پسر همچو ماه مصر یکے — چنان شود که چراغ پدر کند روشن — وحشی

هرکه در زد و کینه با اهل سخن بنید زبان — زانکه ماند خوب و زشت خلق زایشان بر زبان — معنوی

میتوان گشتن بگفتار جهانگیر و لے — نیست ممکن که دهان گیر توان گردیدن — سعدی

کمال ست در نفس انسان سخن — تو خود را بگفتار ناقص مکن — ״

تبان ما ہوش اجڑی ہوئی منزل میں ما رہتے ہیں — کہ جبکی جان جاتی ہے اسی کے دلمیں ما رہتے ہیں — لا اعلم

اگر از خامشی مهر سلیمانی بدست آری — پریزادان معنی را مسخر میتوان کردن — صائب

بهر این گفتند اکابر در جهان — راحة الانسان فی حفظ اللسان — معنوی

زچشم عیب بین عیبے نمایان تر نمی باشد — بپوشان چشم خود از عیب خود را عیب پوشی کن — غنی

نمی شود دل پاکان زحرف بد غمگین — زعکس زشت نیفتد بروئے آئینه چین — لا اعلم

نمی خرند درین کوئے خود فراموشی — بهائے کاسه هستی زخاک کمتر کن — معنوی

جهان روشن چو صبح از فیض احسان میتوان کردن — چراغے گر بکف باشد چراغان میتوان کردن — علی

چون شمع رسد گر سر سرکش به بریدن — هرگز نه دهد تن بتواضع زخمیدن — غنی

دوری ز دوستان بکر وح مشکل ست — ورنه زهر چه هست جدا می توان شدن — صائب

زندگانی با عزیزان خوش بود ورنه چه حظ — آب حیوان خوردن و چون خضر تنها زیستن — ״

لاف نسب مزن که چو آئینه در جهان — آدم نمی توان شدن از روئے دیگران — سلیم

پائے در زنجیر پیش دوستان — به که با بیگانگان در بوستان — سعدی

از جان طمع بریدن آسان بود ولیکن — از دوستان جانی مشکل بود بریدن — حافظ

بر سبک روحان گران نبود بیا برخاستن — بر گران جانان بود مشکل ز جا برخاستن — مخفی

گشاد کار خود نتوان طمع از آشنا کردن — کجا ناخن تواند بند از انگشت وا کردن — غنی

موئے چون از سر جدا گردد نمی گردد سفید — عیش غربت مرد را پیوسته می دارد جوان — ״

می برد ره بکمال آدم خاکی ز سفر — می شود کاسه گل ساخته از گردیدن — ״

از آب و زمیں عذر ز دہقاں نپذیرد	تقصیر مکن دانۂ خود را شجرے کن	صائب
تا نگرید طفل کے جوشد لبن	تا نگرید ابر کے خندد چمن	مثنوی
ہزار آفریں باد بر زیرکاں	کہ روشن زر آرند از تیرہ کاں	نظامی
نشاید آشنا گشتن بمطلب رنج نادیدہ	نگردد چوں قلم صاحب سخن ہرنا تراشیدہ	طاہر
کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی	کس بے کمال ہیچ نیرزد عزیز من	لا اعلم
داد حق عمرے کہ ہر روزے ازاں	کس نداند قیمت او در جہاں	مثنوی
دلیل حاجت ملک عدم ہمیں کافی ست	کہ طفل گریہ کناں آید از عدم بیروں	لا اعلم
آمادۂ فنا را پروائے نیک و بد نیست	ساعت کسے نہ پرسد بہر کفن بریدن	اثر
دنیا خیال و خواب ست ایں خواب نزد دانا	آسایشے ندارد بہتر ز چشم بستن	کلیم
ہر گنہ عذرے و ہر تقصیر دارد توبہ	نیست غیر از در رفتن عذرے بجا آمدن	غنی
با قضائے آسمانی چارہ جز تسلیم نیست	در محیط بے کراں زنہار دست و پا مزن	صائب
دم تیغ قضا از جبین ابرو برنمی گردد	ندارد حاصلے دیگر از حکم قضا بودن	״
رزق گر بر آدمی عاشق نمی باشد چرا	از زمیں گندم گریباں چاک می آید بروں	״
گرم نیست روزی ز مہر کساں	خدا ہست رزاق و روزی رساں	نظامی
زمانہ مجھ کو برا کہہ رہا ہے کہنے دو	میں جانتا ہوں زمانے کا اعتبار نہیں	لا اعلم
چوں مسیحا پائے ہمت بر سر گردوں گزار	خویش را در خم حصار ہمچو افلاطوں مکن	״
اہل ہمت را چہ باک از خصمی بدگوہراں	سنگ نتواند کسے بر شیشۂ گردوں زدن	״
ناتوانی تشنہ را سیراب کن	در مجالس خدمت اصحاب کن	״
سبز باغ دہر میں برگ خزاں ہوتا نہیں	پیر ہو کے پھر بشر کوئی جواں ہوتا نہیں	״
فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں	سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے میں	״
کس کو دکھاؤں اپنی طبیعت کی تیزیاں	افسوس اس زمانے میں قدر ہنر نہیں	״
کوئی ہے زہد پہ نازاں کوئی عبادت پر	یہاں تو اے مرے پروردگار کچھ بھی نہیں	״
گو نہیں پوچھتے اپنا وہ مزاج	ہم یہ کہتے ہیں دعا کرتے ہیں	״

من نگویم کہ این کن و آن کن	مصلحت بین و کار آسان کن	لا اعلم
نباشد محروم جویندگاں	کہ جویندگانند یابندگان	״
واہ اس صورتکدے میں دیکھتے ہی دیکھتے	صورتیں کیا کیا نظر سے اپنی پنہاں ہوگئیں	״
وائے برمن وائے برانجام من	عار دارد کفر از اسلام من	״
ہر یکے ناصح برائے دیگراں	ناصح خود یافتم کم در جہاں	״
آتش سے بچایا ہے خلیل اللہ کو	وسعت سے ہے بڑی تربیت باری میں	״
چن لیتے ہیں عیب چیں ہنر میں سے عیب	اور عیبوں سے میں ہنر کو چن لیتا ہوں	״
جو آتے ہیں انسان کے دن بوں	تو ہوجاتی ہے عقل بھی واژگوں	״
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں	گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں	״
اگر من ناجوانمردم بہ تدبیر	تو برمن چوں جوانمرداں گزر کن	״
گفتگوئے نا ملائم نیست رسم عاقلاں	از برائے نرم گوئی شد زباں بے استخواں	״
ہے کون جو رنج مرگ سہنے کا نہیں	احوال یہ گومگو ہے کہنے کا نہیں	״
آمادہ کوچ رہ جہان ہیں غافل	ہشیار کہ یہ مقام رہنے کا نہیں	״
جو نیک ہیں وہ بدوں کو کہتے ہیں نیک	جو بد ہیں وہ نیکوں کو برا کہتے ہیں	״
پھر نہ آئینگے کبھی بزم میں تقصیر ہوئی	غصہ یہ کس لئے کرتے ہو لو اب چلتے ہیں	״
بہار و خزاں کو بقا کچھ نہیں	ہے سب کچھ یہاں پر صدا کچھ نہیں	״
عیش کے دن جاچکے ملنے سے اب حاصل نہیں	شوق مجھ کو وہ نہیں وہ جی نہیں وہ دل نہیں	״
صبحدم طائران خوش الحان	پڑھتے ہیں کل من علیہا فان	״
قبح کے دیکھنے والے تو بہت ہیں دیگر	اور یہاں حسن شناسان سخن تھوڑے ہیں	״
نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن	״
ندانی کہ غلہ برداشتن	کہ سستی بود تخم ناکاشتن	״
قبا گر حریرست و گر پرنیاں	بناچار حشوش بود درمیاں	״
کفرست در طریقت ما کینہ داشتن	آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن	״

حال دل گفتم تغافل کرد خواری را ببین — گریہ کردم خندہ زد بے اعتباری را ببین (لاأعلم)

ہاتھ رکھے تھے سکندر نے کفن سے باہر — تاکہ سب جانیں کہ کچھ دست سکندر میں نہیں (〃)

بزمے چو آمد سوئے گرگ از شبان — چہ کند سگ ارچہ باشد پاسبان (〃)

منہ نہ کھولے بحر میں جبتک صدف — آب نیساں سے گہر ملتا نہیں (〃)

راز خود با یار خود ہر چند بتوانی مگوئے — یار یارے دارد و از یار یار اندیشہ کن (〃)

جس طرف جاتا ہوں تقدیر بھی کہتی ہے — آرزو کیوں لئے آتا ہے ادہر کچھ بھی نہیں (〃)

اگر شہ روز را گوید شب ست ایں — بباید گفت اینک ماہ و پروین (〃)

خوشامد سے نہ رہ شیریں زبانوں کے کبھی غافل — یہ شیرینی میں گویا زہر قاتل کو ملاتے ہیں (〃)

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو — ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں (〃)

کسی کے مرگ پر لے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز — بہت سا روئیے ان پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں (〃)

بھول ایسی کہ نہ بھولے سے کبھی یاد کریں — یاد ایسی کہ ستم کے لئے ہم یاد رہیں (〃)

خرابت کند شاہد خانہ کن — برو خانہ آباد گرداں بزن (〃)

از خدا ترس و مترس از دشمناں — کز ہمہ دارد خدایت در اماں (〃)

خواہی کہ ہمیشہ شاد باشی بجہاں — ضامن مشو و کرا امانت مستاں (〃)

بر محضر ہیچکس گواہی منویس — در خانۂ خود مکن کسے را پنہاں (〃)

تاکہ احمق باقی ست اندر جہاں — مرد عاقل کے شود محتاج ناں (〃)

سخندان پروردہ پیشہ کہن — بیندیشد آنگہ بگوید سخن (سعدی)

زمین شورہ سنبل بر نیارد — درو تخم عمل ضایع مگرداں (〃)

نکوئی با بداں کردن چنانست — کہ بد کردن بجائے نیکمرداں (〃)

صلح با دشمن اگر خواہی ہرگہ ترا

در قفا عیب کند در نظرش تحسین کن (〃)

سخن آخر بہ دہاں میگزرد موذی را

سخنش تلخ نہ خواہی دہنش شیریں کن (〃)

خلاف رائے سلطان رائے جستن	بخون خویش باشد دست شستن	سعدی
چون بہ ہستی ور بمانی تن بعجز اندر مدہ	دشمنان را پوست برکن و دوستان را پوستین	”
مگو اندوہ خویش با دشمنان	کہ لاحول گویند شادی کنان	”
سخن را سر است اے خردمند و بن	میاور سخن در میان سخن	”
امیدوار بود آدمی بخیر کسان	مرا بخیر تو امید نیست شر مرسان	”
سخت است پس از جاہ تحکم بردن	خو کردہ بناز جور مردم بردن	”
میان دو تن آتش افروختن	نہ عقلست خود درمیان سوختن	”
ترحم بر پلنگ تیز دندان	ستمگاری بود بر گوسفندان	”
ترک احسان خواجہ اولی تر	کاحتمال جفائے بوابان	”
چو آید زپئے دشمن جان ستان	بہ بندد اجل پائے مرد دوان	”
گر توکل می کنی در کار کن	کسب کن پس تکیہ بر جبار کن	”
جہان چون بگردد قرارے چنان	وزیرے چنین شہریارے چنان	”
تا تیغ بکف یابی بر نفس و دو دستی زن	تا سنگ بکف آید بر شیشۂ ہستی زن	لا اعلم
کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجیے چشم تر ہرگز	بہت سا روئے ان پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں	”
کہاں لیجئے تھوڑا زہر منگا ہم اور کہیں تم اور کہیں	کیا لطف ہے ایسے جینے کا ہم اور کہیں تم اور کہیں	”
دو چیز حاصل عمر ست خیر و نام نکو	ازیں چو درگزری کل من علیہا فان	”
راستبازان وفا صادق الاقرار ہیں سب	منہ سے جو کہتے ہیں وہ کرکے دکہا دیتے ہیں	”

پھرتے ہیں سیل حوادث سے کہیں مردوں کے منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں ”

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں ”

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں ”

زندگی زندہ دلی کا ہے نام	مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں	لاعلم
کار ہر کس نیست بار عالمے برداشتن	درد سر بسیار دارد بر سر افسرداشتن	״
ازل میں ہو چکے ہیں میرے دو حصے برابر کے	خدا کے نام کی جاں ہوں تیغ کے نام کا دل ہیں	״
کیا خوف ہے دنیا سے گذر جانے میں	کیوں ڈرتے ہو شاد اپنے گھر جانے میں	شاد
غم کھانے کے سوا کوئی اپنی غذا نہیں	پیتے ہیں خون دل کبھی پانی پیا نہیں	״
صبر و قرار طاقت و آرام سب گئے	غمخوار غم سوا کوئی اپنا رہا نہیں	״
کیا موسم بہار گذشتہ کروں میں یاد	وہ گل نہیں وہ باغ نہیں وہ ہوا نہیں	״
دنیا میں کوئی داغ سے خالی جگہ نہیں	بیداغ چرخ پر بھی تو روشن قمر نہیں	״
دنیا نہیں ہے کچھ بھی جو دیکھا بچشم غور	اس پر وہ مبتلا ہیں کہ جن کو نظر نہیں	״
موت کا گر ہوتا حکمت سے علاج	کاہے کو مرتا کوئی یونان میں	״
دغا و جور و فریب و مکر افعال رذالت ہیں	یہ سب سے بدترین اطوار ذلت ہیں ضلالت ہیں	״
دغا مکر و فریب و جور جو دنیا میں کرتے ہیں	برا انجام ہوتا ہے بری حالت میں مرتے ہیں	״
ہزار افسوس خود بار گنہ سر پر جو دھرتے ہیں	خدا سے کیوں نہیں پہلے ہی یہ کمبخت ڈرتے ہیں	״
قدر بڑھتی ہے زندگانی میں	نام رہتا ہے دہر فانی میں	״
لازم ہے آدمی کو کرے جستجوئے علم	لہو لعب سے کوئی رذالت سوا نہیں	״
علم ہی سے قدر ہے انسان کی	ہے وہی انسان جو جاہل نہیں	״
بیاباں سے نہ قسمت لے گئی پھر کوئے جاناں میں	نکل کر ہم برنگ بو نہ آئے پھر گلستاں میں	حسرت
کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں	اس غمکدہ میں آہ دل خوش کہیں نہیں	میر
کسے آرام دے ہے چرخ مینا فام دنیا میں	سدا گردش ہی میں گزری برنگ جام دنیا میں	سودا
چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں	خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں	زار
ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں	دل ہی نہیں رہا ہے کہ کچھ آرزو کریں	درد
محال پیری میں ہے لطف نوجوانی کا	چراغ صبح میں نور چراغ شام نہیں	ناسخ
آشنا معنی سے صورت آشنا ہوتا نہیں	آئینہ دل کی طرح سے حق نما ہوتا نہیں	آتش

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
بُرا نہ مانو کہ ہم عرض حال کرتے ہیں	فقیر لوگ سخی سے سوال کرتے ہیں	رند
عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوئیں	ہوں اس طرح جہان میں کہ گویا نہیں ہوئیں	ذوق
ڈھے گئے بن بن کے دنیا میں مکاں بہتوں کے ہیں	اے فلک تو نے مٹائے یاں نشاں بہتوں کے ہیں	ظفر
خاکساروں کیلئے کسوت خاکستر ہے	غم نہیں ان کو اگر اطلس و کمخاب نہیں	لاعلم
وہ فراق اور وہ وصال کہاں	وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں	غالب
فرصت کاروبار شوق کسے	ذوق نظارۂ جمال کہاں	،،
فکر دنیا میں سر کھپاتا ہوں	میں کہاں اور یہ وبال کہاں	،،
نہ تو تاب ہمیں جفا کی ہے نہ وفا کی طرز ہے یار میں	یہی بس ٹھنی ہے نکل چلیں کسی اور ملک و دیار میں	مومن
خدا نے وسعت داماں ہمت کی عطا جس کو	نہیں ہونے کا ہرگز تنگدل وہ تنگدستی میں	ظفر
تو آئے نہ آئے ولے ہم تو ہر شب	تری راہ تا صبحدم دیکھتے ہیں	درد
مالک نوبت و نشاں تھے جو کل	آج نوبت ہے یہ نشان نہیں	رند
کل نہ دے گا کوئی مٹی بھی اُنہیں	آج زر جو کہ دیا کرتے ہیں	ناسخ
جو نہ دے ایذا کوئی ایذا نہیں دیتا اسے	سایۂ دیوار کو اندیشہ عامل کہاں	آتش
راہرو کے واسطے رہبر کا ہونا ہے ضرور	غرق وہ کشتی ہے جس کا ناخدا ہوتا نہیں	آباد
سر ان کا آج ٹھوکریں کھاتا ہے راہ میں	رکھتے تھے کل زمین پہ جو لوگ تن کے پاؤں	وحید
فردا کی فکر آج نہیں مقتضائے عقل	کل کی بھی دیکھ لیویں گے کل ہم اگر رہیں	میر
آپ اپنے عیب سے ہوتا نہیں واقف کوئی	جیسے بو اپنے دہن کی آتی ہے کم ناک میں	ناسخ
گردش دوراں سے مردان خدا بے باک ہیں	نوح کی کشتی کو اندیشہ نہیں گرداب میں	آتش
تباہی میں ہے لازم یاد حق اہل توکل کو	خدا پر چھوڑتا ہے ناخدا کشتی کو طوفاں میں	،،
عالم نیرنگ میں خاطر پہ کس کے بار ہیں	مست ہیں مستوں میں ہشیاروں میں ہم ہشیار ہیں	رند
بند کر اپنی زباں پھر نہیں دشمن کا خطر	مرغ تصویر کو اندیشۂ صیاد نہیں	،،
جوہر ذات بھی لازم ہے ہر اک شے کیلئے	موم سے نرم ہو یہ خوبی فولاد نہیں	،،
وہ ایکدم کہ جس میں میسر ہو وصل یار	بہتر سمجھتے ہم اسے عمر ابد سے ہیں	ذوق

جتنے ہیں یاں مزے روش نشۂ شراب	ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں	ذوق
وہ روز مجھ کو گزرتا ہے جیسے عید کا دن	کبھی جو شکل تمہاری سحر کو دیکھتے ہیں	”
بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر	ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں	”
وائے اے بیخبرو تم کو خبر خاک نہیں	کہ سفر سر پہ ہے ساماں سفر خاک نہیں	ظفر
ذرے ذرے میں ہے یاں خاک کے پیدا خورشید	لیکن آتا تجھے غفلت سے نظر خاک نہیں	”
یار کے سب قریب رہتے ہیں	دور ہم بے نصیب رہتے ہیں	”
جہاں میں اے ظفر ہم جنس کا ہم جنس دشمن ہے	نکلکر شعلہ نے سے آگ لگتی ہے نیستاں میں	”
اگر دشمن میں وضع راستی بھی ہو حذر کر تو	کہ برش کم نہیں ہوتی ظفر شمشیر سیدھی میں	”
دیکھ اے غنچہ جو اس باغ میں خنداں ہے گل	ہنستے ہی گلشن ہستی سے سفر کرتے ہیں	”
وسعت آباد جہاں میں ہے جنہیں خواہش نام	گھر میں بھی تنگ وہ مانند نگیں رہتے ہیں	”
کام سب تدبیر پر ہیں ہے مگر تدبیر شرط	کچھ سبب بھی چاہئے اس عالم اسباب میں	”
پیش ہے تعظیم سے جو سب جھکیں تیری طرف	کون پھر سجدہ کرے گر خم نہ ہو محراب میں	”
گر زمانے میں ترقی نہ ہو رفتہ رفتہ	کیوں ہلال اوج فلک پر ہو قمر تیسرے دن	”
کیا ہنسیں کھو کے دل غنچہ صفت وہ دلگیر	باغ ہستی سے جو ہنستے ہی سفر کرتے ہیں	”
انساں کو مناسب ہے کرے بات بہ نرمی	کہدے نہ کڑی منہ سے نہیں لطف کڑی میں	”
نہ جس کو عقل ہو اور ہو کتابوں سے لدا پھرتا	ظفر اس آدمی کو ہم تصور بیل کرتے ہیں	”
خوب ہے وہ اک جہاں جسکو کہے خوب اے ظفر	کچھ نہیں وہ جس کو کہدے ایک عالم کچھ نہیں	”
کریں لاکھ وہ آشنائی کی باتیں	رہے ایسے ہمدرد اپنے کہاں ہیں	”
جو خور و خواب سے ہیں مصروف رات دن میں	حیوان ان کو کہئے انسان وہ کہاں ہیں	”
بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب	تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں	غالب
وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے	کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں	”
کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب	تم کو بے مہری یاران وطن یاد نہیں	”
کیوں گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل	انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں	”

یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لئے	لوح جہاں پہ حرف مکرر نہیں ہوں میں	غالب
خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار	کیا پوجتا ہوں اس بت بیداد گر کو میں	رر
رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج	مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں	رر
دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں	یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں	رر
خدا ہے پاس تو ڈھونڈے ہے جنگل میں	ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں	جلال
آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں	لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں	لاعلم
اگرچہ میں سیر بتاں دیکھتا ہوں	ولے جلوۂ حق عیاں دیکھتا ہوں	نیاز
جو رب الحرم ہے صنم بھی وہی ہے	حرم دیر میں ایک ساں دیکھتا ہوں	رر
غم جدائی کو ہم جانیں یا خدا جانے	بلاکشوں پہ جو گذرے تری بلا جانے	لاعلم
شہد میں جیسے مگس ہم حرص میں پابند ہیں	وائے غفلت اس پہ زنداں میں یوں خرسند ہیں	سوز
رزق کا ضامن خدا شاہد کلام اللہ ہے	تس پر اپنی خواہشوں سے روز حاجتمند ہیں	رر
خاکساری عاجزی غربت محبت دوستی	جنکے یہ افعال ہیں وہ ہی سعادتمند ہیں	رر
جب تلک آنکھیں کھلیں ہیں کہہ یہ دکھ دیکھینگے آہ	مند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز سب آنند ہیں	رر
نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں	جدائی کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں	رنگین
ہمیں قتل کرکے بھی تیور نہ بدلے	ابھی تک وہ تیوری چڑھائے ہوئے ہیں	رر
یہ الجھ پڑنے کی خو اچھی نہیں	بے محابا گفتگو اچھی نہیں	وزیر
جھک کے مل سب سے برنگ شاخ گل	سرکشی اے سرو خو اچھی نہیں	رر
کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں	سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں	حسن
زندہ سخی ہے ہر دم آئے جو موت کیا غم	ہے ذکر خیر حاتم اب تک ہر انجمن میں	اسیر
باغباں نخل محبت میں ثمر ہے کہ نہیں	کوئی اس باغ میں الفت کا شجر ہے کہ نہیں	لاعلم
عجب دنیا کا حال دیکھا کمال ہی کو زوال دیکھا	انہیں کو اب پر ملال دیکھا جو لطف راحت اٹھا چکے ہیں	تمنا
جنکے غم میں ہم کبھی آرام سے واقف نہیں	کیا غضب ہے وہ ہمارے نام سے واقف نہیں	رر
مشتاق ملاقات ہوں بلواؤ تو آؤں	کوئی ایسا بہانہ مجھے بتلاؤ تو آؤں	شیدا

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
دم نکلتا ہے اب کوئی دم میں	بیٹھ جا کچھ نہیں رہا جسم میں	حیرت
سبزۂ باغ دہر ہیں برگ خزاں ہوتا نہیں	پیر ہو کر پھر بشر کوئی جواں ہوتا نہیں	برق
آوازہ ہے جہاں میں ہمارا سنا کرو	عنقا ہے طور زیست ہی اپنی بنام یاں	میر
اے عدم ہو ہوا تو تم تو چلو	ہم بھی اب کوئی دم کو آتے ہیں	"
منصور کی حقیقت تم نے سنی ہی ہوگی	حق جو کہے ہے اس کو یاں دار کھینچتے ہیں	"
جہاں اب خارزاریں ہو گئیں ہیں	یہیں آگے بہاریں ہو گئیں ہیں	"
یوسف عزیز دلہا جا مصر میں ہوا تھا	پاکیزہ گوہروں کی عزت نہیں وطن میں	"
بردباری ہی میں کچھ قدر ہے گو جی ہو فنا	عود پھر لکڑی ہے ڈوبے نہ اگر پانی میں	"
مفلسوں کو نہیں دنیا میں کسی کا خطرہ	خوف ہے ان کو جو کوئی دام و درم رکھتے ہیں	سودا
آیا تھا کیوں عدم سے کیا کر چلا جہاں میں	یہ مرگ و زیست تجھ بن آپس میں ہنستیاں ہیں	"
کیا گلہ صیاد سے ہم کو یونہی گزرے ہی عمر	اب اسیر دام ہیں تب تھے گرفتار چمن	"
نوشتے کو میرے مٹاتے ہیں رو رو	ملائک جو لوح و قلم دیکھتے ہیں	"
خدا دشمنوں کو نہ وہ کچھ دکھاوے	جو کچھ دوست اپنے سے ہم دیکھتے ہیں	"
ستم سے کیا تو نے ہم کو یہ خوگر	کرم سے ترے ہم ستم دیکھتے ہیں	"
سنتا نہیں کسی کا کوئی درد دل کہیں	اب تجھ سوائے جائیں خدایا کہاں کہاں	"
کھینچکر تیغ مگر چرخ پڑا ہے پیچھے	رات دن زیست کے کیا جلد گھٹے جاتے ہیں	"
دہر فانی میں خدا کی یاد سے غافل نہ ہو	کھویا توشہ اس نے جو سویا مسافر راہ میں	لا اعلم
کس ہوا میں ہم ابھرتے ہیں عبث مثل حباب	یہ تو ثابت ہے کہ منت خاک بے بنیاد ہیں	"
ہر کہ بہ تیغ ستم کشد بیروں	فلکش ہم بداں بریزد خوں	"
می برد رہ بجمال آدم خاکی ز سفر	می شود کاسہ گل ساختہ از گردیدن	"
خدا نعم البدل دیتا ہے سب کو باغ عالم میں	جو گل گرتے ہیں مرجھا کر تو شاخوں میں پہلی آئیں	"
بزنگ مہر ہے گردش ہی ہم کو سارے دن	جو تم پھر آؤ تو پیارے پھریں ہمارے دن	"
دوا کوئی ورزش سے بہتر نہیں	یہ نسخہ ہے کم خرچ بالا نشیں	"

تہاں سں گلستاہیں جتنے بڑے ہیں	ہمیشہ وہ اوپر سے نیچے چڑھے ہیں	لااعلم
دنیا میں راہ راست دلیل عروج ہے	معنی بہ آسماں پہ خط استوا کے ہیں	،،
کب سلیقہ ہے فلک کو بہ ستمگاری میں	کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں	،،
آدمی زادہ طرفہ معجونے ست	کز فرشتہ سرشتہ وز حیواں	،،
چشم سیاہ من ببیا حال تباہ من ببیں	دیدہ سپید کردہ ام گریہ و آہ من ببیں	،،
آمدی رفت ز دل صبر و قرارم بنشیں	بنشیں تا بخود آید دل زارم بنشیں	،،
عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال	صد سال می تواں بہ تمنا گریستن	،،
حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک	مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں	،،
گرد و فروغ جوہر عقل از سخن عیاں	آئینۂ حقیقت دل نیست جز زباں	،،
تو مرا دل دہ و دلیری بیں	رو بہ خویش خوان و شیری بیں	،،
جنہیں ہے عشق صادق وہ کہاں فریاد کرتے ہیں	لبوں پہ مہر خاموشی ہے دل میں یاد کرتے ہیں	،،
ایسوں کو چھوڑ دینے کی پروا ذرا نہیں	ان سے بشر ڈرے جنہیں خوف خدا نہیں	،،
کبھی شیون میں ہنسنا کبھی ہنسنے میں نالے ہیں	مری فریاد کرنے کے طریقے بھی نرالے ہیں	،،
دشت وفا کی راہیں اہل وفا سے پوچھو	کیا جانیں شیخ صاحب ملانے آدمی ہیں	،،
عقل کی بات کوئی ہم نے کہی ہے شاید	جنتی جتنے ہیں سب ہم سے حذر کرتے ہیں	،،
خاور سے باختر تک جن کے نشان تھے برپا	کچھ مقبروں میں باقی ان کی نشانیاں ہیں	،،
عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن	دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن	،،
دیباچہ راز نکتہ سازان ست ایں	فرہنگ خیال جانگدازان ست ایں	،،
تعویذ دل سخن طرازان ست ایں	طومار جنون عشق بازان ست ایں	،،
قسم شاخ نبات ست ترا اے حافظ	ذال ما راست بگو تا شودم با تو یقیں	حافظ
روزہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ ز آب و گل	شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن	لااعلم
ہفتہ ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش	زاہدے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن	،،

ماہہا باید کہ تا یک قطرہ آب اندر رحم	صفدرے خیزد ہمیداں یا عروسی در چمن	لاعلم
سالہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع	عالمے دانا شود یا شاعرے شیریں سخن	״
قرنہا باید کہ تا یک سنگ خارا ز آفتاب	لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن	״
اے صبا گلشن و دیر و حرم و بت خانہ	کونسی جا وہ عطا پاش و خطا پوش نہیں	״
رفیق حال برے وقت میں نہیں کوئی	شریک جنگ میں شمشیر کا نیام نہیں	آتش
ممکن نہیں ہے دوسرا تجھ سا ہزار میں	ہوتا ہے اک بہشت کا دانہ انار میں	״
زمانہ میں نہیں اہل ہنر کا قدرداں باقی	نہیں تو سینکڑوں موتی ہیں اس دریا کے داماں میں	״
میخور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن	ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن	سعدی
عمرہا باید کہ تا گردون گرداں یک شبے	عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن	لاعلم
تاکہ مشہور رہوں ہزاروں میں	ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں	״
نسیم صبح سلامم بداں جناب رساں	نیاز ذرۂ مسکیں بآفتاب رساں	״
اعجاز بھری آنکھوں کا جلوہ دیکھوں	یا ناز بھرا قامت زیبا دیکھوں	امیر
سر تا بقدم حسن میں تو یکتا ہے	حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں	لاعلم
گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں	یا معدن و دشت و کوہ و صحرا دیکھوں	انیس
ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے	حیراں ہونکہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں	״
خوش آمدی ز کجا میرسی بیا بنشیں	بیا کہ می و ہمت بردو بدہ جا بنشیں	لاعلم
نہیں ہے دنیا کا کچھ بھروسہ یہ اک طلسم اور ہے تماشا	نہ کوئی اب تک پلٹ کے آیا گئے جو سوئے عدم ہزاروں	״
جیت انسانی تپیدن از تپ ہمسایگاں	وز سموم نجد در باغ عدن بریاں شدن	״
خدا رکھے محبت کو کئے آباد دونوں گھر	میں ان کے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں	״
بہت کچھ کر چکے اے شیخ حرمت سنگ اسود کی	دکھائیں اب تجھے شان خدا ہر برہمن میں	شیدا
نقاد ہونیوالے جو دنیا میں آتے ہیں	لچھن سب ان کے پہلے ہی پہچانے جاتے ہیں	لاعلم
چوں سیاہی شد ز مو ہشیار می باید شدن	صبح چوں روشن شود بیدار می باید شدن	صائب

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ز صد ہزار پسر ہم چو ماہ مصر یکے	چناں شود کہ چراغ پدر کند روشن	صائب
انقلاب دہر ظاہر ہے عیاں تغیر حال	آج جو ہے کل نہ تھا۔ جو آج ہے وہ کل نہیں	اسیر
گر تو ندہی کس نہ دہد چوں تو اماں	ور تو نہ کنی لطف رود از تن جاں	لا اعلم
ان کا ہنسا گریہ پرور دسے کچھ کم نہیں	زخم خنداں ہیں بظاہر دیکھنے کو شاد ہیں	،،
زمانہ اہل غفلت سے ہی لبریز	رہوں تنہا اگر ہشیار ہوں میں	مجروح
نخل بندم ولے نہ در بستاں	شاہدم من ولے نہ در کنعاں	لا اعلم
بختے نہ کہ با دوست درآویزم من	پائے نہ کہ از میاں بگریزم من	،،
بہ بینم کہ تا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ دارد نہاں	،،
یہ وہ دل کو اک جا بٹھاتا نہیں	کسی کا اُسے وصل بھاتا نہیں	حسن
توانی گر تاب حلم کشتن خشم را در دل	گل ز آتش چو ابراہیم آساں میتواں چیدن	صائب
غریبی بر بساط دہر ہم چوں مہرۂ شطرنج	برای خانہ تا کی جنگ با ہم سایہا کردن	،،
ندارد حاصلی با سینہ صافاں کاوش بیجا	بناخن چہرۂ آئینہ را نتواں خراشیدن	شوکت
جہاں آں کسے راست کو در جہاں	شو آگہ از کار کار آگہاں	نظامی
گر دروں لبریز نشتر باشدت از نیش خلق	لب بہ بند از شکوۂ کس شربا ہی گزیں	کلیم
بوئے خوں می آید آزار دلہائے دو نیم	رحم کن بر جان خود از ذوالفقار اندیشہ کن	صائب
نمی بیند ازیں آہن دلاں ہرگز کسی احساں	ندارد دوست ظالم ریزش جز خون مظلوماں	نظیر
امیدوار بود آدمی بخیر کساں	مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں	سعدی
کی تواند شد ز دنیا چشم دنیا دار سیر	تشنگی زائل نگردد ہرگز از آب دہن	غنی
عیب پوش اہل دنیا نیست جز اسباب جاہ	می شود از فربہی در گوشت پنہاں استخواں	قاسم
پادشاہاں با نزاکت بار عالم می برند	بار بر عالم گذارد ہر چہ می خواہی گزیں	کلیم
بر تو دشوار است اگر یکجا وداع مال و جاں	پیشتر از رفتن جاں مال را تسلیم کن	صائب
نیشکر بعد از شکستن می شود شاخ نبات	بشکند ہر کس ترا بریک گر شکر فشاں	،،

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں	خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں	معنوی
مار تا راست نگردد نرود در سوراخ	راست شو تا بتوانی بہ لحد گنجیدن	صائب
چو در روئے بیگانہ خندید زن	دگر مرد گو لاف مردی مزن	سعدی
تریاق و زہر ہر دو مرا در خزانہ است	آں را بدوستاں دہم ایں را بدشمناں	لااعلم
ساقی لگائے رکھ مرے منہ سے خم شراب	دریائے مَے کی مچھلی ہے میری زباں نہیں	"
ہر جگہ ہر شہر میں یہ شور ہے چاروں طرف	ضعف ہے طاقت نہیں آزار ہے صحت نہیں	"
خوب ہے گر پہلے کر لو خود ہی اپنا امتحاں	ورنہ کھل جائیگا سب پر آپکا راز نہاں	"
زندگی لاچار صائب در گلو افتادہ است	شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن	صائب
فرقت میں اک صنم کی یہ تفرقہ پڑا ہے	دل ہمکو ڈھونڈھتا ہے ہم دلکو ڈھونڈھتے ہیں	لاعلم
معشوقۂ نازنیں طلب کن	عناب لبش بکار رتب کن	"
آیم بہ سر کوئے تو بویان پویان	عشاق صفت وصل تو جویان جویان	"
راز را با یار خود ہر چند بتوانی مگوئے	یار را یارے بود از یار یار اندیشہ کن	"
گرشود لطف و کرم در شان من	جلوۂ طاعت دہد عصیان من	"
قومے متفکر اند در مذہب دیں	جمعے متحیر اند در شک و یقین	"
ناگاہ منادے بر آمد ز زمیں	کاے بیخبر خبر آں راہ نہ آنست نہ ایں	"
ہزار آفریں بر من و دین من	کہ منعم پرستیست آئین من	"
گر تجلی خاص خواہی صورت انساں بیں	ذات حق را آشکارا اندروں خنداں بیں	"
جس کا چارہ ہیں دنیا میں وہ لاچار نہیں	جس کو صحت سے ہو پرہیز وہ بیمار نہیں	"
لاکھ چاہت کو چھپائے کوئی پر چھپتی نہیں	پیار کی آنکھ اور الفت کی نظر چھپتی نہیں	"
کسلئے آئے تھے ہم کون ہیں کیا کرتے ہیں	حیف اتنا بھی یہ انسان نہ سمجھا دل میں	"
انسان کچھ اسی دور میں پامال نہیں	سچ ہے کوئی آسودہ و خوشحال نہیں	"
چہ غم دیوار اُمت را کہ دارد چوں تو پشتیباں		
چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتیباں		"

اندیشۂ آشیان و خوف صیاد	مرغان چمن بھی فارغ البال نہیں	لااعلم
چو پیروز شد وز دو تیرہ روان	چہ غم دارد از گریہ کاروان	״
ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم	ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں	غالب
گر فلک کار ترا برہم زند از جا مرو	جامہ را احتیاط ساز و قطع بہر دوختن	لااعلم
تا تو دل دربند جان داری و جان دربند تن	کے مرا در خویش یابی در کنار خویشتن	״
دست وفا در کمر عہد کن	تا نشوی عہد شکن جہد کن	״
زشادی ببالیدم از پیرہن	چو گلہا کہ تازہ دمد در چمن	״
از درون شو آشنا و ز بروں بیگانہ باش	اینچنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں	״
نیست ممکن نشو و نخل زریزش افزوں	دانہ در خاک ہمی صد شود از افشاندن	״
عقل سالم ز مئی ناب نیاید بیرون	کشتی کاغذی از آب نیاید بیرون	״
خیالات نادان خلوت نشین	بہم می کنند عاقبت کفر و دین	״
بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق	ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن	״
نہ بایستے ز اول عہد بستن	چو در دل داشتی جاناں شکستن	״
سہ چیز ست آنکہ پایانے ندارد	شب من درد من افسانۂ من	״
بہ سفر رفت ماہ پارۂ من	گردشے ہست در ستارۂ من	״
عمرے گذشت تا کئے در انتظار بودن	طاقت نماند مارا بے روئے یار بودن	״
شرح حال ما ز عنوان کتابت ظاہر ست	پیش او زنہار اے قاصد زبانی مکن	״
شور بلبل می دہد یادم کہ مستی پیشہ کن	عکس گل در آب می گوید کہ مے در شیشہ کن	״
مکن وعدہ اگر کردی وفا کن	طریق بے وفائی را رہا کن	״
بسعی خویشتن ہرگز نگردی نیکبخت ابدل	تمامی عمر اگر بال ہما خواہی بسر بستن	کلیم
اوقات صرف دوستی عیب جو مکن	باز شست روئے آئینہ را رد برو مکن	صائب
آید از ناراستی سر رشتۂ دولت بکف	ور سواری خلق را باشد بدست چپ عناں	لااعلم
تواں بطاعت حق یافت روسپیدی حشر	کہ سجدہ زنگ بیاہی برد ز روئے نگیں	״

تواضع کند ہوشمند ای گزیں	نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں	سعدی
نامرادی در جہاں باید ز شمع آموختن	سوختن خود را و بزم دیگراں افروختن	اہلی
کفرست در طریقت ما کینہ داشتن	آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن	لا اعلم
بحسن خلق دلہا را مسخر می تواں کردن	باین عنبر دو عالم را معطر می تواں کردن	صائب
پیش دانا از تمامی علم ہا بالاترست	خویش را با دانش بسیار ناداں ساختن	لا اعلم
نفس را گر زپا از حد خود بیروں نہد	می شود گم طفل چوں از خانہ می آید بروں	״
چوں سیاہی شد ز موہشیاری می باید شدن	صبح چوں روشن شود بیدار می باید شدن	״
نیست مفلس را ز قرب اغنیا جز پیچ و تاب	رشتہ از گوہر ندارد بہرہ جز لاغر شدن	״
بہ سبب رغبتی شہوت انگیختن	برغبت بود خون خود ریختن	سعدی
بہ پیری گر نمی خواہی کہ محتاج عصا گردی	ز پا افتادگاں را در جوانی دستگیری کن	راسخ
بیکدل کے تواں اندیشۂ دنیا و دیں کردن	کہ نتواں ہر دو دست خویش را در آستیں کردن	شیدا
طفل رو رو کے یہ کہتے ہیں زبان حال سے	جو عدم میں چین تھا وہ دامان مادر میں نہیں	لا اعلم
غنیمت شمر صحبت دوستاں	کہ گل چند روز است در بوستاں	״
منہمک رہتے ہیں انساں رات دن تدبیر میں	پھر بھی ہوتا ہے وہی لکھا ہی جو تقدیر میں	״
کفن کیسا تھا صیاد اجل پھرتا ہی گلشن میں	نہ شاخ گل پہ چھوڑیگا نہ چھوڑیگا نشیمن میں	״
نہیں خوف خزاں کب تک بہار زندگانی میں	کہاں تک شمع ہستی کی چلے گی بزم فانی میں	״
رام جھروکے بیٹھ کے سب کا مجرا لیں	جاکی جیسی چاکری تاکو تیسا دیں	״
وہی اک ریسماں ہی جسکو ہم تم تار کہتے ہیں	کبھی تسبیح کہتے ہیں کبھی زنار کہتے ہیں	״
بشنو ز جنون عشق بازاں	خونیں نفسان جگر گدازاں	״
کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں	جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں	״
عجب انداز تم نے سادگی کے یہ نکالے ہیں	فقط تنکے ہیں کانوں میں نہ بندے ہیں نہ بالے ہیں	״
عقلمندوں کی ہو دنیا میں بہت عزت و شاں	عقلمندوں کو نہ دیکھا کہ ہو رسوائے جہاں	ہنر
ہنسنا کمال عیب ہی انساں کی ذات میں	وہ بیوقوف ہے جو ہنسے بات بات میں	״

گھر اجڑ جائے جو کینہ ہو سر مو دل میں — بغض رکھیں نہ مسلمان نہ ہندو دل میں — یکتا

نہ صد ہزار پسر ہمچو ماہ مصر یکے — چناں شود کہ چراغ پدر کند روشن — لاالعلم

دیا دھرم کا مول ہے پاپ مول ابھمان — تلسی دیا نہ چھانڈئے جب لگ گھٹ میں پران — "

صاف دل کی جیت ہوتی ہے سدا سنسار میں — اور کبھی گھاٹا نہیں ہے دھرم کے بیوہار میں — "

کرم کی کھیتی کو بو کر کس نے پھل کھائے نہیں — کون ہے اعمال جس کے سامنے آئے نہیں — "

سزا انسان کو ملتی ہے بدکاری کی دنیا میں — نہ سمجھے یہ کوئی پائیگا وہ پھل جا کے عقبیٰ میں — "

جوش و خروش ساتھ جوانی کے چل دئے — وہ موسم بہار وہ دیوانہ پن کہاں — "

بد اندیش را لفظ شیریں مبیں — کہ ممکن بود زہر در انگبین — "

یہ چھیڑ چھاڑ نہیں ہم سے بزم میں اچھی — لحاظ شرط ہے اپنے پرائے بیٹھے ہیں — "

تو جلدی سے آؤ نہ میرے مسیحا — کوئی دم میں راہ عدم دیکھتے ہیں — "

نمود و بود کو عاقل حباب سمجھے ہیں — جو جاگتے ہیں وہ دنیا کو خواب سمجھے ہیں — "

بازی عشق جز اندوہ و غم و رنج نہیں — کھیل لے ہر کوئی جس کو یہ وہ شطرنج نہیں — "

خدا جانے یہ آرائش کریگی قتل کس کس کو — طلب ہوتا ہے شانہ آئینہ کو یاد کرتے ہیں — "

رکاوٹ اچھا نہیں طبع کی روانی میں — کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں — "

عرق را دانہ یاقوت احمر ساخت رخسارش — بیا اے جوہری حسن مرصع را تماشا کن — "

الٰہی ایک دل کس کس کو دوں میں — ہزاروں بت ہیں یاں ہندوستاں ہیں — "

ہمارے ان کے بھلا شکوہ و شکایت کیا — خدانخواستہ آپس میں کیوں ملال کریں — "

خدا رکھے محبت کو کئے آباد دونوں گھر — میں ان کے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں — "

خیال چشم میگوں میں قدم مستانہ رکھتے ہیں — وہ دیوانے ہیں اپنا نام جو دیوانہ رکھتے ہیں — "

شرابیوں کو بھلا عمرو زید سے مطلب — ہماری بزم میں ہو حق ہی قیل و قال نہیں — "

کس جگہ ڈھونڈھئے اے غیرت خورشید تجھے — تو تو رہتا ہے سدا صبح کہیں شام کہیں — "

جس طرف جاتا ہوں تقدیر یہی کہتی ہے — آرزو کیا لئے آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں — "

عیش کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں	زندگی گر کچھ رہے تو نوجوانی پھر کہاں	لا اعلم
عشق کا حال بیسوا جانے	ہم بہو بیٹیاں یہ کیا جانیں	"
صبح ست ساقیا قدحے پر شراب کن	دور فلک درنگ ندارد شتاب کن	"
طالب نظارہ ام پردہ برافگن ز رخ	پیش صف راستاں شعبدہ بازی مکن	"
آپ تو غیروں سے بھی کر لیتے ہیں مطلب کی بات	ہم کہا چاہیں تو اپنا مدعا کس سے کہیں	"
نعمت کو دو عالم کی وہ کیا مال سمجھتے	جو اس لب شیریں کا مزہ پائے ہوئے ہیں	"
اوس سے بشر ڈرے جسے خوف خدا نہیں	جلدی نکل چلو یہ ٹھہرنے کی جا نہیں	"
مثل پروانہ نہیں کچھ بھی زر و مال اپنے پاس	ہم فقط تجھ پہ فدا کرنے کو جاں رکھتے ہیں	"
نیارم گو ہر شکر تو سفتن	سر موئے ز احسان تو گفتن	"
کفر و دیں ہر دو برہش پویاں	وحدہ لا شریک لہ گویاں	"
جیب درست لائق لطف و کرم نہیں	ناصح کی دوستی بھی عداوت سے کم نہیں	"
تمہارے گیسوؤں کے ڈھنگ دنیا سے نرالے ہیں	پریشاں ہوں تو سنبل ہیں جو بل کھائیں تو کالے ہیں	"
صورت کاغذ لغو ہے دنیا کا جمال	کہ ادہر صورت زیبا ہے ادھر کچھ بھی نہیں	"
آخر ہی جذب الفت میں تو کھنچکر آ ہی جائینگے	نہیں پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں	"
شرر و برق نہیں شعلہ و سیماب نہیں	کس لئے پھر یہ ٹھہرتا دل بیتاب نہیں	"
آنکھوں پہ اختیار رہے اچھا نہ روئینگے	کچھ آپ میرے دلکو بھی سمجھائے جاتے ہیں	"
یار آرام میں ہے وصل کی شب آخر ہے	متحیر ہوں کہ بیدار کروں یا نہ کروں	"
ہم اپنے نالہ دل کے اثر کو دیکھتے ہیں	وہ دیکھیں بزم میں پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں	"
دلمیں پوشیدہ تپ عشق بتاں رکھتے ہیں	آگ ہم سنگ کے مانند نہاں رکھتے ہیں	"
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن	جوانی کی راتیں مرادوں کے دن	"
مصیبت حد سے جب گذری تو ظاہر ہو نہیں سکتی	بہت غم میں بہت کم آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں	"
دل ہی تو ہے نہ آئے کیوں دم ہی تو ہے نہ جائے کیوں	ہمکو خدا جو صبر دے تمنا حسیں بنائے کیوں	"
کار ہر کس نیست صائب سینہ بر خنجر زدن	از دو صد عاشق یکے کس پاک می آید بروں	صائب

مزار شہیداں پہ قاتل یہ بولا	یہ سب گھر ہمارے بنائے ہوئے ہیں	لااعلم
قسم شاخ نبات ست ترا اے حافظ	فال ما راست بگو تا شوم با توفیق	حافظ
شراب ناب کش و رُوئے مہ جبیناں بیں	خلاف مذہب آناں جمال اینان بیں	لااعلم
صراحی بھی ہے گل بھی لالہ و گل بھی ہے مطرب بھی	الٰہی وہ بھی آ جائیں جنہیں ہم یاد کرتے ہیں	"
ہر چند چاہتا ہوں نہ بولوں میں یار سے	قابو میں اپنے دل کو نہ پاؤں تو کیا کروں	"
رفعت کبھی کسی کی گوارا یہاں نہیں	جس سرزمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں نہیں	"
یا خدا اس شب فرقت کی سحر ہے کہ نہیں	میں نے دل جس کو دیا اوس پہ اثر ہے کہ نہیں	"
بے بہا نذر کو ہم لعل و گہر دیتے ہیں	دیکھیں کیا ہم کو یہ ارباب نظر دیتے ہیں	"
ہم ایسے ہو گئے اللہ اکبر اے تری قدرت	ہمارا نام سنکر ہاتھ وہ کانوں پہ دھرتے ہیں	"
گو پیر ہوں پہ شوق جوانی نہیں گیا	دل تو جوان ہے گو کہ میں ظاہر میں پیر ہوں	"
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو	عقل کی بات کو جو کفر و خطا کہتے ہیں	"
انہیں کچھ رحم بھی آتا ہے یا رب وقت خونریزی	چھری جب حلق عاجز پہ رواں جلاد کرتے ہیں	"
لامکاں میں بھی تو کچھ جلوہ نظر آتا ہے	بے کسی ہم تو ادھر ہیں کہ جدھر کچھ بھی نہیں	"
تو عزم جناں کردی و رفتی ز برمن	بستی کمر خویش و شکستی کمر من	"
دل تو کہاں وہ مہوش نامہرباں کہاں	ناداں ہے زمیں کہاں آسماں کہاں	"
سنگ کعبہ بھی ہے بھاری پتھر	چومکے چھوڑ دیا کرتے ہیں	"
فلک بگریہ در آمد ز اشکباری من	زمیں بہ لرزہ در آمد ز بیقراری من	"
کون سنتا ہے تری جوش جنوں میں ناصح	خضر بھی آئیں تو ہم راہ بتا دیتے ہیں	"
ز جوش آتش غم شعلہ افشاں شد چراغ من	خدایا بر دلم رحمے کہ خوں گردید داغ من	"
گو نہیں پوچھتے ہم سے وہ مزاج	ہم تو کہتے ہیں دُعا کرتے ہیں	"
دستیکہ بر نگیرد از پا فتادہ را	چوں آستین خالی ست بیکار تا بگردن	"
بہار آئی الٰہی وہی سماں پھر ہو	پھر ایک جا گل و بلبل کو باغباں دیکھیں	"
ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے	دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں	لااعلم

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
ہوا ہے ابر ہے ساقی ہی عالم ہے گلستان پر	الٰہی وہ بھی آجائیں جنہیں ہم یاد کرتے ہیں	لااعلم
برا نہ مانئے ہم عرض حال کرتے ہیں	فقیر لوگ سخی سے سوال کرتے ہیں	״
بے چین جس کے ہجر میں رہتے ہیں آدمی	اون کو ہمارے حال سے مطلق خبر نہیں	״
ہر کہ تیغ ستم کشد بیروں	فلکش ہم بداں بریزد خوں	״
در جگرداری و سربازی شمار اثل نیست	بر چنیں مردان یکدل آفریں باد آفریں	״
نیک و بد کی کیا تجھے اٹکل نہیں	راہ سے بے راہ ہرگز چل نہیں	״
بادشہ در عشق می گردد غلام	حال محمود و زلیخا یاد کن	״
کوئی سنتا ہی نہیں میں دادخواہی کیا کروں	کس کے آگے جاکے سر پھوڑوں الٰہی کیا کروں	״
گر دل لگی نہیں تو جنت بھی خاک ہے	پڑ رہنے کو تو گوشہ تربت بھی کم نہیں	״
پتلیاں بھی تو دم نزع پھری جاتی ہیں	وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں	״
بھولے اللہ کو تقصیر اسے کہتے ہیں	بت پہ اب مرتے ہیں تقدیر اسے کہتی ہیں	״
اپنا تو یہ خیال ہے سچ پوچھئے اگر	کس کام کا وہ دل جو نہ ہو اختیار میں	״
نہیں روزن جو قصر یار میں پروا نہیں اسکی	نگاہ شوق رخنہ کرتی ہے دیوار آہن میں	״
تھم تھم کے درد اٹھتا ہے پہلو میں کس قدر	یارب یہ کیسا درد ہے جس کی دوا نہیں	״
دوست و دشمن سب کے سب ہیں رفتنی مثل نسیم	گل تو کیا کانٹا بھی اک دن اس گلستاں میں نہیں	״
زمانہ عاشق و معشوق سے نہیں خالی	گلوں کا قحط نہیں بلبلوں کا کال نہیں	״
کیا کریں صبر کہ اب صبر کا یارا ہی نہیں	صبر قسمت میں تو خالق نے اتارا ہی نہیں	״
کہتے ہیں درد دل تو ہی ہم اس میں کیا کریں	بیمار رہیں جو آپ تو اپنی دوا کریں	״
کار معشوقاں نمک بر زخم پنہاں ریختن	کار عاشق خون خود بر پائے جاناں ریختن	״
تم کو جو ہے یہ دھیان کہ ہم انتخاب ہیں	ہمکو بھی ہے خیال کہ ہم لاجواب ہیں	״
یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں	واں ایک خامشی مرے سب کے جواب میں	״
بتلاؤ تو علاج تپ غم کا کیا کریں	نالہ کریں کہ آہ کریں یا بکا کریں	״
مدت ہوئی اثر کا الٰہی پتا نہیں	کیا قابل قبول ہماری دعا نہیں	״

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
یار تک بار کہاں پاتے ہیں	راستہ تاپ کے پھر آتے ہیں	لا اعلم
ے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں	میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں	״
ی بر درہ بجمال آدم خاکی زسفر	می شود کاسہ گل ساختہ از گردیدن	״
موئے از سر چوں جدا افتد نمی گردد سفید	عیش و عشرت مرورا پیوستہ میدارد جواں	״
نالہ را ہر چند می خواہم کہ پنہاں برکشم	دل ہمی گوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن	״
مقصود کوئے دوست ہے دیر و حرم نہیں	وہ رہ چلا ہوں جس میں نشان قدم نہیں	״
آئے تو گالیاں دیں چلے تو خفا چلے	کیا کیا مزے حضور کی ہیں بول چال میں	״
داغ دے جاتے ہیں جب آتے ہیں	یہ شگوفہ وہ نیا لاتے ہیں	״
نام نہ پوچھو مرا گمنام ہوں	کام نہ پوچھو مرا ناکام ہوں	״
کبھی شیوں میں ہنس دیا کبھی ہنسنے میں نالے ہیں	مری فریاد کرنیکے طریقے بھی نرالے ہیں	״
در دیانت کوش تا دنیا و دیں گیرد فروغ	بے دیانت را نہ دنیا بر مراد است و نہ دیں	״
یا الٰہی حسن حلال ہوں واعظ	دختر رز کو حرام کرتے ہیں	״
ایک دن مرنا ہے تو مر جاؤں نہ کیوں	موت آ جائے میں گھبراتا نہیں	״
اشتیاقے کہ بدیدار تو دارد دل من	دل من داند و من دانم و داند دل من	״
ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن	ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایک دن	״
نہ رہے حسن پرستی کا مزا آنکھوں میں	ماہرو داغ نظر آئیں سدا آنکھوں میں	״
داستان قیس نہ کہو قصہ وامق سنو	ان حسینان جہاں کی دوستی اچھی نہیں	״
جتنے معشوق ہیں سب اپنی غرض کے ہو ہر	میٹھی باتوں سے یہ عاشق کو لبھا لیتے ہیں	״
ہم نے سبھی کو دیکھ لیا اس جہاں میں آہ	مطلب کا ہے زمانہ کوئی آشنا نہیں	״
آپ اپنے عیب سے ہوتا نہیں واقف کوئی	جیسے بو اپنے دہن کی آتی ہے کم ناک میں	״
قلم کو کیسے اٹھاؤں مجھے مجال نہیں	سنا جو آپ کی حالت تو مجھ میں حال نہیں	״
شہ چو بعزم درست پائے کند در رکاب	دل شکند خصم را و ز کفش افتد عناں	״
آج کیا ہے کہ گلستاں میں ہے اک تازہ بہار	نظر آتے ہیں کئی رنگ نرالے ساماں	״

بر دوستی و دشمنیٔ اہل جہاں	دیدیم کہ نیست اعتماد سے چنداں	لا اعلم
خوش آمدی زکجا میرسی بیا بنشیں	بیا کہ میدہمت بر دو دیدہ جا بنشیں	؍؍
کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں	اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں	داغ
قدم رکھنا سنبھل کر محفل رنداں میں اے واعظ	یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں	لا اعلم
نہیں یکساں بتان خوبرو کا ظاہر و باطن	ملائم دیکھنے میں ہیں مگر پتھر سے نکلتے ہیں	؍؍
آپ کی چال چل گئی ہم پر	سیدھے سادے تھے آگئے دم میں	؍؍
بجز ذلت نہیں کچھ خاک اظہار محبت میں	بہاتے ہیں جو آنسو آبرو برباد کرتے ہیں	؍؍
لشکر اندوہ کے نرغہ میں ہے تنہا یہ دل	فوج غم پر مرد غازی کو ظفر ملتی نہیں	ظفر
مشو غماز کس نزدیک شاہاں	بترس آخر ز آہ بے گناہاں	لا اعلم
کیونکر نہ ہنسیں سنکر حال دل عاشق کو	کمسن ہیں وہ کیا جانے ارمان کسے کہتے ہیں	؍؍
داغ حرماں۔ درد دل۔ زخم جگر گرد ملال	کاتب تقدیر نے کیا کیا لکھا تقدیر میں	؍؍
جو مری تقدیر میں لکھا ہے وہ پیش آئیگا	زور کچھ تدبیر کا قسمت سے چل سکتا نہیں	؍؍
ز بد اصل چشم بہی داشتن	بشورہ زمیں تخم بہ کاشتن	؍؍
لگا دیں کیوں نہ ایسی جنس پر ہم جان شیریں کو	نمک بھاتا ہے سانولی صورت پہ مرتے ہیں	؍؍
ہے یہ وہ درد کہ جس درد کا چارہ ہی نہیں	واں لڑی آنکھ جہاں اپنا گذارہ ہی نہیں	؍؍
ایک جا رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں	دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں	؍؍
غیروں کو بوسے دیتے ہیں کس کس مزے سے وہ	ہم ہیں کہ انکی بزم سے اٹھوائے جاتے ہیں	؍؍
تم خفا ہم سے ہو ہم تم سے نہیں آزردہ	ہم سے ہے رنج تمہیں تم سے ہمیں رنج نہیں	؍؍
فکر کونین کی رہتی نہیں میخواروں میں	غم غلط ہو گیا جب بیٹھ گئے یاروں میں	؍؍
تری باتیں جو لے رشک چمن یاد آگئیں مجھ کو	بہت رویا سنکر چہچہے بلبل کے گلشن میں	؍؍
قدم رکھ دیکھ کر بحر محبت میں ذرا اے دل	خطر ہے ڈوب جانیکا بھی دریا کے نہانے میں	؍؍
مرغان سحر چہک رہے ہیں	گلہائے چمن مہک رہے ہیں	؍؍
ٹال جاتے ہیں جو بوسہ مانگو	بات مطلب کی چبا جاتے ہیں	؍؍

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
جہدے کن و با مردم دانا بنشیں	یا با صنمے لطیف و رعنا بنشیں	لااعلم
قیامت ہی کسی کا پیار کرنا اس زمانے میں	قضا کا سامنا رکھا ہوا ہی دل لگانے میں	"
دل ستمزدہ و یاس و حسرت و حرماں	انہیں تجھے بھی دو تین چار پہلو میں	انیس
ایسا کن ٹھکانے نہیں دنیا کی ہوس میں	اسوقت میں ایسے بھی تو انسان بہت ہیں	لااعلم
مرے حال پر رحم کرتا نہیں	خدا سے بھی اے بت تو ڈرتا نہیں	"
دھوم کس شاہد رعنا کی ہے بازاروں میں	نام لکھواتے ہیں یوسف بھی خریداروں میں	"
عطر مٹی کا لگانا چاہیئے پوشاک میں	خاک سے رغبت رہے ملنا ہی آخر خاک میں	"
قیامت کی خلش آفت کی کاوش قہر کی سوزش	تری حسرت مرے دل میں ہے یا کانٹا ہی چھپا سینے میں	"
جوش ہمان شوق دل ہماں	عشق ہماں قصہ مشکل ہماں	"
سراسر خلایق چہ مرد و چہ زن	ہمہ طالب مطلب خویشتن	"
یہی انتظار کرش ہے آنکھیں ہیں رہ گذر پر	آجا نظر کہ کب تک میں راہ تیری دیکھوں	"
کسکو ملتی ہے یہ دولت کیا کہوں	کچھ عجب شے ہے محبت کیا کہوں	"
ترحم بر پلنگ تیز دنداں	ستمگاری بود بر گوسفنداں	"
دکھلائے زمانہ مجھ کو گردش	میں اوس کا تماشا دیکھتا ہوں	"
بنیاد نہادہ چو مرداں	آں را بکرم تمام گرداں	"
رفیق حال برے وقت میں نہیں کوئی	شریک جنگ میں شمشیر کا نیام نہیں	"
آپکے عشق میں جو مجھکو نہ کرنا تھا کیا	دیکھیئے آپ مرے واسطے کیا کرتے ہیں	"
یہ درمیان جو مہینوں بگاڑ رہتا ہے	وہی شریر نہیں کچھ شریر ہم بھی ہیں	"
صحبت صافی دلاں سے ہوں مکدر تیرہ دل	زنگ سے آلودہ ہوجاتا ہے آہن آب میں	"

پوچھو نہ کچھ خرابہ نشینوں کا حال زار
ہم خاک میں ملائے ہوئے آسماں کے ہیں | "

بے یار روز عید شب غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پرنم سے کم نہیں | "

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا	لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں	لااعلم
عاشق کی چشم تر کی بدولت رواں ہے سیل	جمنا کہیں ہے گنگ کہیں نربدا کہیں	״
زر زنداری مرد عاقل زن مکن	چنبر او بار در گردن مکن	״
یہی طالب شہرت و نام لاکھوں	بناتے ہیں جمہور کے کام لاکھوں	״
بعد ازیں در عوض اشک دل آید بیروں	آب چوں کم شود از دجلہ گل آید بیروں	״
عصمت کو اک حجاب ہے ہندوستان میں	بٹہ لگاؤ پردہ دری سے نہ شان میں	״
اے نفس پلید آدمی بن	کہتے ہیں ولی کی خصلتیں ہیں	״
واہ کیا جوبن پہ ہے حسن عروسان چمن	ناز کرتی پھرتی ہے باد بہاری اندنوں	״
بود بے وفائی سرشت زناں	بیاموز کردار زشت زناں	״
اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں	ذوق
مرتا ہوں جس کے ہجر میں اسکو خبر نہیں	یارب ہماری آہ میں کچھ بھی اثر نہیں	لااعلم
آگے عشاق پہ ہم ہنستے تھے	اب تو ہم پر وہ ہنسا کرتے ہیں	״
دل دیکر تم کو جان کا دشمن بنائے کون	بیٹھے بٹھائے مفت کے صدمے اٹھائے کون	״
مشو ایمن از حیلۂ دشمناں	بیندیش و برتاب زاں سو عناں	״
منہ سے جو کچھ کہا ہے دم کے ساتھ	بات پر وضعدار مرتے ہیں	״
اگر من ناجوانمردم بہ تدبیر	تو بر من چوں جوانمرداں گذر کن	״
مے پینے سے ہوتا ہے فراموش غم دہر	خضر رہ آرام ہے یہ جام نہیں	״
یارب ایں آرزوئے من چہ خوش ست	تو بدیں آرزو مرا برساں	״
تر دامنی پہ شیخ ہمارے نہ جائیو	دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں	״
غم و الم میں اگرچہ بہت گزارے دن	خدا کے فضل سے آخر پھرے ہمارے دن	״
جہاں میں ہوں غم و شادی بہم ہمیں کیا کام	دیا ہے ہم کو خدا نے وہ دل کہ شاد نہیں	״
حقیقی کا ذرا دھیان نہیں دار فنا میں	گھر بھول گئے چار گھڑی رہ کے سرا میں	״
حسینوں سے نہ الجھو دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں	نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستمگر ناگ کالے ہیں	״

بے وفا نیری کچھ نہیں تقصیر	مجھ کو میری وفا ہی راس نہیں	لا اعلم
نہ انکی شکایت نہ قسمت کا شکوہ	ہم اپنے کیئے کی سزا پا رہے ہیں	"
روزے بخچاں گزشت و روزے بہ پیچیں	اکنوں کہ نگہ کنی نہ آن ست و نہ ایں	"
ز دوستان سخنداں شنیدہ ام پندے	کہ بر ملایمت دشمن اعتماد مکن	"
تاکہ احمق باقیست اندر جہاں	مرد دانا کے نشود محتاج نان	"
تن آسانی کہاں تقدیر میں ہم دل گرفتوں کی	خدا پر خوب روشن ہے کہ جس مشکل میں رہتی ہیں	"
معنی کی فکر چاہئے صورت سے کیا حصول	کیا فائدہ ہے موج اگر ہے شراب میں	"
رنج کیا اہل زمانہ پہ گذرتے ہوں گے	جب نکلجاتی ہے آغوش سے دختر محروں	"
تریاق و زہر ہر دو مرا در خزانہ ہست	آزار بدوستاں دہم ایں را بدشمناں	"
بہار لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن میں	گریباں پھاڑ کے جا بیٹھئے صحرا کے دامن میں	"
دل سے بھی بڑھ کے راز محبت چھپاؤں میں	مر جاؤں گھٹ کے نالہ زباں پر نہ لاؤں میں	"
ہم بچھے جاتے ہیں تواضع میں	کبھی مہماں اگر وہ آتے ہیں	"
لپٹ جاؤ سینہ سے لے میری جاں	تڑپتا بہت ہے دل ناتواں	"
دل اب چاٹ ہی کچھ ہم سے ہو نہیں سکتا	نہ کام کرتے ہیں کوئی نہ کام لیتے ہیں	"
شب ہجراں الٰہی آج بھی کیا طے نہیں ہوگی	اندھیرا جھک گیا وقت نماز صبح محشر میں	"
نام لیتے نہیں ان کا کہ نہ سن لے کوئی	دل ہی دل میں انہیں ہم یاد کیا کرتے ہیں	"
اب تاب ضبط کی نہیں بیقرار ہیں	ہم چپکے سے دختر رز پر نثار ہیں	"
ہے منزل تنہا چنا کچھ بھاڑ پھوڑے کا نہیں	فوج لڑتی ہے مگر ہو حوصلہ سردار میں	"
نعمت کو دو عالم کی وہ کیا مال سمجھتے	جو اس لب شیریں کا مزہ پائے ہوئے ہیں	"
شیوۂ مرداں نباشد عشق پنہاں ساختن	کمتر از پروانہ نتواں بود در جاں باختن	"
تنگ آتا ہوں نہایت خاطر مشتاق سے	ہر گھڑی کہتی تھی چل - ہر وقت سمجھاتی تھی ہاں	"
اجازت دو وہیں آہ و فغاں کی	نہ رکھو حسرت نالہ کشی میرا	"
ہر کہ چیزے دوست دارد باند اندر فکر آں	تشنہ در سودائے آب و گرسنہ در فکر ناں	"

انہوں کو چھوڑ دینے کی پروا ذرا نہیں	اون سے بشر ڈرے جنہیں خوف خدا نہیں	لا اعلم
نہیں عمل خزاں جسمیں گلستاں اسکو کہتے ہیں	پری گلگشت کرتی ہو پرستاں اس کو کہتے ہیں	"
شمع مغرور نہ ہو اپنی خود آرائی پر	رات بھر کی یہ تجلی ہے سحر کچھ بھی نہیں	"
چیست دنیا از خدا غافل بدن	نے لباس و نقرہ و فرزند و زن	"
شرط اول در طریق عاشقی دانی کہ چیست	ترک کردن ہر دو عالم را و پشت پا زدن	"
زندگانی کا مزہ عشق میں کھو بیٹھے ہیں	اپنی کشتی اسی دریا میں ڈبو بیٹھے ہیں	"
کوئی تحفے اولاد سی دنیا میں بڑھکر ہے نہیں	کیسا ہی ہو مال پران سے وہ بہتر ہے نہیں	"
کیوں آسیائے چرخ کی یہی رسم دور ہے	نادان کو اوج موج ہو دانا پسا کریں	"
پھر باغ دہر میں برگ خزاں ہوتا نہیں	پیر ہو کر پھر بشر کوئی جواں ہوتا نہیں	"
قدم ہے نیک بندوں کے زمیں پانی پہ قائم ہی	قرار کشتی دنیا کے لنگر ایسے ہوتے ہیں	"
سفر ملک عدم کا پیش ہو اس نوجوانی میں	گھڑی بھر زندگی دشوار ہے دنیائے فانی میں	"
ہر نفس زانفاس عمرت گوہریست	گوہر انفاس را ضائع مکن	"
محنت ہی کے پھل ہیں یہاں ہر دامن میں	محنت ہی کی برکتیں ہیں ہر خرمن میں	"
جاتا ہوں ترے در سے کہ توقیر نہیں	کچھ اس کے سوا اب مری تدبیر نہیں	"
در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں	رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں	"
دوستی اور کسی غرض کے لئے	وہ تجارت ہے دوستی ہی نہیں	"
ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں	تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں	"
نیکیوں کو آسماں نابود کرسکتا نہیں	جسم مرسکتا ہے نام نیک مرسکتا نہیں	"
نصائح پیر دانا صیقل آئینۂ دل ہیں	مقاصد اور مطالب دین و دنیا اس سے حاصل ہیں	"

کسی کے خوف سے جی کھول کر رویا نہیں جاتا
کہ جو آنسو ٹپکتا ہے چھپا لیتا ہوں دامن میں — "

یہ انتہائے محبت ہے آج کل اے ناز
شباب و حسن ہے جب تک تو چاہ کرتے ہیں — ناز

کب تک سوال وصل پہ ہوگی نہیں نہیں	اب تیری نہیں ہی نہیں یا ہمیں نہیں	لااعلم
ہزار آفریں بر من و دین من	کہ منعم پرست است آئین من	〃
چرا یک لقمہ می باید چشیدن	و زاں پس ایں ہمہ خواری کشیدن	〃
برو قفا کم کن بہانہ اے جواں	جرم خود را چوں نہی بر دیگراں	〃
بہ شمشیرے تواں جانے ربودن	بفکرے شاید اقلیمے کشودن	〃
بخیل اور مسرف ہیں محروم دونوں	کہ دولت کو کرتے ہیں معدوم دونوں	〃
منعم کے منکریں بھی ہلائیں کبھی کبھی	تنہا برائے ذلت دنیا زباں نہیں	〃
تا تو دل در بند جاں داری و جاں در بند تن	کے مراد خویش یابی در کنار خویشتن	〃
کیا قتل ایک عالم کو ولیکن وائے بیدردی	نہ دیکھا مڑ کے تو نے کس طرح بسمل تڑپتے ہیں	〃
چلے دنیا سے ہم پئے عقبیٰ	کوچ بہر مقام کرتے ہیں	〃
ظلم و ستم کا گرم ہے بازار ان دنوں	پیغام مرگ لائے ہیں آزار ان دنوں	〃
ان گرمیوں سے نار جہنم بھی سرد ہے	جو سوزشیں اٹھائی ہیں ہجران یار میں	〃
گھبرا دیا ہے درد جدائی نے اس قدر	آتا نہیں سمجھ میں کدھر جاؤں کیا کروں	〃
مجھے ترک الفت گوارا نہیں	مگر کیا کروں کوئی چارا نہیں	〃
نہ اہل زر سے ملونگا وہ خاکسار ہوں میں	کرونگا میل نہ ذروں سے وہ غبار ہوں میں	〃
اے مصحفی میں روؤں کیا پچھلی صحبتوں کو	بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں	مصحفی
کوچۂ جاناں سے جاتے ہیں پر جا سکتے نہیں	گو اٹھاتے ہیں قدم پر دل اٹھا سکتے نہیں	لااعلم
طبیعت اپنی جب سے آ گئی تہذیب لندن پر	کھڑے ہو کر ہم اپنی وضع پر پیشاب کرتے ہیں	〃
نہیں ہے عشق میں کچھ لطف اس زمانے میں	تمام عمر گزر جاتی ہے بہانے میں	〃
یونہی گزری ہے اور گزریگی یہ عمر	خوشی میں رنج میں غم میں ہنسی میں	〃
ہر کجا بے زحمتے آتش ست و ناں	مغتنم داری برادر آں مکاں	〃
کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہیں	رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہیں	〃

چڑھنا تھا آسان کوہ عشق پر
اب اتارا اس کا اے دل کیا کریں — لاعلم

آرام سے نہیں ہی جو پھیرے خدا سے منہ
دیکھو ہے مرغ قبلہ نما اضطراب میں — 〃

ناصح زبان طعن کو اب بند کر ذرا
میں کیا کروں کہ دل ہی نہیں اختیار میں — 〃

چھوڑ دے عشق حسینان جہاں اے غافل
عشق اللہ کا ہو عشق بشر کچھ بھی نہیں — 〃

ہے عدو مغموم میں خوشنود ہوں
شکر ہے حاسد نہیں محسود ہوں — 〃

بناوٹ بھی اک فن ہی جو جانتا ہو
تری سادگی کچھ ہمیں جانتے ہیں — 〃

مرا نشاں تو زمانہ مٹائے دیتا ہے
جہاں میں دیکھئے رہتا ہے نام بھی کہ نہیں — 〃

رو شیوۂ رہروی ز شیطاں آموز
یک قبلہ بگیر و سجدہ بر غیر مکن — 〃

کہاں جائیں تمہارے در سے اٹھ کر
ہمارا کون ہے کون و مکاں میں — 〃

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من
ایں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من — 〃

ہر پھیر کے دائرہ ہی میں رکھتا ہوں میں قدم
آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں — 〃

صاف قلقل سے صدا آتی ہے آمین آمین
اپنے ساقی کو جو ہم رند دعا دیتے ہیں — 〃

مر گئے ہم نجات کے غم میں
ایسی جنت گئی جہنم میں — 〃

لگ جا گلے سے تاب اب اے نازنیں نہیں
ہے ہے خدا کے واسطے مت کر نہیں نہیں — 〃

دل کی کدورتیں اگر انساں سے دور ہوں
سارے نفاق گبر و مسلماں سے دور ہوں — 〃

آس کہتے ہیں جسے آس نہیں یاس نہیں
یاس پر کسی حالت میں مجھے یاس نہیں — 〃

تاب بالا رہے اس بات پہ ہم مرتے ہیں
موت بھی سامنے آجائے تو کب ڈرتے ہیں — 〃

ہر جگہ ہر شہر میں یہ شور ہے چاروں طرف
ضعف سے طاقت نہیں آزار ہے صحت نہیں — 〃

دل و جگر خون ہو چکے ہیں حواس و ہوش اپنے جا چکے ہیں
وہی محبت کا حوصلہ ہے ہزار صدمے اٹھا چکے ہیں — 〃

کئے وعدے وفا کس دن یہ دھوکے ہیں یہ گھاتیں ہیں
جو تم کہتے ہو وہ کرتے نہیں باتیں ہی باتیں ہیں — 〃

نگاہ یار کیا بدلی جہاں بدلا ہوا بدلی	وہ دشمن جان کے ہیں جو تھے آگے جان نثار ہیں	لاعلم
شاید کہ راہ نکلے کوئی دید یار کی	چل کر در رقیب پہ بستر جماؤں میں	״
کشور عشق میں جو لوگ قدم رکھتے ہیں	نالہ و آہ کا وہ طبل و علم رکھتے ہیں	״
اک نہ اک چال غضب آپ چلے جاتے ہیں	جب جگر چاک کیا دل کو سلے جاتے ہیں	״
عصیاں سے ہوئی ہے زندگی موت	رحمت کے سہارے جی رہا ہوں	״
سر پہ احسان لے امیروں کا	ہم فقیروں کا یہ دماغ نہیں	״
وصل کی شب وہ یہی کہکے سرک جاتے ہیں	اب نہ قابو میں ترے آئینگے تھک جاتے ہیں	״
مصور گر کہیں چاہے تری تصویر کو کھینچے	لگا دے چاند سارا ایک چہرہ کے بنانے میں	״
ناز سے خامۂ قدرت نے کہا واہ رے میں	اور تصویر یہ بول اٹھی کہ اللہ رے میں	״
اس دل غمگیں کی اے دلبر تمنا ہے یہی	مے ہوا اور گلزار ہو اور ہم ہوں اور غنچہ دہن	״
وصل سے یاس ہو ایسا دل مجبور نہیں	بت اگر دور ہیں مجھ سے تو خدا دور نہیں	״
نام ناصح کا لیا تھا میں نے	لے لو حضرت وہ چلے آتے ہیں	״
زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھکر	یا وہ جگہ بتا دے کہ جس جا خدا نہیں	״
مذہب کے جو شیدا ہیں شرارت میں سوا ہیں	پھر اس پہ یہ دعویٰ کہ محکوم خدا ہیں	״
افسردہ خاطروں کی خزاں کیا بہار کیا	کنج قفس میں مر گئے یا آشیانے میں	״
مشقت نیرزد جہاں داشتن	گرفتن بشمشیر و بگذاشتن	״
شکل ہستی و عدم آئینہ دکھلاتا ہے	کہ ادھر سب نظر آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں	״
پتلی والوں کی سی چادر ہے حجاب ہستی	کہ ادھر دیکھو تو سب کچھ ہے ادھر کچھ بھی نہیں	״
جس طرف جاتا ہوں تقدیر یہی کہتی ہے	آرزو کیوں لئے آتا ہے ادھر کچھ بھی نہیں	״
مثل آئینہ ہے احباب کی دنیا داری	ادھر دیکھو تو سب کچھ ہے ادھر کچھ بھی نہیں	״
نہیں عالم ہستی میں۔ مگر سب ہے	حسرت آباد میں سب کچھ ہے مگر کچھ جی نہیں	״
اس دنیا کے فانی میں نہیں مصروف	دل دیا جائے جسے ایسا یہاں کوئی نہیں	״

تو دیکھ الٹ کر من میں	کیوں پھرے بھٹکتا بن میں	لا اعلم
ناداں ہو جو کہتے ہو کیوں جیتے ہو غالب	قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن	غالب
جیسے جویاں ہنر ڈھونڈھتے ہیں عیب اسیر	جو ہنرمند ہیں وہ داد ہنر دیتے ہیں	اسیر
مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے	ہم بار بار آپ کو سمجھائے جاتے ہیں	لا اعلم
پیدا اگر نہ ہو تو سخن خود ہے رائگاں	بے لطف ہے سخن۔ جو نہ ہو کوئی قدرداں	״
مطلوب کب ہے۔ جس کا طلبگار ہی نہیں	بیکار ہے مسیح جو بیمار ہی نہیں	״
بے عشق گرم حسن کا بازار ہی نہیں	یوسف کی قدر کیا۔ جو خریدار ہی نہیں	״
جان جملہ جہان این است و این	کہ یادانی من کیم دریوم دین	״
تھا دھوکے کا بھیا۔ مٹی نہ من کی آس	مچھلی نت جل میں رہے دھوئے جات نہ باس	״

کیا تخصیص ہے آپس میں یہ کیوں ان بن ہے یاروں میں

خدا کے گھر میں دو تو مسجدیں ہیں یا شوالے ہیں — ״

(و)

مغز تحقیق ز ارباب عمائم مطلب	آنچہ در سر نتوان یافت ز دستار مجو	صائب
خدمت کو خلائق کی عبادت سمجھو	افضل احسن یہ کہ عبادت سمجھو	لا اعلم
کب بیکار کشش سے ہے قید سے زندان وطن	ٹوٹے گل پھاندتی ہی باغ کی دیواروں کو	״
زمانے نے کچھ ایسا کچھ کو ستایا ہے مجھ کو	سمجھ سکا نہ کچھ نہ بنایا ہے مجھ کو	ظہیر
کس کام کی ہے سمجھ کیا کون ہو	ڈیڑھ ہو یا نصف ہو یا پون ہو	لا اعلم

گر بڑے سے آگ میں پروانہ سا کرم ضعیف

آدمی سے کیا نہ ہو۔ لیکن جو ہمت ہو تو ہو — ״

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں

رکھ دے گا ورنہ عقل کے بخئے ادھیڑ تو — ״

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
ہمت بلند دار کہ نزد خدا و خلق	باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو	لااعلم
درکار اگر ہے زاد راہ عقبیٰ	سب چھوڑ کے دنیا سے اٹھا لے دل کو	انیس
عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما	شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو	لااعلم
پھینکے ہی منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ	بیٹھکر اکدم کہیں ہو وین جو ہمکلام دو	مرزا
بے جرم نہ تیغ ہی رکھا تہا گلے کو	پر کچھ بات بری منہ سے نہ نکلی تھی بہانے کو	تقی
تا نخواہند بخوان کس مرو	ور بمیری مردار چون کرکس مرو	لااعلم
گندم از گندم بروید جو ز جو	از مکافات عمل غافل مشو	״
جراحات لسان را نیست دارو	جراحات سنان راہست دارو	״
آنچہ ترا گفت کلوا و شربوا	لیک نفرمود کلو تا گلو	״
نہیں تیغ جفائے چرخ سے امید ہنسنے کی	جو ہنسے بھی تو ہاں شاید وہاں زخم خنداں ہو	استاد
ہونا تھا سو ہوگیا بن ہونی نہ ہو	گیانی بھگتے ہنس کر مورکھ بھگتے رو	لااعلم
اللہ رے بیخودی کہ یہی چاہتا ہے دل	جز ذکر دوست اور کوئی داستاں نہ ہو	״
بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو	زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو	״
جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو	یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو	نظیر
گر بگویم زان بلندی پائے تو	ور نہ گویم ہیچ ازان لے وائے تو	لااعلم
تمیز ہو تو کرے فرق دوست دشمن میں	خدا نے ہم کو نہیں دیا دیکھ بھالنے کو	رند
حیف بر این دانش و آئین او	کور شدہ دیدۂ حق بین او	لااعلم
گردش دہر ان آثار سلف میں سے کسے	رکھتی اور ہے کسے دبتی ہے مٹا دیکھیں تو	״
سنگدل وشمی ملی وعدہ وفائی اوس سے حال ہو	الٰہی میں ہوں روز عید ہو اور تیغ قاتل ہو	״
عشق کے حال سے یا رب کوئی آگاہ نہ ہو	پاؤں اس راہ میں رکھکر کوئی گمراہ نہ ہو	امانت
عشق کے نام سے یا رب کوئی بدنام نہ ہو	خاص میں شورش وحشت کی خبر عام نہ ہو	״
دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو	جز میں آتا ہے نظر کل کا تماشا ہم کو	ذوق

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
آہ کروں تو جگ ہنسے اور چپکے لاگے گھاؤ	ایسے کٹھن برہا رکا کس بدھ کروں اپاؤ	لاعلم
وہ جو تم میں ہم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو	وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو	مومن
چاک احمق و جہل نہ پذیرد رفو	تخم حکمت کم دہش اے نیک خو	صائب
جواں گرچہ شاہ دلیراں بود	کہ در راہ محتاج پیراں بود	نظامی
نماند خواجۂ ممسک بزنبور عسل ماند	کہ نیشے ماند از صد خانہ پر انگبیں با او	لاعلم
زہد خشک البتہ زاہد را بہ جنت می کشد	میشود بیشک سبک چوں خشک می گردد کدو	شاعر
کس کی ملت کنوں آج تجھ کو بتلا اے شیخ	تو مجھے گبر کہے گبر مسلماں مجھکو	سودا
موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو	غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو	ذوق
آن پہنچی سر گرداب فنا کشتیٔ عمر	ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہم کو	"
یکدم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب	فکر امروز نہ ہے نے غم فردا ہم کو	"
یہ تنگنائے دہر نہیں منزل فراق	غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو	"
زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفس امارہ	یہ بالوں کی سفیدی تیسرا ہے اس مار رہزن کو	"
گئے تدبیر کر کر لاکھ انساں یہ نہ ہو وہ ہو	بجز تقدیر لیکن کب ہے امکاں یہ نہ ہو وہ ہو	ظفر
عجب کیا فیض صاحب دل سے پہنچے تیرہ بختوں کو	بدل دیتا ہے آہن اے ظفر تاثیر آہن کو	"
ظفر ساری خدائی ہووے اون کی تابع فرماں	بجا لائیں جو صدق دل سے فرمان الٰہی کو	"
کوچۂ تنگ ہے دنیا نہیں آرام کی جا	یاں کوئی پاؤں نہ پھیلائے تو کیا اچھا ہو	"
دانہ سے یہ زمانہ مخالف ہے دوستو	دانائی اب یہی ہے کہ کودن بنے رہو	"
نتیجہ جب کہ ہوا اعمال بد کا حال بد اپنا	تو پھر ناحق کسی کی کچھ شکایت ہو تو کیونکر ہو	"
وہ ہمت ہی سے ہو سکتا ہے جو ہی کام ہمت کا	ظفر بے ہمتوں سے صرف ہمت ہو تو کیونکر ہو	"
قید سے تیری کہاں جائینگے بے بال و پر	کیوں قفس تنگ کرتا ہے ہمیں صیاد تو	"
یہی ہے حضرت دل عشق کے بازار میں سودا	اگر لیتے ہو اپنے واسطے تم مول غم لے لو	"
ہے ہنر شرط آدمی کو آدمیت کے لئے	بے ہنر حیوان ہے صاحب ہنر کے روبرو	"
کہیو اے باد صبا بچھڑے ہوئے یاروں کو	راہ ملتی ہی نہیں دشت کے آواروں کو	میر سوز

عشق میں تیرے کوہ غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو — عیش و نشاط زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو — نیاز

کسے منظور تھا یوں تلخ کیجیے زندگانی کو — ولے کیا کیجیے حسرت بلائے ناگہانی کو — ،،

نہ اوس کا وصل ہے ممکن نہ تاب ہی دل کو — عجب طرح کا الٰہی عذاب ہے دل کو — ،،

بنایا کاکل مشکیں نے سودائی ہزاروں کو — پری ہو کر یہ ناگن ڈس گئی شامت کے ماروں کو — لاعلم

گرم بازار مضامین چمن دہر میں ہے — مژدہ دے باد صبا جا کے خریداروں کو — ،،

گل سے بلبل کی خوش بیانی پوچھو — ذی فہم سے لطف نکتہ دانی پوچھو — انیس

توقیر کلام حق سمجھتا ہے کلیم — موسیٰ سے رموز لن ترانی پوچھو — ،،

شمع ساں جلنے کو صانع نے بنایا مجھ کو — جس کے میں ہاتھ پڑا اس نے جلایا مجھ کو — قائم

تمہیں ہم تو دیکھینگے تم گو نہ دیکھو — ہمیں دیکھنا آپ دیکھو نہ دیکھو — نظیر

سب سے ملاؤ ابرو ہم سے نفاق رکھو — اس دوستی کو اپنی بالائے طاق رکھو — لاعلم

نہ تو فریاد کسی کی نہ فغاں سنتے ہو — اپنے مطلب ہی کی سنتے ہو جہاں سنتے ہو — مجروح

جوہر پاک سے پاکیزہ گہر پیدا ہو — صلب یعقوب سے یوسف سا پسر پیدا ہو — آتش

صاف ہو ہر چند بد باطن عزیز دل نہ ہو — کج نما آئینہ ہرگز دید کے قابل نہ ہو — لاعلم

عاشق سے بھی ہوتا ہے کہیں صبر و تحمل — وہ کام تو کہتا ہے جو آتا نہیں مجھ کو — مصحفی

نہیں شکوہ مجھے کچھ بیوفائی کا تری ہرگز — گلہ تب ہو اگر تو نے کسی سے بھی نباہی ہو — لاعلم

موذی کو بعد مرگ بھی آرام ہے محال — کس طرح زیر تیغ نہ گینڈے کی ڈھال ہو — ناسخ

جو شب بیدار رہیں وہ غافلوں پر رہتے ہیں غالب — بہت سی فوج پر جاتی ہے ٹھوکر ہی میں شبخوں کی — لاعلم

مثلے ہست کہ استر ستر اللہ علیک — پردۂ کس نہ دری کس ندرد پردۂ تو — ،،

واہ واہ شاباش ہے بس حضرت انسان کو — کار بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان کو — ،،

بے طلب زنہار بر خوان کساں مہماں مشو — گوہر بے قیمتی سنگ بہ دنداں مشو — ،،

با خلق آشنا نشو و مبتلائے تو — بیگانہ باشد از ہمہ کس آشنائے تو — ،،

سازم قدم ز دیدہ و آیم بسوئے تو — تا ہر قدم بہ دیدہ کشم خاک کوئے تو — ،،

نہ گل شناسم و سنبل نہ باغ و بوستان بے تو — کہ دیدہ در نکشاید باین و آن بے تو — ،،

سلطان وہ ہے کہ جسکی رعیت سپاہ ہے	سلطاں نہیں جو سمجھے رعایا سپاہ کو	اسیر
لڑاتے ہیں جو انسانوں کو باہم سخت مفسد ہیں	لڑائیں ہم نہ بہر اخذ آتش سنگ و آہن کو	״
سنگریزہ تھا بہتر گر لعل میں ہوتا نہ رنگ	کوئلہ سے تھا بہتر گر مشک میں ہوتی نہ بو	اسمٰعیل
گاہک نہ ہو کوئی تو ہے عرض ہنر ہیچ	اے وائے گل تازہ جو صحرا میں کھلا ہو	״
خطرہ سود و زیاں نفع و ضرر جانے دو	عمر بےفکری میں گذرے تو گذر جانے دو	تراب
کافر حسیں بلا سے خفا ہیں ہوا کرے	ہم سے خفا ریاض ہمارا خدا نہ ہو	ریاض
رکھے ہے سرنگوں اس باغ میں کثرت تعلق کی	ثمر کا بیشتر ہونا جھکا دیتا ہے ڈالی کو	سوز
ترے فراق میں جینا مجھے ہوا دشوار	کہ ایک ایک دن ایک ایک برس ہے اب تو	شہید
بے وسیلہ بزم عالم میں نہیں ہوتا فروغ	دوسرے شعلہ سے ظاہر شمع کی تنویر ہو	صابر
کہنے کی بات اور ہے بروقت امتحان	ہوا پنا اپنا اور ہو ہو غیر غیر ہو	عاشق
دلداری جہاں کو سعادت سمجھو	اس پیشہ کو تم باعث عزت سمجھو	عزیز
ماندگی ہے کہاں منزل تک پہنچنے کی امید	کس طرح پہونچے جو کوسوں کا رواں دور ہو	مصحفی
بھوکے غریب دل کی خدا سے لگن نہ ہو	سچ ہے کہا کسی نے کہ بھوکے بھجن نہ ہو	نظیر
سخت دل کو سخت دل سے فائدہ ممکن نہیں	سبز آب تیغ سے کب دانہ انجیر ہو	ہوش
پندار لے درخزاں کشتہ ہو	کہ گندم ستانی بوقت درو	لا اعلم
بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو	ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو	״
دو الزام تم کچھ نصیحت گروں کو	ٹٹولو ذرا پہلے اپنے گھروں کو	״
قتل کر کے تو آشنا مجھے [illegible] خیر ہو	دو دن میں یہ مزاج ہے آگے کو خیر ہو	داغ
زن [illegible] سرائے [illegible] نکو	ہمدریں عالم ست دوزخ او	سعدی
گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو	از شما یک تن نشد اسرار جو	״
وہ چھپ چھپ کے دل کو دکھاتے ہیں میرے	پھر اس پہ حکم یہ ہوتا ہے بیقرار نہ ہو	لا اعلم
ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو	کیسے تیرانداز ہو سیدھا تو کرلو تیر کو	״
جو جیا ہے سو مانگ آتش درگاہ الٰہی سے	محروم کبھی پھرتے دیکھا نہیں سائل کو	آتش

خیال خاطر احباب چاہئے ہردم	انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو	انیس
تب لطف زندگی ہے جب ابر ہو چمن ہو	پیش نظر ہو ساقی پہلو میں گلبدن ہو	لا اعلم
اُس کی فرقت میں کیوں جلائے دل	اپنے غم کا جسے خیال نہ ہو	رر
نظر آتا ہے گل آزردہ دشمن باغباں مجھ کو	بنانا تھا نہ ایسے بوستاں میں آشیاں مجھ کو	رر
سینکڑوں کوس سے رزق اڑ کے چلا آتا ہے	پر لگا دیتا ہے رزاق مرا دانے کو	رر
پری زاد و پری رو پری خو	غلط گفتم پری شرمندہ او	رر
حسن نمکیں کو لے کے چاٹیں	جب زیست ہی اپنی بے مزہ ہو	رر
آپ اپنے انہیں کو پیار کریں	جن سے الفت ہو آج کل تم کو	رر
ماں باپ سے جدا کوئی گل پیرہن نہ ہو	پھولا پھلا اجاڑ کسی کا چمن نہ ہو	رر
سر پہ آنکھوں پہ کلیجے پہ بٹھاؤں تجھ کو	آ مری جان گلے سے میں لگاؤں تجھ کو	رر
نازاں منم کہ ہمچو توئی قدر دان من	نازاں توئی کہ ہمچو منی مدح خوان تو	رر
تمنا ہے بٹھا کر سامنے دیکھا کروں ہردم	تری اس بھولی صورت کو تری اس پیاری چتون کو	رر
نہ ترک عشق ہے ممکن نہ تاب ہے دل کو	یہ کس طرح کا الٰہی عذاب ہے دل کو	رر
قیس صحرا میں اکیلا ہے مجھے جانے دو	خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو	رر
شکر بجا آر کہ مہمان تو	روزی خود می خورد از خوان تو	رر
جواں مرداں نہ پیچید از سخن رو	ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گو	رر
کیا بادہ گلگوں سے مسرور کیا دل کو	آباد رکھے داتا ساقی تری محفل کو	رر
عشق نے منصب عشاق جو تقسیم کئے	باغ بلبل کو دیا کوچۂ جاناں مجھ کو	رر
صبح پیری می دمد آخر دمے ہشیار شو	خواب نیکو نیست در وقت سحر بیدار شو	رر
ناصحا پند مجھ سے وحشی کو	اس کو سمجھا جو کچھ سمجھتا ہو	رر
جو نعمت عشق کی چاہے تو راحت جان ایذا کو	عصا پیچھے دیا پہلے جلایا دست موسیٰ کو	رر

یاران ہم نشین ہمہ از من جدا شدند
مائیم و آستانہ دولت پناہ تو — رر

سن اے مومن یہ ایمان ہی ہمارا	نہ کہنا کفر پھر عشق بتاں کو	لاعلم
شاخ گل دیوانہ شد از قامت دلجوئے او	باغباں تعویذ بست از غنچہ بر بازوئے او	،،
لازم ہے سوز عشق کا شعلہ عیاں نہ ہو	جل بجھیئے اس طرح سے کہ مطلق دھواں نہ ہو	،،
بھلا دیکھیے بنے جو مریض زار بھی ہو	غم فراق بھی ہو درد انتظار بھی ہو	،،
دل یہ کہتا ہے کہ اس بزم سے چل جلدی	کہ چرا لے نہ وہ دزدیدہ تبسم مجھ کو	،،
منگر اندر نقش و اندر رنگ او	بنگر اندر عزم و اندر آہنگ او	،،
لازم ہے ضبط اے دل اندوہگیں تجھے	درد جگر ہو لاکھ مگر نعرہ زن نہ ہو	،،
قید مذہب واقعی اک روگ ہے	آدمی کو چاہیے آزاد ہو	،،
سوائے اندوہ و یاس و حرماں جو نہ حاصل جہاں سے ہمکو	اٹھائیں دنیا سے بار ہستی سفر ہی لازم یہاں سے ہمکو	ہوس
جبتک کہ دم میں دم ہے نہ چھوڑوں گا یہ قدم	آئندہ جو مشیت پروردگار ہو	لااعلم
شاہد لربائے من می کند از برائے من	نقش و نگار و رنگ بو تازہ بتازہ نو بہ نو	،،
خدا کے واسطے دشمن نہ میری جان کے ہو	رحیم میرے بنو میرے خانداں کے بنو	،،
اے فلک یہ کیا ابھی کچھ تھا ابھی کچھ ہو گیا	غم ہو یا شادی ہو لیکن جاوداں کوئی ہو	،،
آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ	پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو	،،
مال سے جان سوا جان سے ایمان سوا	مال سے جان سوا ایمان سے سوا تم مجھ کو	،،
بسکہ جانم یگانہ شد با او	در گمانم کہ این منم یا او	،،
اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو	قسمت کا جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو	سودا
دل آدمی کا چاہیے آئینہ وار ہو	اس دل پہ خاک ڈالیے جس میں غبار ہو	لااعلم
نہ بات ایسی للہ منہ سے نکالو	ذرا اپنی تیغ زباں کو سنبھالو	،،
وہ گل ہو فصل رنگ ہو مے لالہ رنگ ہو	قسمت کہاں یہ اپنی جو ایسی ترنگ ہو	،،
شب وصل ہو چاندنی کا سماں ہو	بغل میں صنم ہو خدا مہرباں ہو	،،

تھے جہاں پر ڈھیر پھولوں کے وہاں اڑتی ہے خاک
کیا خزاں نے ہائے لوٹی ہے بہار لکھنؤ — ،،

اللہ رے بیخودی کہ یہی چاہتا ہے دل	جز ذکر دوست اور کوئی داستاں نہ ہو	لااعلم
ہرگز نہ راز دل سے خبر کر زبان کو	ایسا نہ ہو زبان خبر کر دے کان کو	〃
میں سمجھ بھی جاؤں شاید دل مرا سمجھے گا کب	ناصح مشفق جو سمجھاتے ہیں سمجھا نے بھی دو	〃
قسّام نے لکھ کر مری قسمت میں غریبی	فرمایا مزاج اس کا امیرانہ بنا دو	〃
ہمیشہ کنج تنہائی میں ہم مونس سمجھتے ہیں	الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرماں کو	ظفر
شب ہجر تو چوں بیمار می غلطم ز بیتابی	ازیں پہلو بہ آں پہلو وزاں پہلو بایں پہلو	لااعلم
رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو	تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو	〃
آب رواں ہو سبزہ ہو پہلو میں یار ہو	مدت سے یہ ہوس ہے کہ ایسی بہار ہو	〃
کس کی ملت میں گنوں آپ کو بتلا اے شیخ	تو کہے گبر مجھے گر مسلماں مجھ کو	〃
زن بد در سرائے مرد نکو	ہم دریں عالم است دوزخ او	سعدی
دشمن بھی اپنے دوست سے یارب جدا نہ ہو	ناآشنا کو بھی الم آشنا نہ ہو	لااعلم
کب سبکدوش رہے قیدی زندان وطن	بوئے گل پھاندتی ہے باغ کی دیواروں کو	〃
سُنا کر حال دل اپنا رجوع اس کو کیا ہم نے	جو جادو ہو تو ایسا ہو جو منتر ہو تو ایسا ہو	〃
وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھیرا	تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو	غالب
اے دل صبور باش بر آفات روزگار	نیکو شود بصبر سرانجام کار تو	〃
خون دل پینے کو اور لخت جگر کھانے کو	یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو	〃
انگڑائی لینے میں جو دوپٹہ سرک گیا	گھبرا کے دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو	〃
جھگڑے سنتے ہو روز اوروں کے	آج میرا بھی کچھ بیان سنو	〃
ہر عداوت کا دفع ممکن ہے	پر نہ زائل ہو جو حسد سے ہو	〃
اس کا ہے کون جس کی مدد پر خدا نہ ہو	ڈوبی وہ ناؤ جس کا خدا ناخدا نہ ہو	〃
اطاعت میں اس شاہ کی تم رہو	کہ آرام جس کی حکومت میں ہو	〃
تواضع چاہتے ہو زاہدو کیا بادہ خواروں سے	کہیں جھکتے بھی دیکھا ہے بھلا شیشہ کی گردن کو	〃
اے چشم دیکھ تو بھی حیا سے جدا نہ ہو	وہ آنکھ ہی نہیں ہے کہ جس میں حیا نہ ہو	〃

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
آنکس کہ بدار دآں دوبا تو	در سبیل بلاست تا بزانو	لاعلم
الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو	ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو	״
محبت سے بنا لیتے ہیں پنا دوست دشمن کو	جھکاتی ہے ہماری عاجزی سرکش کی گردن کو	״
چمن میں مے کا مزہ ہے جو پاس یار بھی ہو	ہوائے سرو بھی ہوا بر نوبہار بھی ہو	״
تم جانو تم کو غیر سے جو رسم وراہ ہو	ہم کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو	״
میں ہوں مجرم تیرے آگے تو ہی مجرم پیش حق	عفو کر تو میرے حق میں حق کرے تجھ کو عفو	״
اوس کی فرقت میں کیوں جلائے دل	اپنے غم کا جسے خیال نہ ہو	״
من ندیدم درجہان جستجو	ہیچ اہلیت بہ از خلق نکو	״
اس کا نہیں شکوہ ہے کہ وہ ہم سے جدا ہو	عاشق ہے وہی ہجر میں بھی جس کو مزا ہو	״
آتا نہیں قرار دل بے قرار کو	یارب دکھا دے جلد مرے گلعذار کو	״
نکالیگا خالق مری آرزو	کہ آیا ہے قرآں میں لا تقنطوا	״
بزم میں پاتے نہیں ہم ساقی گلفام کو	جانتے ہیں ہم ہتیلی کا پھپولا جام کو	״
زمیں پہ سوتے ہیں چھوڑا ہے شہ نشینوں کو	اجل مکاں سے کہاں لائی ہے مکینوں کو	״
من بد کنم و تو بد مکافات دہی	پس فرق میان من و تو چیست بگو	عمر خیام
داستاں میری سنو۔ قصۂ مجنوں نہ سنو	وہ بھی کیا قصہ کہ جس کی کوئی بنیاد نہو	״
فقر را از چشم و از سیمائے او	می شناسد ہر کہ دارد رنگ ہو	״
عاشق مزاج رند کو زاہد نہ چھیڑ تو	تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو	״
گھر گھر تجلیاں ہیں طلبگار بھی تو ہو	موسیٰ سا کوئی طالب دیدار بھی تو ہو	״
بے آبرو گہر ہے۔ اگر مشتری نہ ہو	الماس سنگ ہے جو کوئی جوہری نہ ہو	״

یہ وہ عشق خانہ خراب ہے کہ زمیں پہ اہل غرور کو
کوئی دن میں خاک نشیں کرے اگر آسماں پہ دماغ ہو — ״

مجھے یہ تجربہ حاصل ہوا ہے آخر کو
ہو قدر مرد ہنر سے، ہنر کی زر سے ہو — ״

ه

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
حرامش بود نعمت بادشاه	که هنگام فرصت ندارد نگاه	لاأعلم
چو بد کرد است بد را بد سزا ده	به نیکاں ثمرۂ نیکی جزا ده	״
شود ظالم ز ظلم خود خراب آہستہ آہستہ	رود چوں دشنۂ قصاب آب آہستہ آہستہ	״
باید نواخت پشتِ خراں را بچوب و سنگ	بیروں نہند چوں قدم از کج روی راہ	״
شگوفہ گاہ شگفتہ است گاہ خوشیدہ	درخت گاہ برہنہ است گاہ پوشیدہ	״
وقت بد میں نہیں یاروں کی مروت باقی	آنکھ دنیا کی بدل جاتی ہے تقدیر کے ساتھ	״
آں چیز کہ شبہا بدعا خواستمے	صد شکر کہ امروز میسر گشتہ	״
جہاں میں جن کو حکومت ہے اُن کو نیند کہاں	کہ لگنے دیتی نہیں فکر بندوبست کی آنکھ	״
زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہیں روزہ	کہ اس میں آئی تو روزی ہی اور نہیں روزہ	״
زباں در ذکر و در دل فکر خانہ	چہ حاصل زیں نماز پنجگانہ	״
کیا اعتبار دہر کا عبرت کی جا ہے یہ	عشرت کدہ کبھی کبھی ماتم سرا ہے یہ	״
وہ بات کیجئے کہ رہے یادگار کچھ	دو دن کی زندگی کا نہیں اعتبار کچھ	״
فائدہ تازہ بروں آمدہ	چاشنئی گیر کہ چوں آمدہ	״
گر صد ہزار لعل و گہر میدہی چہ سود	دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ	״
دنیا ہمہ را دہندہ گیر آخر چہ	ویں نامۂ عمر خواندہ گیر آخر چہ	״
گیرم کہ بکام دل ماندی صد سال	صد سال دگر بماندہ گیر آخر چہ	״
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ	سعدی
بخت و دولت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ	لاأعلم
دو بامداد گر آید کسے بخدمت شاہ	سوم ہر آئینہ در وے کند بلطف نگاہ	״
آنکہ خوابش بہتر از بیداریش	آنچناں بد زندگانی مردہ بہ	״
زن از پہلوئے چپ شد آفریدہ	کس از چپ راستی ہرگز ندیدہ	״

ای خاک درت قبلهٔ آمال همه	وی کعبه کوی تست اقبال همه	لاعلم
با آب زمزم و کوثر سفید نتوان ساخت	گلیم بخت کسی را که بافتند سیاه	حافظ
نشاید آشنا گشتن بمطلب رنج نادیده	نگردد چون قلم صاحب سخن هر ناتراشیده	لاعلم
بمطلب می رسد جویای کام آهسته آهسته	ز دریا می کشد صیاد دام آهسته آهسته	صائب
مکن نقصان عمر خود بغم پیچیده پیچیده	چرا کوتاه کنی این رشته را تابیده تابیده	رر
بگرد مشرب آئینه می توان گردید	که با سفید سفید ست و با سیاه سیاه	لاعلم
می توان کردن به نرمی جای در دلهای سخت	رشته از همواری خود غوطه در گوهر زده	شیدا

نشد در دامن سنگین دلاں پاداش ظلم آخر
بکاهد آسیا خود دانه را سائیده سائیده — لاعلم

بهر مظلوماں همی کاوند چاه	خود همی افتند و می گویند آه	معنوی
دور باش از دوستی مال و جاه	زانکه مالت مار و جاهت هست چاه	لاعلم
دست کوتاه باید از دنیا	آستین خواه دراز خواه کوتاه	رر
مکن بد بفرزند مردم نگاه	که فرزند خویشت بر آید تباه	سعدی
اندر سے گھر ہی بت و بت خانہ چھوڑ کر	مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ	مومن
گر از طعام تن عوام می شود فربه	تن کریم ز اطعام می شود فربه	صائب
دولت بی ریزش فقیراں را وبال گردنست	ابر بے باراں کند دلہائے روشن را سیاه	رر
ره این است سعدی که مردان راه	به عزت نکردند در خود نگاه	سعدی
سیلی نخوری تا ز کف اهل زمانه	چوں مهرهٔ شطرنج مرو خانه بخانه	کلیم
آئی تھی جس بات کو بھول گئی وہ بات	کیا منہ دکھلاؤں پیو کو دونوں خالی ہاتھ	لاعلم
سو رہے [illegible] جانکے کہیں کا ڈھونڈے ساتھ	ساتھی تیرے تین ہیں ہیاں کتا را ہاتھ	رر
در قیامت سپر آتش دوزخ گردد	از درم مهر اگر بر لب سائل زده	رر
توشهٔ مرداں بغیر از همت مردانه نیست	شیر غربت دیده را چنگال باشد زاد راه	ناصر علی
غم قوت ہے بندے آزادہ رہ	خدا ہے تو کیا غم ہے دلشاد رہ	میر تقی

لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھ	چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ	میرتقی
خالی نہیں ہے خواہش دل سے کوئی بشر	جاتے ہیں سب جہان سے اک آرزو کے ساتھ	"
ہر طرح زمانہ کے ہاتھوں ہوں ستم دیدہ	گر دل ہوں تو آزردہ خاطر ہوں تو رنجیدہ	درد
صورت آباد جہاں کے حسن کے شیدا نہ ہو	صندل اس بتخانہ میں ملتا ہے درد سر کے ساتھ	آتش
مشو قصہ پرواز ہر بہ گیشتی	کہ گردی بہ بیہودہ گوئی فسانہ	یمین
بلبل بباغ و چغد بویرانہ ساختہ	ہر کس بقدر ہمت خود خانہ ساختہ	ہلالی
خاک وجود ما را لے تن بیاد دردہ	باشد کہ اندریں رہ بینی یکے سوارہ	یمین
شاہد معنی عیاں و ما بصورت ملتفت	اے درون جہل ما چوں روئے نادانی سیاہ	عرفی
نشاید صاحب نام نکو شد رنج نادیدہ	نگیں ہرگز نہ گردد بدست سنگ نا تراشیدہ	مخلص
ظالمے را خفتہ دیدم نیمروز	گفتمش فتنہ ست خوابش بردہ بہ	سعدی
ز ابتدائے دور عالم تا بعہد پادشاہ	از بزرگاں عفو بودست از فرودستاں گناہ	"
بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگوں سے پیمانہ	رہے لاکھوں برس ساقی ترا آباد میخانہ	"
عید ست و موسم گل ساقی بیار بادہ	ہنگام مے کہ دیدست بے می قدح نہادہ	"
دلبستگی سی ہے کسی زلف دوتا کے ساتھ	پالا پڑا ہے ہم کو خدا کس بلا کے ساتھ	"
میخانہ او بہر خرابہ	دیوانہ او بہر خرابہ	
اے متاع درد در بازار جاں انداختہ	گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ	عرفی
در دل ہوس گناہ و بر لب توبہ	زیں توبۂ ناصواب یارب توبہ	"
من بندہ چہ دانم کہ چہ می باید خواست	دانندہ توئی ہر آنچہ دانی آں دہ	"
تا قیامت نیشکر روید ازاں خاکے کہ تو	اے بت شیریں ادا آنجا تبسم کردہ	"
آں طلب امروز بہر گوشہ	کز پئے فردات بود توشہ	"
مرد ہمہ جا بسر کار بہ	شخص معطل خجل و خوار بہ	"
خرابات جہاں برباد ہو جائے تو ہو جائے	رہے ساقی سلامت۔ خم کی خیر۔ آباد میخانہ	"
ملتا نہیں اے یار کہیں تیرا ٹھکانہ	ہم ڈھونڈھتے پھرتے ہیں تجھے خانہ بخانہ	"

یہ عارض گلگوں ہے گلِ تر سے زیادہ	یہ قامتِ موزوں ہے صنوبر سے زیادہ	لاعلم
دلربایانہ وگر برسرِ ناز آمدہٗ	از دلِ ما چہ بجا ماندہ کہ باز آمدہٗ	،،
اے کہ از ناوکِ مژگاں دلِ من دوختہٗ	ایں قدر شوخیِ چشمانِ تو کہ آموختہٗ	،،
برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ	کہ عنقا را بلندست آشیانہ	،،
ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ	شنیدہ کے بود مانند دیدہ	،،
اولیا را ہست قدرت از الٰہ	تیرِ جستہ باز گرداند ز راہ	،،
بتا اک ذرا اپنی صورت تو دیکھو	یہ منہ اور دعویٰ خدائی کا توبہ	،،
پرتو حسنت نگنجد در زمین و آسماں	در حریمِ سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہٗ	،،
گوش و زباں در رہِ غیبت منہ	از بدِ کس گوش و زباں پاک بہ	،،
ہمہ کار شاہان حکمت پژوہ	ز رائے وزیراں پذیرد شکوہ	،،
گر خاطرِ شریعت رنجیدہ شد ز حافظ	باز آ کہ توبہ کردم از گفتہ و شنیدہ	حافظ
بوسہ بمن دادی و رنجیدہٗ	باز ستاں گر نہ پسندیدہٗ	لاعلم
کھنچا ہے خنجرِ قاتل تو اپنا سر بھی حاضر ہے	وہاں تیغ آزمائی ہے یہاں ہمت ہی مردانہ	،،
چاہے اگر خدا تو ہر اک عیب ہو ہنر	موسیٰ کو دیدیا یدِ بیضا جلا کے ہاتھ	،،
تجربہ کردم زہر اندیشہٗ	نیست نکوتر ز سخا پیشہٗ	،،
درونِ سینۂ من زخمِ بے نشان زدہٗ	بحیرتم کہ عجب تیرِ بے کمان زدہٗ	،،
ہندو میں دایا نہیں۔ رحم ترک میں نا نہہ	کہیں کبیر دونوں گئے۔ لکھہ چوراسی ماتہہ	کبیر
اسپِ تازی اگر ضعیف بود	ہمچناں از طویلۂ خر بہ	سعدی
شور بختاں بہ آرزو خواہند	مقبلاں را زوالِ نعمت و جاہ	،،
در آنکہ خوابش بہتر از بیداریست	آنچناں بد زندگانی مردہ بہ	،،
ہر کہ دست از جان بشوید	ہر چہ در دل دارد بگوید	،،
دو بامداد گر آید کسے بہ خدمتِ شاہ		
سوم ہر آئینہ در روے کند بلطف نگاہ		،،

ہرگز آں را بہ دوستی مپسند — کہ رود جائے ناپسندیدہ — سعدی

تشنہ را دل نخواہد آبِ زلال — نیشم خوردہ دہاں گندیدہ — ״

بے زر نتواند کہ کند بر کس زور — ور زر داری بزور محتاج نہ — ״

تجربہ کردم زہر اندیشۂ — نیست نکو تر ز سخا پیشۂ — لااعلم

نیاید بدیں در کسے عذر خواہ — کہ سیلِ ندامت نشستش گناہ

نگو پائے عزت بر افلاک نہ — بگو پائے اخلاص بر خاک نہ

ممکن نہیں ہے ذوقؔ علائق سے چھوٹنا — جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ — ذوقؔ

کس نیاید بخانۂ درویش — کہ خراج زمین و باغ بدہ — لااعلم

صہبائے مسرت سے لبریز ہو پیمانہ — آباد رہے ساقی ہر دم ترا میخانہ — ״

گزر یارب گلستاں میں ہوا ہے کس شرابی کا — کہ شاخیں جھومتی ہیں نالۂ بلبل ہے مستانہ — ״

بد اندیش مردم سر افگندہ بہ — درخت بد از بیخ بر کندہ بہ — ״

ایں موئے نیست بر سرِ من بلکہ خارِ عشق — در پائے من خلیدہ و از سر بر آمدہ — ״

چوں بہ قوت حریف خصم نۂ — حیلہ و مکر را ز دست مدہ — ״

ایک رخ کو آپ کے کس کس سے ہم تشبیہ دیں — شمع، گل، خورشید انور، ماہ اختر، آئینہ — ״

اے دل بکوئے دوست گزارے نکردۂ — فرصت ز دست دادۂ کارے نکردۂ — ״

اے جان من جانان من از من چرا رنجیدۂ — ״

دائم گنہ بخشیدۂ از من چرا رنجیدۂ — ״

کوئی مر جائے تم کو کیا پرواہ — واہ تم کو نہیں خدا ہے گواہ — ״

نگر دید محروم زیں بارگاہ — چہ بخت سپید و چہ روئے سیاہ — ״

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ — صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ — ״

در کفِ شیر نر خونخوارۂ — جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ — ״

ایں سعادت بزور بازو نیست — ״

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ — سعدی

کال کرے سو آج کر۔ آج ہے تیرے ساتھ	کال کال تو کیا کرے۔ کال ہی کال کے ہاتھ	لاعلم
ایک گھڑی۔ آدھی گھڑی اور آدھی میں آدھ	کبیر سنگت سادھ کی کٹیں کوٹی اپرادھ	کبیر
نہ در جام ہوا باقی نہ اندر دل ہوس مانده	بیا ساقی کہ این ویرانہ از بسیار کس مانده	لاعلم
کیا اعتبار دہر کا عبرت کی جا ہے یہ	عشرت سرا کبھی۔ کبھی ماتم سرا ہے یہ	مومن



آنے جانے والے لاکھوں ٹھوکریں مار گئے	پر نہ ہم مانند سنگ اس آستان سے اٹھ سکے	جرأت
ہر قوی کو چرخ کرتا ہے ضعیف	مار بھی اک دن غذائے مور ہے	"
ایک کے نفع سے ہی ایک کو نقصان یہاں	جام بھر جائے جو ساقی رہے مینا خالی	"
مے بوڑھا تو نہ ہو خوش کہ ہے عبرت کا مقام	راہ میں تھک کے جواں بیٹھ رہے پیر چلے	"
غافلو کرتے ہو کیا اپنی سواری پر غرور	ایک دن ہوگی جنازے سے بدل یہ پالکی	"
مردم خونریز ہیں کیا مال پیش اغنیا۔	قدر لوہے کی بھلا ہو خاک زر کے سامنے	"
دے جسے رفعت خدا اس کو تواضع ہی ضرور	ہو اگر محراب مسجد بھی اسے خم چاہیے	"
پھرتے ہیں حاجی ہزاروں ایک صاحب دل نہیں	وادیٔ کعبہ یہ ہے دل کا بیاباں دور ہے	"
صحبت سے ہو جو اصل مبدل محال ہے	پانی میں ہے ہزار برس پتھر بھرے ہوئے	"
جو کوئی اس جہاں میں یکدم خوشنود ہوتا ہی	تو اگر سو طرح کا غم وہیں موجود ہوتا ہے	"
نہ کوئی ہی دوست نہ مہرباں شفیق ہی نہ رفیق یاں	کریں کس سے ہم غم دل بیاں جو سخن کے تھے شنوا گئے	"
غم ہیں میں جب زنگ گل کے سوکھکر کانٹا ہوا	وہ یہ کہتا ہے کہ آنکھوں میں مری یہ خار ہے	"
دو عالم سے پرے ہے وہ جو اس میں نظر آوے	اس آئینہ کو گر دیکھو تو جام جم سے بہتر ہے	"
مے عشرت سے کوئی جام جو بھر لیتا ہے	آسماں اس کا وہیں کاسۂ سر لیتا ہے	ناسخ
غیر کا کچھ نہ چلے گر نہ ہو دشمن اپنا	چوب ہستی کو شجر ہی سے تبر لیتا ہے	"
دے کسی کو قابو جو انسان کا چلے	پاؤں کے بدلے ہاتھ سے راہ خدا چلے	"

[illegible]	خضر [illegible] رہزن کیا ہے	ناسخ
[illegible]	[illegible] قدر سایہ کی بڑھے گو قدِ انساں سے	"
[illegible]	آگ [illegible] گئے سکندر [illegible]	لااسلم
[illegible]	[illegible] اندر ہے اندھیرا اور باہر چاندنا	"
تنگ [illegible] دل [illegible]	[illegible] پیش گل کیا خرم رہے	"
[illegible] تو ہے [illegible]	[illegible] وہی تو نہ میں ہوں نہ تو ہے	"
[illegible]	[illegible] کشت آرزو کو ایک پانی چاہئے	"
[illegible]	[illegible] رونا جوانی سے جنوں کا دور ہے	"
[illegible]	سمجھو [illegible] جب تک دم رہا نالے رہے زنجیر کے	"
[illegible]	آتش [illegible] کے علاج اس کا ہو برگ حنا سے	"
[illegible] حفظ میں محتاج [illegible]	[illegible] زریں سے لگے زنجیر سونے کی	"
[illegible]	کوئی زردار ہوتا نہیں تلوار سونے کی	"
[illegible] بری ہے حسن ذاتی	قبا [illegible] گل میں [illegible]	آتش
رعیت کو [illegible] بادشاہوں کو نہیں لازم	جو ہو [illegible] روح کو آرام ملتا	اسیر
[illegible] اگر نہیں [illegible] تو پھر کیا ہیں بادشاہ	[illegible] سر پر [illegible]	"
[illegible]	[illegible] باغباں مہندی کو کب تلوار سے	"
دن [illegible] کے لئے	اور رات کو بنایا ہے آرام کے لئے	آزاد
[illegible]	سچ پوچھئے تو جرم نہ کرنا قصور ہے	اسمٰعیل
معلوم ہوا کہ [illegible] حیرانی ہے	معلوم ہوا کہ علم نادانی ہے	"
[illegible] کتابت ہی سہی	گل نہیں تو گل کی نکہت ہی سہی	"
دل سے مانو جو عقل [illegible] ہے	کہ مرنے بعد پھر بھی جینا ہے	"
اسراف نے ارباب تمول کو ڈبویا	عالم کو تفاخر نے تو زاہد کو ریا نے	"
عمائد نے کی وضع جو اختیار	[illegible] سب کو مد نظر ہو گئی	"

آیا ہوں میں جانب عدم ہستی سے — پیدا ہے بلند پائگی پستی سے — اسمٰعیل

نامرد کے ہاتھ میں پہنچ کر — شمشیر نیام ہو گئی ہے — ،،

براہ کرم اس کو طے کیجئے — جو آن بن کسی بات پر ہو گئی — ،،

جس درجہ ہو مشکلات کی طغیانی — ہو اہل ہمم کو اور بھی آسانی — ،،

سرگشتگان شوق سے راہ وصال پوچھ — نے شرق و غرب ہے نہ یسار و یمین ہے — ،،

صبح کو بھولے تو آئے شام کو — دیکھئے کب آئیں بھولے شام کو — ،،

کچھ نہ کرنا بھی مگر اک کام ہے — گر نہیں صحبت تو عزلت ہی سہی — ،،

درد سے لبریز سینہ چاہئے — چشم پرخوں جائے مینا چاہئے — ،،

خلوت میں بھی لاتے نہیں عاقل اسے منھ پر — جو بات کہ شائستۂ جلوت نہیں ہوتی — ،،

ابنائے روزگار میں ایسا بھی کوئی ہے — جس نے حقوق صحبت ادا کئے — ،،

اعلیٰ تھا جس کا رتبہ وہ اسفل میں ہے اسیر — صف نعال موقع پہ صدر الصدور ہے — ،،

دھوکے میں نہ آجائیو افسون زباں کے — ہر چند کہ بڑھ اپنی فصاحت کی یہ ہانکے — ،،

اتفاقی ہے یہاں کا ارتباط — سب ہیں بیگانے یگانہ اور ہے — ،،

راہ کے رنج و تعب کا کیا گلہ — جب کہ دل سے گرد کلفت ڈھل گئی — ،،

ممکن ہے کہ ٹل جائے جبل اپنے مقر سے — لیکن کبھی تبدیل جبلت نہیں ہوتی — ،،

زبان و زر زمین و زن ہیں فتنے — رہے ایمن بشر چاروں کے شر سے — برق

نہال خوش طبعی کا ثمر فساد ہے بحر — گل مزاج سے رکھ دامن سخن خالی — بحر

ظاہر پرست خلق ہے ظاہر درست کر — کیسے صفات و ذات جو کچھ ہے لباس ہے — ،،

مرد دانا کر سکے ہے امتیاز نیک و بد — طفل ناداں کو برابر بوئے مشک و ہینگ ہے — تراب

جو بندۂ سیم و زر کا ہوا امیروں کے قدم پکڑے — جیسے شاہوں سے ملا ہو وزیروں کے قدم پکڑے — ،،

کالعقارب ہیں اقارب نہیں کچھ اس میں شک — اس زمانے میں تو غیروں سے بدتر ہیں اپنے — ،،

کرو گے جو یہاں اسراف واں دوگے حساب اپنا — یہ بالا بالا جانے کا نہیں دوزخ میں پڑنا ہے — ،،

خرچ لایعنی بہت خیرات اک پیسا نہیں	تس پہ ہے اظہار قرض و زیر باری ہائے ہائے	تراب
جاہل کے آگے پیچھے ہے عالم کا قیل و قال	داناں کی بات کچھ نہیں ناداں کے سامنے	,,
ہنر کچھ آپ میں باپ میں ہوا تو کیا	کہیں پسر کو بزرگی پدر کی ترکہ ہے	,,
قاعدہ ہی جنس سے ہوتی ہے خوب اصلاح جنس	صاف اکثر کرتے ہیں فولاد کو فولاد سے	توفیق
فراق روح کیونکر ہو گوارا جسم انساں کو	اجڑ کر پھر نہیں آباد ہوتی یہ وہ بستی ہے	جلیل
محبت سے جو پیش آؤ تو دل پر کیوں نہ ہو قبضہ	یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے	,,
ہے دعا لازم دوا کے ساتھ ہی	تالی بجتی ہے تو دونوں ہاتھ سے	جمیل
بھلی عورتوں سے برائی نہ ہوگی	بُرے مردوں سے بھلائی نہ ہوگی	جان صاحب
وقت بد آئے تو ہو دلسوز بھی اپنا عدو	شب کو صرصر سے چراغاں پر پڑا پنچے دود کی	جویا
نہ دنیا کے ہوئے ہم اور نہ دین کے	ادھر حسرت ہے اور دہشت اُدھر کی	,,
کہہ بیٹھئے نہ منہ سے کسی کو برا بھلا	دل ہی میں رکھئے اور نظر ہی میں تاڑئے	حسن
عیب بھی دیکھے ہنر بھی دیکھے	خار بھی دیکھے ثمر بھی دیکھے	حالی
باپ ہوں جن کے مروت والے	بیٹے پھر کیوں نہ ہوں ہمت والے	,,
کانٹے بوئے کہے پھل کھاؤں تو کیسے کھائے	میوہ کھاتا ہے وہی جیسا کوئی بوتا ہے	خاموش
اے موت تیرا حکم زمانے میں عام ہے	سکہ رواں جہاں میں ترا صبح و شام ہے	خواجہ [illegible]
گر زندگی اس طرح سے اے درد جہاں میں	خاطر پہ کسی شخص کے تو بار نہ ہووے	درد
تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے	کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے	,,
دنیا میں کوئی لطف کرے یا جفا کرے	جب میں نہیں بلا سے مری کچھ ہوا کرے	داغ
غیر سے کیا گلہ محبت میں	اپنے ہاتھوں خراب ہم تو ہوئے	,,
گور کے ہیں نہ الٰہی گھر کے	ٹھوکریں کھاتے ہیں کاسے سر کے	داور
موت اک روز تجھے آئے گی	قبر میں کھینچ کے لے جائے گی	,,
اب کہاں ہیں ترے رونے والے	دیکھ اے قبر کے سونے والے	,,
اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منہ لگا	چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی	ذوق

مقدم صدق پر ہے کذب گرچہ صدق فائق ہے
کہ پہلے صبح کاذب یار ہے پیچھے صبح صادق ہے — ذوق

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
گزرتی ہے مزے میں زندگی غفلت شعاری سے	مرے زندگی [illegible] ہوتی ہے ہوشیاری سے	
بے وفائی سے عزیزوں کے ہوا یہ ثابت	ہم نہ دنیا میں کسی کے نہ ہمارا کوئی	ذاکر
مقبول و مستجاب نہ ہو بے حضور قلب	نیت درست [illegible] دعا [illegible] اثر کے لیے	رند
کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ہے لازم	اچھی بیکاری سے ہے مشغلہ [illegible]	رونق
راستی پر نہ آئے گا کج رو	سیدھی کتے کی دم نہ ہوگی	,,
اچھوں سے برائی کی توقع نہ رکھو تم	ہو کوئی برا پھر تو بھلائی نہ [illegible]	,,
ہم دعا مانگیں تو اپنے دل میں پرہاں ہاں	لاکھ [illegible] دل میں کہتے ہو [illegible]	سوز
خدا ہی جانے یا دل جو گزرتی ہے مرے دل پر	جلے درد دردِ دل سے کسی کے [illegible]	,,
کام رہتے ہیں کہیں خلق کے ہونے والے	اپنی تقدیر کو رویا کریں رونے والے	مصحفی
جب ہم ہوئے یتیم تو معلوم ہو گیا	نعمت جہاں میں بڑھ کے نہیں والدین سے	,,
جوہر ذاتی سے بہتر کون جوہر ہے سعید	خوف چوروں کا ہے نہ خطرہ [illegible]	سعید
اک دم کی زندگی کے لئے کیا کروں لباس	ہے جوں حباب [illegible]	شہید
کیا میں آیا تھا کرنے کو یارب	اور چلا ہوں یہاں سے کیا کر کے	,,
تجھے نگاہِ مروت اگر نہیں تو نہ ہو	ہمیں تو مدِ نظر [illegible] آشنائی ہے	,,
جنازہ دیکھ عدو کا نہ شاد ہو اے شرم	جہاں [illegible] موت آئی ہے	شرم
ہر چیز میں خدا ہے ہر چیز میں خودی ہے	[illegible]	شفیق
گر خدا نے نیک و بد کی عقل دی	دوست دشمن دیکھ لینا چاہئے	ناظر
ناپائدار رہتا ہے اسباب مستعار	چھٹتی ہے شب سے صبح روا نور ربا کی	شائق
کام بگڑے بن گئے جس وقت دن پھر آ گئے	بدنصیبی [illegible] ہو کر رہ گئی	ظہیر
کبھی رتبہ بلند اُس کا نہ ہو جو پست ہمت ہیں	دکھاتا [illegible] اپنی صورت [illegible]	قیصر
چھوڑ سب کی دوستی کر دوستداری ایک کی	ایک [illegible] یاری [illegible]	,,

ہے گرد کدورت سے بری جوہر ذاتی ہیرے میں کسی طرح کثافت نہیں ہوتی (ناسخ)

طفلی گئی شباب گیا پیر ہو گئے یہ دن بھی کاٹ دینگے جب آئی گزر گئی ،،

لباس ظاہری کو چاہئے کچھ جوہر ذاتی تکلف کیا ہے زر پوش گر جوہر [illegible] ،،

پس مردن نہیں کوئی کسی کا مدارا ہیں ہیں ساری جیتے جی کے [illegible]

اس کا ہوتا ہے مقبول عام ہر اک کام ہر اک ساتھ ہو جس شخص [illegible] [illegible]

جہاں میں دیکھئے [illegible] کو سبھی کا خواہاں عجب گوہر نایاب ہے [illegible] ،،

کچھ تو ہنس بول لے اے دل ناآشنا آئے ہیں دنیا میں [illegible] ،،

کریں کب انزداری رسم آتش مزاجوں کی صدا دیتی ہے گر ڈالو تو [illegible] [illegible]

اخفائے آپس کی صفائی کا برا ہوتا ہے عکس بھی آئینہ ہٹنے سے [illegible] ،،

غالب برا نہ مان جو کوئی برا کہے ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے (غالب)

[illegible] پانی میں بجھنے [illegible] ہر کوئی درماندگی میں نالے سے ناچار ہے ،،

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے ،،

پر ہوں شکوے سے میں یوں راگ سے جیسے باجا اک ذرا چھیڑئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے ،،

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی ،،

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی ،،

بڑے نادان ہیں اپنوں سے جو امید رکھتے ہیں لب خشک صدف کس لئے ہے تر آب گوہر سے (ناظم)

طبع بد پر کیا اثر مثل زمین شور ہو دانہ نیکی نہ ڈالو اس میں بونے کے لئے (ذوق)

ہوا کانٹوں سے آخر کس نے پھل پایا ببولوں سے شگفتہ کب ہوا بلبل کا دل کانٹوں سے پھولوں سے ،،

[illegible] کب ہو زیر چرخ [illegible] کہ ہر دم آسماں [illegible] بہار [illegible] آزاری ،،

نہاں ہر رنگ میں دنیا کے نیرنگ زمانہ ہے ہر اک موجود یاں تیر حوادث کا نشانہ ہے ،،

بہار گلشن ایجاد کی کیا کم وقاری ہے نہ گل کا رنگ ثابت ہے نہ بو کو پائداری ہے ،،

مسرت میں شمول حرف مدغم میں یہ حکمت ہے یہ معنے اسکے ہیں یعنی خوشی ہی غم کی شرکت ہے ،،

چلے کیا اہل ہمت پر فلک کی فتنہ پردازی بدل دیتی ہے عالی ہمتی قسمت کی ناسازی ،،

مہ کامل کی پہلے ابتدا ہوتی ہے کاہش سے	زمیں کسب ضیا کرتی ہے روز و شب کی گردش سے	فوق
نقد قناعت اور ہے اور نقد زر ہی اور	ممکن نہیں جو دین سے دنیا ملائیے	قطب
سوائے دل شکنی سب مباح ہے اے شیخ	خبر تجھے نہیں رندوں کے دین و مذہب کی	قائم
دل سے رہو ہمیشہ خواہاں ترقیوں کے	سمجھیں گے کیا نتیجے ناداں ترقیوں کے	کمال
خیال خام ہے اہل جہان کی الفت	چلی جدھر کی ہوا ساتھ یہ ہوا کے چلے	لا اعلم
رکھیئے یہ نکتہ یاد ہزاروں نکات سے	عورت خراب ہوتی ہے مردوں کی ذات سے	،،
نہ قاصد ہے نہ نامہ ہے نہ پیغام زبانی ہے	کئی دن سے ہمارے حال پر نامہربانی ہے	مصحفی
حسرت پر اس مسافر بے کس کے روئیے	جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے	،،
انسان کیوں ڈرے کسی مغرور سے نیر	دبتے رہیں سگان دنی خر دماغ سے	نیر
تجھ کو حاصل صلح کل ہے گر تو ابدال کیا ہرج	ہو گلے میں سبحہ و زنار رہنے دیجئے	بیکش
ہمارے بعد کچھ بھی ہو ہمیں کیا	مثل سچ ہے کہ جی ہے تو جہاں ہے	،،
کل کی جو فکر ہے تجھے بے سود ہے یہ فکر	کر لے حساب آج ہی یوم الحساب ہے	،،
کلفت کے وقت چاہیئے مضطر نہ ہو کبھی	انساں بنا ہے راحت و آرام کے لئے	،،
ہستی سے پھر عدم جس وقت جا بسیں گے	یہ جھگڑے یہ بکھیڑے یہ رنج و غم نہ ہونگے	لا اعلم
یہ کوئی دم کا تعصب ہے پھر ہے مطلع صاف	کہاں فلک پہ ہمیشہ سحاب رہتا ہے	صحب
خاک پہنچائے گا وہ منزل تک	راستہ جو نہ رہنما جانے	،،
چھپکے لاکھ پردوں میں پر خون ناحق	کہے گا خدا سے کہ قاتل یہی ہے	،،
لاکھ نعمت کے برابر ہے کلام شیریں	ذائقہ بس ہے زباں کا مرے دنداں کے تلے	،،
مفت دیتا نہیں خدا کچھ بھی	حوریں ملتی ہیں جنگ میں مر کے	،،
اے بلا آکہ تو بہبود کی صورت ہوگی	تجھ میں مخفی مرے اللہ کی حکمت ہوگی	مہر
کئے ہیں جو عمل وہ پھل بھی اپنا لازمی دینگے	جزا اعمال تجھ کو نہ ہو کب اس کا امکان ہے	،،
منعم کو ادھر ہوس زر و مال کی ہے	مفلس کو ادھر فکر زبوں حال کی ہے	،،
تم برے ہو تو بھلا کون کہے	اور بھلے ہو تو برا کون کہے	،،

کام آ خلق خدا کے کہ خدا کے نزدیک	اس سے بہتر نہ ہوئی ہے نہ عبادت ہو گی	مہر
کیا ملا عرض مدعا کر کے	بات بھی کھوئی التجا کر کے	نسیم
کبھی تصور کبھی تحیر کبھی تکدر کبھی تحسد	نہ پوچھو ہمدم میرا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	,,
اسباب نہ جمع کر ضرر کے	رکھ پنبہ نہ داغ پر شرر کے	نعیم
بقدر حال ہے شاہ و گدا کو رنج دنیا میں	اسے فکر جہاں ہے اور اسے فکر معیشت ہے	واسطی
عذر تقصیر ہوا باعث تقدیر آخر	جیسے شرمندہ ہم آئے تھے پشیمان گئے	وحشت
مثل رات ہے یہ کہ معلوم ہو	بسے آدمی اور سونا کسے	وقار
جو یک روح ہیں ہونے نہیں گا ہے وہ خجل	آہ کی شمع کو کب حاجت گلگیر ہوئی	ہمدم
دلم می سوزد از داغ جدائی	چہ بودی گر نہ بودی آشنائی	لا اعلم
خوش است عالم آزادگی و خوشخوئی	بدین مقام در آ گر بہشت میجوئی	,,
محال ست گر سر برین در نہی	کہ باز آیدت دست حاجت تہی	,,
از ملائک بہرہ داری وز بہایم نیز ہم	بگذار از خط بہایم کز ملائک بگذری	,,
بہ شیرین زبانی و لطف و خوشی	توانی کہ پیلے بموئے کشی	,,
بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے	ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے	غالب
جب توقع ہی اٹھ گئی غالب	کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی	,,
سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب	خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیئے	,,
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے	,,
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن	بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے	,,
محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا	اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے	,,
نہ سنو گر برا کہے کوئی	نہ کہو گر برا کرے کوئی	,,
لوگ کہتے ہیں جیا دہ مشکل ہے	سب غلط ہے نباہ مشکل ہے	,,
خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو	ہم تو ہیں عاشق تمہارے نام کے	,,

[illegible] دن کی آرزو ہی رہی	شب نہ آخر ہوئی جدائی کی	میر
[illegible] زیادہ دہر میں	خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم رو رہے	״
[illegible] ایک شہر کا ہو ذوق	عید کے دن ہنسئے تو دل [illegible] ہم رو رہے	״
[illegible] دل اٹھا لیا	کسو کے گھر میں شادی ہے [illegible]	״
[illegible] سے تئیں	دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا [illegible]	״
[illegible] فرصت نقد وقت [illegible] پہ	آج جو کچھ ہے ہو کہاں کل ہے	״
[illegible] اس مقام میں دو روز	اپنی نوبت بجائے جاتا ہے	״
[illegible] وصال سے [illegible] قریب	آگے ہی مجھ کو تیرا بہت انتظار ہے	״
[illegible] دم کا کب جانے	دم غنیمت میاں جو فرصت ہے	״
[illegible] نہ دیکھا ہائے	جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی	״
[illegible] میں جب آئے تھے عدم سے	کھلتے ہی آنکھ یارو پالا پڑا ہے غم سے	سودا
[illegible] پر مری صیاد کرتا ہے	دکھاتا ہے مجھے اسکو جسے آزاد کرتا ہے	״
[illegible] وصل کا دن کہو تو ہے	یاں محرم ہی میں نوروز سدا ہوتا ہے	״
[illegible] ہوں تو دکھلاؤں یارو	داغ دل پہ جو ہوا اس کو بھی کوئی دھوتا ہے	״
[illegible] زر کو پرکھے	ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے	״
[illegible] عشق نے پائی	محبت میں سبھی یکساں ہیں جس کی جس سے بن آئی	״
[illegible]	اٹھانا دل کو دنیا سے عجب کار نمایاں ہے	״
[illegible] جا چکے	چھٹکے وہ پھنستا نہیں جو دام میں مرغ آ چکے	״
[illegible] چلے	اک ہم صفیر نے بھی نہ پوچھا کہاں چلے	״
[illegible] بے خطر	کر خوف ایسے تیر سے جو بے کماں چلے	״
کسی کا درد دل پیارے تمہارا ناز کیا سمجھے	جو گزرے صید کے دل پر اسے شہباز کیا سمجھے	״
[illegible] مر رہیں گے	پیارے تری گلی میں کچھ ہم بھی جا کر رہیں گے	״
[illegible] مجھ سے	باعث دشمنی اے گبر و مسلماں مجھ سے	״

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
جفا و مہر جو خاطر میں اب ترے آوے	وہی ہے خوب مرے حق میں جو تجھے بھاوے	سودا
مرے خون ناحق کی دیگی گواہی	شہادت کو بس ہے مری بے گناہی	,,
اس باغ میں اک گل کو خنداں جو کہیں دیکھا	سو غنچہ کی واں صورت دیگر نظر آئی	,,
کی عمر عبث ضائع خدمت میں مہوس کی	خاک اپنی ہی جب دیکھی اکسیر نظر آئی	,,
جتنے ہیں کام ترے سونپ خدا کو سودا	تیری تدبیر سے تقدیر بہت اچھی ہے	,,
نیک و بد سے نہ کروں اپنے لکھے کا شکوہ	جو قسمت کی ہے تحریر بہت اچھی ہے	,,
امید جینے کی اپنے کہاں ہے بلبل کو	چمن تو پھر بھی ہے گر باغباں باقی ہے	,,
مفلس ہیں نہ بوجھ جو رکھتے ہیں ہیں کچھ	خالی ہمیشہ کیسۂ اہل کرم رہے	,,
یاں فکر معیشت ہے تو واں دغدغۂ حشر	آرام ہر ایک یہاں ہے نہ واں ہے	,,
دکھ دے نہ کسی دل کے تئیں باغ جہاں میں	گر نخل حیات اپنے سے چاہے کہ ثمر لے	,,
جاتے ہیں لوگ قافلہ کے پیش و پس چلے	دنیا عجب سرا ہے جہاں آ کے بس چلے	,,
کہہ تو صبا سلام ہمارا بہار سے	ہم تو چمن کو چھوڑ کے سوئے قفس چلے	,,
صیاد اب تو کیجے قفس سے ہمیں رہا	ظالم پھڑک پھڑک کے پر و بال بس چلے	,,
عبث نالاں ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں	نہیں ہے رسم یاں کوئی کسی کی داد کو پہنچے	,,
شکر صد شکر نہیں ہیں کسی خاطر کا غبار	خاک کعبہ کی ہوں یا گرد صنم خانہ کی	,,
کب شمع مجالس کی فانوس میں چھپتی ہے	جو حسن ہو بازاری مت اس کو چھپا پردے	,,
جب مسیحا دشمن جاں ہو تو ہو کیونکر علاج	کون رہبر ہو سکے جب خضر بہکانے لگے	,,
آزردہ ہم سے تم ہی جو اب اے میاں رہے	جی سے گئے جہاں سے گئے ہم کہاں رہے	انشا
بندگی ہم نے تو جی سے اپنی ٹھانی آپ کی	بندہ پرور خیر آگے مہربانی آپ کی	,,
کوچے میں تیرے میں نہ چلوں اور صبا چلے	یوں ہی خدا جو چاہے تو بندہ کی کیا چلے	درد
زندگی ہے تو خزاں کے بھی گزر جائیں گے دن	فصل گل جیتوں کو پھر اگلے برس آئے گی	مصحفی
جو صاحب نعمت ہیں وہ سر کو جھکائے ہیں	اوپر کو کبھی شاخ پر بار نہیں چلتی	,,
جور فلک سے ہم نہ کبھی سر اٹھا سکے	جوں شمع زیر تیغ یہاں عمر کٹ گئی	,,

نہ انیس ہے نہ شفیق ہے نہ رفیق ہے نہ جلیس ہے
ہم اکیلے گھر میں پڑے رہے سبھی لوگ گھر کو چلے گئے — مصحفی

دوری گل سے ہے ابتر حالت مرغ قفس	اب تو اے صیاد اسے گلشن میں جا کر چھوڑ دے	״
روندے ہے مثل نقش قدم خلق یاں مجھے	اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے	درد
کبھو ہنسنا کبھو رونا کبھو حیران ہو رہنا	محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بناتی ہے	״
کیا کروں میں جو گلستاں میں بہار آئی ہے	یاں تو آنکھوں میں مری جان نزار آئی ہے	مصحفی
صبح کی شام ہوئی شام کی پھر رات ہوئی	یہی وعدہ ہیں تو کب اُن سے ملاقات ہوئی	״
نہ کہیں صبح ہی ہوتی ہے نہ خواب آتا ہے	رات کیا آتی ہے اک مجھ پہ عذاب آتا ہے	״
کبھی در کو تک کے کھڑے رہے کبھی آہ بھر کے چلے گئے	ترے کوچے میں جو ہم آئے بھی تو ٹھہر ٹھہر کے چلے گئے	״
اغنیا کو ہے یہاں حسرت فقیروں کو ہی عیش	باغ کے مزدور ہی اچھے رہے شداد سے	لا اعلم
گو بظاہر خاک کے پتلے ہیں سب یکساں مگر	کوئی ہے اکسیر ان میں اور کوئی خاک ہے	جرأت
بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اسکی فروتنی ہے	وگرنہ قندیل عرش میں بھی اسی کے جلوہ کی روشنی ہے	ذوق
کوئی ہے کافر کوئی مسلماں جدا ہر اک کی ہے راہ ایماں	جو اسکے نزدیک رہبری ہے وہ اُسکے نزدیک رہزنی ہے	״
ناساز ہے جو ہم سے اسی سے یہ ساز ہے	کیا خوب دل ہے واہ ہمیں جس پہ ناز ہے	״
مثال نے ہے مرا جب تلک کہ دم میں دم	فغاں ہے میرے لئے اور میں فغاں کے لئے	״
بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف	اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے	״
پوچھ مت راہ فنا اس نگہ پُر فن سے	رہنمائی کی نہ رکھ چشم دلا رہزن سے	لا اعلم
اپنوں سے نہ مل اپنے ہیں سب اپنوں کے دشمن	ہر نے میں بھری آگ نیستاں کے لئے ہے	״
ہمسا بھی اس بساط پہ کم ہوگا بد قمار	جو چال ہم چلے وہ بہت ہی بری چلے	״
ہو عمر خضر بھی تو ہو معلوم وقت مرگ	ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے	״
پاک رکھ اپنا دہاں ذکر خدائے پاک سے	کم نہیں تیری زباں منہ میں ترے مسواک سے	״
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے	مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے	״
دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے	ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے	״

وہی زیبا ہے اس کے واسطے جو قطع ہے جسکی	نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کار دامن سے	لا اعلم
افسوس ہے کہ سایۂ مرغ ہوا کی طرح	ہم جس کے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا چلے	،،
کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب	یاں جان ہی بدن میں نہیں نبض کیا چلے	،،
نہ ہووے دل جلوں کی ذوق ہمسایوں سے دلداری	کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے	ذوق
گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن	اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے	،،
گردش ضرور تھی تو بنانا تھا جام مے	انساں بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی	،،
کہئے نہ تنگ ظرف سے اے ذوق کبھی راز	کہکر اسے سننا ہو ہزاروں سے تو کہئے	،،
وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں	لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے	،،
عمر طے کرتی ہے ہر دم سفر بحر فنا	جس کو سانس کہے ہے دل محزوں چلتی	،،
وہ ہے پاس ہی اور مری بدگمانی	لئے پھرتی مجھ کو کہیں سے کہیں ہے	،،
اس جبر پہ ذوق بشر کا یہ حال ہے	کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے	،،
ہمیشہ دور عشرت ہے جو تم ہو اہل کیفیت	کہ مہر و ماہ سے دن رات یاں اک جام چلتا ہے	،،
ارادہ گر کرے ناقص علو جاہ کامل کا	تو یہ جانو کہ نابینا کنار بام چلتا ہے	،،
قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہیں	ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے	غالب
در بدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے	وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے	مومن
اگر غفلت سے باز آیا جفا کی	تلافی کی بھی تو ظالم نے کیا کی	،،
منت حضرت عیسیٰ نہ اٹھائیں گے کبھی	زندگی کے لئے شرمندۂ احساں ہونگے	،،
پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی	پھر وہی پاؤں وہی خار مغیلاں ہونگے	،،
ستمہائے گردوں مفصل نہ پوچھو	کہ سر پھر گیا ماجرا کہتے کہتے	،،
غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو	جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے	،،
جہاں ویرانہ ہے پہلے کبھی آباد گھر یاں تھے	شغال اب ہیں جہاں ہتے کبھی بستے بشر یاں تھے	ظفر
جہاں پھرتے بگولے ہیں اڑاتے خاک صحرا ہیں	کبھی اڑتی تھی دولت رقص کرتے سیمبر یاں تھے	،،
خواب تھا جو زندگی جاہ و حشم میں کٹ گئی	ورنہ ساری عمر اپنی درد و غم میں کٹ گئی	،،

یار کو دیکھا نہ پہچانا یہ حسرت رہ گئی	کھل گئی آنکھ اپنی لیکن تو بھی غفلت رہ گئی	ظفر
کر گئی ویراں چمن باد خزاں گل جھاڑ کے	بس قفس ہی میں بیٹھ رہ پر اپنے بلبل جھاڑ کے	،،
نہ ہم راہ وفا بھولے نہ تم طرز ستم چوکے	جو اپنی بات تھی اس سے نہ تم چوکے نہ ہم چوکے	،،
صبا گر چراغ چمن گل کرے	تو نظارہ کیا گل کا بلبل کرے	،،
جدھر آنکھ پڑتی ہے تو روبرو ہے	ترا جلوہ سب میں ہے سب جا تو ہے	،،
مری چشم میں کیا ہے تیرا تصور	مرے دل میں کیا ہے تری آرزو ہے	،،
دل نہ رنجیدہ کرے کوئی بڑا یہ ہے گناہ	اور دنیا میں ظفر تقصیر جو چاہے کرے	،،
سرفرازی کسی کی ہو تو ظفر	آپ کو سب کا خاک پا جانے	،،
ظفر آپ کو ڈھونڈھ مت ڈھونڈھ اس کو	وہ تجھ ہی میں ہے جس کی تجھے جستجو ہے	،،
خود ہی پہ تکیہ نہ بالکل کرے	خدا پر بھی انساں توکل کرے	،،
جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی سے بدتر	جس کا انجام ہو اچھا وہ مصیبت اچھی	لا اعلم
جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یونہی سہی	آپ کی یونہی خوشی ہے مہرباں یونہی سہی	ظفر
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت	شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے	لا اعلم
جو چمن سے گزرے تو اے صبا یہ کہنا بلبل زار سے	کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے	،،
خامشی بہ کہ ضمیر دل خویش	با کسے گفتن و گفتن کہ مگو	،،
خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے	حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے	،،
خیانت سے مکائد سے دغا سے	خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے	،،
درسخی پہ یہ لکھا ہے مصحفی مصرع	کہ بے نصیب نہ یاں سے کوئی گدا پھر جائے	مصحفی
دل میں ہوس زلف چلیپا نہیں رکھتے	ہم سر نہیں رکھتے کوئی سودا نہیں رکھتے	لا اعلم
رنج فرقت کو پہنچتی نہیں ایذا کوئی	دل میں بیٹھا ہوا ملتا ہے کلیجا کوئی	داغ
زمیں کو ہم سے غبار آسماں کو ہم سے خلاف	نہ ہم زمیں کے لئے ہیں نہ آسماں کے لئے	لا اعلم
صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے	عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے	،،
عمر رواں و بخت و جوانی و زندگی	جتنے ملے رفیق ہیں بے وفا ملے	،،

قدر ہنر کو چاہئے عقل و تمیز و درک و فہم	دست کشادہ دل فراخ منعمی و تونگری	لااعلم
گر بر سر و چشم من نشینی	نازت بکشم کہ نازنینی	سعدی
گرتے وہی ہیں جو کہ ہیں میداں میں یکہ تاز	وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے	لااعلم
لیجائے گر وہ زلف گرہگیر سے لے گئی	دل لے گئی تو کیا مری تقدیر لے گئی	،،
نہ تو چھوڑے ہی بنے اور نہ بٹھلائے بنے	ہم تو قابو میں بھی لاکر انہیں لاچار رہے	،،
نشاں سدا نہیں رہتا ہے نام رہتا ہے	وہ کام کر کہ زمانے میں واہ واہ رہے	،،
نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہدو	کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے	داغ
یہ چمن یوں ہی رہیگا اور ہزاروں جانور	اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائینگے	لااعلم
کسی کے مرنے کا افسوس ہے عبث ناداں	گر جہاں میں رہے گا ہمیشہ تو باقی	،،
چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو	سوزن تدبیر ساری عمر گو سیتی رہی	،،
دوش اپنے بھاگ کو ہی دیجئے	غیر کا کاہے کو شکوہ کیجئے	،،
بجز رنگیں مزاجی زندہ دل رہنا نہیں ممکن	روانی خوں کی شریانوں میں وجہ زندگانی ہے	،،
غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے	فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے	حالی
ہنوزت کہ امکان تقریر ہست	بگو اے برادر بلطف و خوشی	سعدی
من نگویم کہ کنون با کہ نشین و چہ بنوش	کہ بدانی ہمہ گر زیرک و عاقل باشی	حافظ
اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر	آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے	ذوق
چلتی ہوئی جہاں میں غم کی نسیم ہے	اول کتاب میں بھی الف لام میم ہے	لااعلم
غافل تجھے کیوں خواہش دنیائے دنی ہے	پیوند زمیں ہر کوئی درویش و غنی ہے	انیس
جو تاقم و سنجاب پہنتے تھے ہمیشہ	سوتے ہیں تہ خاک گلے میں کفنی ہے	،،
اب گرم خبر موت کے آنے کی ہے	ناداں تجھے فکر آب و دانے کی ہے	،،
ہستی کے لئے ضرور اک دن ہے فنا	آنا تیرا دلیل جانے کی ہے	،،
گر لاکھ برس جیئے تو پھر مرنا ہے	پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے	،،
وہ تخت کدھر اور کہاں تاج ہیں وہ	جو اوج پہ تھے زیر زمیں آج ہیں وہ	،،

کیا کیا دنیا سے صاحب مال گئے	دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے	انیس
پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ	ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے	,,
افسوس جہاں سے دوست کیا کیا نہ گئے	اس باغ سے کیا کیا گل رعنا نہ گئے	,,
تھا کونسا نخل جس نے دیکھی نہ خزاں	وہ کون سے گل کھلے جو مرجھا نہ گئے	,,
ویراں ہے کوئی گھر کہیں آبادی ہے	راحت سے کوئی اور کوئی فریادی ہے	,,
اک عشرت و غم کا ہے مرقع دنیا	ماتم ہے کسی جا تو کہیں شادی ہے	,,
دل سے طاقت بدن سے کس جاتا ہے	آتا نہیں پھر کر جو نفس جاتا ہے	,,
جب سال گرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا	یاں اور گرہ سے ایک برس جاتا ہے	,,
دنیا جسے کہتے ہیں بلا خانہ ہے	پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے	,,
ہر آن تغیر ہے زمانے کے لئے	انسان کا دل ہے داغ اٹھانے کیلئے	,,
بوڑھا کہ نوجوان غنی ہو کہ فقیر	سب آئے ہیں اس خاک میں جانے کیلئے	,,
پیری آتی ہے جوانی یہ چلی جاتی ہے	دھوپ چڑھتی ہے ڈھلا چھاؤں ڈھلی جاتی ہے	افسوس
کیا کہوں آہ شرر بار کی حالت دل سے	جب نکلتی ہے یہ بجلی سی کڑک جاتی ہے	,,
عمر بھر ہم نے جانفشانی کی	تم نے پر خوب قدردانی کی	,,
ٹلتی کبھی آئی ہوئی تقدیر نہیں ہے	ٹل جائیگی اس کے کوئی تدبیر نہیں ہے	,,
توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی	دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے	ذوق
حسرت پہ اس مسافر بیکس کے روئیے	جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے	لا اعلم
موت سے کس کو رستگاری ہے	آج وہ کل ہماری باری ہے	,,
ملک الموت را بحیلہ دفن	نتوانی کہ پنجہ برتابی	,,
گر در یمنی و با منی پیش منی	در پیش منی و بے منی در یمنی	,,
مرنا برحق ہے کون اس سے بھاگے	دو دن کوئی پیچھے کوئی دو دن آگے	,,
جو ہم تم پاس بیٹھے ہیں سنو یہ دم غنیمت ہے	یہ ہنسنا بولنا رہ جائے تو کیا کم غنیمت ہے	,,
کسی کی شب وصل سوتے کٹتی ہے	کسی کی شب ہجر روتے کٹتی ہے	,,

چو مردم در آمیز اگر مردمی	کہ با آدمی خوگرست آدمی	نظامی
چہ خوش وقتے و خرم روزگارے	کہ یارے برخورد از وصل یارے	جامی
کہ بر خاطر پادشاہان غمے	پریشان کند خاطر عالمے	سعدی
تامل در آئینۂ دل کنی	صفائی بتدریج حاصل کنی	"
جمیت را چو تعہد کنی و بنوازی	بدولت تو گنہ می کند بانبازی	"
از بدان جز بدی نیاموزی	نکند گرگ پوستین دوزی	"
اگر با پدر جنگ جوید کسے	پدر بے گمان خشم گیرد بسے	"
بدا سلطانیا کورا بود رنج دل آشوبی	خوشا درویشا کورا بود گنج تن آسانی	خاقانی
زصاحب غرض تا سخن نشنوی	کہ گر کار بندی پشیمان شوی	سعدی
برے کو ہم بھلا سمجھے بھلے کو ہم برا سمجھے	پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی ہم سمجھے تو کیا سمجھے	لا اعلم
بھلائی میں ہزاروں ہیں برائی دیکھنے والے	بہت کم ہیں برائی میں بھلائی دیکھنے والے	"
چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے	مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے	حالی
بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی	بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے	لا اعلم
پل میں چاہے تو گدا کو وہ کرے تخت نشیں	کچھ اچنبھا نہیں اسکا کہ خدا قادر ہے	سوز
ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا	پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی	"
اک انقلاب چرخ سے افسوس کھینا	وہ صحبتیں رہیں نہ تو وہ ہمنشیں رہے	سرور
جز حسرت و افسوس نہیں ہاتھ کچھ آتا	ایام گزشتہ کو کبھی یاد نہ کیجے	مصحفی
گھمنڈ اس پہ حماقت کی بس نشانی ہے	مقام عبرت و حسرت سرائے فانی ہے	لا اعلم
زصاحب غرض تا سخن نشنوی	کہ گر کار بندی پشیمان شوی	سعدی
آسودہ دلا حال دل زار چہ دانی	خونخوارئ عشاق جگر خوار چہ دانی	لا اعلم
جب بنکے بگڑ جاتی ہے تقدیر کسی کی	چلتی نہیں پھر ایک بھی تدبیر کسی کی	"
بہ شش ماہ جلاب و ہر ماہ قے	بہر ہفتہ حمام و ہر روز مے	"
درد دل سے لوٹتا ہوں کس کو میرا درد ہے	ہوں میں حرف درد جس پہلو سے الٹو درد ہے	"

ہم کیا ہیں اے صبا جو نہ ہو ہم پہ افترا	محفوظ انبیا نہ رہے اتہام سے	لا اعلم
نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا	مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے	,,
انصاف ہو کیا خاک کہ دل صاف نہیں ہے	دل صاف ہو کیا خاک کہ انصاف نہیں ہے	,,
کمل کے گل کچھ تو بہار جانفزا دکھلا گئے	حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے	,,
گل دریا چین سیر صحرا ضیافت عمر بے بقا ہے مسافرو دیکھ لو تماشا سرائے فانی عجب سرا ہے		,,
غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی	گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی	,,
محرم دوست نبود دہر سرے	یار سیما نکشد ہر خرسے	,,
جہان را عمارت نماند بسے	چو از شغل خود بگزرد ہر کسے	,,
درختے کہ اکنون گرفتست پائے	بہ نیروے مردے برآید ز جائے	,,
دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہئے	خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہئے	,,
مردن کس بہ نیک فرجامی	بہتر از زندگی بدنامی	,,
کم گوے بجز مصلحت خویش مگوے	چیزے کہ نپرسند تو از پیش مگوے	,,
لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے	اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے	ذوق
قناعت کن اے نفس باندکے	کہ از حرص خواری رسد بیشکے	لا اعلم
غریقے دست اندازد بکاہے	ہمے جوید سلامت را پناہے	,,
اگر روزی بہ دانش برفزودے	ز نادان تنگ تر روزی نبودے	,,
بعد نطفہ علق بودی بعد ازان مضغہ شدی	مدتے بعد کشش بد اوندت خواہی آدمی	,,
چو کردی با کلوخ انداز پیکار	سر خود را بنادانی شکستی	سعدی
علم چندانکہ بیشتر خوانی	چون عمل در تو نیست نادانی	,,
ہر چہ از دونان بمنت خواستی	در تن افزودی و از جان کاستی	,,
اگر بحسن ارادت کنی نظر در دیو	فرشتہ آب بنماید نظر بہ کردبی	,,
سدا ایک ہی رخ نہیں ناؤ چلتی	چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی	حالی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
گاہ باشد کہ کودکے ناداں	بہ غلط بر ہدف زند تیرے	سعدی
بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے	ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے	ذوق
گر دل ہے ترا صاف تو کیوں مجھ سے خفا ہے	بتلا دے مجھے صاف کہ کیا میری خطا ہے	لا اعلم
بہ سفر رفتنت مبارک باد	بہ سلامت روی و باز آئی	"
للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری	طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری	سرور
ہم نے مانا کہ کچھ نہیں غالب	مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے	غالب
نمرد آنکہ ماند پس از وے بجاے	پل و مسجد و چاہ و مہمانسرائے	لا اعلم
عاقبت کی خبر خدا جانے	اب تو آرام سے گزرتی ہے	"
باغ دنیا میں نہ ہوگا کوئی ہم سا بے نصیب	آئے ایسے باغ میں اور خالی داماں لیچلے	"
غم صیاد و فکر باغباں ہے	دو عملے میں ہمارا آشیاں ہے	"
بات میری تو نہ کوئی بھی بری لگتی ہے	صحبت غیر گر دل پہ چھری لگتی ہے	"
نگاہ اس کی نخوت کے زینے پہ تھی	جو شانے سے اتری تو سینے پہ تھی	"
گر بہ مسکین اگر پر داشتے	تخم کنجشک از جہاں بر داشتے	"
مرتے کو مارنا بے دردی ہے	ہے بہت دور جوانمردی ہے	"
کون مرتا ہے کسی کے واسطے	ہیں یہ جھگڑے جیتے جی کے واسطے	"
شاعری کھیل نہیں جو کوئی لڑکا کھیلے	ہم نے بارہ برس اس فن میں ہیں پاپڑ بیلے	"
بے فیض اگر یوسف ثانی ہو تو کیا ہے	جو بندہ نوازی کرے دل اس پہ فدا ہے	"
اک طفل دبستاں ہے فلاطوں مرے آگے	کانپے ہے پڑا گنبد گردوں مرے آگے	"
مرغان اولی الاجنحہ مانند کبوتر	کرتے ہیں صدا عجز سے غوں غوں مرے آگے	انشاء
جفا سے دل کو بچائیں گے کسطرح آخر	جفا ہمارے لئے تھی تو ہم جفا کے لئے	لا اعلم
سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر	ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے	"
خاک میں ناموس پیمان محبت مل گئی	اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہائے ہائے	غالب
کس کپڑے کو پھاڑیں کس کو جوڑیں ننگے	کیا خاک نہائیں کیا نچوڑیں ننگے	لا اعلم

تیرا غرور اور مرا عجز تا بکے	آخر ہر ایک بات کی کچھ انتہا بھی ہے	لا اعلم
دریغا اے فلک با من چہ کردی	رسا ندی آفت بم را بزردی	جامی
شراب خوار اگر خوار ہو تعجب کیا	جو زار ہے اُسے آزار ہو تعجب کیا	لا اعلم
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے	یہ قیامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے	״
صفائی عجب چیز دنیا میں ہے	صفائی سے بہتر نہیں کوئی شئے	״
ہم نے اس ہستی میں رہ کر یہ اٹھائے رنج و غم	جو روانہ ہو گئے سوئے عدم اچھے رہے	״
دنیا نہیں ہمیشہ کسی کی قیام گاہ	جو ہے یہاں وہ تیر قضا کا نشانہ ہے	״
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے	جب موت سے آکر کام پڑا سب قصے قضیئے پاک ہوئے	״
عجب ناداں ہیں وہ جن کو ہے عجب تاج سلطانی	فلک بال ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی	״
ہمنشیں سب اٹھ گئے اور بزم میں ہلچل پڑی	اے خلل انداز گردوں اب تو تجھکو کل پڑی	״
طے ہی ہو جاتا ہے کیا مرحلہ دشوار ہو	چلتے چلتے ہوتی ہے نزدیک منزل دور کی	״
خاکساری کیوں نہ ہو دل کی کدورت کا علاج	خاک سے ملنا اڑاتا ہے غبار آئینہ سے	״
خاکساری پر نہ کر موذی کے ہرگز اعتبار	جونک مٹی میں ملے تو بھی لہو پیتی ہے	״
جو کرینگے جمع یاں غافل نہیں چھوڑ جائینگے	ہاں مگر ارمان و حسرت ساتھ لینے جائینگے	״
کیسی ہوا چلی کہ گھر گھر نفاق ہے	مہر و وفا کا ذکر تو بالائے طاق ہے	״
خیال مغفرت اے بے خبر ناداں نمی سازی	چرا غافل تو کار آخرت سامان نمی سازی	״
دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار	جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی	״
مطلب گر تونگری خواہی	جز قناعت کہ دولتیست نہی	״
خوشا وقتے و خرم روزگارے	کہ یارے برخورد از وصل یارے	״
گر در یمنی و با منی و پیش منی	ور پیش منی و بے منی در یمنی	״
تو یوسف منی را ز چاہ بلا دیدی	او را بشہنشاہی در مصر کجا دیدی	״

از جان و دل گوید کسے پیش چنین جانانۂ	از سیم و زر گوید کسے پیش چنیں اسکندرے	لا اعلم
اصل تمیز ست اندر آدمی	تا فزونی را بداند از کمی	،،
ہنر تا بد از مردم گوہری	چو نور از مہ و تابش از مشتری	،،
فقیروں کے قدم لیتے ہیں سلطاں	یہ ہے تاثیر نفس بوریا کی	وزیر
بھاگتی پھرتی تھی دنیا جب طلب کرتے تھے ہم	اب جو نفرت ہم نے کی وہ بیقرار آنے کو ہے	لا اعلم
تو لگا حق سے جدا رہ خلق سے	ہیں یہ بچھو آزما کر دیکھ لے	،،
دل دیا اللہ نے صدمے اٹھانیکے لئے	ہم فقط پیدا ہوئے ہیں آزمانیکے لئے	،،
اس قدر ناز جوانی کی بہاروں پہ عبث	عارضی باغ ہیں کل دیکھنا ویراں ہونگے	،،
نالۂ بلبل شیدا تو سنا ہنس ہنس کر	اب جگر تھامکے بیٹھو مری باری آئی	،،
وقت را غنیمت دان ہر قدر کہ بتوانی	حاصل از حیات اے جان یکدم ست گردانی	،،
روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے	اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے	،،
کوئی اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی	کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے	،،
قصاب گاو کشت شب اندر بہ نیمروز	فربہ چنان کہ کس نہ خریدہ بہ لاغری	،،
مردی نبود ملک برافتادہ زدن	گر دست زپا فتادہ گیری مردی	،،
ہوں گنہگار مگر شاک مجھے تعزیر میں ہے	عفو کے پھولوں کی بو دامن تقصیر میں ہے	،،
تو بدین جمال و خوبی سرطور اگر خرامی	ارنی بگوید آنکس کہ بگفت لن ترانی	،،
بکدام امیدواری بروم بخواب بے تو	تو چنان رمیدہ از من کہ بخواب ہم نیائی	،،
اے آنکہ خاک را بنظر کیمیا کنی	آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنی	،،
گرچہ بر من تو بسے طعنہ و آہو گیری	لیکن انصاف کہ خود آہو آہو گیری	،،
راضی ہے خدا بھی بتوں کی خوشی بھی ہو	پڑھیئے نماز کرکے وضو آب گنگ سے	،،
عشق در نازک دلان آتش زند یکبارگی	مرغ شکر خوارہ را آرد بہ شکر خوارگی	،،
نیک گئے گھر میں جو نعمت آگئی	ظلمت دوزخ ہے گویا چھا گئی	،،
یکے خوان و یکے ہین و یکے جوئے	یکے خواہ و یکے خوان و یکے گوئے	،،

چو نہ سر برآمد بہ آبستنی	بجنبش درآمد رگ رستنی	لا اعلم
ابر اگر آب زندگی بارد	ہرگز از شاخ بید برنخوری	سعدی
اگر فی المثل در فشاندن ندانی	ہمہ حال در چیدن آخر توانی	لا اعلم
انچہ کنی بخود کنی	گر ہمہ نیک و بد کنی	”
این دغل دوستان کہ می بینی	مگسانند گرد شیرینی	سعدی
پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی	کہ بورانی ست بادنجان و بادنجان ہست بورانی	خاقانی
جہد نما تا کہ بجائے رسی	درد بکش تا بدوائے رسی	لا اعلم
خوردہ جہان بہ کہ تنہا خوری	وائے بران خوردہ کہ تنہا خوری	”
فہم سخن گر نکند مستمع	قوت طبع از متکلم مجوے	”
گرد نام پدر چہ می گردی	پدر خویش باش اگر مردی	”
ماری تو کہ ہر کرا ببینی بزنی	یا بوم کہ ہر کجا نشینی بکنی	سعدی
یکے کرد بے آبروئی بسے	چہ غم دارد از آبروے کسے	”
شاعری جزویست از پیغمبری	جاہلانش کفر دانند از خری	مولوی معنوی
اب جو پچھتاتے ہیں پچھتانے سے کیا ہوتا ہے	سیکھتا ہے وہی انجان جو کچھ کھوتا ہے	لا اعلم
شادی جو ہوئی غم کے بھی پہلو نکل آئے	جب کوئی ہنسا ساتھ ہی آنسو نکل آئے	”
الفت کا جب مزہ ہے کہ وہ بھی ہوں بیقرار	دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی	”
چار دن کی دوستی کا ہے زمانہ میں رواج	کس توقع پر کسی سے آشنائی کیجئے	”
جوانی میں بہار حسن و صورت آہی جاتی ہے	ثمر جس وقت گدراتا ہے رنگت آہی جاتی ہے	”
آشیانوں میں نہ غافل رہیں مرغان چمن	ان دنوں باغ میں صیاد بہت آتا ہے	”
جس کا آغاز ہو بہتر وہ خوشی ہے بدتر	جس کا انجام ہو اچھا وہ مصیبت اچھی	”
ہوس میں کعبہ کے زاہد تو بتخانہ سے گمرہ ہے	یہاں تو کوئی صورت بھی ہے واں اللہ ہی اللہ ہے	”
ادبار جبکہ آگیا سب عیب آگئے	آغاز جھوٹ نیز سرانجام جھوٹ ہے	”
یہی سر ہے جسے تم ایکدن زانو پہ رکھتے تھے	وہی سر ہے جو کچلا جا رہا ہے آج پتھر سے	”

وقت تبسم شوخ کے جس وقت وہ لب خوش ہوئے
ہم خوش ہوئے تم خوش ہوئے وہ خوش ہوئے سب خوش ہوئے — لا اعلم

مصرع اول	مصرع ثانی	
ترا از حال نزار ہم خبر نیست	رموز و سر سلطان را چہ دانی	،،
امیروں کو مبارک ہو حویلی	غریبوں کا بھی ہے اللہ بیلی	،،
نہ کرے دوست بیگانوں کا بھروسا کوئی	سچ ہے مشکل میں کسی کا نہیں ہوتا کوئی	،،
یک بیک ایسا زمانہ میں ہوا ہے انقلاب	قدرداں سب اٹھ گئے ناقدرداں پیدا ہوئے	،،
پار بودی قطبک وامسال گشتی قطب دین	سال دیگر گر بمانی قطب دین حیدر شوی	،،
صوفی نشود صافی تا درنکشد جامے	بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے	جامی
نکند جور پیشہ سلطانی	کہ نیاید ز گرگ چوپانی	لا اعلم
ہرچہ از دونان بمنت خواستی	در تن افزودی و از جان کاستی	،،
ابر گر آب زندگی بارد	ہرگز از شاخ بید بر نخوری	،،
خدا گر بہ حکمت بہ بندد درے	کشاید بہ فضل و کرم دیگرے	،،
تا بدکان خانہ در گروی	ہرگز اے خام آدمی نشوی	،،
تا شود مرد فربہے لاغر	لاغرے مردہ باشد از سختی	،،
دوستان را کجا کنی محروم	تو کہ با دشمنان نظر داری	سعدی
قناعت کن اے نفس باندکے	کہ از حرص خواری رسد بیشکے	لا اعلم
گر زمین را بآسمان دوزی	نہ دہندت زیادہ از روزی	،،
کسی کی بدی تو نہ کر عیب ہے	کہ اس کا خدا عالم الغیب ہے	،،
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے	گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے	،،
ناحق مجھے کہتا ہے فہیم ایک زمانہ	یہ نام تو زیبا کسی عاقل کے لئے ہے	،،
دو چیز تیرہ عقل است دم فرو بستن	بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی	،،
بجز رنگیں مزاجی زندہ دل ہونا نہیں ممکن	کہ لطف زندگانی ہے بدن میں جب تلک خوں ہے	،،
جس سے رغبت ہو وہی شئے وہ عطا کرتا ہے	منہ شکر خورے کا شکر سے خدا بھرتا ہے	،،

ولد الزناست حاسد منم آنکہ طالع من	ولد الزنا کش آمد چو ستارۂ یمانی	لا اعلم
حمیدہ کرتا ہے انسان کو جوہر شرافت کا	اصالت جسمیں ہوتی ہے وہی تلوار کستی ہے	״
خدا والے نہیں پابند کچھ مسجد کے اے واعظ	وہ بتخانہ میں بھی جائیں تو ان کی بندگی کی	شاد
خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی	ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی	اسیر
مضموں سے پس مرگ میرا نام ہی زندہ	کچھ کام نہیں کام جو اولاد سے آئی	[illegible]
یک بیک دل سے مٹے حرف محبت کیونکر	لالہ رو داغ ترا جائے گا جاتے جاتے	لا اعلم
نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی	نکل دیر سے راہ جنگل کی لی	حسن
دو دل جو ہوں چاہنے پہ راضی	یہ جان لے کہ کیا کرے گا قاضی	لا اعلم
چو خواہد کہ ویراں کند عالمے	نہد ملک در پنجۂ ظالمے	״
گو واں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں	نسبت ہے ان بتوں کو بھی کعبے سے دور کی	غالب
تو کز محنت دیگراں بے غمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی	سعدی
گر بدولت برسی مست نگردی مردی	ور بہ نکبت برسی پست نگردی مردی	لا اعلم
گر ز سر معنوی واقف شوی	لفظ بگزاری سوے معنے روی	مولوی
غیر کو اپنے سوا سجدہ بھی کرنا ہے حرام	میرا مشرب ہے یہی اور میرا مذہب ہے یہی	لا اعلم
مرتے کو مارنا بیدردی سے	ہے بہت دور جوانمردی سے	״
کب وہ سنتے ہیں کہانی میری	اور پھر وہ بھی زبانی میری	״
کیوں کعبہ و کنشت میں سر مارتا ہے تو	تو جسکو ڈھونڈھتا ہے چھپا وہ تجھی میں ہے	״
ہے دور جام و صحبت یاران زندہ دل	کچھ ہے اگر مزہ تو یہی زندگی میں ہے	״
افشائے راز عشق نہ کر کھلکے جی کی بات	جی ہی میں اپنے رہنے دے جو کچھ کہ جی میں ہے	״
حیف کہ از علم نہ بررہ شوی	شمع بکف گیری و در چہ شوی	فیضی
بمردم در آمیز گر مردمی	کہ با آدمی خو گرست آدمی	نظامی
جہاں دیکھو ہے کچھ کا کچھ عجب دنیا کی ہستی ہے	کبھی بستی ہیں صحرا ہے کبھی صحرا میں بستی ہے	میر
اولاد میں کیا آئے بو ماں باپ کے اطوار کی	دودھ تو ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی	اکبر

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
اب جو اک حسرت جوانی ہے	عمر رفتہ کی یہ نشانی ہے	میر
رہا نہ پختگی عالم میں دور خامی ہے	ہزار حیف کمینوں کا چرخ حامی ہے	"
جس جگہ دور جام ہوتا ہے	واں یہ عاجز مدام ہوتا ہے	"
جاگنا تھا ہم کو سو بیدار ہوتے رہ گئے	کارواں جاتا رہا ہم ہائے سوتے رہ گئے	"
گل گئے بوٹے گئے گلشن گئے برہم گئے	کیسے کیسے ہائے اپنے دیکھتے موسم گئے	"
ہنستے رہتے تھے جو اس گلزار میں شام و سحر	دیدۂ تر ساتھ لے وے لوگ جوں شبنم گئے	"
مل اہل بصیرت سے کچھ وے ہی دکھا دیجئے	لے خاک کی کوئی چٹکی اکسیر بنا دیں گے	"
سیر کر میر اس چمن کی شتاب	ہے خزاں بھی سراغ میں گل کے	"
مردوں کو زندہ کرتے تھے جو وہ تو مر گئے	زندوں کے قتل کو یہ مسیح الزماں ہوے	لا اعلم
نشاید ہوس باختن با گلے	کہ ہر بامدادش شود بلبلے	"
جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے	ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے	"
گور میں بھاگ اہل دنیا سے	خلوت اس انجمن سے بہتر ہے	"
لاش پر لاش نکلتی ہے ترے کوچے سے	کیا تماشا ہے کہ پھر بھیڑ نہیں چھٹتی ہے	"
پیامبر نہ میسر ہوا تو خوب ہوا	زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے	"
کام ہمت سے جوانمرد اگر لیتا ہے	سانپ کو مار کے گنجینۂ زر لیتا ہے	آتش
بے اعتبار نقش و نگار زمانہ ہے	اک رنگ پر ہوا نہیں رہتی ہے باغ کی	"
خدا کی یاد جوانی میں غافلو کر لو	وگرنہ وقت فضیلت تمام ہوتا ہے	"
حسن وہ شے ہے کہ پتھر میں بھی کرتا ہے اثر	چشم عاشق کی طرح آئینے حیراں ہو گئے	"
باغ جہاں میں گل کی قناعت ہے جائے رشک	عمر دو روزہ ایک قبا میں تمام کی	"
غرض نقشیست کز ما یاد ماند	کہ ہستی را نمی بینم بقائے	لا اعلم
می شنیدم کہ جان جانانی	چوں بدیدم ہزار چندانی	"
دنیا میں دیکھ لو تو صحبت ہی چیز ہے	اس کا جسے مزہ نہیں وہ بد تمیز ہے	"
سیر کی پھول چنے خوب پھرے شاد رہے	باغباں جاتے ہیں گلشن ترا آباد رہے	"

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں رسوا	وہ قتل بھی کرتے ہیں تو رسوا نہیں ہوتے	لااعلم
باحسان ہم تو ئی حاتم بنصفت ہم تو ئی کرلے	بفرمان ہم تو ئی آصف بہ برہان ہم تو ئی عیسے	،،
ہر عیش میں کچھ غم کے بھی پہلو نکل آئے	جب کوئی ہنسا ساتھ ہی آنسو نکل آئے	،،
انقلاب دہر کی اک یہ بھی صورت دیکھئے	جنکے ڈنکے بج رہے تھے انکی نوبت دیکھئے	،،
اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا	سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے	،،
رند مشرب ہوں فقط نام خدا جپتا ہوں	نہ نماز آتی نہ ترتیب وضو آتی ہے	،،
تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی	بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی	،،
نہ ہو جس شئے کی حاجت اس کی کوشش سے یہ ہوتا ہے	کہ جو شئے ہر گھڑی درکار ہے اس کو بھی کھوتا ہے	،،
کیا پھیر دکھاتی ہے یہ تقدیر ہماری	بن بنکے بگڑ جاتی ہے تدبیر ہماری	،،
لاکھ سمجھائیں اسے غیر تو کیا ہوتا ہے	بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے	،،
صبا آندم کہ سوے او میان عزم بربندی	سلامے عرض فرما با جہانے آرزو مندی	،،
دیتا ہے کہاں ساتھ برے وقت میں کوئی	پتھر کی لگی چوٹ شرارے نکل آئے	،،
وا ہوے ہرگز نہ وہ عقدے جو تھے تقدیر کے	سعی کرتے کرتے ناخن گھس گئے تدبیر کے	آتش
مقسوم کا ہے جو سو وہ پہنچیگا آپ سے	پھیلائیے نہ ہاتھ نہ دامن پسارئیے	،،
ناگوارا کو جو کرتا ہے گوارا انساں	زہر پی کر مزۂ شیر و شکر لیتا ہے	،،
چلی ہے ایسی زمانے میں کچھ ہوا الٹی	کہ سیدھی بات سمجھتے ہیں آشنا الٹی	،،
نگاہ یار کے پھرتے ہی ہم سے اے آتش	زمانہ پھر گیا چلنے لگی ہوا الٹی	،،
راحت طلب کو رنج کشوں کی طلب کہاں	آگاہ کیا سوار ہے توسن کے بوجھ سے	،،
باغ عالم میں نہیں کوئی کسی کی سنتا	نہ دماغ اپنا کرے مرغ خوش الحاں خالی	،،
اٹھ گئی ہیں سامنے سے کیسی کیسی صورتیں	روئیے کس کس کو اور کس کس کا ماتم کیجئے	،،
بلبل شیدا کے نالوں سے یہ آتی ہے صدا	فصل گل ہے چار دن سیر گلستاں کیجئے	،،
نہ پوچھ عالم برگشتہ طالعی آتش	برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے	،،

عتاب و لطف جو فرماؤ ہر صورت سے راضی ہیں	شکایت سے نہیں واقف ہمیں شکرانہ آتا ہے	آتش
زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا	بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے	،،
غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں	ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے	،،
حالت آئینہ رکھتا ہے صفائے دل مرا	آشنا سے آشنا بیگانہ سے بیگانہ ہے	،،
توبہ کرنی ہے گناہوں سے تو کرلے غافل	ورنہ فرصت ہے دم بازپسیں تھوڑی سی	،،
بولی یہ روح پھینک کے پشتارہ جسم کا	بھاری ہے بوجھ کون یہ بیکار لے چلے	،،
اک دن حضور قلب سے ہوتی نہیں ادا	زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے	،،
ناکسوں سے اہل عزت کو ہے لازم احتراز	میل تانبے کا ہوا جس سیم و زر میں داغ ہے	،،
چپ ہو کیوں کچھ منہ سے فرماؤ خدا کے واسطے	آدمی سے بت نہ بنجاؤ خدا کے واسطے	،،
ان سے کہدو نہیں آہستہ جو رکھتے دو گام	گر بھی پڑتے ہیں بہت دوڑ کے چلنے والے	،،
ایک دن منزل ہستی سے گزرنا ہے ضرور	چار دن کے لئے ناداں ہے جو گھر لیتا ہے	آباد
جمع کر نیک عمل یوں کہ مسافر جیسے	پیشتر کوچ سے اسباب سفر لیتا ہے	،،
رکھنا امید فہم کا اپنے قصور ہے	امداد وقت بد میں قریبوں سے دور ہے	رند
عوض اللہ لیگا ہم سے مظلوموں کا ظالم سے	خدا اسکو ستائیگا ہمیں جس نے ستایا ہے	،،
جسے چاہا ہے میں نے وہ ہوا ہے جان کا دشمن	کیا ہے تجربہ سو بار اکثر آزمایا ہے	،،
چار دن کی دوستی کا ہے زمانہ میں رواج	کس توقع پر کسی سے آشنائی کیجئے	،،
کرتا ہے کون کس کی امداد وقت بد میں	ہے آشنا وہی جو کام آشنا کے آئے	،،
باغباں دشمن ہے گلچیں برخلاف	آشیانہ باغ سے لیجائیے	،،
مجنون عشق کو ہے عبث پند واعظو	ہے حکم شرع مردم ہشیار کیلئے	،،
وہ اعتبار اٹھ گیا اب جانبین سے	میرا تمھیں یقیں نہ تمھارا یقیں مجھے	،،
اس بوریا ے فقر کی توقیر دیکھنا	جھک کر سلام کرتے ہیں مسندنشیں مجھے	،،
کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے	حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے	،،
دل صاف ہو تو چاہیئے معنی پرست ہو	آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے	،،

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو	تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے	رند
دولت کی رکھ نہ مار سر گنج سے امید	موذی وہ دیگا کیا کہ جو دولت پرست ہے	،،
عنقا نے گم کیا ہے نشاں نام کے لئے	گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے	،،
بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے	فریاد نہ کر دیکھ یہ صیاد غضب ہے	،،
اے سرو تو پابند غم بے ثمری میں	کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے	،،
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگیں	اے ذوق مگر سستئ بنیاد غضب ہے	ذوق
آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے	عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے	سعدی
اے زر تو خدا نۂ ولیکن بخدا	ستار عیوب و قاضی الحاجاتی	لا اعلم
اگرچہ شیخ نے داڑھی بڑھائی سن کی سی	مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی	،،
اے شیخ چہ جوئی ز شب قدر نشانی	ہر شب شب قدر ست اگر قدر بدانی	،،
ان بتوں کو ہم فقیروں سے بھلا کیا کام ہے	یہ تو طالب زر کے ہیں اور یاں خدا کا نام ہے	،،
ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا	آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا	،،
بر مزار ما غریبان نے چراغ نے گلے	نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے	،،
بن آئیں کام ہزاروں فراغ دل ہو اگر	کسی سے اک بھی نہ تدبیر بے فراغ بنے	،،
باد ہا خوردن و ہوشیار نشستن سہل ست	گر بدولت رسی و مست نگر دی مردی	،،
پہنچا میں سر جھکا کے گنہگار کی طرح	مجھ کو جہاں جہاں مری تقدیر لے گئی	،،
پیسا ہی رنگ روپ ہے پیسا ہی مال ہے	پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے	،،
دوست تو بد خو نہ ہو۔ دشمن جو بد خوئی کرے	تو نکوئی کر اگر تجھ سے بدی کوئی کرے	ظفر
ہے جو گویائی کی خاطر منھ میں انساں کے زباں	پر زباں کس کام کی وہ جو کہ بدگوئی کرے	،،
پھرتے کب عہد و وفا سے ہیں محبت والے	سر پھرایا کریں بک بک کے نصیحت والے	،،
غرض کے آشنا ہو آشنائی یوں بھی ہوتی ہے	صفا ظاہر کدر دل صفائی یوں بھی ہوتی ہے	،،
کہاں ہے اپنا وہ عالم کہیں اٹھے کہیں بیٹھے	ہوئی ہے اپنی یہ حالت جہاں بیٹھے وہیں بیٹھے	،،
نے فقیری چاہئے نے بادشاہی چاہئے	قسمت اچھی چاہئے فضل الٰہی چاہئے	،،

ہو گئے نا آشنا تم آشنائی کیا رہی	جب کدورت بھر گئی دل میں صفائی کیا رہی	ظفر
ہمرہاں پہنچے کبھی کے منزل مقصود پر	بس اکیلے رہ گئے ہیں راہ ہم بھولے ہوئے	”
نہ چرخ آسیا ہوں نے بھنور ہوں نے بگولا ہوں	مجھے تو کیوں لئے اے گردش تقدیر پھرتی ہے	”
اور کو دیکھ وہ نہیں سکتے	وہ جنھیں خود نمائی ہوتی ہے	”
دانا ہے وہ جو سمجھے کہ قسمت ہے کیمیا	احمق ہے وہ جو خواہش اکسیر میں پھنسے	”
کیا بھنور اور کیا بگولا رہتے ہیں چکر میں سب	ہم نے کوئی بھی نہ پایا بحر و بر میں چین سے	”
جو ہوں اوسان تو لکڑی نہیں شمشیر سے کمتر	نہوا اوسان تو بدتر ہے پھر شمشیر لکڑی سے	”
صفا کرتی ہے خاک آئینہ کو لیکن ترے دل میں	ہماری خاکساری سے کدورت دونی ہوتی ہے	”
غنچہ کی مٹھی میں زر ہے پر نہیں دست کرم	تنگئ دل اور ہے اور تنگدستی اور ہے	”
رہے جب آپ ہی یہ آسمان دن رات گردش میں	کوئی آرام سے کیا خاک زیر آسمان بیٹھے	”
نے دام کی خطا ہے نہ صیاد کا قصور	قسمت بری تھی اپنی قضا سے بگڑ گئی	”
پیدا ہوئے ہیں شادی و غم باہم اے ظفر	خزاں اگر ہے برق تو ابر اشکبار ہے	”
میں کروں شکوہ جو کچھ ان کو محبت ہو ظفر	جو محبت ہی نہیں ہے تو شکایت کیا ہے	”
جائیگا جس ملت میں تو پائیگا واں جنگ و جدل	آرام گر منظور ہو تجھ کو تو صلح کل میں ہے	”
دی مثل نگیں پہلے اسے سینہ خراشی	جس کو کہ زمانہ نے ظفر ناموری دی	”
کریگا دوربیں کو کیا نظر آئیگا کیا اس میں	صفا کر دل کو تو ایسا کہ دل سے دوربیں ہووے	”
رہا ہے کوئی دنیا میں نہ رہویگا یہاں کوئی	کہ فرمان قضا بے قید خاص و عام آتا ہے	”
جوش بہار گل کا نہ کر دیکھ اعتبار	غافل خزاں بھی گلشن عالم کے ساتھ ہے	”
صاف باطن وہ نہیں جو دل میں اور منہ پر ہو اور	ہے عیاں آئینہ سا دل کی صفائی آنکھ سے	”
دنیا کے عیش و عشرت اے یار کم نہ ہونگے	چرچا یہی رہے گا افسوس ہم نہ ہونگے	حزیں
ہمیشہ آگ نکلتی ہے میرے سینے سے	الٰہی موت دے گزرا میں ایسے جینے سے	شیفتہ
کوچ کی اپنے اب تیاری ہے	تیرا حافظ جناب باری ہے	سرور
عشق میں طرفین سے الفت برابر چاہئے	جو بدل بندہ ہو اس کو بندہ پرور چاہئے	”

مصرعِ اول	مصرعِ ثانی	شاعر
مجھے فرقت کی اسیری سے رہائی ہوتی	کاش عیسیٰ کے عوض موت ہی آئی ہوتی	سرور
ابرِ رحمت سے تو محروم رہی کشت مری	کوئی بجلی ہی فلک تو نے گرائی ہوتی	،،
اک انقلاب چرخ سے افسوس دیکھنا	وہ صحبتیں رہیں نہ تو وہ ہمنشیں رہے	،،
خدا ملے تو ملے آشنا نہیں ملتا	کوئی کسی کا نہیں دوست سب کہانی ہے	،،
قسمت کی بے نصیبی کی فریاد کیا کرے	سر پر گرا پہاڑ تو فریاد کیا کرے	عارف
گردشِ گردوں سے اے دل کیوں تو حیرانی میں ہے	پیش آنی ہے وہی جو کچھ کہ پیشانی میں ہے	حسرت
بے نصیبی پہ اے دل اپنی عبث روتا ہے	جو لکھا کاتبِ قدرت کا وہی ہوتا ہے	قلندر
سفرِ ملکِ عدم تجھ کو ہے آخر درپیش	خوابِ غفلت سے تو بیدار ہو کیا سوتا ہے	،،
ہم صفیران چمن ہم سے چمن چھوٹے ہے	ہائے اے شامِ غریباں کہ وطن چھوٹے ہے	لا اعلم
تاب اس کے دیکھنے کی نہ لائے چلے گئے	کیا کیا جواں پرے تھے کہ آئے چلے گئے	نظیر
دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا بادشاہ	تختِ زمیں پہ سینکڑوں آئے چلے گئے	،،
آدم رہا نہ کوئی پیمبر نہ اولیاء	وہ بھی اسی زمیں میں سمائے چلے گئے	،،
کل شبِ وصل میں کیا جلد کٹی تھیں گھڑیاں	آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے	،،
اگر میں جانتا داغِ جدائی	خدا جانے نہ کرتا آشنائی	،،
منت دلا کسی کی نہ اصلا اٹھائیے	مرجائیے نہ نازِ مسیحا اٹھائیے	نسیم
لائے اس بت کو التجا کر کے	کفر توڑا خدا خدا کر کے	،،
سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی	ہمارے جامۂ کہنہ سے مے کی بو نہ گئی	بقا
چین تجھ کو بھی نہ ہو مجھ کو ستانے والے	تو بھی ٹھنڈا نہ رہے جی کے جلانے والے	احسان
کچھ تیرے سلیقے سے پھنسے ہم نہیں صیاد	لائی ہے ہمیں دام میں تقدیر ہماری	تپش
جب رات تھی دراز ملاقات کم ہوئی	ملنے کے دن جو آئے تو اب رات کم ہوئی	تجلی
کنجِ قفس میں دیکھ کے بے بال و پر مجھے	اے ہم صفیر چھوڑ گئے تم کدھر مجھے	جولان
مجھ کو تجھ سے خدا جدا نہ کرے	میں ہوں تجھ سے جدا خدا نہ کرے	حسرت
تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی	چلو اب ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی	،،

یاد جس وقت تری آتی ہے	مجھ کو ہچکی وہیں لگ جاتی ہے	جان
غفلت تری نقاب ہے دیدار کے لئے	ورنہ یہاں حجاب نہیں یار کے لئے	لا اعلم
چھٹ جائے کسی سے نہ مدارات کسی کی	اللہ بگاڑے نہ بنی بات کسی کی	رقت
چرخ کے کیسے انقلاب ہوے	پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوے	زار
آؤ مل جائیں لڑائی ہوچکی	ایک دم صبر آزمائی ہوچکی	شیفتہ
دردمندوں سے نہ پوچھو کہ کدھر بیٹھ گئے	تیری محفل میں غنیمت ہے جدھر بیٹھ گئے	نسیم
کیا کروں کس سے کہوں کون کریگا آسان	سخت مشکل ہے مرے حق میں جدائی تیری	غریب
کار مردان از زنان ناید ہمی	پیش شیر از روبہ ناید مردمی	لا اعلم
ہمدم کو تم غیر میاں اور غیروں کو ہمدم سمجھو	یہ بات جہاں ہے رہنے دو کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے	رضی
آپ آئے نہ کبھی خط نہ کتابت بھیجی	سینکڑوں راہ دکھائی ہمیں ترسانے کی	"
جس نے ہمارے دوست کو ہم سے جدا کیا	وہ بھی مراد اپنی نہ پائے خدا کرے	لا اعلم
تمہارا دل اگر ہم سے پھرا ہے	تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے	آبرو
مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے	رستم جو نہ آوے تو وہیں اسکا سر آوے	قسمت
چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا	مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری ہری	سراج
ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے	یہ سب کچھ ہوا ہم اکیلے رہے	بحر
کھلینگے شکوؤں کے جبکہ دفتر ادھر ہمارے ادھر تمہارے	تو کیا کیا گزریگی آہ دل پر ادھر ہمارے ادھر تمہارے	جوہر
جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے	ہم نے جانا کہ دو جہاں سے گئے	آصف
شمع کی طرح رفتہ رفتہ ہم	سنیو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے	"
وہ کہاں جیتے رہے جو بیوفائی کر گئے	مر گئے آخر نہ کوئی آشنائی کر گئے	لا اعلم
تمنا سیر گلشن کی ابھی صیاد باقی ہے	مگر قید قفس گل سے ہمیں فریاد باقی ہے	مقبول
نگاہ یار ہم سے آج بے تقصیر پھرتی ہے	کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے	وحشت
خیال آتا ہے دل کو شکوۂ بیداد کیا کیجے	خدا سے اے بت کافر تری فریاد کیا کیجے	امانت
بہار آئی ہے گلشن میں گھٹا جاتا ہے دم اپنا	قفس کے در کو وا کرتا نہیں صیاد کیا کیجے	"

ہماری قبر کو ٹھوکر لگا کر یار کہتا ہے	ملا ہے خاک میں جو خود اسے برباد کیا کیجے	امانت
خوب ہی تم نے غرض ہم سے وفاداری کی	ہاں میاں شرط یہی ہوتی ہے بس یاری کی	لا اعلم
بجز آہ و فغاں کوئی نہ اب مونس ہمارا ہے	ترا اے آہ بس اس دم فقط ہم کو سہارا ہے	ناداں
وہ نہ آئے یہ بلا پھر ملاقات آئی	جس کا دھڑکا تھا کئی دن سے وہی رات آئی	قلق
پیری میں آرزو ہے یہی ہر زماں مجھے	کردے پھر ایک بار الٰہی جواں مجھے	”
ستم کرکے ستمگر کی نظر نیچے ہی رہتی ہے	برائی پھر برائی ہے ندامت آہی جاتی ہے	”
نہ تو جنت نہ جہنم کے ہیں قائل ہم لوگ	وصل جنت ہے جہنم ہے جدائی تیری	اسیر
بس اسی زور پہ یہ کبر یہ نخوت نمرود	چھین لی ایک ہی پشہ نے خدائی تیری	”
پیراہن بھی گر رنگے اپنا تو مٹی میں رنگے	خاکساری چاہیئے اتنی گدا کے واسطے	وزیر
جو کہ قانع ہو وہ بچ جائے فریب نفس سے	دام کب صیاد پھیلائے ہما کے واسطے	”
ایک روٹھا تو وہیں ایک منانے آیا	نہ رہی اپنی بھی آغوش کسی ڈھب خالی	حاتم
بعد فنا غبار مرے دل کا دھو گئے	دو آنسو مری قبر پہ وہ آکے رو گئے	وزیر
میخانہ میں ہجوم ہے ساقی کے فیض سے	دس اٹھے بیس بیٹھے ہیں چار آئے دو گئے	”
میں کیا کہوں جو قیصر و خاقان لے گئے	لاکھوں جہاں سے ساتھ یہ ارمان لے گئے	”
حسرت اے تازہ اسیران قفس آتی ہے	دھوم سے فصل بہار ایکبرس آتی ہے	زکی
دن گزرتا ہے آہ و زاری سے	رات کٹتی ہے بیقراری سے	شائق
دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے	رات کو خواب میں بھی تو ہی نظر آتا ہے	تسکیں
نہ مونس نہ ہمدم نہ ہمسم یار ٹھہرے	فقط غم ہی کھانے کو غمخوار ٹھہرے	صنعت
دل مرا تیرے لئے چرخ بنا پھرتا ہے	جیسا کعبہ کے لئے قبلہ نما پھرتا ہے	عارف
گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے رہے	نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے رہے	شرر
سنگ پھینکے ہے مری قبر پہ گل کے بدلے	گالیاں دے ہے پس مرگ بھی قل کے بدلے	محو
سوز جگر کو دیدۂ پرنم کو دیکھئے	ان آفتوں کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے	نظر
یار تھے سو اٹھ گئے اور بزم میں ہلچل پڑی	اے خلل انداز گردوں اب تو تجھ کو کل پڑی	وزیر

حضرت انسان میں یہ کیا تکبر تیز ہے	خاک کا پتلا بنا اور خاک سے پرہیز ہے	چرکیں
تصور مرگ کا مرنے سے اپنے بیشتر باندھے	سفر میں چاہئے انسان سامان سفر باندھے	ارشد
نہیں بے مال و دولت آبرو یاں ہاتھ آنے کی	ہر اک فوارہ کو دنیا میں حاجت ہے خزانے کی	امانت
کہیں کا بھی نہ رکھا ہم کو طول قید آفت نے	چھٹے جب دم قفس سے راہ بھولے آشیانے کی	،،
لالہ ساں اس باغ سے ہم داغ ہجراں لے چلے	خاک سر پر داغ دل پر سینہ بریاں لے چلے	لا اعلم
باغ عالم میں نہ آیا ہوگا ہم سا بے نصیب	آئے ایسے باغ میں اور خالی داماں لیچلے	،،
ہم روئے گل بھی دیکھنے پائے نہ یا نصیب	ہم کو بہار میں سوئے زندان لے گئے	ہوس
جو سر آج زینت دہ تاج ہے	وہ کل ایک تکیہ کا محتاج ہے	علم
ناصر ہر ایک جنس سے ہے تو حقیر تر	ذرے کو بھی نہ دیکھ حقارت کی آنکھ سے	ناصر
وصل بھی دیکھا جدائی دیکھ لی	حق نے جو صورت دکھائی دیکھ لی	نثار
دل کے آئینے میں ہے تصویر یار	جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی	،،
کسی کی شب وصل سوتے کٹی ہے	کسی کی شب ہجر روتے کٹی ہے	شیفتہ
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی	نہ روتے کٹی ہے نہ سوتے کٹی ہے	،،
مے وحدت کی ہم کو مستی ہے	بت پرستی خدا پرستی ہے	لا اعلم
گر معرفت کا چشم بصیرت میں نور ہے	تو جس طرف کو دیکھئے اس کا ظہور ہے	درد
مجھے اے دوست تیرا ہجر اب ایسا ستاتا ہے	کہ دشمن بھی مرے اب حال پر آنسو بہاتا ہے	لا اعلم
مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے غرض	دل دیکھے اے صنم تجھے سب سے برے ہوئے	ذوق
لب بام اس صنم کو دیکھکر موسیٰ بھی کہتے ہیں	خداوندا ترے بندوں کی صورت ایسی ہوتی ہے	لا اعلم
بمیر اے دوست گر خواہی رہائی	کہ بے مردن نیابی آشنائی	،،
سالہا گر بنویسم صفت مشتاقی	ماند از شوق تو صد سال حکایت باقی	،،
غیر ممکن ہے چھٹے شادی و غم کا کبھی ساتھ	پر خوشی بھی نہ رہے دل میں اگر غم نہ رہے	،،
اجل سر پر کھڑی ہے خواب غفلت میں زمانہ ہے	چھپر کھٹ کے عوض لازم بنانا شامیانہ ہے	،،
آپ ہی اپنے ذرا لطف و کرم کو دیکھیں	ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی	،،

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی	کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے کیسا چاند بن گہنے	لا اعلم
پسر ناکارہ ہو بد وضع ہو بے زور و بے زر ہو	پدر آخر پدر ہے اسکو الفت آہی جاتی ہے	"
ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے	تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے	"
مسجد کو توڑ ڈالیئے گرجا کو ڈھائیے	دل کو نہ توڑیئے کہ خدا کا مقام ہے	"
چاک دامن ہو تو بھر جائیں رفوگر ٹانکے	زخم دل ہوئے تو فرمائیے کیونکر ٹانکے	"
اکتساب علم کر ٹوٹی ہوئی دیوار سے	ہر پرانی اینٹ اک گنجینۂ تاریخ ہے	"
پھرے زمانہ پھرے آسماں ہوا پھر جائے	بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گر خدا پھر جائے	"
لازم ہے گر فنا تو ہستی کیسی؟	انجام خمار ہے تو مستی کیسی؟	"
سویرے ہی اٹھے گا جو آدمی	رہے گا وہ دن بھر ہنسی اور خوشی	"
شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے	تباہ انکی حالت بری انکی گت ہے	حالی
یہی بلائیں سر پر ہیں تو آج موے کل دوسرا دن	یاری ہوئی بیماری ہوئی درویشی ہوئی تنہائی ہوئی	میر
بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے	یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے	ذوق
سیہ بادام راہر سو میفگن در نظر بازی	نگہدارش کہ وقتی بر سر تابوتم اندازی	لا اعلم
آہ و افغاں سے گئے صبر و تحمل پہلے	چلنے والوں سے بھی ہیں آگے ٹھہرنے والے	"
جان دینے سے تو انکار نہیں ہے لیکن	مرنے سے پہلے جو اعضا شکنی ہوتی ہے	"
تہیدستوں کا رتبہ اہل دولت سے زیادہ ہے	صراحی سر جھکا دیتی ہے جب پیمانہ آتا ہے	داغ
شاعری جزویست از پیغمبری	جاہلانش کفر خوانند از خری	لا اعلم
بلبل کو گلستاں میں آہ و فغاں ملی ہے	پا کر ہنسی چمن کی ہر اک کلی کھلی ہے	"
تپش دل نے عجب شان بنا رکھی ہے	شرر عشق نے اک آگ لگا رکھی ہے	"
نہیں چلتا کسی کا بس کریں گو لاکھ تدبیریں	وہی بات آئیگی آگے جو قسمت میں لکھی ہوگی	شاد
نہ دے زاہد کو اے ساقی پلادے بادہ خواروں کو	مزہ وہ مے کا کیا جانے کبھی جس نے نہ پی ہوگی	"
پوتھی تو تو تھی بہئی اور پنڈت بھیا نہ کوئے	ڈھائی اچھر پریم کے پڑھے سو ہی پنڈت ہوئے	تلسی
سیاں تیری روٹھ میں آدر کرے نہ کوئی	در در کریں سہیلیاں مرمر دیکھوں توئے	"

ہیجن سکارے جائیں گے نین مرینگے روئے	بدہنا ایسی رین کر جو بھور کبھو نا ہوئے	تلسی
جات بھات پوچھے نہیں کوئی	ہر کو بھجے سو ھر کا ہوئے	”
حد حد کرتے سب گئے بے حد گیا نہ کوئے	بے حد کے میدان میں رہے کبیرا ہوئے	کبیر
کرنی کرے تو کیوں ڈرے اور کرکے کیوں پچھتائے	بوئے پیڑ ببول کے تو آم کہاں سے کھائے	”
دانت ٹوٹے گھر گھسے پیٹھ بوجھ نہ لے	ایسے بوڑھے بیل کو کون باندھ بس دے	”
یہ کتا در در پھرے اور در در دُر دُر ہوئے	ایک ہی در کا ہو رہے تو دُر دُر کرے نہ کوئے	”
جس کا کام اُسی کو ساجے	اوروں کے سر ٹھینگا باجے	”
بہتی بات بنائے کے پی کے پاس گئی	جب جھپ دیکھی پیا کی ساری بھول گئی	”
جوبن تھا جب جتن تھا لاگو تھا سب کوئے	جوبن جتن گنوائے کے رہی نمانی ہوئے	”
اصلوں سے نہیں خطا و فا نہیں کم اصلوں سے ہونے کی	کندن میں ہو کھوٹ ملاو جب بھی جھلک ہی سونے کی	لا اعلم
حتی الامکان بھلائی ہی کرے دنیا میں	نام رہجاتا ہے رہتا نہیں انساں باقی	”
حال عدم نہ کچھ کھلا گزری ہے رفتگاں پہ کیا	کوئی حقیقت آنکر کہتا نہیں بری بھلی	”
بشر کو چاہئے ملتا رہے سب سے زمانے میں	کسی دن کام یہ صاحب سلامت آہی جاتی ہے	”
ٹکڑے ہو نہ جس دل میں محبت ہو کسی کی	پھوٹیں نہ جن آنکھوں میں مروت ہو کسی کی	”
خوش ظاہرند عالم بے مغز وجوز پوچ	بیرون پر از فریب ولیکن میان تہی	حزیں
برند از فاقہ نزد ہر خسیسے	کنوان اہل خرد دست گدائی	حافظ
ہوں گنہگار مگر شک مجھے تعزیر میں ہے	عفو کے پھولوں کی بو دامن تقصیر میں ہے	لا اعلم
دو روزی را اعتمادے را نشاید جہلت گردون	میفگن تاکہ بتوانی بفردا عیش امروزے	”
جوہر ذاتی ترا چون تیغ می گردد لباس	از لباس عاریت خود را اگر عریان کنی	”
ہیچ غمگین نشوی زانچہ نیاید بگفت	شکر گوئی و قناعت بخدا داد کنی	حافظ
قانع شوی ز لذت دنیا باندکے	خواب و خورش چو مردم چشم بود یکے	غنی
ہر آنکہ گنج قناعت بگنج دنیا داد	فروخت یوسف مصری بکمترین ثمنے	حافظ
غبار منت احسان گران ترا زدر دست	بصندل دگران رفع درد سر نہ کنی	لا اعلم

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
روکھی سوکھی کھاے کر ٹھنڈا پانی پی	چکنی چپڑی دیکھ کر مت للچاوے جی	لا اعلم
ز شرط ست وقتے کہ روزی خوری	کہ نام خداوند روزی بری	"
رعیت درخت ست اگر پروری	بکام دل دوستان برخوری	"
از تواضع می شود ظاہر عیار پختگی	حجت قاطع بود از میوہ ہا افتادگی	صائب
در وطن گرمی شدے ہر کس باسانی عزیز	کے ز آغوش پدر یوسف بہ کنعان آمدے	لا اعلم
مکن ہرگز قبول کدخدائی	کز و تا زندہ باشی بندہ باشی	"
چلو چلو سب کوئی کہے برلا پہنچے کوے	ایک کنک اور کامنی دُرگم گھاٹی دوے	"
ایک کنک اور کامنی لیں پھل کئے اپاے	دیکھے ہی تے بس چڑھے جا کھت ہی مرجاے	"
گرو گوبند دونوں کھڑے کس کے لاگوں پاے	بلہاری گرو دیو کی گوبند دیا دکھلاے	"
دو چیز طرۂ عقل است دم فروبستن	بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی	سعدی
اسپ لاغر میان بکار آید	روز میدان نہ گاو پرواری	"
ابر گر آب زندگانی بارد	ہرگز از شاخ بید برنخوری	"
با فرومایہ روزگار مبر	کز نئے بوریا شکر نخوری	"
ہمان بہ کہ لشکر بجان پروری	کہ سلطان بہ لشکر کند سروری	"
کند جور پیشہ سلطانی	کہ نیاید ز گرگ چوپانی	"
تو کز محنت دیگران بے غمی	نشاید کہ نامت نہند آدمی	"
دوست مشمار آنکہ در نعمت زند	لاف یاری و برادر خواندگی	"
دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست	در پریشان حالی و در ماندگی	"
اگر گنجے کنی بر عامیان بخش	رسد ہر گداے را برنجے	"
حاصل نشود رضاے سلطان	تا خاطر بندگان نجوئی	"
خواہی کہ خداے بر تو بخشد	با خلق خداے کن نکوئی	"
چو کردی با کلوخ انداز پیکار	سر خود را بنادانی شکستی	"
چو تیر انداختی بر روے دشمن	چنان دان کاندر آماجش نشستی	"

دولت ۱۲
عورت ۱۲
زہر ۱۲
خداوند تعالی ۱۲

آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے	عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے	سعدی
گر وزیر از خدا بترسیدے	ہمچنان کز ملک ملک بودے	”
اگر روزی بدانش برفزودے	ز نادان تنگ تر روزی نبودے	”
اگر درویش بر حالے بماندے	سر دست از دو عالم برفشاندے	”
فہم سخن چون نہ کند مستمع	قوت طبع از متکلم مجوے	”
بیک ناتراشیدہ در مجلسے	برنجد دل ہوشمندان بسے	”
گرت از دست بر آید دہنے شیرین کن	مردی آن نیست کہ مشتے بزنی بر دہنے	”
طرب نوجوان ز پیر مجوے	کہ دگر آید آب رفتہ بجوے	”
گہ بود کز حکیم روشن رائے	بر نیاید درست تدبیرے	”
گاہ باشد کہ کودکے نادان	بغلط بر ہدف زند تیرے	”
خاموشی بہ کہ ضمیر دل خویش	با کسے گفتن و گفتن کہ مگوے	”
سخن در میان دو دشمن چنان گوے	کہ اگر دوست گردند شرم زدہ نباشی	”
با مردم سہل گوے دشوار گوے	با آنکہ در صلح زند جنگ مگوے	”
از بدان جز بدی نیاموزی	نکند گرگ پوستین دوزی	”
گر سنگ ہمہ لعل بدخشان بودے	پس قیمت لعل و سنگ یکسان بودے	”
اگر جور شکم نبودے ہیچ مرغ در دام صیاد	نیفتادے بلکہ صیاد خود دام نہادے	”
چرا نالد کسے از تنگدستی	کہ گنج بے قیاس ست تندرستی	جودت
در فکر آشنائی اہل سخن مباش	باید کہ خویش را بسخن آشنا کنی	غنی
حافظ مدار امید فرج از مدار دہر	دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے	حافظ
ہفتاد سالہ طفلے جز تو کسے ندیدم	جز خاکبازئی تن شغل دگر نداری	کلیم
ہر چند کہ گردید چو کافور ترا موے	دل سرد نگردید ز دنیا سر موے	صائب
درد پیری را مسیحا چارہ نتوانست کرد	تو ز جہل خویشتن در فکر درمان خودی	لا اعلم
ز پیری ریخت دندانت نداری تن بیاد حق	ببازی آخر این تسبیح چون اطفال گم کردی	غنی

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
شاہد صادق اثر دارد بسے	لیک آنرا کے شناسد ہر کسے	معنوی
گر بصورت آدمی انسان بدے	احمد و بوجہل خود یکسان بدے	لا اعلم
اے زبان ہم گنج بے پایان توئی	اے زبان ہم رنج بے درمان توئی	"
امر حق را باز جواز واصلے	کامر حق را در نیابد ہر دلے	"
می بلرزد عرش از مدح شقی	بدگمان گردد ز مدحش متقی	"
لحن مرغان را اگر واقف شوی	بر ضمیر مرغ کے واقف شوی	"
خر گریزد از خداوند از خری	صاحبش در پے ز نیکو گوہری	"
غنی ز صدر نشینی گزشتم و شادم	کہ ہر کجا کہ روم ہست جائے من خالی	غنی
چند در خواب رود عمر تو اے بے پروا	آنقدر خواب نگہدار کہ در گور کنی	صائب
بپرس ہر چہ ندانی کہ دل ز پرسیدن	دلیل راہ تو باشد بعز و دانائی	سعدی
منہ درمیان راز با ہر کسے	کہ جاسوس ہمکاسہ دیدم بسے	لا اعلم
بار برداری ست بہر منزل فردائے تو	مغتنم دان گر بدرگاہ تو آید سائلے	کلیم
بچشم کسان در نیاید کسے	کہ از خود بزرگی نماید بسے	اثر
جہانیان پئے رسوائی ہم اند تمام	خدا کند کہ نپرسد کسے ز حال کسے	ناصر علی
درشتی مکن اے نکو ہیدہ رائے	بہ نرمی کند قطرہ در سنگ جائے	حزین
ترا با چنین تندی و سرکشی	نہ پندارم از آبی یا آتشی	سعدی
مردی گمان مبر کہ بزور ست و پردلی	با خشم گر برآئی دانم کہ کاملی	لا اعلم
ظاہر و باطن اگر باشد یکے	نیست کس را در نجات او شکے	معنوی
یک حرف صوفیانہ بگویم اجازت ست	اے نور دیدہ صلح بہ از جنگ وداوری	حافظ
تا توانی نکنی در حق کس تقصیرے	بدرمے یا درمے یا قدمے یا سخنے	لا اعلم
دست چون افتاد خالی ہمت عالی چہ سود	آنچہ در دل داشتم در دست بودے کاشکے	صائب
عشق نے غالب نکما کر دیا	ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے	غالب
ہم روئے گل بھی دیکھنے پائے نہ یا نصیب	ہمکو بہار میں سوئے زندان لے گئے	ہوس

جو سر آج زینت دہ تاج ہے	وہ کل ایک تکیہ کا محتاج ہے	علم
ناصر ہر ایک جنس سے تو ہے حقیر تر	ذرے کو بھی نہ دیکھ اہانت کی آنکھ سے	ناصر
سیکھ تو واکو دیجئے جاکو سیکھ سہائے	سیکھ نہ دیجئے باندرا جو ہے کا گھر جائے	لا اعلم
تاگا ٹوٹے پھر جڑ ملے اور پھول ٹوٹ کمہلائے	دل کا ٹوٹا نہ ملے آس پاس کو جائے	"
جیسا چت حرام میں ویسا ہر میں ہوے	جا تلسی بیکنٹھ کو ہاتھ نہ پکڑے کوئی	تلسی
چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا رونے	دو پاٹن کے بیچ میں ثابت گیا نہ کوئی	کبیر
پریت جو کیجئے بڑے سے تو بنت بنت بنجائے	ہستی کو تجن سر چڑھے اور بن بن کے پھل کھائے	تلسی
دکھ میں ہر ہر سب بجھیں سکھ میں بجھے نہ کوئی	جو سکھ میں ہر کو بجھیں تو دکھ کاہیکو ہوے	کبیر
تلسی آہ نہ لیجئے بری غریب کی آہ ہے	موی بھیڈ کی کھال سے لوہا بھسم ہو جائے	تلسی
جو میں ایسا جانتی پیت کرے دکھ ہوئے	نگر ڈھنڈورا پھیرتی پیت نہ کریو کوئے	لا اعلم
اس بتکدہ میں کون ہے کافر ترے سوا	تو آپ ہی بت پرست بت بت تراش ہے	ذوق
اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے	لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے	درد
جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے	یہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے	سودا
گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی	اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی	"
اقدر اوقات کی اپنی اگر انساں جانے	کنج خلوت کو وہ اقلیم سلیماں جانے	مصحفی
ہو نہ وابستہ کسی چیز کا یاں صاحب ہوش	رہے دنیا میں ولے آپ کو مہماں جانے	"
یہ آپ زر لکھا ہے بوعلی نے	کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے	بوعلی
دنیا میں ہے خزانہ لڑائی کا گھر سدا	از روئے غور گنج کو الٹو تو جنگ ہے	امانت
درد دل سے لوٹتا ہوں میر کس کو درد ہے	میں ہوں لفظ درد جس پہلو سے الٹو درد ہے	میر
مکر جانیکا قاتل نے نرالا ڈھب نکالا ہے	سبھوں نے پوچھتا ہے اسکو کس نے مار ڈالا ہے	لا اعلم
ہم ہوے تم ہوے کہ میر ہوے	اسکی زلفوں کے سب اسیر ہوے	میر
بیاموز سنت کیمیاے سعادت	ز ہم صحبت بد جدائی جدائی	حافظ
جاہل ار باتو نماید ہمدلے	عاقبت زخمی زند از جاہلے	معنوی

سرمایۂ نجات بود توبۂ درست	باکشتئ شکسته بدریا چه می روی	صائب
زخاموشئ دهن غنچه مشک بوگردد	خوشا لبیکه بود مهردار خاموشی	"
بعیب خود نیفتد دیده هرگز عیب جویان را	بچشم بی بصیرت عیب فرزند است پندارے	"
بحرف اگرچه توان یافت حال هرکس را	لب خموش بود ترجمان درویشی	"
درین درگاه سعی هیچ کس ضائع نمیگردد	بقدر آنچه فرمان می بری فرمانروا گردی	"
حیف ست عمر صرف تماشا کند کسے	چون باز بے شکار نظر وا کند کسے	"
آنکه مصرف میکنی پیدا برائے سیم و زر	کاش نقد رفت را هم مصرفے پیدا کنی	"
غم بیحاصلی خویش نخوردی یکبار	چند در فکر زمین و غم حاصل باشی	"
ز آسمان و زمین شکوه میکنی شب و روز	چه داده بزمین ز آسمان چه می خواهی	"
سبز زیر سنگ نتوان ست قامت راست کرد	چیست حال خضر یارب زیر بار زندگی	"
اگر دل بر کنی زین چار دیوار	در خیبر ز جا افگنده باشی	"
برات رزق تو بر آسمان نوشته خدائے	عبث توقع رزق از زمینیان داری	"
در آرند بنیاد رویین ز پائے	جوانان به شمشیر و پیران برائے	سعدی
غرض نقشیست کز ما باز ماند	که هستی را نمی بینم بقائے	"
مجال سخن تا نه بینی نباید گوے	چو میدان نه بینی نگه دار گوے	"
چو خواهد شدن عالم از ما تهی	گدائی بسے به ز شاهنشهی	"
گر بر صواب روز جزا مطلع شدی	درویشی اختیار کنی بر توانگری	"
اگر ژاله هر قطره اتش در شدی	زخر مهره بازار او پر شدی	"
شکم بند دست ست و زنجیر پائے	شکم بنده نادر پرستد خدائے	"
مشو تا توانی ز رحمت بری	که رحمت برندت چو رحمت بری	"
توقع مدار اے پسر گر کسے	که بے سعی هرگز بجائے رسے	"
سعدی به لب دریا دردانه کجا یابی	در کام نهنگان رو گر می طلبی کامی	"
بر پرهیزم از روز عذر آوری	به پرهیزگاری کنم داوری	نظامی

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
زبرگ ریز خزان ایمن اند درویشان	بیک ہواست بہار و خزان درویشی	حافظ
ہشدار کہ گر وسوسۂ نفس کنی گوش	آدم صفت از روضۂ رضوان بدر آئی	"
ہرا دامستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی	اف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی	لا اعلم
جسکے پہلو میں ہو تم اس کا نصیب اچھا ہے	میری دانست میں تم سے بھی عدو اچھا ہے	"
جسکے رخسار کو نیلا کرے بوسوں کا خیال	ایسے نازک سے نکالے کوئی ارماں کیسے	"
گستاخ بہ گلشن نتوان دیدہ کشودن	در بوے و گل و باد و صبا بلکہ تو باشی	"
عمر بگذشت و ندیدم بجہان دم سازی	با کسے غیر دل خویش نہ گفتم رازے	"
نہ ام آمدہ از پئے دل خوشی	مگر از پے رنج و محنت کشی	"
میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول	پھول کچھ میں نے چنے ہیں انکے دامن کیلئے	"
بندگی کردن پسندیدست با آزادگی	سرو را حظ امان شد از خزان استادگی	ناصر علی
چون پر غالب شود بر آدمی	کم شود از مرد وصفِ مردمی	معنوی
جہد کن حدے نما تا وارہی	در تو از جہدش بمانی ابلہی	"
ہر کہ کارد گردد انبارش تہی	لیکنش اندر مزرعہ باشد تہی	"
انعام تو عام ست چو نور خورشید	زان یافت انتظام احوال ہمہ	لا اعلم
تو تا باشی نخواہد شد چو لالہ	سرت خالی ز سوداے پیالہ	"
تا شانہ صفت سر نہی در تہ ارہ	ہرگز بہ سرے زلف نگارے نرسی	"
تا خاک ترا کوزہ نسازند کلالان	ہرگز بہ لب لعل نگارے نرسی	"
تا ہمچو حنا سودہ نگردی تہ سنگ	ہرگز بکف پاے نگارے نرسی	"
ولد الزنا ست حاسد منم آنکہ طالع من	ولد الزنا کش آمدہ چو ستارۂ یمانی	"
کسے نیک بیند بہر دو سراے	کہ نیکی رساند بخلق خداے	"
ز صاحب غرض تا سخن نشنوی	کہ گر کار بندی پشیمان شوی	"
ہر سرے را کہ خود برافرازی	تا توانی ز پا نیندازی	"
من ذرۂ حقیر تو خورشید انوری	لازم بہ آفتاب بود ذرہ پروری	"

عمرت دراز باد تو تا دور مشتری	من از تو برخورم تو از عمر برخوری	لا اعلم
اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا	سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے	"
آنکھیں تجکو ڈھونڈتی ہیں دل ترا گرویدہ ہے	جلوہ تیرا دیدہ ہے صورت تری نادیدہ ہے	"
من ہیچ و کم ہیچ ہسم بیارے	از ہیچ و کم ہیچ نہ آید کارے	"
لگائے ٹھٹھہ کھڑی ہے نامرادی	تمنائے دلی نکلے کدھر سے	"
کاغذ ہو تو بانچ تو کرم نہ بانچا جائے	تنکا ہو تو توڑ پریت نہ توڑا جائے	"
اگر ہر موے من گردد زبانے	ز تو رانم نہ ہر ایک داستانے	"
بنا وچارے جو کرے سو پاچھے پچھتائے	کام بگاڑے آپنو جگمیں ہوت ہنسائے	"
کلاہ گوشۂ دہقان بآفتاب رسید	کہ سایہ برو فگند چون تو سلطانے	"
اگر با پدر جنگ جوید کسے	پدر بیگمان چشم گیرد بسے	"
دلربا دلکش نگاہ ناز سے	میرے دل کے داغ سارے دہلگئے	"
چہ خوش وقتے و خرم روزگارے	کہ یارے برخورد از وصل یارے	"
تامل در آئینۂ دل کنی	صفائی بتدریج حاصل کنی	"
کالج میں پاس پاس کی آواز ہے	عہدوں سے آرہی ہے صدا دور دور کی	اکبر
ماں باپ کی ہوتی ہے خوشی سالگرہ سے	پر یہ خبر نہیں کہ گئی سال گرہ سے	لا اعلم
در پیش سفر اور مسافر ہیں غافل	آرام سے ہیں رخت سفر کھول کے بیٹھے	"
ہنر تابد از مردم گوہری	چو نور از مہ و تابش از مشتری	"
خوشا سحرے کہ آہ منت کند اثرے	ز راہ وفاے بسوے منت گزرے	"
شیر نر بوسد بخدمت مرد قانع را قدم	پیر خاید بدندان پاے مردی ہر درے	"
آب گر در روغن جوشا کنی	دیگدان و دیگ را ویران کنی	مخفی
ز پیری ریخت دندان فداوی تن بذکر حق	ببازی آخر این تسبیح چون اطفال گم کردی	غنی
فلک گر از تواضع خم نبودے	سرافراز ہمہ عالم نبودے	"
عزت شاہ گدا زیر زمین یکسان ست	میکند خاک برائے ہمہ کس جا خالی	"

نیابی حق بغیر از درد دل زین سبحه گردانی	به از صد دانه باشد دانه اشکی اگر دانی	ناجی
بھڑکی ہی سہی ادا سہی چین جبیں سہی	سب کچھ سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی	انشاء
وابستۂ غرور جهان گشتن ابلهی ست	عاقل کسے نیست مقید به هیچ شئے	ساقی
موت سے کس کو رستگاری ہے	آج وہ کل ہماری باری ہے	میر
تکیه بر جائی بزرگان نتوان زد بگزاف	مگر اسباب بزرگی همه آماده کنی	حافظ
حذر کن ز نادان بیهوده گوے	چو دانا یکے گوے و پرورده گوے	سعدی
اگر تیغ عالم بجنبد ز جاے	نه بُرّد رگے تا نخواهد خداے	״
ناخوانده برو بر در کس تا ز گرانی	بار دل یک شهر چو سیلاب نباشی	کلیم
اندرون از طعام خالی دار	تا درو نور معرفت بینی	سعدی
بلندی نمودن در افگندگی	فراهم شدن در پراگندگی	نظامی
که بسیار ناید برِ اندکے	یکے بر صد آید نه صد بر یکے	״
کسے را که دولت کند یاوری	که آرد که با او کند همسری	״
نه بینم به بدخواهی اندر کسے	که من نیز بدخواه دارم بسے	״
در کف هر کس اگر شمع بدے	اختلاف از گفت شان بیرون شدے	معنوی
فال بد رنجور گر داند همے	آدمی را که نبود دستش غمے	لااعلم
در اختلاف بزرگان که گفته اند مکن	بکن هر آنچه بشاید ز هر چه بتوانی	سعدی
خود پرستان نظر به شخص کنند	پاک بتیان به صنع یزدانی	لااعلم
رقص و دفے مسلم ست ترا	کاستین بر دو عالم افشانی	״
توان از دانه هاے سبحه دانست	که دلها را به دلها هست راهے	״
ز لوح روے کودک میتوان خواند	که بد یا نیک باشد در بزرگی	״
زمانے شعر و شطرنج و حکایت	که خاطر را بود دفع ملالے	״
در همه حال نیک محضر باش	تا همه وقت محترم باشی	״
امروز اگر نکوهش من کرد پیش تو	فردا نکوهش تو کند پیش دیگرے	״

چو مر بندهٔ راہمی پروری	بہ ہیبت برآرشس کز و برخوری	لاا علم
مکن نالہ از بینوائی بسے	چو بینی ز خود بینوا تر کسے	"
ہر کہ غم جہان خورد بر زحیات کے خورد	پس تو غم جہان مخور تا زحیات برخوری	"
بر سایہ بان حُسن عمل اعتماد نیست	سعدی مگر بہ سایۂ لطف خدا روی	"
دل ما تمام بروی رخ خود نمی نمائی	یکجا جویم اے جان زکہ سمت پر کجائی	"
عشق در نازک دلان آتش زند یکبارگی	مرغ شکر خوارہ را آرد با آتش خوارگی	"
بے پیر مرد تو در خرافیات	ہر چند سکندر زمانی	"
عسرت میں دولت ہو تو افلاس نہیں ہے	کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے	"
رفتی و کارہا ہمہ درہم گذاشتی	آشفتگی بر مردم عالم گذاشتی	"
پدر خویش باش اگر مردی	گرو نام پدر چہ گردی	"
ادب تاجیست از لطف الہٰی	نبہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی	"
خدا بہ حکمت بہ بند دورے	کشاید بفضل و کرم دیگرے	"
تو اے رعنا چو گل تا چند تا کے	خوری از جام گلگون لالہ گون مے	"
چو نرگس تا بکے ساغر پرستی	قدح در دست و سر در خواب مستی	"
گر ورد پڑھے کوئی یا نقش بھرا چاہے	اُستاد ہو سیفی کا یا اثر دعا چاہے	"
گر ہووے دل کامل یا تغیر قضا چاہے	ہوتا ہے وہی لیکن جو کچھ کے خدا چاہے	"
سنکھ ہے بن میں گھس کے رنیں دھس کے کر بھکشن کیجے	کہاں کھجور کیو کان ہیں ڈالکے زہر کا پیالہ ہلاہل کیجے	"
بھوت پلیت کی سنگت بیٹھ کے سانپ کے منہ میں انگری دیجے	اتنے کام سبھی کرے پر مورکھ متر سے پریت نہ کیجے	"
گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے	بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے	انیس
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا	جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے	لاا علم
ہمت پیران کشاید کارہائے سخت را	رخنہ در خارا کند تیر کمان صدمی	"
می شود خاموش از تر دامنی شمع حیات	دامن پاک ست فانوس چراغ زندگی	صائب
گرت خونابہ گردد دل ز دست دوستان سعدی	نہ شرط دوستی باشد کہ از دل بر زبان آری	سعدی

زخلق ارچه آزار بینم بسے	نخواهم که آزارد از من کسے	راسخ
از ناکسان وفا و مروت طمع مدار	از طبع دیو خاصیت آدمی مجوے	مخفی
کسے کرده بے آبروئی بسے	چه غم دارد از آبروی کسے	سعدی
زگفتن آشکارا می شود راز	نداند هیچ کس حال خموشی	صائب
عمر با صد ساله الفت بیوفائی کرد و رفت	از که دیگر در جهان چشم وفا دارد کسے	صائب
کاهش و افزائش این نشه با یکدیگر است	میخورد افیون ترا چندانکه افیون میخوری	لااعلم
ابر مظلم تیره گرداند جهان را در دمے	یک ترش رو تلخ سازد عیش را بر عالمے	؍؍
فیض ازل بزور و زر ار آمدے بدست	آب خضر نصیبهٔ اسکندر آمدے	حافظ
گرچه فرش خانهٔ زاهد بظاهر بوریاست	نیست فارغ با کلفش از خار خار سوزنی	مسجد
آفتاب سیادت ازلی	گوهر کان لطف لم یزلی	لااعلم
چه حاجت است بجام جهان نما صائب	اگر تو آئینهٔ سینه بے غبار کنی	صائب
بروشند لانی بر آور دمے	که یک مرد دانا به از عالمے	حزین
به بد گفتن خلق چون دم زدی	اگر راست گوئی سخن هم بدی	سعدی
چو با سفله گوئی بلطف و خوشی	فزون گردش کبر و گردن کشی	عارف
پرده پوشی پرده بر افعال خود پوشیدن است	عیب هر کس را کنی پوشیده ستار خودی	لااعلم
درختے که پیوسته بارش خوری	تحمل کن آنگه که خارش خوری	سعدی
لطف حق ما را ز دنیای دنی دارد دریغ	ورنه دنیا را دریغ از ما نمیدارد کسے	لااعلم
جز پشیمانی ندارد حاصلی عمر دراز	آه افسوسیست هر سطر کتاب زندگی	صائب
سبک باری نه آزادیست در کیش جوانمردی	توانی بار اگر از خاطری برداشت آزادی	حزین
نداری بر رضای حق نظر چون کوته اندیشان	جهان را جمله محکوم رضای خویش می خواهی	صائب
نشاط این جهان هر چند کمتر سیر حاصل تر	به طفلان بعد روز جمعه باشد آه و افسوسے	لااعلم
یکدم خوش را هزاران آه حسرت در قفاست	خرج بیش از دخل باشد در دیار زندگی	؍؍
چو دشنام گوئی دعا نشنوی	بجز کشتهٔ خویشتن ندروی	سعدی

برآرد ز دل خار را ہر کسے	خلعہ چون بدل کار دارد بسے	لا اعلم
چون عاقبت گذاشتنی ہم گزشتنی ست	صائب چہ التفات بہ دنیا کند کسے	صائب
جمشید جز حکایت جام از جہان نبرد	زنہار دل مبند بر اسباب دنیوی	حافظ
دل در جہان مبند کہ دوران روزگار	ہر روز بر سری نہد این تاج خسروی	لا اعلم
جہان را ندیدم وفادار ئیے	نخواہد کس از بے وفا یارئیے	نظامی
اگر دل از خلائق کندہ باشی	بمنزل بار خود افگندہ باشی	صائب
چند اسباب اقامت جمع در عالم کنی	ریشہ تا کے در زمین عاریت محکم کنی	״
جوانمردان نتابند از کسے روے	ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گوے	لا اعلم
کب وہ سنتا ہے کہانی میری	اور پھر وہ بھی زبانی میری	غالب
نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے	پسینے پونچھئے اپنی جبیں سے	لا اعلم
پہلے تو زور و قوت طاقت بجا رہے	پھر بعد اس کے ہمت مردانہ چاہیئے	״
ایسا کرنے سے بھی گر ہو نہ تسلی نہ سہی	امتحاں اور بھی باقی ہو یہ بھی نہ سہی	״
شیر قالیں اور ہے اور شیر نیستاں اور ہے	شکل نامرد اور ہے اور مردی داں اور ہے	״
اپنی جگہ تو سب کو ہے دعوئے مردمی	میدان کارزار میں ٹھیرے تو مرد ہے	״
گر بہ طاقت برسی مست نگردی مردی	ور بہ عشرت بروی ست نگردی مردی	״
پئیں نہ آب بقا ہم شراب کے بدلے	شراب پیتے ہیں ہم بلکہ آب کے بدلے	״
شراب ہے یہ سمجھ کے پینا خراب کہتا ہے اسکو عالم	کہیں نشے میں تم کھلیں نہ جو ہر ادھر ہمارے ادھر تمہارے	״
وہ چاٹ دول کرے نہ مذمت شراب کی	واعظ کے منھ پہ مہر لگا دی کباب کی	״
قاضی کے منھ پہ ماردی بوتل شراب کی	یہ عمر بھر میں ایک ہوئی ہے ثواب کی	״
در ساختن کارِ کسان سعی نماے	کار تو شود ساختہ از لطف خداے	״
مکن در ملک سلطان ہرچہ خواہی	کہ شرکت بر نتابد بادشاہی	״
مردمی کن بجائے دشمن و دوست	کز مروت زیان نہ کرد کسے	״
آن را کہ ز روے لطف درخواست کنی	کارش بصلاح آری و راست کنی	״

کسے کو بر تو دارد حق آبے	فراموش مکن در ہیچ بابے	لا اعلم
چو از کمان قضا و قدر رسد تیرے	یقین کہ باز نہ گردد بہ ہیچ تدبیرے	"
کسے را کہ ایزد کند یاوری	کہ یارد کہ با وے کند داوری	"
طور پہ حضرت موسیٰ جو گرے غش کھا کر	جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہے	"
آدمی را قوت دست از دل ست	ہر کہ او را دل قوی بازو قوی	"
حزم آن باشد کہ ظن بد بری	تا گریزی و شوی از بد بری	"
اگر توقع بخشائش خدا داری	ز روے لطف و کرم بر شکستگان بخشائے	"
مشو ایمن از آن شخصے چو بسمل کردہ میخواہی	کہ مار خفتہ را بیدار کردہ شیر نوشانی	"
ز مکر زن مشو غافل کہ بر مرد	کند صد عشوہ بہر دلفریبے	"
نہ از براے بہشت است بندگی مارا	کہ دوستی بود آنجا نہ کار مزدوری	"
اگرچہ در جہان صد یار داری	چہ شد آخر بیک کس کار داری	"
گر نباشد زندگی در بندگی	مردنت بہتر ازین بد زندگی	"
یک تن درین زمانہ بے داغ ماتمے نیست	کردیم سیر عالم از ماہ تا بماہی	"
رہا کن ستم را بیک بارگی	کہ کم عمری آرد ستمگارگی	"
جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد	پر طبیعت ادھر نہیں آئی	"
در رہ منزل لیلےٰ کہ خطرہاست بسے	شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی	"
جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر	سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے	"
ذات معبود جاودانی ہے	باقی جو کچھ کہ ہے وہ فانی ہے	"
پیری آئی عذار بے نور ہوے	یاران شباب پاس سے دور ہوے	"
پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے	اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوے	"
حسن انسان میں آیا تو ادا بھی آئی	ناز و انداز جب آیا تو جفا بھی آئی	"
خدا کی راہ میں دے ورنہ مال غیر سمجھ	یہاں سے بھیجدیا جو وہ مال تیرا ہے	"
ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزے کم	ز التفات بہ مہمان سراے دہقانے	"

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا	اس کی بلا سے بوم بسے یا ہما بسے	لاعلم
بت ظالم نہیں سنتا کسی کی	غریبوں کا خدا فریادرس ہے	"
اے بتو تم کو اگر بندہ نوازی آتی	بخدا گھر میں تمھارے ہی خدائی آتی	"
کھب گئی دل میں یہ کس خنجر مژگاں کی ادا	دل تڑپتا ہے جدا ٹکڑے جگر ہوتا ہے	"
محفل سے تیری او بت ناآشنا چلے	آئے تھے درد و رنج اٹھانے اٹھا چلے	"
شال زربفت مبارک تمھیں دولتمندو	ہم کو کمبل میں دوشالے کا مزا ملتا ہے	"
چو از کمان قضا و قدر رسد تیرے	یقین کہ باز نہ گردد بہ ہیچ تدبیرے	"
نہیں وہ گل نہ وہ سبزہ نہ وہ بہار چمن	نہ نغمہ سنج ہے بلبل نہ گل ہی خنداں ہے	"
آگے کیا اقرار تھا اب منہ بھی دکھلاتے نہیں	جائیے بس خوب الفت آزمائی ہو چکی	"
تاسف اب تو ناحق ہے عبث اظہار نادانی	چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی	"
ایک ہم ہیں کہ محبت میں ہوئے بسکہ ذلیل	ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہونگے	"
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے	فانوس بنکے آپ حفاظت ہوا کرے	"
اس خوبئ جمال پہ غافل نہ کر غرور	یہ حسن یہ جمال امانت خدا کی ہے	"
رخ بھی نہیں ملاتے ہیں وہ آج کیا ہوا	کل تک تو مجھ پہ پھرکی ہر دم نگاہ تھی	"
اپنے قاتل کا بڑھانا حوصلہ منظور ہے	تحفہ اس کے واسطے شمشیر براں چاہیئے	"
آئی بہار باغ میں بلبل قفس میں ہے	صیاد بھی چھری لئے اپنی ہوس میں ہے	"
ہے جان کشاکش میں عجب راز نہاں ہے	کچھ زور نہ دل پر ہے نہ کہنے میں زباں ہے	"
مصیبت اپنی کسی کو سنا نہیں سکتے	گزر رہی ہے جو دل پر دکھا نہیں سکتے	"
محال ست گر سر برین درنہی	کہ باز آیدت دست حاجت تہی	"
صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہے	ہمارا یار جسدم جانب میخانہ آتا ہے	"
جوش شباب اب نہیں باقی ہے شیب میں	پیری کے ولولے ہیں خزاں کی بہار ہے	"
میں کہتا ہوں کچھ اور سمجھتے ہیں وہ کچھ اور	جو بات ہے دل کی وہ زباں پر نہیں آتی	"
سنوں کس کس کی میں یارب یقیں کس کس کا ہو مجھ کو	کہ قاصد کا بیاں کچھ ہے صبا کچھ اور کہتی ہے	"

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
اے فاختہ پرواز کناں بر سر سروی	درد دل مرغان گرفتار چہ دانی	لا اعلم
پری نے حور نے انساں نے کب یہ شکل پائی ہے	خدا نے ہاتھ سے اپنے تری صورت بنائی ہے	"
ہم تو ملنے سے تمہارے ہو چکے تھے ناامید	شکر ہے اللہ نے صورت دکھائی آپ کی	"
روزے برسی بہ وصل حافظ	گر طاقت انتظار داری	حافظ
تو بدین جمال و خوبی سو طور گر خرامی	ارنی بگوید آنکس کہ بگفت لن ترانی	لا اعلم
وحشت عیاں ہے خاک سے مجھ خاکسار کی	بھڑکے ہرن بھی سونگھ کے مٹی مزار کی	"
کچھ اعتبار نہیں قول و فعل کا ان کے	کبھی ہمارے ہوئے اور کبھی پرائے ہوئے	"
کہاں تک آنکھوں میں سرخی شراب خواری سے	سفید مو ہوئے باز آ سیاہ کاری سے	"
آپ کی چشم عنایت ہو تو سب ہے ورنہ	مری خواہش مرا ارماں مری حسرت کیا ہے	"
باغ میں آج جو اس گل کی سواری آئی	شور بلبل نے کیا باد بہاری آئی	"
عشق کامل ہے تو اتنا چاہئے	ناگوارا سب گوارا چاہئے	"
بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروج پرواز	ہم بھی اس باغ میں تھے قید سے آزاد کبھی	"
دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے	رات کو خواب میں بھی تو ہی نظر آتا ہے	"
عید کا دن ہے گلے سے آج تو مل جائیے	سال بھر کو دیکھئے میری تمنا دیکھئے	"
شکوہ نہیں ہے آپ جواب پوچھتے نہیں	وہ شکل مٹ گئی وہ شباہت نہیں رہی	"
کسی کے منہ سے نہ نکلا ہمارے دفن کے وقت	کہ ان پہ خاک نہ ڈالو یہ ہیں نہلائے ہوئے	"
نہ دنیا نہ دولت نہ گھر ہے نہ در ہے	نہ ہمت نہ جرأت نہ تیغ و تبر ہے	"
فتنہ انگیزی تری اے فتنہ قامت دیکھ لی	دیکھ لی او شور محشر یہ قیامت دیکھ لی	"
ہم پیار کریں تم کو تو تم غیروں کو چاہو	اللہ ترے گھر میں عدالت نہیں ہوتی	"
آدمی سہتا ہے کیا کیا ذلتیں	نفس مردود و شقی کے واسطے	"
خواب میں گال جو گورے یہ فرنگن دیکھے	کمپنی قتل ہو مژگاں کی جو پلٹن دیکھے	"
خوں کا مزہ شرابی کے چکھتی شراب ہے	محروم دانہ پانی سے رکھتی شراب ہے	"
اللہ نہ دے گردش ایام جدائی	کم صبح قیامت سے نہیں شام جدائی	"

مصرع اول	مصرع ثانی	
اشراف کا بناؤ رئیسوں کی شان ہے	شاہوں کی آبرو ہے سپاہی کی جان ہے	لا اعلم
ہم معتقد دعوئے باطل نہیں ہوتے	سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے	"
اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے	نہیں معلوم کس دھن میں ترا دیوانہ آتا ہے	"
سانس دیکھی تن بسمل میں جو آتے جاتے	اور چرکا دیا جلاد نے آتے جاتے	"
جاں مانگتے ہیں آپ حقیقت ہے اسکی کیا	یاں ہم ہیں جان دینے کو حاضر ابھی ابھی	"
تجربہ جس کو نہ ہوا ایسا ہی پچھتاتا ہے	سچ ہے یہ بات کہ کچھ کھو ہی کے ہاتھ آتا ہے	"
ولد الزنا ست حاسد منم آنکہ طالعم	ولد الزنا کش آمد چو ستارۂ یمانی	"
ظلم مردوں پہ کیا مشق خرام یار نے	ہر قدم پر کاسۂ سر ٹھوکریں کھانے لگے	"
نہ جن کو بستر مخمل پہ نیند آتی تھی	سو اُن کے واسطے اب خاک کا بچھونا ہے	"
با سایہ ترا نمی پسندم	عشق ست و ہزار بدگمانی	"
تم ہو ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی	تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی	"
ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے	تہ خاک ہم تو اکیلے رہے	"
با غیر خوری شراب تا چند	زین غصہ دلم کباب تا کے	"
عنقا گوگرد سرخ پارس، اکسیر	یہ سب ملتا ہے دوست کم ملتا ہے	"
بتوں کے عشق میں اللہ کا جلوہ نظر آیا	حقیقی عشق پیدا ہو گیا عشق مجازی سے	"
جب قدم نازکی سے اس نے اٹھائے	میں پکارا خدا کمر کو بچائے	"
غیر از خدا یہ کس کی ہے طاقت جو ہاتھ اٹھائے	مقدور کیا کسی کی وہی دے وہی دلائے	"
زہرہ در رقص بصد ناز و طرب زین شادی	چرخ خم گشتہ بہ تسلیم مبارک بادی	"
اسپ لاغر میان بکار آید	روز میدان نہ گاو پرواری	"
شکر خدا کہ اب تو طبیعت بحال ہے	رنج فراق ہے نہ خیال وصال ہے	"
جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی	ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی	"
خلقے ملامتم کنند و من برین کہ آہ	از دل چگونہ مہر تو بیروں کنند کسے	"
دل تو تیرے ہی پاس رہتا ہے	پھر تو ناحق اداس رہتا ہے	"

شب آدینہ بھی آتا نہیں گور غریباں پر ۔ ہنوز آگاہ نہیں وہ شمع و مسکیں نوازی سے ۔ لا اعلم

غرور زیر فلک چاہئے بشر کو نہیں ۔ جنھیں عروج ہے چلتے ہیں سر جھکائے ہوئے ۔ ،،

بگو اے عاشق صادق چرا گلدستہ آوردی ۔ دل بلبل شکستی غنچہ را سربستہ آوردی ۔ ،،

تاریک تھا دل تاب کسی دل کو نہیں تھی ۔ پروانہ کہیں جلتا تھا اور شمع کہیں تھی ۔ ،،

بطواف کعبہ بہ حرم رہم نداد ند ۔ تو برون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی ۔ ،،

دز دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے ۔ قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے ۔ ،،

یہ دختر رز حرام زادی مردار ۔ مینا بازار کی ہے رہنے والی ۔ ،،

آنکھیں ہیں صنعت خالق کے تماشے کیلئے ۔ نہ کہ حسن رخ زیبا کے نظارے کیلئے ۔ ،،

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی ۔ مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی ۔ ،،

بسکہ در چشم و دلم ہر لحظہ اے یارم توئی ۔ ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی ۔ ،،

شجر خشک تو ہر سال ہرے ہوتے ہیں ۔ جا کرا اے عمر جوانی کہیں تو آتی ہے ۔ ،،

کہتے ہیں جاں نثار جہاں سے گزر گیا ۔ کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے ۔ ،،

رنگ بدلا ہے زمانے کی ہوا بدلی ہے ۔ تو نے پوشاک جو اے ماہ لقا بدلی ہے ۔ ،،

پھر کہاں یہ دوست ہونگے اور کہاں یہ بزم جم ۔ آگئی پیری تو ترسنگے۔ جوانی کے لئے ۔ ،،

عشق آیا قیامت آئی ہے ۔ پارسائی پہ آفت آئی ہے ۔ ،،

اثر لبھانے کا پیارے ترے بیان میں ہے ۔ کسی کی آنکھ میں جادو تری زبان میں ہے ۔ ،،

کرے لطف سے جو خطا کی تلافی ۔ ندامت زدہ کو ندامت ہے کافی ۔ ،،

ساقی بیا کہ شد قدح لالہ پُر زمے ۔ طامات تا بچند و خرافات تا بکے ۔ ،،

جوہر تو مجھ میں تھے ملکوتی صفات کے ۔ انساں بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی ۔ ،،

فرمائشیں حضور نہ اغیار پر کریں ۔ موجود ہے یہ تابع ارشاد کے لئے ۔ ،،

کیوں نام کفن سنکے لرزتا ہے انیس ۔ اک دن یہ قبا زیب بدن ہونی ہے ۔ انیس

نالہ پابند نَے نہیں ہے ۔ فریاد کی کوئی لے نہیں ہے ۔ لا اعلم

رندان میکدہ بڑے گستاخ ہیں زاہد ۔ زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے ۔ ،،

لگا کر دل بہت نا آشنا سے	محبت ہم پھر گئے اپنے خدا سے	لا اعلم
موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھے	ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے	"
غالب ان سیمیں تنوں کے واسطے	چاہنے والا بھی اچھا چاہیئے	غالب
ایک کا ایک ہے سرکوب کہ یہ دنیا ہے	ہے جو فرعون یہاں اسکے لئے موسیٰ ہے	لا اعلم
تو جہاں بن ٹھن کے نکلا خلق دیوانی ہوئی	جامہ زیبی سے تری کس کس کی عریانی ہوئی	"
غم صیاد و بیم باغباں ہے	دو عملے ہیں ہمارا آشیاں ہے	"
قصد کعبہ کا خیال خام ہے	کچھ نہیں واں بھی خدا کا نام ہے	"
پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی	جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی	"
نہ تو دانہ ہے قفس میں نہ ذرا پانی ہے	کیوں سبب صیاد اسیروں کی یہ مہمانی ہے	"
انساں وہی مقبول خدا ہوتا ہے	جو مسلک خیر میں فنا ہوتا ہے	"
نیست نابود ہوا ہوں میں فنا سے پہلے	مر چکا اے ملک الموت قضا سے پہلے	"
کبھی مذمت نہ ہوگی واعظ شراب گلگوں کی میکشوں سے	زباں سے اسکو برا کہیں کیا کہ جسکی ہم منہ لگا چکے ہیں	"
بگواے عاشق صادق چرا گلدستہ آوردی	دل بلبل شکستی غنچہ را سربستہ آوردی	"
جتنے دل والے ہیں رکھتے ہیں محبت دل میں	ہم وہ دل رکھتے ہیں جسمیں ہے محبت والے	"
جو پہنچے تربت عاشق پہ ناز کہتا ہے	حضور خاک سے دامن ذرا اٹھائے ہوئے	"
دولت بجز فساد کسی کو ملی نہیں	دیکھو کہ لفظ گنج بھی مقلوب جنگ ہے	"
ہم انہیں نہیں ہیں جو ہٹیں بات سے اپنی	ناصح کی نصیحت نہ سنی ہے نہ سنیں گے	"
یاران رفتگاں کو کیا روئیے مسرت	کیا تم روانہ سوئے ملک عدم نہ ہوگے	"
بلی بھی جبکہ تنگ ہوتی ہے	کلہ گیر پلنگ ہوتی ہے	"
اٹھی ہے جھوم جھوم کے کہسار سے گھٹا	رندوں میں دھوم ہے درمیخانہ وا ہوئے	"
جاتے ہیں تیرے کوچے سے ظالم خفا نہ ہو	ٹکڑے تو ڈھونڈھ لیں جگر پاش پاش کے	"
آن چشم دارم از نظر بندہ پرورت	کز عین التفات برین بندہ بنگری	"
جفا نہ شیوۂ دین پروران بود حاشا	ہمہ کرامت و لطف ست شرع یزدانی	"

گر مرض ہو دوا کرے کوئی	مرنے والوں کو کیا کرے کوئی	لا اعلم
کون بیکس کا معاون ہے بجز ذات خدا	غیب سے اُس کی مدد اسکی کمک ہوتی ہے	〃
لاکھ تدبیر کرے کوئی تو کیا ہوتا ہے	وہی ہوتا ہے جو منظور خُدا ہوتا ہے	〃
ہے اک جان پہ دنیا کی بلائیں جھیلیں	ہائے اک دل پہ زمانے کی مصیبت دیکھی	〃
کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہے	گھر قبر سے بدتر ہے کہ فرزند نہیں ہے	〃
نصیحت ہمین ست جان برادر	کہ اوقات ضائع مکن تا توانی	〃
آہوں سے ترقی پہ مرا سوز جگر ہے	اک آگ کے لگنے کی بہت گرم خبر ہے	〃
دل لیکے ہمارا کہیں برباد کروگے	لو دل بھی دئے دیتے ہیں کیا یاد کروگے	〃
جب اور پہ اس طرح کی بیداد کروگے	یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے	〃
حجت ہے یہ رکھائی اور ناحق کج ادائی ہے	نہیں اس وہم بیجا کی زمانے میں دوائی ہے	〃
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے	زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے	〃
خود بخود مجھسے لگاوٹ ستم ایجاد کرے	اس قدر دل سے بھلاؤں کہ بہت یاد کرے	〃
دل میں ہوس زلف چلیپا نہیں رکھتے	ہم سر نہیں رکھتے کوئی سودا نہیں رکھتے	〃
اک روز کا رونا ہو تو رو کر صبر آئے	ہر روز کے رونے کو کہاں سے جگر آئے	〃
جب سمجھے نہ تم رتبہ اکسیر جوانی	اب خاک بھی چھانو تو وہ دولت نہیں ملتی	〃
حباب دار یہاں زندگی ہے دم بھر میں	یہ دم رہے نہ رہے یہ مکاں رہے نہ رہے	〃
کیفیت شراب میں ہے بے تکلفی	پاس ادب مجالس رنداں سے دور ہے	〃
پیمبر میں نہیں عاشق ہوں جانی	رہے موسے ہی سے یہ لن ترانی	〃
کیا بتائیں غم کے ہاتھوں سے تمھیں	مرتے جیتے ہر گھڑی ہر دم رہے	〃
دنیا مجھے اندھیر ہے اس غم کی خبر سے	شعلوں کی طرح آہ نکلتی ہے جگر سے	〃
ڈر ہے کہ کہیں نام نہ مٹ جائے یہ آخر	مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے	〃
سختی سہی یا کڑی اٹھائی	افتاد تھی جو پڑی اٹھائی	〃
تا بر سر شغل و کام باشی	میکوشش کہ نیک نام باشی	〃

گریۂ موت نے جو آ دبایا	کچھ نہ سوجھا سوائے ٹیں ٹیں کے	لا اعلم
آپ نے خوب قدر دانی کی	اب بھی پوچھا تو مہربانی کی	،،
وفور میکشی ہے اور پیالی پر پیالی ہے	مقدر اپنا اپنا ہے ہمارا جام خالی ہے	،،
جی کسی کی عزت افزائی سے خوش ہوتا نہیں	دل گواہی جس پہ دیتا تھا وہ عزت کیا ہوئی	،،
زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا	کہ میری نطق نے بوسے میری زباں کے لئے	،،
سرمایۂ عمر تو ہمین یک کفن ست	این ہم بگمان ست بری یا نہ بری	،،
چرا خود را اسیر غم بفکر بیش و کم داری	اسیر دام عزلت شو خدا داری چہ غم داری	،،
ہر گناہے کہ کنی در شب آدینہ بکن	تاکہ از صدر نشینان جہنم باشی	،،
بغل میں ساقئ مہ رو شراب ہاتھ میں ہے	دماغ عرش پہ ہے آفتاب ہاتھ میں ہے	،،
قلقل شیشۂ مے سے ترے سکیش ساقی	سن رہے ہیں خبر راز نہاں واعظ کے	،،
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام	بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزی دیگری	،،
اگر دشمن نسازد با تو اے دوست	تو می باید کہ با دشمن بسازی	،،
زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا	بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے	،،
رقیبوں سے خلوت میں ہوتے ہیں شورے	نیا کوئی طوفاں اٹھا چاہتا ہے	،،
لے اڑی طرز فغاں بلبل ناداں ہم سے	گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے	،،
یہ آدمی ہے کہ برسوں جمال رہتا ہے	وگرنہ ماہ کو اک شب کمال رہتا ہے	،،
قضا لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے	بہوش باش کہ عالم رواروی پر ہے	،،
سجدہ بتوں کا مرد موحد سے ہو چکا	کچھ بت بھی تو بہ توبہ کسی کے خدا ہوے	،،
آزردہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل	ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے	،،
تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو	رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے	،،
تو نہ ہوتا تو نہ دنیا میں کوئی غم ہوتا	کیوں عدم سے تجھے ساتھ اے دل شیدا لائے	،،
قسمت کی بیوفائی کو صیاد کیا کرے	سر پر پڑا پہاڑ تو فرہاد کیا کرے	،،
بگیر دامن جمعیتے و کارے ساز	کہ ہیچ کار میسر نشد بہ تنہائی	،،

ہر سرے را کہ خود برافرازی	تا توانی زپا نیندازی	لا اعلم
کز دست من گدا نیاید	مہمانیٔ چون تو بادشاہے	"
مردمی کن بجاے دشمن و دوست	کز مروت زیان نہ کرد کسے	"
ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے	یہ دل ہی میرا ہے کہ جہاں تو سما سکے	"
ہر دم از عمر مے رود نفسے	چون نگہ می کنی نماند بسے	"
میکشی رات کو کی صبح کو توبہ کر لی	رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی	"
نہ تو جنت کے ہیں قائل نہ جہنم کے مقر	وصل جنت ہے جہنم ہے جدائی تیری	"
امیروں کی نگاہوں میں عجب تاثیر ہوتی ہے	نگاہ لطف سے دیکھیں تو خاک اکسیر ہوتی ہے	"
یہاں جس سے تمنائے وفا کی	اُسی کی ہو گئی عادت جفا کی	"
مصیبت کو مری تو اے ستم ایجاد کیا جانے	جو گزرے ہے صید کے دل پر اسے صیاد کیا جانے	"
چشم الطاف سے کچھ اب تو اشارا ہو جائے	نام ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے	"
کعبہ و بت خانے کا بننا بگڑنا دیکھئے	خانہ بربادی کسی کی ہو کسی کا گھر بنے	"
تماشا مرے دل کے داغوں کا دیکھو	چمن سیر کرنے کے قابل یہی ہے	"
لب بام اُس صنم کو دیکھکر موسےٰ یہ کہتے ہیں	خداوندا ترے بندوں کی صورت ایسی ہوتی ہے	"
زخم بول اٹھتے ہیں پوچھو جو نشان قاتل کا	باتیں کرتے ہیں لب زخم سے مرنے والے	"
منزل عیش نہیں ہے یہ سرائے فانی	رات کی رات ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے	"
اگر لوہا کبھی پارس سے چھو جائے	یہ ممکن ہے کہ پھر سونا نہ ہو جائے	"
ہمیں یہ بات بچپن میں معلم نے سکھائی ہے	برائی میں بھلائی ہے بھلائی میں برائی ہے	"
طبیعت آگئی ہے اس بت بے مہر پر صاحب	تصدق دل ہے صدقے جان ہے قربان ایمان ہے	"
تھے شب وصل تو سبحان کے کھانے والے	آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے	"
مرتے ہیں لوگ دولت دنیا کے واسطے	کتوں کی طرح لڑتے ہیں مردار کے لئے	"
ہر آنکست کہ بہ آزار خلق فرماید	عدوے مملکت ست او بہ کشتنش فرمائے	"
ناقدرداں کی نوکری ہے بری	کز نئے بھویا شکر نخوری	"

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
لو میر آج مسجد جامع کے ہیں امام	داغ شراب دھوتے تھے کل جانماز سے	میر
سیکھے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری	تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے	لا اعلم
یکے خود خوبرو بودی دگر آراستی خودرا	ہمارا معلوم شد مارا کہ قصد جان ما داری	〃
مال دیتا ہے خدا عقل خدا دیتا ہے	علم زیور ہے کہ دونوں کو جلا دیتا ہے	〃
تاب نظر ہے شرط رخ یار کے لئے	چشم کلیم چاہیئے دیدار کے لئے	〃
فردا شراب کوثر و حور از برائے ماست	امروز نیز دلبر مہ روے و جام مے	〃
بہ نیم غمزہ جہان جملہ قتل عام کنی	نعوذ باللہ اگر غمزۂ تمام کنی	〃
چو گل شگفتہ بصد آب و رنگ می آئی	ز شہر آئینہ یا از فرنگ می آئی	〃
پرخون دل ست مارا صد پارہ از جدائی	ما حاصلے کہ دیدیم این بود ز آشنائی	〃
جوانی سے ضعیفی میں زیادہ جوش ہوتا ہے	بھڑکتا ہے چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے	〃
الٰہی خیر کرنا عشق کی منزل پریشاں ہے	ادھر ہے اضطراب دل ادھر قاتل پریشاں ہے	〃
کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی	یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی	〃
جگر میں چٹکیاں لیتی ہے ہر طرز فغاں میری	کہاں سے لائیگی بلبل دہن میرا زباں میری	〃
ہیں طور جدائی کے عیاں طرز رقم سے	بچھڑے ہوئے مضمون نکلتے ہیں قلم سے	〃
ملاتے ہو اسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے	مری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے	〃
افسوس کیا کہوں جو مرے دل کا حال ہے	ہر لحظہ ایک دن ہے مہینہ ہے سال ہے	〃
ذبح کرتے ہیں مجھے اور یہ فرماتے ہیں	دم تہ تیغ جو مارا مرا مردہ دیکھے	〃
فقیر مست ہوں نعمت مری حاضر ہے جو چاہے	کباب نرگسی ہے یا شراب ارغوانی ہے	〃
آئے تربت پہ بہت روئے کیا یاد مجھے	خاک اڑانے لگے جب کرچکے برباد مجھے	〃
کیا ازل ہی میں مقدر تھا برا میرے خدا	مجھ کو پیدا جو کیا رنج اٹھانے کے لئے	〃
ہو تحمل تو تحمل کی نہایت ہووے	کیجئے صبر اگر صبر کی غایت ہووے	〃
صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری	کثرت دود سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری	〃
خدا پناہ میں رکھے تمہاری پلکوں سے	ستم کی فوج کھڑی ہے پرا جمائے ہوے	〃

پہنائے جب اُس گل کو پھولوں کے ہار	نزاکت سے دہری کمر ہو گئی	لا اعلم
سرھانے میر کے آہستہ بولو	ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے	میر
دیدار می نمائی و پرہیز می کنی	بازار خویش و آتش ما تیز می کنی	لا اعلم
سر کنم شکوہ اگر تاب شنیدم داری	سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری	″
اور ہو گا کوئی اس بت کی محبت کیلئے	ہم تو بس پیدا ہوئے رنج و کلفت کیلئے	″
لوگ کہتے ہیں دے دیا کیوں دل	چھین کر لے گیا۔ دیا کس نے	″
اس کے در تک پہنچ گئے ہیں ہم	آگے تقدیر کی رسائی ہے	″
چین تجھ کو نہ ملے میرے ستانیوالے	تو بھی ٹھنڈا نہ رہے جی کے جلانیوالے	″
میری راتیں رنج کی اندوہ کی	تیرے دن تفریح کے آرام کے	″
ذکر رقیب عاشق شیدا کے سامنے	اچھی نہیں یہ آپ کی تقریر دیکھئے	″
کچھ خبر بھی ہے تمہیں اپنے گرفتاروں کی	جان آنکھوں میں ہے اب عشق کے بیماروں کی	″
دعوےٰ جو عشق کا ہے تو فریاد کس لئے	یہ آہ آہ اے دل ناشاد کس لئے	″
بہ قمار خانہ رفتم ہمہ پاکباز دیدم	چو بصومعہ رسیدم ہمہ یافتم ریائی	″
اگر کچھ عشق صادق ہے تو تم کو لازم ہے	کہیں ایسا نہ ہو وہ گلبدن بدنام ہو جائے	″
ہزار ہا بار قیامت گزر گئی ہم پر	مگر ہنوز شب انتظار باقی ہے	″
بے شبہ خطا کی جو دل اس بت سے لگایا	خود ہم نے کیا شیشہ کو پتھر کے حوالے	″
دیکھنے دو مجھے بد بیں جو برا دیکھتا ہے	میں بُرا ہوں کہ بھلا اس کو خدا دیکھتا ہے	″
اے نسیم سحری کہیو مرا عرض نیاز	گلشن یار میں گر ہووے رسائی تیری	″
کاٹ دے ہنس بول کے دن زیست کے	آدمی کو چاہئے بے غم رہے	″
حسینوں کی باتوں کا کیا اعتبار	اِدھر کی طبیعت اُدھر ہو گئی	″
داغ دل تازہ ہوا آہِ دل ناشاد سے	ہو گیا روشن چراغ اپنا گزار باد سے	″
لگائے ٹھٹ کھڑی ہے نامرادی	تمنائے دلی نکلے کدھر سے	″
برا ہوتا ہے اپنی حد سے ہر شئی کا گزر جانا	بشر کو چاہئے انجام پر رکھے نظر پہلے	″

کیسا حجاب کس کی حیا اور کہاں کی شرم	پردہ سے ہاتھ۔ ہاتھ سے پردہ اٹھائیے	لا اعلم
ضائع نہ کیجئے سخن آبدار کو	یہ گوہر یگانہ سزاوار گوش ہے	"
بزیر جامہ نہان کردۂ برہمن لیکن	بچشم اہل بصیرت برہنہ می آئی	"
ہم معتقد دعوئے باطل نہیں ہوتے	سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے	"
دقتے بشہر گوئے کہ صد کوزۂ نبات	گہ گہ چنان بکار نیاید کہ حنظلے	"
بقومے کہ نیکی پسند د خدائے	دہد خسرو عادل و نیک رائے	"
رعیت نوازی و سرلشکری	نہ کاریست بازیچہ و سرسری	"
سرائے دنیا ہی کوچ کی جا ہر ایک کو خوف ہیدم ہے	رہا سکندر یہاں نہ دارا نہ ہی فریدوں یہاں نہ جم ہے	"
دست سوال لاکھوں ہی عیبوں کا عیب ہے	جس ہاتھ میں یہ عیب نہیں دست غیب ہے	"
ہے رشکِ ضعیفی جوانی ہماری	تلف ہو گئی زندگانی ہماری	"
ہوتی ہے سخی کو شرم دوچند	سائل جو خجل ہو اس کے در سے	"
جب شربفوں میں ہو حرام و زنا	کیوں نہ برسیں فلک سے انگارے	"
عشق کیا شئے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہئے	کسطرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا چاہئے	"
گر لاعلاج ہے تو کلیجے کا داغ ہے	بدتر وہ قبر سے ہے جو گھر بے چراغ ہے	"
جنون زسر بنہ و دست عقل گیر دبیا	کزین بہانہ مسلم نہ کشیدائی	"
ہر چند سپہ داری آر آہ دلم می ترس	کز سینۂ مجروحان ہر آہ بود تیرے	"
رحم کر مجھ پر کبریا کے لئے	نہ ستا تو مجھے خدا کے لئے	"
بری عورتوں کا نہیں اعتبار	ادھر کی طبیعت ادھر ہو گئی	"
بھلا ہمدرد انساں کو کہیں ملتا ہے دنیا میں	جنھیں گھر بیٹھے ملجائے بڑا انکا نصیبا ہے	"
کعبے کی ہے ہوس کبھی کوے بتاں کی ہے	مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے	"
پی بھی لے زاہد جوانی میں شراب	عمر بھر ترسے گا اس دن کے لئے	"
اے ہما پیشِ فقیری سلطنت کیا مال ہے	بادشہ آتے ہیں پابوس گدا کے واسطے	"
تدبیر کیا کروں مری قسمت کی بات ہے	قسمت خراب ہو تو گلہ کس کے ساتھ ہے	"

مصرع اول	مصرع ثانی	
ہم غیر اور دونوں اک جا ہم نہ ہونگے	ہم ہونگے وہ نہ ہوگا وہ ہوگا ہم نہ ہونگے	لا اعلم
زہرہ در رقص بصد ناز و طرب بین شادی	چرخ خم گشتہ بہ تسلیم مبارک بادی	״
طواف کعبہ میں اب بت ملا ہے	کرو سجدے عنایت ہے خدا کی	״
کم بخت جو اس بیوی کو قسمت سے ملا ہے	بچے کی طرح گود میں شوہر جو پلا ہے	״
ہم تم ہیں جو ایک پہر جدائی کیسی	دل ہی نہ ملا تو آشنائی کیسی	״
مل گئی ثروت ہمیں یا کوئی نعمت مل گئی	آپ کیا آئے کہ لاکھوں ہی کی دولت مل گئی	״
شب فراق کی یارب سحر نہیں ہوتی	یہ کیسی رات ہے مر کر بسر نہیں ہوتی	״
دل آزردہ کہتا ہے نہ بولوں یار سے لیکن	جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آ ہی جاتی ہے	״
بوڑھے شوہر کی دیکھ ناکاری	کیوں نہ بیوی کرے زناکاری	״
کچھ سوچ سمجھ کر وہ گلا کاٹیں ہمارا	رگ رگ میں محبت ہے فقط دل میں نہیں ہے	״
تو خواہی آستین افشان و خواہی امن اندر کش	مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی	״
نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی	نکل شہر سے راہ جنگل کی لی	״
کٹ گئی عمر غم و رنج میں بیچاروں کی	پوچھتے کیا ہو مصیبت کے گرفتاروں کی	״
قول سے پھرتے نہیں قول کے کرنے والے	جنگ سے ہٹتے نہیں جنگ میں مرنے والے	״
ہمنشیں جب مرے ایام بھلے آئیں گے	بن بلائے مرے گھر آپ چلے آئیں گے	״
غم دادی و غمخواری نکردی	دلم بردی و دلداری نکردی	״
نہیں معلوم کیا نیرنگ گلشن میں کھلاتا ہے	کہ شبنم صبح تک روتی ہے غنچہ مسکراتا ہے	״
گر زمین را بآسمان دوزی	نہ دہندت زیادہ از روزی	״
کرو نہ عشق طوائف کا کبریا کے لئے	بچاؤ جان و جوانی و زر خدا کے لئے	״
سانولی دیکھ کے صورت کسی متوالی کی	گو مسلماں ہوں پہ بول اٹھتا ہوں جے کالی کی	״
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے	خصوصاً چلتی پرزہ بیسوا سے	״
آرزو یہ ہے کہ تیری راہ میں	ٹھوکریں کھاتا ہمارا سر چلے	״
بقول دشمن پیمان دوست بشکستی	ببین کہ با کہ بریدی و با کہ پیوستی	״

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منہ چھپا کے تم	دابے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی	لا اعلم
مفلسی سب بہار کھوتی ہے	وضع ہر وضعدار کھوتی ہے	”
زندگی ہجر میں کیا خاک بسر ہوتی ہے	غم کی جو رات ہے آنکھوں میں سحر ہوتی ہے	”
نہ مر کر بھی بیداد ظالم نے دیکھا	تڑپتے رہے نیم جاں کیسے کیسے	”
درد و غم رنج و الم حزن و قلق	ہجر میں دو چار یہ ہمدم رہے	”
تا داشت دلم طاقت بودم بہ شکیبائی	چون کار بجان آمد اکنون من و رسوائی	”
سب میں ذلیل و رسوا ہم خوب ہو چکے ہیں	اب اور کیا کریں گی آزادیاں ہماری	”
فکر ہے دوست کو احوال سناؤں کیونکر	ٹکڑے ہوتا ہے کلیجہ میرے افسانے سے	”
اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب	شبے ز معدہ سنگے۔ شبے ز دلتنگے	سعدی
چو با سفلہ گوئی بہ لطف و خوشی	فزون گرددش کبر و گردن کشی	”
فرشتہ کہ دکیل ست بر خزائن باد	چہ غم خورد کہ بمیرد چراغ بیوہ زنے	”
غمے کز پیش شادمانی بری	بہ از شادی کز پسش غم خوری	”
اگر حنظل خوری از دست خوش خوے	بہ از شیرینی از دست ترش روے	”
ز بخت روے ترش کردہ پیش یار عزیز	مرو کہ عیش برد نیز تلخ گردانی	”
بحاجتے کہ روی تازہ روے و خندان رو	فرو نہ بندد کار کشادہ پیشانی	”
مبر حاجت بہ نزدیک ترش روے	کہ از خوے بدش فرسودہ گردی	”
اگر حاجت بری نزد کسے بر	کہ از رویش بہ نقد آسودہ گردی	”
گربۂ مسکین اگر پر داشتے	تخم کنجشک از جہان برداشتے	”
آنکھیں ہیں صنعت خالق کے تماشے کیلئے	نہ کہ حسن رخ زیبا کے نظارے کیلئے	لا اعلم
یکے کردہ بے آبروے بسے	چہ غم دارش ز آبروے کسے	سعدی
بہ شیرین زبانی و لطف و خوشی	توانی کہ پیلے بموے کشی	”
چرا خود را اسیر غم بفکر بیش و کم داری	اسیر دام عزلت شو خدا داری چہ غم داری	”
سرمایۂ عمر تو ہمین یک کفن است	اینہم بگمان است بری یا نہ بری	لا اعلم

مہیا گرچہ سب سامانِ ملکی اور مالی تھے	سکندر جب چلا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے	لا اعلم
تو نا کردہ بر خلق بخشایشے	کجا بینی از دولت آسایشے	"
ہر دم از عمر میرود نفسے	چون ندیدم فرو نماند بسے	"
غم صیاد فکر باغباں ہے	دو عملے ہیں ہمارا آشیاں ہے	"
جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یوں ہی سہی	آپ کی یوں ہی خوشی ہے مہرباں یوں ہی سہی	"
پیسہ ہی رنگ و روپ ہے پیسہ ہی مال ہے	پیسہ نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے	"
مردی بود فتادہ را پاے زدن	گر دست فتادۂ بگیری مردی	"
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے	یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے	"
بت حرم میں بھی نہیں چین سے رہنے دیتے	روز پیغام چلے آتے ہیں بتخانے سے	"
ان بتوں کو ہم فقیروں سے بھلا کیا کام ہے	یہ تو طالب زر کے ہیں اور یاں خدا کا نام ہے	"
مکن در ملک سلطان ہر چہ خواہی	کہ شرکت بر نتابد بادشاہی	"
رقیب روسیہ پر گر پڑیگی ایک دن بجلی	ہماری آہ کا ہرگز نہ جائے گا اثر خالی	"
بھلا اے عشق یہ بھی کوئی اپنی زندگانی ہے	فغاں ہے درد ہے غم ہے الم ہے ناتوانی ہے	"
آپ ہیں اور اپنا کمرا ہے	نہیں معلوم دھیان کس کا ہے	"
رخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہیں	ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے	"
فقیرانہ آئے صدا کر چلے	میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے	"
تلاش انکو ہے میرے رازداں کی	نئی ترکیب نکلی امتحاں کی	"
قدر الو کی الو جانتا ہے	ہما کو کب چغد پہچانتا ہے	"
مشتہر کی جو خبر یار نے گھر جانے کی	خوب تدبیر نکالی مرے مرجانے کی	"
سیر نیرنگ جہاں دیکھا کئے زندان عشق	شیعہ سنی ہو گئے ہندو مسلماں ہو گئے	"
جو کچھ دکھائے چرخ ستمگار دیکھئے	جو آگے آئے بس اُسے ناچار دیکھئے	"
ڈاہ سوتاپے کی یہ سچ ہے بری ہوتی ہے	قلب پر بیاہتا کے ایک چھری ہوتی ہے	"
چار دن کی دوستی کا ہے زمانے میں رواج	کس توقع پر کسی سے آشنائی کیجئے	"

چال ان کی دیکھ کر گویا بڑے مظلوم ہیں	سب سے پہلے عرصۂ محشر میں حاضر ہو گئے	لا اعلم
شکل امید بھلا کس کو نظر آتی ہے	صورت یاس بھی بن بن کے بگڑ جاتی ہے	"
کاسہ گر بعد فنا میکشی کا شوق ہے	خاک سے میری کوئی ساغر بنایا چاہئے	"
فاصلہ کوچۂ محبوب کا کیا پوچھتے ہو	جیسا مشتاق ہو نزدیک بھی ہے دور بھی ہے	"
حمد اور پرستش کا سزاوار خدا ہے	ہم لوگ تو مجبور ہیں مختار خدا ہے	"
گلستان میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا	نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے	"
یاد وہ لطف جب کہ آتا ہے	سانپ چھاتی پہ لوٹ جاتا ہے	"
غم کھاتا ہوں لیکن مری نیت نہیں بھرتی	کیا غم ہے مزہ دار طبیعت نہیں بھرتی	"
دیکھنے والوں سے انداز کہیں چھپتے ہیں	ہم کو پردہ میں نظر آتی ہے صورت اچھی	"
نہیں ساتھ غم میں کوئی کر مرے	تری ذات پر ہے سہارا مجھے	"
شب وصل کا وقت ہے عنقریب	کہ دن کی تو اب دوپہر ڈھل گئی	"
سخت آفت ہے سخت آفت ہے	مرنا اولاد کا قیامت ہے	"
سفینہ جب کہ کنارہ سے آلگا غالب	خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے	غالب
منہ پہ انکے آ گئے گیسو جو بل کھاتے ہوئے	ہم نے دیکھے ماہ پر دو سانپ لہراتے ہوئے	لا اعلم
اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آذری	بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری	"
بچپنا ہے تو ضدیں بھی ہیں نرالی انکی	اس پہ بگڑے ہیں کہ ہم زخم جگر دیکھیں گے	"
اس طرف صبر و رضا اور ادھر ناز و ادا	معرکہ قہر کا ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے	"
پوچھو مسافروں کی نہ کچھ بود و باش کو	غربت کی چھاؤنی ہے جہاں وہ مقام ہے	"
اے جوش جنوں تری بدولت	دنیا کا نہ آخرت کا غم ہے	"
بظاہر الگ حسن عشق سے ہیں بھاگتے زاہد	پسند ان کو بھی لیکن اچھی صورت آہی جاتی ہے	"
ذرا بھی حسن جس معشوق کو ملتا ہے عالم میں	ادا، غمزہ، بچپن، شوخی، شرارت آہی جاتی ہے	"
نہیں معلوم شب غم رہی کتنی باقی	آج کیا ٹوٹ گئے سارے گھڑی کے پرزے	"
کبھی ہوتا ہے دشمن آپ اپنا جوہر ذاتی	گرفتار قفس بلبل نہ کیوں ہو خوشنوائی سے	"

مدام سر پہ مصیبت پڑی نہیں رہتی — ہمیشہ یار کسی کی اڑی نہیں رہتی — لا اعلم

نظر کوئی اپنا تو آتا نہیں — جو موجود یاں ہے وہ بیگانہ ہے — ،،

دل بلبل چمن میں آج کن جھگڑوں میں اٹکا ہے — ادھر صیاد کی دہشت ادھر گلچیں کا کھٹکا ہے — ،،

ہم کو اس قید الم سے تو رہائی ہوتی — شب ہجراں کے عوض موت ہی آئی ہوتی — ،،

تہی دست جو ہو کہو کیا کرے — نہیں اس کا قابو جئے یا مرے — ،،

وہ حسن وہ انداز وہ پھر بانکپن اس کا — چھل بل ہے قیامت کی تو انوٹ ہی غضب کی — ،،

سوا تیرے کسی سے اور الفت ہو تو کافر ہو — تمھیں پر جان جاتی ہے تمھیں پر دم نکلتا ہے — ،،

ہم تو اشارہ فہم ہیں اور زود فہم بھی — ملتے ہی آنکھ بات ترے دل کی پا گئے — ،،

دل کو وہ مول لیکر کہتے ہیں فکر کیا ہے — یہ چیز اپنی کر لی قیمت بھی مل رہے گی — ،،

برپا کریں گے حشر قیامت بھی ڈھائینگے — پر جیتے جی رقیب کے بس میں نہ آئینگے — ،،

کٹ جائینگے مر جائینگے پیچھے نہ ہٹیں گے — یہ سوچکے نکلے ہیں کہ میداں میں ڈٹیں گے — ،،

دوست صادق جانئے اسکو کہ جو — رنج و غم میں کام آئے دوست کے — ،،

ہوئیں مدتیں کہ نہیں خبر وہ کدھر ہیں اور ہیں ہم کدھر — نہ ہے نامہ بر نہ پیام بر نہ سلام ہے نہ پیام ہے — ،،

دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی — ہاں کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیے — ،،

تری مشق ستمگاری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے — ہمارے دل کو بیماری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے — ،،

اب بنائے سے نہیں بنتی ہے کچھ — پڑ گئی کیسی غضب میں جان ہائے — ،،

میں اگر عاصی ہوں وہ غفار ہے — حق تعالےٰ کی بڑی سرکار ہے — ،،

اے دل ذرا تو ہوش میں آ وقت تنگ ہے — سامان کوچ کر کہ بڑی اب درنگ ہے — ،،

کیا شوخیاں ہیں ابلق لیل و نہار کی — جمتی نہیں ہے ران کسی شہسوار کی — ،،

شب ہجر یوں ہی بسر ہوگئی — تڑپتے تڑپتے سحر ہوگئی — ،،

پروں کو کھولدے ظالم جو ذبح کرتا ہے — کہ رہ نہ جائے تڑپنے کی آرزو باقی — ،،

اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد — کسی ویرانے میں بنا لیں گے — ،،

گزری جوانی پیری بھی اب آشکار ہے — اب چیت پچھلی رات کا کیا اعتبار ہے — ،،

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
بیکار خفتگان لحد کو نہ جانئے	جڑ آسماں کی کھودرہے ہیں پڑے پڑے	لا اعلم
غم وغصہ ورنج واندوہ وحرماں	ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے	"
چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ	گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی	اسد
ہاں مال غیر کف میں تصرف نہ چاہئے	آپس میں دوستوں کو تکلف نہ چاہئے	لا اعلم
باسایہ ترا نمی پسندم	عشق ست وہزار بدگمانی	"
کیا آپ بت بنے ہوئے بیٹھے ہیں بزم میں	کچھ بے تکلفی بھی تو صحبت میں چاہئے	"
داغ فرقت ہے مرے دل میں جلن پڑتی ہے	جوش گریہ ہے کہ ساون کی بھرن پڑتی ہے	"
ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغ شوق سجود	جبیں رہے نہ رہے آستاں رہے نہ رہے	"
یہ کس رشک مسیحا کا مکاں ہے	زمیں جس کی چہارم آسماں ہے	"
کیا لطف جو غیر پردہ کھولے	جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے	"
جفاؤں سے ہم اُس بت کو پشیماں کرکے چھوڑیں گے		"
مسلماں ہیں تو کافر کو مسلماں کرکے چھوڑیں گے		"
دل عاشق کو جلاتے ہو غضب کرتے ہو	آگ کعبہ میں لگاؤگے تو بدعت ہوگی	"
مرا احوال سنکر کس لئے یہ مہربانی ہے	ترے قرباں ارے ظالم یہ تیری ہی کہانی ہے	"
گر خون کا محضر بھی وہ لکھکر ہمیں دیویں	واللہ ارادہ ہے کہ ہم صاد کریں گے	"
شراب سرخ کا ساغر چلے ساقی لب جو پر	چمن سرسبز ہے باران رحمت کے تفضل سے	"
خدا محفوظ رکھے دل کو اس افعی کے کاکل سے	نہیں ممکن سلامت چھوٹنا موذی کے چنگل سے	"
جہان سوزی اگر در غمزہ آئی	شکر ریزی اگر در خندہ باشی	"
موسم بدل گیا ہے ہوا خوشگوار ہے	مرغوں میں چہچہے ہیں چمن میں بہار ہے	"
باعث وحشت ہوئی بے اعتنائی آپکی	تنکے چنوانے لگی ہم سے جدائی آپ کی	"
مجھے دیکھو کہ میں بھی آدمی ہوں	جوانی کیا تمھیں پر پھٹ پڑی ہے	"
اپنی جگہ تو سب کو ہے دعوئے مردمی	میدان کارزار میں ٹھہرے تو مرد ہے	"
نیم موے نقاب از چہرہ بردار	نمی آید خوشم این لن ترانی	"

مصرع اول	مصرع ثانی	
محفل میں گدگداتی تھی شوخی نگاہ کی	شیشوں سے آرہی تھی صدا قاہ قاہ کی	لا اعلم
کیوں بتوں کو حسن بخشا تھا جو ہم بھولے تجھے	منصفی اے داور روز قیامت چاہئے	"
من بدنام راکشتی بہ غمزہ	کرم کردی الٰہی زندہ باشی	"
مدت شادی و غم نیست برابر کہ بہاں	گریۂ شمع شبے خندۂ صبح ست دمے	"
بھروسے پہ اپنے دل و دست و پا کے	سمجھتے ہیں ساتھ اپنے لشکر خدا کے	"
واقف جو ہم نہیں ہیں اس بزم میں کسی سے	ہیں کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے	"
نے دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد	مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے	"
تم اپنے شکوہ کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو	حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے	"
زمانہ ہم سے پھر جائے تو پھر جائے	تری آنکھوں کا پھر جانا ستم ہے	"
نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا	تڑپتے رہے نیمجاں کیسے کیسے	"
نہ تھے ہم بیش ازیں آگاہ حال عشقبازی سے	نہ تھا معلوم دل آتا ہے پہلے یا قضا پہلے	"
بالا ہے ترا حسن حسینان چگل سے	سب بزم ہے مشتاق نکل پردۂ دل سے	"
حاجت بناؤ کی تجھے اے نازنیں نہیں	زیور ہے سادگی ترے رخسار کے لئے	"
آئے نہ آئے رحم انھیں اختیار کیا	ہم درد دل کا حال مفصل سنا چکے	"
قمریاں عاشق ہیں تیری سرو بندہ ہے ترا	بلبلیں تجھ پر فدا ہیں گل ترا دیوانہ ہے	"
مے پیکے عید کیجئے گزرا مہ صیام	تسبیح رکھئے ساغر و مینا اٹھائیے	"
خاموشی میں یاں لذت گویائی ہے	آنکھیں جو ہیں بند عین بینائی ہے	"
یوں تو منھ دیکھے کی ہوتی ہے محبت سب کو	جب میں جاؤں کہ میرے بعد مرا دھیان رہے	"
خدا کا قہر بتوں کا عتاب رہتا ہے	اس ایک جان پہ کیا کیا عذاب رہتا ہے	"
کہ بر خاطر بادشاہان غمے	پریشان کند خاطر عالمے	"

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے — لا اعلم
کہ تاریکی میں سایہ بھی جُدا رہتا ہے انساں سے — ،،

وقت را غنیمت دان آن قدر کہ بتوانی — حاصل از حیات اے جان یکدم ست گردانی — ،،
جس بات کو نہ چاہے طبیعت وہ قہر ہے — مرنے کی جب خوشی ہو تو امرت بھی زہر ہے — ،،
بہار آئی خزاں کے دن گزر گئے — پیالے جام دے ساقی تو بھر کے — ،،
مہربانی کے بھی دن آ ہی گئے — کیا ہوا گر کچھ دنوں برہم رہے — ،،
مرا خواندی و خود بدام آمدی — نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی — ،،
یہ ڈھنگ طور اُس بتِ رعنا کے ہو گئے — مٹی ہوئی خراب ہمارے شباب کی — ،،

جس کے ہم مارے ہوئے ہیں وہ ستمگر اور ہے — ،،
زخم ہے جس کا رگِ جاں میں وہ نشتر اور ہے — ،،

رہتا ہے آدمی کا نشاں اس جہان میں — بنتی ہے قبر بعد فنا نام کے لئے — ،،
اقرار جو کئے تھے کبھی ہم سے آپ نے — کہئے وہ یاد ہیں کہ فراموش ہو گئے — ،،
آدمی را قوت دست از دل ست — ھر کہ اورا دل قوی بازو قوی — ،،
درد سر ہو تو کچھ دوا کیجے — دل ہی بے چین ہو تو کیا کیجے — ،،
ہم بھی کشتہ تری نیرنگی کے ہیں یاد رہے — او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے — ،،
یاں نکلے ہیں سودے کو درم لیکے پُرانے — اور سکہ رواں شہر میں مدت کا نیا ہے — ،،
درد دل عشق کی خامی سے عیاں ہوتا ہے — ہیزم تر کو جلاؤ تو دھواں ہوتا ہے — ،،
اگر توقع بخشایش خدا داری — ز روے لطف و کرم بر شکستگان بخشاے — ،،
خود جوانی ہے جوانی کا سنگار — سادگی زیور ہے اس سِن کے لئے — ،،
جب نہ جیتے جی مرے کام آئیگی — کیا یہ دنیا عاقبت بخشائے گی — ،،
مزار غریباں تاسف کی جا ہے — وہ سوتے ہیں پھرتے جو کل جا بجا تھے — ،،
یہ ایک اور تازہ مصیبت ہوئی — کہ دعوت یہاں کی عداوت ہوئی — ،،
بچکر نگہ شوق سے کترا کے چلے ہو — ہم خوب سمجھتے ہیں یہ انداز تمہارے — ،،

آنکھ اُس صنم کی دیکھ کے رہ رہ گئے حسیں	گوروں کی چھاؤنی ہے کلیسا کے سامنے	لا اعلم
جا چکی تھی رسم الفت مٹ چکا تھا نام عشق	اب زمانے میں کچھ ان باتوں کا چرچا ہم سے ہے	״
یہ جگر لائے کہاں سے آدمی	ظلم اٹھائے اور خوش و خرم رہے	״
سچ تو یہ ہے کہ برا وقت نہ دکھلائے خدا	دوست پھر جاتے ہیں دشمن کی شکایت کیا ہے	״
جو دلپسند نہ ہو آگ اس سخن کو لگے	کلام وہ ہے جو خوش سارے انجمن کو لگے	״
تو نہ ہوگا تو ترا درد رہے گا دل میں	یہ تو ممکن نہیں پہلو مرا خالی رہ جائے	״
آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے	عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے	״
اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا	بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے	ذوق
در ساختن کار کسان سعی نماے	کار تو شود ساختہ از لطف خدائے	لا اعلم
ابن مریم ہوا کرے کوئی	میرے دکھ کی دوا کرے کوئی	״
خمیدہ کرتا ہے انسان کو گو ہر شرافت کا	اصالت جنمیں ہوتی ہے وہی تلوار کستی ہے	״
ہنگام نزع آپ جو رونق فزا ہوئے	رضواں پکارا اٹھا در فردوس وا ہوئے	״
خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما	باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری	خسرو
لطف بوسے کا اٹھاتا ہے اگر	ناز بھی اُس کے اٹھانا چاہئے	لا اعلم
بفرقش گل کند گر سایہ بانی	قدش خم گردد از بار گرانی	״
جام جم رکھ دے طاق کسرے پر	میرا چلو شراب سے بھر دے	״
کوئی خالی نہیں دنیا کی مذمت سے کتاب	کچھ تو سمجھے ہوئے تھے اگلے زمانے والے	״
بخوبی ہمچو مہ تابندہ باشی	بملک دلبری پایندہ باشی	״
گر تم نہیں تو اور بت مہ جبیں سہی	ہم کو تو دل لگی سے غرض ہے کہیں سہی	״
خوبرو جتنے ہیں دل لیتی ہے سب کی شوخی	ہے مگر آپ کی شوخی تو غضب کی شوخی	״
مرا اے کاشکے مادر نہ زادے	بجائے شیر مارا زہر دادے	״
بڑی تکلیف تیرے ہجر میں او بے وفا پائی	خدا شاہد ہے ہم نے دل لگانے کی سزا پائی	״
شعابدسے مکائد سے دغا سے	خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے	״

زندگی ہے تو خزاں کے بھی نکل جائینگے دن	فصل گل جیتوں کو پھر اگلے برس آئیگی	لا اعلم
اب نہ رستم نہ سام باقی ہے	اک فقط نام ہی نام باقی ہے	״
لطف شراب خواری کو ہرگز نہ چھوڑیے	سو بار توبہ کیجئے سو بار توڑیے	״
گزرتی ہے جو دل پر مبتلا کے مبتلا جانے	جو ہو بیدرد وہ دردِ دل بیمار کیا جانے	״
دلا تجھ کو شکوہ ہے ناحق بتوں سے	دغا ان کو کرنیکی عادت پڑی ہے	״
جائے عبرت سرائے فانی ہے	مورد مرگ نوجوانی ہے	״
ہر ایک بات پہ کہتے تم کہ تو کیا ہے	تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے	״
سیہ گلیم ہوں لازم ہے میرا نام نہ لے	جہاں میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے	״
ستمگر۔ بیوفا۔ بیدرد۔ دشمن۔ فتنہ گر۔ ظالم	تری سیرت تو دیکھیں حسن صورت دیکھنے والے	״
کیسا ستم فلک مجھے تونے دکھایا ہے	سر سے پدر کے سایہ کو تونے اٹھایا ہے	״
نہ دل بس میں نہ قابو میں جگر ہے	ہمارا حال اب نوع دگر ہے	״
حق تعالے تجھے تا حشر سلامت رکھے	اے مرے خانۂ ویراں کے بسانیوالے	״
اگرچہ پیش خردمند خامشی ادبست	بوقت مصلحت آن بہ کہ در سخن کوشی	״
واہ ری جذب محبت کی کشش	باتیں کرتے کرتے دو دل ملگئے	״
شرح این آتش جانسوز نہ گفتن تا کے	سوختم سوختم این راز نہفتن تا کے	״
لاکھ سمجھائے کسی کو کوئی کیا ہوتا ہے	سیکھتا ہے وہی انسان جو کچھ کھوتا ہے	״
کیا خدا داد حسن پایا ہے	آپ اللہ نے بنایا ہے	״
عشق بازی ہنسی نہیں ہوتی	دل لگی دل لگی نہیں ہوتی	״
ستم سہتے ہیں نیمجاں کیسے کیسے	وہ لیتے ہیں روز امتحاں کیسے کیسے	״
سر شوریدہ کو اس زلف کا سودا نہیں خوب	اس بلا میں جو پھنسا شامت انساں آئی	״
وصال یار سے دونا ہوا رنج	مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی	״
خدنگ ناز سے اوروں کو کیجئے گھائل	بغل میں ہے مرا زخم جگر بچائے ہوئے	״
عجب رسائی ہے قسمت میں اے حنا تیری	چمن جو چھوٹ گیا دست نازنیں میں رہی	״

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخشدو	لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے	لا اعلم
مجھے تو نالہ و فریاد کی عادت ہے طفلی سے	سکھائی ہے فغاں مکتب میں دیوان فغانی نے	"
زمانے کی چالیں کوئی ہم سے پوچھے	کہ دیکھے ہوئے ہیں ہم آنکھیں کسی کی	"
فکر معاش و عشق بتاں یاد رفتگاں	دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے	"
امتحاں خوب جفا کا بھی وفا کا بھی ہوا	تم ہمیں جان گئے ہم تمہیں پہچان گئے	"
سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے	نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے	"
پوچھ مت راہ وفا اُس نگہ پرفن سے	رہنمائی کی نہ رکھ چشم دلا رہزن سے	"
شکوے تو ہیں ہزاروں گر تیرے روبرو	ہے مہر خامشی مرے لب پر لگی ہوئی	"
نہ ہو گی کبھی ان کے دل تک رسائی	جہاں ہم نہ پہنچیں وہ منزل یہی ہے	"
خدائی کارخانوں کے کوئی اسرار کیا جانے	یہاں پر پردہ کے پیچھے تماشا اور ہوتا ہے	"
اُس کو مسجد ہے تم کو بت خانہ	صاجو اپنی اپنی قسمت ہے	"
کھڑے ہیں دیر سے ہم عرض مدعا کیلئے	نگاہ لطف ادھر بھی ذرا خدا کے لئے	"
ظاہرا صوفی بنا باطن سیاہ	فوق تیری پارسائی دیکھ لی	فوق
لیکن یہ کسی کام کی تقریر نہ ہوگی	جب تک نہ عمل ہو کوئی تاثیر نہ ہوگی	لا اعلم
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے	بے نیازی تری عادت ہی سہی	"
ہم بوسہ مانگتے ہیں وہ کچھ بولتے نہیں	محروم ہے سوال ہمارا جواب سے	"
کام آسان نہیں عشق میں جلنا مرنا	سوز الفت کا مزہ پوچھئے پروانے سے	"
زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند	حق را بسجودے و نبی را بدرودے	"
جہاں گرچہ سب سامان ملکی اور مالی تھے	سکندر جب چلا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے	"
خواہش کا نام عشق نمائش کا نام حسن	اہل ہوس نے دونوں کی مٹی خراب کی	"
نہ گل رہیں گے چمن میں نہ گل میں بو باقی	یہ سب مٹیں گے تجھی پر رہے گا تو باقی	"
وہ دل لیکے چپکے سے چلتے ہوئے	یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے	"
جس کا انجام مصیبت وہ خوشی بھی ہے بری	جس کا انجام خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے	"

دشمن آتا ہے تو آنے دو سنبھل جائیں گے	ہم نہیں وہ کہ جو میدان سے ٹل جائیں گے	لا اعلم
مکے گئے مدینے گئے کربلا گئے	جیسے گئے تھے ویسے ہی چل پھر کے آ گئے	،،
اک گھونٹ چڑھا جاؤ پھر دیکھو بہار اسکی	کیا رنگ بدلاتی ہے کیا ناچ نچاتی ہے	،،
قابل رحم ہے اس شخص کی رسوائی بھی	پردے پردے ہی میں کمبخت جو رسوا ہو جائے	،،
مثلے یاد دارم از یارے	کار ہر مرد و مرد ہر کارے	،،
دیا ہے نطق خدا نے ہمیں بیاں کے لئے	زباں سخن کیلئے ہے سخن زبان کے لئے	،،
تعریف کیا ہو اُس کے رخ بے نقاب کی	خوشبو جو گل کی ہے تو چمک آفتاب کی	،،
غم جوانی میں بال سر کے پہن کے بیٹھے ہیں کالے کپڑے		،،
اگر نہیں یہ لباس ماتم تو اور رنگت خضاب کیا ہے		،،
حال عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہی رفتگاں پہ کیا	کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بری بھلی	،،
ہے لطف حسینوں کی دو رنگی کا امانت	دو چار گلابی ہیں تو دو چار بسنتی	امانت
فصل بہار آئی پیو صوفیو شراب	بس ہو چکی نماز مصلے اٹھائیے	لا اعلم
آمد آمد اُنکی ہے پر آج تک آتے نہیں	غلغلے مدت سے سنتے ہیں مبارکباد کے	،،
آن را کہ ز روے لطف درخواست کنی	کارش بصلاح آری و راست کنی	،،
کوئی میری حالت کو کیا جانتا ہے	گزرتی ہے جو کچھ خدا جانتا ہے	،،
محال ست گر سر برین در نہی	کہ باز آیدت دست حاجت تہی	،،
یاد خدا و خدمت سلطان نقیض نیست	دل را بحق بہ بند و زبان را بچاکری	،،
شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں	عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے	،،
خدا کرے کہ مرا مجھ سے مہرباں نہ پھرے	جہاں پھرے تو پھرے پر وہ جان جاں نہ پھرے	،،
لاؤ تو قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں	کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی	،،
برادر کی یہی ہے نیک بختی	رہے پیش برادر وقت سختی	،،
[illegible] قسم پوشاک پہنتے تھے ہمیشہ	سوتے ہیں نہ خاک گلے میں کفنی ہے	،،
[illegible] قفس میں نہ ذرا پانی ہے	کیوں جی صیاد اسیروں کی یہ مہمانی ہے	،،

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا	مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے	لا اعلم
جو ہووے مرغ دل دانا نہ آئے دام گیسو میں		
غرض جو بات ان کی ہے وہ گویا جعل سازی ہے		،،
بشر کو صبر نہیں ورنہ یہ مثل سچ ہے	کہ چپ کی داد غفور الرحیم دیتا ہے	،،
یا مرے مولا مری حاجت روائی کیجئے	یا علی مشکل کشا مشکل کشائی کیجئے	،،
فتادہ کار من یارب بدست طرفہ جلادے	کہ خونم خورد و جانم بردنے دادے نہ فریادے	،،
ہوتی کہاں بھلائی برائی کے ساتھ ہے	کچھ نام نیک ہے تو بھلائی کے ساتھ ہے	،،
اک جان حزیں تا بکجا رنج اٹھائے	راحت اب اسی میں ہے کہ جلدی اجل آئے	،،
شراب عیش کبھی ہم نے پی تھی اے مخمور	اُسی کے نشہ کا اب تک خمار باقی ہے	،،
ایک آفت ہو تو اس کا ہی میں رونا روؤں		
چرکے کھائے ہیں ہزاروں ہی جگر نے میرے		،،
عشق آفات آسمانی ہے	برسوں لوگوں نے خاک چھانی ہے	،،
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے	تہمتیں چند اپنے ذمے دھر چلے	،،
باقی نہ دل میں کوئی بھی یارب ہوس رہے	چودہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس رہے	،،
نسیم صبح کہ مستانہ وار می گزری	ندانمت ز کدامی دیار می گزری	،،
یہ مان لو کہ یاد تمھاری نہ جائے گی	جب تک ہماری جان ہمارے بدن میں ہے	،،
ز صاحب غرض تا سخن نشنوی	کہ گر کار بندی پشیماں شوی	،،
نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کی یہ شئے	عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جواں کے لئے	،،
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ	سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے	،،
سچ یہ کسی سائیں کی صدا تھی	سکھ سمپت کا ہر کوئی ساتھی	،،
دعا کرتے ہیں مقبولان درگاہ خدا جس دم	قبولیت فلک سے بہر استقبال آتی ہے	،،
ہمارے حال سے خود عرض حال ہوتا ہے	فقیر آپ ہی صورت سوال ہوتا ہے	،،
چھوڑ کر کعبہ چلا ہے دیر کو	عقل پر عاشق کی کیا پتھر پڑے	،،

مصرع اول	مصرع ثانی	شاعر
پلا مے آشکارا ہم کو کس کی ساقیا چوری	خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری	لا اعلم
مجلس وعظ میں نہ جائیں گے	رہنے والے شراب خانے کے	″
نزدیک شاخ گل کے بلبل سمجھ کے جانا	پھندے لگا رہا ہے صیاد چپکے چپکے	″
دمبدم دل کو بے قراری ہے	آہ و فریاد و اشکباری ہے	″
خط نہ آئے نہ سہی پیک ہی آئے کوئی	منتظر ہوں خبر یار سنائے کوئی	″
شکوہ نہ یار کا نہ شکایت رقیب سے	جو کچھ ہوا خدا سے ہوا یا نصیب سے	″
یاں فکر معیشت ہے وہاں دغدغۂ حشر	آسودگی لفظیست یہاں ہو نہ وہاں ہے	″
کسے کو بر تو دارد حق آبے	فراموشش مکن در ہیچ بابے	″
دیکھے سے اڑیں ہوش نہ کیوں اہل حسد کے	آنکھیں تو ہیں آہو کی پہ تیور ہیں اسد کے	″
عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی	منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدھا ہے	″
سنبھالیں دل کو کیونکر کیا کریں ہم	بڑی مشکل میں جاں اپنی پڑی ہے	″
ہائے اب کیا کہکے سمجھائیں دل بے تاب کو	اُن سے ہم کہتے رہے کہہ جاؤ کچھ جانتے ہوئے	″
منظور ہے گزارش احوال واقعی	اپنا بیان حُسن طبیعت نہیں مجھے	″
طالب صبر ہیں گو مورد بیداد رہے	جو ستائے ہمیں آباد رہے شاد رہے	″
مجھ بلانوش کو تل چھٹ بھی ہے کافی ساقی	بھردے چلو میں جو ہو شیشہ میں باقی ساقی	″
آگ جس دل میں ہو خود شعلہ فشاں ہوتی ہے	برق با دل میں چھپانے سے نہاں ہوتی ہے	″
بیک ناتراشیدہ در مجلسے	برنجد دل ہوشمندان بسے	″
چو از چنگال گرگم در ربودی	چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی	″
باسایہ ترا نمی پسندم	عشق ست و ہزار بدگمانی	″
اس بندہ نوازی پہ جھکا اب سر تسلیم	مرضی وہی عاشق کی ہے جو تیری رضا ہے	″
حافظ مدار امید فرح از مدار چرخ	دارد ہزار عیب ندارد تفضلے	حافظ
دل دکھوں کو نہ ستا اسمیں ہے زک او ظالم	ان کی وہ آہ ہے جو عرش ہلا آتی ہے	لا اعلم
خدا ترا بت ناداں دراز سن تو کرے	ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے	″

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے	یہ دل ہے میرا ہی کہ جہاں تو سما سکے	لاا علم
گرا و یارست خوش ایمن نشستی	وگر کج باخت از کمرش برستی	״
پھولے گل رخسار ابھرنے لگے جوبن	آمد ہوئی سرو قد جاناں میں ثمر کی	״
مردوں کو زندہ کرتے تھے جو وہ تو مر گئے	زندوں کے قتل کو وہ مسیح الزماں ہوئے	״
جب سمجھے نہ تم رتبۂ اکسیر جوانی	اب خاک بھی چھانو تو وہ دولت نہیں ملتی	״
باتیں نہ پوچھئے دل خانہ خراب کی	مٹی ہوئی خراب ہمارے شباب کی	״
پیری میں کس مزے کو جوانی کے روئیے	سو داغ دے گئے ہیں دو دن بہار کے	״
لحد میں دوش اعزہ پہ ہو کے بار آئے	عدم میں غل ہے کہ پیدل گئے سوار آئے	״
رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے	موت بہتر ہے کہیں دل کی گرفتاری سے	״
اور کچھ بڑھ کر نہیں اس بات سے	تو رہے سچا جو اپنی ذات سے	״
غیر بھڑکائیں جو انکو تو عجب کیا مونس	آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے	״
دشمنی لاکھ کرے کوئی بھی کیا ہوتا ہے	بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے	״
آہوں سے ترقی پہ مرا سوز جگر ہے	اب آگ کے گلنے کی بہت گرم خبر ہے	״
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو	اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے	״
وہ ہنستے آئے یہاں سے ہیں رلا کے چلے	نہ بیٹھے آپ مگر درد دل اٹھا کے چلے	״
جب حسن ہے تو عشق کا ہونا ضرور ہے	آنکھوں کی کچھ خطا ہے نہ دل کا قصور ہے	״
نیست نابود ہوا ہوں میں فنا سے پہلے	مر چکا اے ملک الموت قضا سے پہلے	״
گستاخ بہت شمع سے پروانہ ہوا ہے	سر چڑھتا ہے موت آئی ہے دیوانہ ہوا ہے	״
شاعر شدن از بہر فلاکت کم بود	اے خانہ خراب با زر مال شدی	״
السلام اے بعد ما آیندگان رفتنی	بر شما خوش باد ناخوشہائے دنیائے دنی	״
پسیجے گا کبھی تو دل کسی کا	ہمیشہ اپنی آہوں کا دھواں ہے	״
بیجا نہیں حسینوں کی ہے لن ترانیاں	اے غافلو یہ حسن خدا کی امانت ہے	״
دانتوں نے بھی جواب دیا شیب میں حکیم	دیکھو یہ بچپنے کے رفیقوں کا حال ہے	״

گزرسته معنوی واقف نبوی	لفظ بگزاری سو معنے روی	لا اعلم
تو از پری چابک تری وز برگ گل نازک تری	بسیار خوبان دیده ام لیکن تو چیزے دیگری	"
بات ہے جس قدر بڑھاؤ بڑھے	طول بھی ہے یہ مختصر بھی ہے	"
بدلا خزاں کا رنگ یہ فصل بہار ہے	جو زرد زرد پتے تھے اب ہیں ہرے ہرے	"
توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام وسبو پھر ہم کو کیا	آسماں سے بادۂ گلفام اگر برسا کرے	"
غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو	جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے	"
وہ چیز جس کے لئے ہو ہیں بہشت عزیز	سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے	"
پاؤں پڑ کر بھی نہ ہووے گی رہائی تیری	میرے ہاتھ آئی ہے کس دن یہ کلائی تیری	"
بھلے کو وہ برا سمجھے برے کو وہ بھلا سمجھے	پڑیں پتھر سمجھ پر ایسی وہ سمجھے تو کیا سمجھے	"
زمانے نے کیا کیا سنایا ہے ہم کو	مگر اف بھی اپنی زباں سے نہ نکلی	"
او روسیہ رقیب تو ڈر میری آہ سے	بجلی کو لاگ ہوتی ہے رنگ سیاہ سے	"
ابر رحمت سنتے ہیں نام آپ کا	خاک رواں پر کرم فرمائیے	"
بجز رنگیں مزاجی زندہ دل ہونا نہیں ممکن	کہ لطف زندگانی ہے بدن میں جبتلک خوں ہے	"
کام رکنے کا نہیں اے دل ناداں کوئی	خود بخود غیب سے ہو جائیگا ساماں کوئی	"
مجال ست اگر سربرین درنہی	کہ باز آیدت دست حاجت تہی	"
دیکھنا محفل رنداں میں نہ آنا اے شیخ	یہ وہ محفل ہے کہ عمامہ اچھل جاتا ہے	"
گلے لپٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے	الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے	"
نہ لایق بود عیش با دلبرے	کہ ہر بامدادش بود شوہرے	"
گاہ باشد کہ از مدبر کار	برنیاید درست تدبیرے	"
اگر حنظل خوری از دست خوشخوے	بہ از شیرینی از دست ترشروے	"
از ملائک بہرہ داری وز بہائم نیز ہم	بگزر از خط بہائم کز ملائک بگزری	"
ذر دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے	قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے	"
ازل میں شرح لکھ کر میرے غم کی	بری حالت ہوئی لوح وقلم کی	"

داد خواہوں میں مرا ساتھ نہ دیگا کوئی	کہ جھجکتے ہیں ابھی سے یہ برابر والے	لا اعلم
ہو رہے ہیں ظلم ہفت افلاک کے	امتحاں ہیں ایک مشت خاک کے	״
تا دم حشر محبت میں دعائیں دونگا	واہ کیا شئے ہے سلامت رہے قسمت میری	״
ہائے صیاد جفا پیشہ نے کیا گل کترے	دور لیجا کے چمن سے پر بلبل کترے	״
حضرت دل نہیں قرار تمہیں	چھوڑو پہلو کو اور گھر دیکھو	״
الٰہی کچھ نہ کچھ آرام دل کو مل ہی جائیگا	بدل دے صبح محشر کو مری شام جدائی سے	״
دل کی سوزش ہوتے ہوتے ہوگئی کم	آبلہ کیا بلبلا پانی کا ہے	״
بندہ ام گر بلطف می خوانی	چاکرم گر بقہر میرانی	
یقین می دان کہ شیران شکاری	درین راہ خواستند از مور یاری	
للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری	طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری	״
بشر کو چاہئے ملتا رہے سب سے زمانے میں	کسی دن کام یہ صاحب سلامت آہی جاتی ہے	״
حتی الامکان بھلائی ہی کرے دنیا میں	نام رہ جاتا ہے رہتا نہیں انساں باقی	״
حال عدم کھلا نہ کچھ گزری ہے رفتگاں پہ کیا	کوئی حقیقت آنکر کہتا نہیں بری بھلی	״
باش بدخو و ستمگار و لیکن نچنان	کہ گناہے زدگر باشد و از نا رنجی	״
دگر مرا بہ چہ تقصیر متہم کردی	چہ کردہ ام کہ بمن التفات کم کردی	״
اے عہد با تو اگر کار نبودے	کار دل ما این ہمہ دشوار نبودے	״
بیا کہ بے تو بجان آمدم ز تنہائی	بیا کہ نیست مرا بیش ازین شکیبائی	״
قلم کئے محرم و قاصد کجا در دہن دارد	چرا احوال ما تو از زبان خود نمی پرسد	״
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے	مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے	״
پنہاں تھا دام سخت قریب آشیان کے	اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے	״
زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھا دیتے تھے	دیکھوں اب مرگئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے	غالب
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار	یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے	״
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے	کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی	״

چھوڑی اسد نہ ہم نے گدائی میں دل لگی	سائل ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے	اسد
بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر وقت نگاہ	جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے	غالب
بے طلب دیں تو مزہ اسمیں سوا ملتا ہے	وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے	"
اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق	وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے	"
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن	دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے	"
یکے کردہ بے آبروئی بسے	چہ غم دارد از آبروے کسے	سعدی
پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی	کہ بورانی ست باذنجان و باذنجان ست بورانی	لا اعلم
باز آئی و در سوز و گدازم بینی	بیداری شبہاے درازم بینی	"
بڑھتی جب دل کی بیقراری ہے	ہوتی حالت غشی کی طاری ہے	"
بڑھے ہیں لاکھ میرے جرم یارب	تری رحمت بہت یارب بڑی ہے	"
غصہ نہ کھا کہ تیرے ہی حق میں ہے کچھ ضرر	ہوگا شکم میں درد غذائے ثقیل سے	"
کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب	آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی	"
گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم	بعد منزل نبود در سفر روحانی	"
کبھی تو خاطر غسال و گورکن اے مرگ	غریب دیر سے ہیں آسرا لگائے ہوئے	"
تدبیر ہم نے کر دی جیسی کہ چاہئے تھی	سمجھو اگر تو اچھا ورنہ تمھاری مرضی	"
متاع وصل جانان بس گران ست	گر این سودا بجان بودے چہ بودے	"
چو تیر انداختی بر روے دشمن	حذر کن کاندر آماجش نشستی	"
تنگدستی اگر نہ ہو سالک	تندرستی ہزار نعمت ہے	سالک
اپنی ہستی حباب کی سی ہے	یہ نمائش سراب کی سی ہے	لا اعلم
دو چیز مفت حلالست و ہم بشرع درست	سرود خانہ ہمسایہ و حسن رہگذرے	"
متاع گرانمایہ دارم بسے	نیارم برون تا نخواہد کسے	"
ہزار شکر یہاں تک تمھیں خدا لایا	مراد آئی دعا اپنی مستجاب ہوئی	"
بن گئی جی پہ کچھ ایسی کہ الہی توبہ	سانس لینے سے بگڑتی ہے طبیعت میری	"

جو کچھ گزرے وہ کہہ گزرے جو کر گزرے وہ کر گزرے		
ترے کہنے میں واعظ کب دل دیوانہ آتا ہے		لا اعلم
کیں عمر بھر خطائیں کیا عذر پیش لائیں	بخشے کہ دے سزا انہیں رحمان تو کریم ہے	،،
آبرو جب ہے کہ گردش بھی مقدر میں رہے	دُر وہ غلطاں ہی نہیں دوران نہ گر میں رہے	،،
عشق موقوف نہیں اچھی بری صورت پر	نہیں معلوم وہ کیا شئے ہے جو لبھا جاتی ہے	،،
اب ہمارے بخت نے پایا عروج	اس کی پستی تھی بلندی کے لئے	،،
پیتے ہیں اب جناب مشیخت مآب بھی	پانی کے مول بکنے لگی ہے شراب بھی	،،
شب غم مر گیا موذن کیا	آج بانگ اذاں نہیں آتی	،،
مے پیتا ہوں اور کہتا ہوں تا صبح سے یہ ہر بار	پھر ایسی خطا قبلۂ حاجات نہ ہوگی	،،
مسند و فچہ ارگن کا ہے یا خانۂ صیاد	ہر مرغ قفس ہانک نئی بول رہا ہے	،،
نعمت حق کی جس نے قدر نہ کی	لات ماری بہشت کو اس نے	،،
غم دوری سے دل جلتا ہے اشک آنکھوں سے جاری ہے		،،
خبر لے اے مسیحا جاں لبوں پر اب ہماری ہے		،،
مژدہ اے شوق کہ کچھ خوش خبری آتی ہے	جھومتی آج نسیم سحری آتی ہے	،،
باہم اگر رہیں گے زن و شو ملاپ سے	ایام نیک آئیں گے اس گھر میں آپ سے	،،
حسرت ہے کہ جو شخص پئے وصل ہو مشتاق	دے نامہ بر آکر اسے پیغام جدائی	،،
خم کے خم پی گئے ہیں یہ حضرت	پیٹ ہے یا پکھال چمڑے کی	،،
دنیا میں آبرو سے گزر جائے کوئی دن	سب کچھ رہا بشر کی اگر بات رہ گئی	،،
آپ نے میرے ستانے کے لئے	کون سی بات اٹھا رکھی ہے	،،
دنیا مجھے اندھیر ہے اس غم کی خبر سے	شعلوں کی طرح آہ نکلتی ہے جگر سے	،،
جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے	یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے	،،
دیکھا ہے یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت	سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے	،،
ناامیدی مٹائے جاتی ہے	شوق نقشہ جمائے جاتا ہے	،،

عزت کی بھی دیکھ لیں دنیا میں بہاریں	اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے	لا اعلم
رِیاض دہر میں یوں تو ہیں رنگ رنگ کے پھول	وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی	״
محفل سے اُنکی اٹھکے کوئی جائے کیا مجال	باندھے ہوئے ہیں سب کو وہ تار نگاہ سے	״
یہ پیاری صورتیں ہیں یا کہ قدرت کے کھلونے ہیں	مچل جاتا ہے ان پر طفل دل کیا بری خو ہے	״
دل کو ہے اضطراب طبیعت نڈھال ہے	اب تو فراق یار میں جینا محال ہے	״
با دوست کنج باغ بہشت ست و بوستان	بے دوست خاک بر سر جاہ و تونگری	״
تمھارے حُسن کا چرچا جہاں ہے	مری وحشت کا بھی اُس جا بیاں ہے	״
ایک مدت سے تمنا تھی مجھے جس دن کی	بعد مدت کے وہی روز سعید آیا ہے	״
زاہد خشک بھلا سمجھے گا کیا حُسن کی بات	اچھی صورت اُسے حیران کیا کرتی ہے	״
فرقت میں تری عمر تلف کی نہیں جاتی	اے جانِ جہاں جان تو یوں دی نہیں جاتی	״
اے کہ در شوخی نداری ہمسرے	می نمائی ہر دمے از منظرے	״
دوپٹہ سرخ دکھلا کر وہ قاتل آج کہتا ہے	شہید ناز کی تربت پہ یہ چادر چڑھانی ہے	״
نشۂ مے نے نقاب رُخ زیبا الٹا	ٹھوکریں کھاتی ان آنکھوں کی حیا پھرتی ہے	״
اے دل شراب پیجئے دن ہیں شباب کے	قربان واعظوں کے عذاب و ثواب کے	״
کیفیت شراب میں ہے بے تکلفی	پاس ادب مجالس رنداں سے دور ہے	״
طاؤس رقص میں ہے مئے عشرت پیئے ہوئے	ہیں بلبلیں بھی شاد گلوں کو لئے ہوئے	״
سبزۂ مینا کا عالم دیدنی ہے آج کل	میکدہ کو دوڑی جاتی ہے گھٹا برسات کی	״
گریباں پھاڑ کر دیوانے نے زنجیر کیوں پہنی	کرے کیا عقل دخل اسمیں جنوں کا کارخانہ ہے	״
وہ یکایک باغ میں پہنچے جو اٹھلاتے ہوئے	کبک بھاگے سامنے سے ٹھوکریں کھاتے ہوئے	״
دن رات گفتگو ہے شراب و کباب کی	کیا منہ لگوں نے یار کی صحبت خراب کی	״
ابھی تو کمسن سمجھے ہو مگر اک دن دکھادینگے	قیامت اسکو کہتے ہیں قیامت ایسی ہوتی ہے	״
یہ اب دریافت ہوتا ہے مجھے دل کی گواہی سے	زمانہ وصل کا نزدیک ہے فضل الٰہی سے	״
بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے	غلام ساقئ کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے	״

یہ بھی کوئی ہنسی ہے کہ رخصت کا لیکے نام	سو بار بیٹھے بیٹھے ہمیں تم رلا چکے	لا اعلم
مرے حال پر رحم کرتا نہیں ہے	خدا سے بھی اے بت تو ڈرتا نہیں ہے	،،
شدنی امر میں ہو وہم وگماں کیا معنی	موت کے نام سے یعنی خفقاں کیا معنی	،،
جبکہ ایام بد اور بخت زبون ہوتا ہے	گر الف لکھئے تو خم کھا کے ورنون ہوتا ہے	،،
لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی	رکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی	،،
بیٹھے رہے زمیں میں خزانے کو گاڑ کے	موت آئی اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے	،،
یاں قاقم و حریر کی کیا کیا خرید ہے	واں جامۂ حیات کی قطع و برید ہے	،،
طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے	ہستی کو حباب آب دیکھا ہم نے	،،
کسے از دار می نالد کسے نالد ز بیداری	غم منصور از دار ست و درد من ز ناداری	،،
بہ محفل شمع تابان در گلستان رنگ و بو باشی	الٰہی ہر کجا باشی بہار آرزو باشی	،،
تلسی غریب چھیڑے بری غریب کی ہائے	موئی کھال لہار کی لوہ بھسم ہو جائے	تلسی داس
جب بھوک لگی آپ کو تنور کی سوجھی	جس وقت بھرا پیٹ تو پھر دور کی سوجھی	لا اعلم
خدا جانے گلشن میں آمد ہے کس کی	کہ پھرتے ہیں کیوں باغباں دوڑے دوڑے	،،
ہم مردمکِ دیدہ کریں کیوں نہ فرش راہ	گزرے گی اس طرف سے سواری حضور کی	،،
بھونرا تو بھی پھول کا کلی کلی رس لے	کانٹا لاگا پریم کا تڑپ تڑپ جیا دے	،،
اے شیخ چہ جوئی ز شب قدر نشانی	ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی	،،
اے شیشہ گرو تم سے یہ ایک عرض ہے میری	دل ٹوٹا بنا دو یہ عجب شیشہ گری ہے	،،
دوگونہ رنج و عذاب ست جان مجنوں را	بلائے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ	،،
بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی	بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے	،،
آوارہ و سرگشتہ نہ دیوار نہ در کے	سائے کی طرح وہ ہیں ادھر کے نہ ادھر کے	،،
فکرِ معاش و عشق بتان یاد رفتگان	اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کیا کرے	،،
کس قدر با وفا ہے اس کا خیال	بیکسی میں بھی آئے جاتا ہے	،،
خوب نکلیں گے حوصلے دل کے	آؤ سو بھی رہیں گلے مل کے	،،

غربت زدوں کے سر پر چلائیو نہ آکر	اے شور صبح محشر! جاگے ہیں رات بھر کے	لا اعلم
اے تماشاگاہ عالم روئے تو	تو کجا بہر تماشا می روی	،،
عجب سرا ہے یہ دنیا کہ جس میں شام و پگاہ	کسی کا کوچ۔ کسی کا مقام ہوتا ہے	دبیر
ڈھیر دیکھے گلرخوں کی خاک کے	واہ کیا نیرنگ ہے افلاک کے	صبا
شغالے دشت مازندران را	نگیرد جز سگ مازندرانی	لا اعلم
دست و پا رکھتے ہیں تو کیوں بیکار بیٹھے رہیں	اٹھیں گے ہم اپنی قسمت کو بنانے کے لئے	،،
موت اُس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس	یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے	،،
اے زبان ہم گنج بے پایان توئی	اے زبان ہم رنج بے درمان توئی	،،
بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا	اس کی بلا سے بوم رہے یا ہما رہے	،،
دوستی کا بھر رہے تھے جن کی دم	آستیں کے سانپ وہ ہی بن گئے	،،
پہلو کے داغ جل اُٹھے سینہ کے داغ سے	اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے	،،
ناصح کی گفتگو سے طبیعت بہک گئی	سچ ہے کہ آدمی کا ہے شیطان آدمی	،،
ہرچند فلسفہ کی چناں اور چنیں رہی	لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی	،،
قضا لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے	یہ ہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے	،،
پھر کہاں جائینگے الٰہی ہم	خلد میں بھی اگر بسر نہ ہوگی	،،
پتی برائن ناری کبھی بدھوا نہیں ہوتی	پتی برت کے بل سے پی سے پہلی مرتی ہے	،،
گھر کی بستی جو آج سونی ہے	کچھ نہ کچھ اسمیں بدشگونی ہے	،،
سنگ پارس سے اگر لوہا ملے سونا بنے	رونے والے سے اگر ہنس مکھ ملے رونا بنے	،،
دل کو دل سے راہ ہے اور دلمیں دل کی راہ ہے	جانتا ہے وہ جو دل کے راز سے آگاہ ہے	،،
تو کار زمین را نکو ساختی	کہ بر آسمان نیز پرداختی	،،
قادرا قدرت تو داری۔ ہرچہ خواہی آن کنی / مردہ را جان تو بخشی۔ زندہ را بے جان کنی		،،
صحت بھی ہو۔ روزی بھی ہو دلکو ہو تسکیں	دنیا میں بشر کیلئے نعمت ہی تو یہ ہے	،،

وہ برسوں سے خفا تھے ۔ مدتوں سے روٹھے بیٹھے تھے
خدا کا شکر ہے اب تو رسائی ہوتی جاتی ہے — لا اعلم

الٰہی کیسی کیسی صورتیں تونے بنائی ہیں	کہ ہر صورت کلیجے سے لگا لینے کے قابل ہے	"
عشق کے مکتب میں میری آج بسم اللہ ہے	منھ سے کہتا ہوں الف دل سے نکلتی آہ ہے	"
خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال	کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے	"
ملا نہ قافلۂ رہ روانِ ملکِ عدم	بہت تلاش کر آئے بہت پکار آئے	"
ریش باید دو[۲] سہ[۳] موئے کہ زنخدان پوشے	نہ در سایۂ او بجہد خر گوشے	"
جتنا جی چاہے ستالے ستم ایجاد مجھے	مثل تصویر ہوں آتی نہیں فریاد مجھے	"
جیبھ میں رام بغل میں چھری	من میں جگ کی آسا بھری ہے	"
زیست کہتے ہیں جسے ہے اضطراب	موت کہتے ہیں جسے آرام ہے	"
آئے بہر سیر گلشن ۔ سیر گلشن کر چلے	دیکھ لے اپنا چمن اے باغباں ہم گھر چلے	"
سانس سانس پر نام لے برتھا[۱] جنم مت کھوے	کو جانے[۲] اِس سانس کا آون ہوے نہ ہوے	"
زمانہ چھان مارا ہے یہ دنیا دیکھی بھالی ہے	نہ کوئی ہے خوش و خرم نہ کوئی غم سے خالی ہے	"
کبھی رونا بھی پڑتا ہے سدا خنداں نہیں رہتی	طبیعت آدمی کی ہے کبھی یکساں نہیں رہتی	"
سرائے دہر میں مہماں بشر بس رات بھر کا ہے	کمر باندھے رہو تیار رہِ عالم سفر کا ہے	"
کسی کی بھی چتا میں پیر پھیلاتا نہیں کوئی	کسی کے ساتھ اِس سنسار میں جاتا نہیں کوئی	"
امید دستگیری بے نتیجہ ہے خیالی ہے	کسی کا اس جہاں میں کوئی وارث ہے نہ والی ہے	"
قید ہستی میں پھنسے یاد وطن بھول گئے	دام ہمکو یہ خوش آیا کہ چمن بھول گئے	"
جوانی آدمی کی مایۂ الزام ہوتی ہے	نگاہِ نیک بھی اس عمر میں بدنام ہوتی ہے	"

بھولے ہوے ہیں خود کو بھٹکے ہوے ہیں راہیں
مدہوش ہو رہے ہیں دنیا کے رہنے والے — "

ایک رات دل جلوں کو یہ عیش وصال دے	پھر چاہے آسمان جہنم میں ڈال دے	"
دلیلِ کاررواں بانگ جرس ہے	گواہ دردِ دل ایک نالہ بس ہے	"

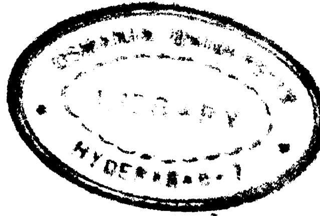
[۱] فضول
[۲] کون

ان ہونی ہونی نہیں ہونی ہوے سو ہوے
تلسی من میدان میں تان پچھوڑا سوے — تلسی داس

شعر		
جوانی اور جوانی پلا کسی کی نیم عریانی	یکایک آگئی جذبات کی دنیا میں طغیانی	لاعلم
درد پیری را مسیحا چارہ نتوانست کرد	تو ز جہل خویشتن در فکر درمانے خودی	،،
ہے ہمیشہ ہی وجئے سنسار میں وشواش کی	ڈوبتی ناؤ نہیں منجدھار میں وشواش کی	،،
دن ایک سے نہیں چمن روزگار کے	دو دن خزاں کے ہوتے ہیں دو دن بہار کے	،،

کیا لے آیا کیا لے جائے گا کیا بیٹھے پچھتاتا ہے
مٹھی باندھے آئے جگت میں ہاتھ پسارے جانا ہے — کبیر داس

آہ کروں تو جگ جلے اور جنگل بھی جل جائے | یہ پاپی جیوڑا نہ جلے جس میں آہ سمائے





حصّہ سوم

قطعاتؕ

و

رباعیات

الف

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا	آتش پہ مغاں نے راگ گایا تیرا	حالی
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے	انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا	
غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا اچھا	افعال مضر سے کچھ نہ کرنا اچھا	اکبر
اکبر نے سنا ہے اہلِ غیرت سے یہی	جینا ذلت سے ہو تو مرنا اچھا	
گوہر کو کرے جمع یہ جوہر ہے تو کیا۔؟	جب نفسِ غنی نہیں تو نگر ہے تو کیا؟	لااعلم
جب جود نہیں کرم نہیں۔ فیض نہیں؟	مٹی میں جو غنچے کی طرح زر ہے تو کیا!	
گزرنا گاہ جو میرا ہو شہرِ خموشاں میں۔	عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہانِ عالم کا	ناسخ
کہیں آئینہ زانوِ سکندر کا شکستہ تھا	کسی جانب پڑا تھا کاسۂ سر خاک میں جم کا	
جس دن کہ فراقِ روح و تن میں ہوگا۔	مشکل آنا اس انجمن میں ہوگا۔	لااعلم
نازاں نہ ہو رختِ نو پہن کر غافل	اک روز یہی جسم کفن میں ہوگا	
آغوشِ لحد میں جبکہ سونا ہوگا	جز خاک نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا	انیس
تنہائی میں آہ کون ہوئیگا۔ انیس	ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا	
جب دارِ فنا سے جان کھونا ہوگا	میت پہ عجب طرح کا رونا ہوگا	انیس
عادت نہیں منہ ڈھانپ کے سونے کی انیس	کیا گذرے گی جب قبر کا کونا ہوگا	
باز آ۔ باز آ۔ ہر آنچہ ہستی۔ باز آ۔	گر کافر و گبر و بت پرستی۔ باز آ۔	لااعلم
ایں درگہہ ما درگہہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی۔ باز آ۔	
کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر پڑا جو میر	یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا	میر تقی
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بےخبر	میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُرغرور تھا	
جس دن کہ فراقِ روح و تن میں ہوگا۔	مشکل آنا اس انجمن میں ہوگا۔	انیس
نازاں نہ ہو رختِ نو پہن کر غافل	اک روز یہی جسم کفن میں ہوگا۔	
اے ہمنفساں کہ یارِ غار اید مرا؟	آنروز کہ تابوت برارید مرا۔	

اوّل ز بر زمین سپارید مرا	آنگاه برحمتش گذارید مرا	واقف
ضعف پیری زبسکه بگداخت مرا	هرکس که نظر فگند نشناخت مرا۔	صائغ
از صحبت من کنون بتان را ننگ ست	این موی سفید روسیه ساخت مرا۔	
یارب ز کرم بہ بخش تقصیر مرا	مقبول بکن نالۂ شبگیر مرا۔	سرمد
پیری و گناه ما جرائیست عجیب	لطفِ تو کند چارۂ تدبیر مرا۔	
ای ذرہ چرا ز حشر بیم ست ترا	دل بیہدہ زین فکر دو نیم ست ترا	جامی
هرچند که غرقۂ گناهی مِیندیش	خوش باش که کار با کریم ست ترا	
یارب شده ام تبه بیا مرز مرا۔	شد روی دلم سیہ بیا مرز مرا	نساخ
وردا که بجز گنه نه کردم کاری	بخشندۂ هرگنه بیا مرز مرا	
از کشتِ عمل بس است یک خوشه مرا	در روی زمین بس ست یک گوشه مرا	قاآنی
تا چند چو گاو گردِ خرمن گردیم	چون مرغ بس ست دانۂ توشه مرا	
از حرص گر آستین فشاند دلِ ما	چون شد چه عجب که حکم راند دل ما	درد
ای درد هزار سلطنت مفت بود۔	جمعیت اگر بهم رساند دل ما۔	
مینا ست اگر سر نیاز ست اینجا	جام ست اگر دیدۂ باز ست اینجا	درد
این محفل درد جای بدمستی نیست	هشدار که بزم امتیاز ست اینجا	
خواهی ز وصال شادمان دار مرا۔	خواهی ز فراق در فغان دار مرا	امیرخسرو
من هیچ نگویم که چسان دار مرا۔	زانسان که تو خواهی آنچنان دار مرا	
خواهی ز فراق در فغان دار مرا۔	خواهی ز وصال شادمان دار مرا۔	عمرخیام
من با تو نگویم که چسان دار مرا۔	زانسان که دلت چنان دار مرا	
مشهور شدی به دلربائی همه جا	بی مثل شدی در آشنائی همه جا	سرمد
من عاشق این طورِ تو ام می بینم	خود را نه نمائی و نمائی همه جا	
مینا ست اگر سر نیاز ست اینجا	جام ست اگر دیدۂ باز ست اینجا	درد
این محفل درد جای بدمستی نیست	هشدار که بزم امتیاز ست اینجا۔	

عیب است بزرگ برکشیدن خود را
از مردمک دیده بباید آموخت
وز جملهٔ خلق برگزیدن خود را
دیدن همه کس را و ندیدن خود را
— لااعلم

ای عشق گران قدر بکسیر بیا
کفر و اسلام جنگ باهم دارند
تا چند نزاع حرم و دیر بیا
ای صلح دهِ ثالث بالخیر بیا
— واقف

گاهی سحرست و گاه شام ست اینجا
مانند شرر ز شور هستی غافل
از کون و فساد انتظام ست اینجا
در چشم زدن کار تمام ست اینجا
— درد

تا بتوانی خسته مگردان کس را
گر راحت جاودان طمع میداری
بر آتش خشم خویش منشان کس را
می رنج همیشه و مرنجان کس را
— عطار

گر مستقیم کار بیا رست مرا
این خرقهٔ پشمینه که صد فتنه دروست
با سبحه و زنار چه کار ست مرا
بارش نه کنم بدوش عارست مرا
— سرمد

فسق ست و فساد کار هر روزهٔ ما
می خندد روزگار و می گرید عمر
پر شد ز حرام کاسهٔ و کوزهٔ ما
بر طاعت و بر نماز و بر روزهٔ ما
— آزاد

آمد سحری ندا ز میخانهٔ ما
برخیز که پر کنیم پیمانه ز مے
کای رند خراباتی دیوانهٔ ما
زاں پیش که پر کنند پیمانهٔ ما
— عمر خیام

برخیز و بیا نیاز بهر دل ما
یک کوزهٔ می بیار تا نوش کنم
حل کن بجمالِ خویشتن مشکل ما
زان پیش که کوزه ها کنند از گلِ ما
— عمر خیام

فسق ست و فساد کار هر روزهٔ ما
می خندد روزگار و می گرید عمر
پر شد ز حرام کاسهٔ و کوزهٔ ما
بر طاعت و بر نماز و بر روزهٔ ما
— آزاد

کس را خبرے نیست چه آید فردا
نومید مشو ز مژدهٔ عالم غیب
نیرنگی قدرت چه نماید فردا
شب حامله ست تا چه زاید فردا
— آزاد

باز آ - باز آ - ز فکر باطل باز آ
خوشنود مشو ز فکرِ دنیا هرگز
از وهم و خیالِ خام اے دِل باز آ
نے وصل نماید و نه واصل باز آ
— سرمد

ب

گر درد ترا غفلتِ دل کرده خراب	گه آگهیت فگنده اندر تب و تاب	درد
ای بیخبر این همه غنودن تا کی	بیدار تمام باش یا خوب بخواب	
افسوس که رفت نشهٔ عهد شباب	سرخوش نشدم یک دم از بادهٔ ناب	غنی
از بهر تماشای جهان همچو حباب	تا وا کردیم چشم رفتیم بخواب	
این عمر عزیز نیست جز نقش بر آب	دریای غنیمت است فرصت دریاب	تقی
در بحر وجود عاقبت همچو حباب	بر یک نفست خانهٔ عمر است خراب	
زر دوست درین زمانهٔ پُر آشوب	باشد ز غم حادثه دایم منکوب	خلیل
نزدیک بمرگ حرص زر پیران را	افزون گردد چو سایه در وقتِ غروب	
چشمی دارم چو لعل شیرین همه آب	بختی دارم چو چشم خسرو همه خواب	لا اعلم
جسمی دارم چو جان مجنون همه درد	جانی دارم چو زلف لیلی همه تاب	
ای در طلب کمال سرگرم شتاب	در صورت کس مبین و معنی دریاب	غنی
هرچند عقیق ست با آتش همرنگ	دارد بدهان تشنه خاصیت آب	
ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب	وز گردش دوران سر و سامان مطلب	عمر خیام
درمان طلبی دردِ تو افزون گردد	با درد بساز و هیچ درمان مطلب	
سرمد تو ز هیچ خلق یاری مطلب	از شاخ برهنه سایه داری مطلب	سرمد
عزت ز قناعت ست و خواری ز طمع	با عزت خویش باش و یاری مطلب	
با بط می گفت ماهی در تب و تاب	می گشت چو در آتشِ سوزنده کباب	لا اعلم
دردا و دریغا که درین دیر خراب	گه بر سر آتشیم و گه بر سر آب	
از دار بقا فتاده در دار عذاب	آدم ز پی گندم و من بهر شراب	فدائی
مرغانِ بهشتیم عجب نیست اگر	او از پی دانه رفت و من از پی آب	

ت

سگے را اگر کلوخے بر سر آید۔
ز شادی بر جہد کاں استخوانیست

وگر نعشے دو کس بر دوش گیرند
لئیم الطبع پندارد کہ خوانیست — سعدی

گیرم کہ سریرت ز بلور و لشیم است
سنگش داند ہر آنکہ اورا چشم است

ایں مسند قاقم و سمور و سنجاب
در دیدۂ بوریا نشیناں پشم است — سعدی

کلید در گنج مقصود صبر است
در بستہ آں کس کہ بکشود صبر است

چہ خارائے کوہ وچہ دیبائے گردوں
لباسے کہ ہرگز نفرسود صبر است — سعدی

اوراق زمانہ در نوشتیم و گذشت
در فن سخن یگانہ گشتیم و گذشت

می بود دوائے ما بہ پیری غالب
زاں نیز بہ ناکام گزشتیم و گذشت — غالب

خیام ز بہر گنہ ایں ماتم چیست
در خوردن غم فائدہ بیش و کم نیست

آنرا کہ گنہ نکرد غفران نبود ؟
غفران ز برائے گنہ آمد غم چیست — عمر خیام

آباد خرابات ز مئی خوردن ماست
خون دو ہزار تو بہ در گردن ماست

گر من نکنم گناہ رحمت چہ کند
آرایش رحمت از گنہ کردن ماست — عمر خیام

پیری ست دلا چہ موقع ما و من ست
کی ایں ہنگام تکلف پیرہن ست

دامن درکش کنوں ز تقطیع لباس
کیں موئے سفید تار و پود کفن ست — واقف

ایام شباب باہوس بودم جفت
نہ دیدۂ دیدہ بود و نہ گوش شنفت

در خواب غرور صرف شد نقد حیات۔
بیدار شدم کنوں کہ میباید خفت — لا اعلم

نہ لایق مسجدم نہ در خور کنشت ؟
ایزد داند گل مرا از چہ سرشت

چوں کافر درویشم وچوں قحبہ زشت۔
نہ دین و نہ دنیا و نہ امید بہشت۔ — عمر خیام

من بندۂ عاصیم رضائے تو کجاست
تاریک دلم نور ضیائے تو کجاست۔

یارا تو بہشت اگر بطاعت بخشی ؟
ایں بیع بود لطف و عطائے تو کجاست — عمر خیام

گر کار تو نیکوست بہ تدبیر تو نیست
ور نیز بد است ہم ز تقصیر تو نیست

تسلیم و رضا پیشه کن و شاد بزی.
این نفس ستمگار به بین شیطان است
ابلیس خودی چرا به ابلیس بدی
سرمد کار اله لطف و کرم ست
رخشیدن برق بین و جوش باران را
گر نام تو نقش دفتر افلاک است
گر نوح هزار سال در عالم زیست
سلطان به جهان پرده سرای زد و رفت
القصه به هر دو روزه در گلشن عمر
گر بر سر ماه برنهی پایهٔ تخت
چون عمر تو پخته گشت بربندی رخت
می نوش که عمر جاودانی اینست
هنگام گل و لاله و یاران سرمست.
اوضاع زمانه لایق دیدن نیست
دامن ز چه پاکشیده ام در دامن.
افسوس که عمر گذشت بیهوده تلف
رنجید خدا و خلق راضی نشده.
ناگشته دل شکسته ام خلوت دوست
او یکنفس از هیچ منی غافل نیست
غم راز من دمرا اگر پر ز غم نیست
غم خوی بمن کرده و من خوی بغم
ناچار اید رد در جهان باید زیست
مردن بمراد خود میسر گر نیست را

چو نیک و بد جهان به تقدیر تو نیست — لا اعلم

پیوسته عیان بود مگر پنهان ست
در پیش خیالات تو او حیران ست — سرمد

از معصیت سیاه کاری چه غم ست
رحمت چه فزون غضب چه بسیار کم ست — سرمد

هم از ورق حیات روزی پاک است
شد چند هزار سال کاندر خاک است — حسن

درویش به دهر نشست پای زد و رفت
مرغ به سر شاخ نوای زد و رفت — لا اعلم

در هیچ سلیمان شوی از دولت و بخت
کان میوه که پخته شد بریزد ز درخت — لا اعلم

خاصیت روزگار فانی اینست
خوش باش دمی که زندگانی اینست — حافظ

وضع خوشتر ز چشم پوشیدن نیست
دنیا تنگ ست و جای خندیدن نیست — لا اعلم

دنیا به لعب و دین رفت ز دست.
ضایع کردیم پاره آب و علف — لا اعلم

با غیر نه پرداختم از صحبت دوست
من بهر چه غافل شوم از خدمت دوست — لا اعلم

یاران قدیم را شکست از هم نیست
همچون من و غم دو یار در عالم نیست — لا اعلم

هرچند که شد زیست گران باید زیست
چندی بمراد دیگران باید زیست — فرد

با نفس جهاد کن شجاعت این است — بر خویشتن امیر شو امارت این است
انگشت بہ حرفِ عیب مردم مگذار — مفتاح خزاین سعادت این است
لا اعلم

ہر تازه گلے کہ زیب این گلزار است — گر بینی گل و گر بچینی خار است
از دور نظاره کن مرو پیش کہ شمع — ہر چند کہ نور می نماید نار است
لا اعلم

گر از پئے شہوت و ہوا خواہی رفت — از من خبرت کہ بینوا خواہی رفت
بنگر چہ کسی و از کجا آمدۂ — می داں کہ چہ می کنی کجا خواہی رفت
لا اعلم

گرد درِ فلک کہ برون و باختن است — ہر اوج پئے تخفیض در تاختن است
غافل باشد کہ رفعت خود داند — بر داشتنی کہ بہر انداختن است
لا اعلم

ز اہل صورت ہر آنکہ او در پیش است — از گردش چرخ بیشتر دل ریش است
ہر گندم کاو بزرگتر گشتہ بقدر — از گردش آسیا شکستن بیش است
لا اعلم

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است — در خویشتن جفا کند بد اندیش من است
گر زہر موافقت کند تریاک ست — در نوش مخالفت کند نیش من است
عمر خیام

دنیا دو سہ روز اگرچہ آسان از تست — مغرور مشو کہ تا توئی آن از تست
چون آہوے رم خورده کہ وا پس نگرد — رویش بتو و دلش گریزاں از تست
لا اعلم

سلطانی و گنبد دوار عالم سہل ست — وین گنبد زر نگار عالم سہل ست
زنہار کہ فکر کارِ عالم نکنی — عالم سہل ست و کار عالم سہل ست
لا اعلم

دی شب خردم نصیحتے پنہاں گفت — در گوش دلم گفت و دلم با جان گفت
با کس غم دِل مگوے زیرا کہ نماند — یک دوست کہ با او غم دِل بتواں گفت
ظہیر فاریابی

غمہاے زمانہ را چو پایانی نیست — احوال جہاں را سر و سامانی نیست
چندیں غم بیہوده بخود راه مده — کیں مایۂ عمر نیز چندانی نیست
جلال الدین رومی

تا ہست ز دل اثر تمنا ہم ہست — تا ہست نظر ذوق تماشا ہم ہست
ناصح ایں پند و بند سودے نکند — بگذار کہ تا سر ست سودا ہم ہست
واقف

دریاب کہ موسم جوانی بگذشت — بشتاب کہ وقت کامرانی بگذشت
واقف

ای شوخ بیا بگذار این جور و جفا — زان پیش که بشنوی فلانی بگذشت

آنکس که بدم گفت بدی سیرت اوست — وانکس که مرا گفت نکو خود نیکوست
حال متکلم از کلامش پیداست — از کوزه همان برون تراود که در اوست
لا اعلم

این لعل گران توز کانی دگرست — وان دُر یگانه را نشانی دگرست
اندیشهٔ این و آن خیال من و تست — افسانهٔ عشق راز بانی دیگرست
عمر خیام

ای وای بران دل که درو سوزی نیست — سودا زدهٔ مهر دل افروزی نیست
روزیکه تو بی باده بسر خواهی برد — ضایع تر از آن روز ترا روزی نیست
عمر خیام

این قصه درد و غم نمی باید گفت — این حالت پُر الم نمی باید گفت
با غنچه چه حاجت ست گفتن ز فراق — نساخ بیار هم نمی باید گفت
نساخ

در مملکت وجود فرمان از تست — درمان دل بی سر و سامان از تست
ما را بدوای دردِ دل کاری نیست — دل از تو و درد از تو و درمان از تست
لا اعلم

در مذهب عشق شاه و درویش یکیست — شیرینیٔ نوش و تلخیٔ نیش یکیست
در کفهٔ میزانِ خرد بیش و کم است — آنجا که بود عشق کم و بیش یکیست
لا اعلم

هر چیز که جز خدای نامی چند است — نامی چند است و مهر عامی چند است
تکلیف و نماز و حج و هر چیز که هست — جوشی ز پیٔ پختن خامی چند است
سحابی

از خویش رمیده را چه مسجد چه کنشت — توحید گزیده را نه خوب است نه زشت
خلقی ز پیٔ بهشت بی آرامند — وین طرفه که نیست جز در آرام بهشت
سحابی

یادش به دل کافر و دیندار یکیست — چون رشته که در سبحه و زنار یکیست
گر چشم بصیرتِ تو باز است شرف — در دیر و حرم جلوهٔ دیدار یکیست
بوعلی

یک جرعهٔ می ز ملک کاؤس به است — از تخت قباد و مملکت طوس به است
هر ناله که رندی بسحرگاه زند — از نالهٔ زاهدانِ سالوس به است
عمر خیام

سرمد جسمی ست جانش در دست کسی ست — تیری ست ولی کمانش در دست کسی ست
هیچ است که آدم شده از وام جهد — گاوی شده و ریسمانش در دست کسی ست
سرمد

نابود شدم بود نمیدانم چیست
انگر شده ام ز دود نمیدانم چیست
دل دادم و جاں دادم و ایماں دادم
سود ست ـ دگر شود نمیدانم چیست

سرمد

دنیا نکنم طلب که کمتر ز خس ست
بے دولتِ دیدارِ تو دیں هم قفس ست
خواہان وصالم و همیں ست سخن
در خانه اگر کس ست یک حرف بس ست

سرمد

در مذہبِ ما سبحه و زنار یکیست
بُت خانه و کعبه ـ مست و ہشیار یکیست
گر همچو یقینی ز خودی باز رہی
دانی که دریں چمن گل و خار یکیست

یقینی

بارے که ترا خود رہاند دگرست
کاریکه ز تو هیچ نماند دگرست
ما منکر راهِ مسجد و کعبه نه ایم
ما هیکه به مقصود رساند دگرست

لا اعلم

صوفی گوید که دوست در خانهٔ ماست
زاہد گوید که دردم و دانهٔ ماست
ساقی گوید به جام و پیمانهٔ ماست
عاشق گوید به کوئے جانانهٔ ماست

لا اعلم

تنے خوب مرا قبول دارد نے زشت
نے در حرمم راه نه رویم به کنشت
یارب به کجا روم بعز مائے که من
نے در خور دوزخم نه شایان بهشت

واقف

آنکس که علم به نیک نامی افراشت
در مزرعِ دهر تخم نیکوئی کاشت
نیکو نامان زندهٔ جاوید اند
مُرد آنکه بمرد و نام نیکو نه گذاشت

یوسف

اینکه امروز ترا فرصت کار خویش ست
توشه بر دار که فردا سفرے در پیش ست
توشهٔ راه فنا تا بتوانی بر دار که
که تهیدست دریں بیشه بسے دلریش ست

شاہپور

یک نیمهٔ عمر در بطالت بگذشت
یک نیمه به تشویش و خجالت بگذشت
عمرے که از و دل جهانی آزرده
بنگر بچه حیلت و حوالت بگذشت

شاہپور

هیچ دانی که شیر مردی چیست
شیر مردِ زمانه دانی کیست
آنکه با دشمناں تواند ساخت
آنکه با دوستاں تواند زیست

قلندر

بُت می شکنی که سنگِ راه دین ست
مُٔی میگفتی که آب فسق و کین ست
خود را بشکن که بُت شکستن سهل ست
دنیا بفگن که می فگندن این ست

لا اعلم

هرچند زمانه مجمع جهالست
درجهل نه حال شان بیک منوالست

غالب

متن	بیت	شاعر
کودن همه لیک از یکے تا دگرے	فرق خر عیسی و خر دجال ست	
هرچند که این جماعهٔ گور پرست	فرداست جزائے ما همه دست بدست	درد
این فرق نه کم توان تصور کردن	ما زنده پرستیم و شما مرده پرست	
بگفتار اگر دُر فشاند کسے	خموشی به بسیار ازیں خوشتر نشست	ابن یمین
خردمند خامش بود چون صدف	اگرچه درونش پُر از گوهر ست	
هردم بر دیگرے نمی باید رفت	جز پیش هنورے نمی باید رفت	لا اعلم
چون آب بهر زمیں نمی باید شد	چوں باد به هر درے نمی باید رفت	
علمے که در و عمل نباشد عاراست	هر سُبحه که بے ذکر بود زنار است	لا اعلم
هرکس که به علم بے عمل می نازد۔	عالم نبود اعمی مشعل دار است	
شد حشر کنون صُور و سرافیل کجاست	طوق ادب از بهر عزازیل کجاست	سرمد
از بهر خراب کردن بیت الله۔	شد فیل نمود ار ابابیل کجاست	
جز یاد حق ار حاصلت از زندگی ست	شرمندگی حاصل این بندگی ست	تقی
ذکرت همه فکر گاو و خر وقت نماز	نه بندگی ست اینکه خر بندگی ست	
گر کار تو نیک ست به تدبیر تو نیست	ور سر برود نیز به تقصیر تو نیست	عمر خیام
تسلیم و رضا پیش کن و شاد بزی	چوں نیک و بد جهاں به تدبیر تو نیست	
اے دل چو نصیب تو همه خون شدنست	احوال تو هر لحظه دگرگوں شدنست	عمر خیام
اے جان تو دریں تنم چه کار آمدۀ۔	چوں عاقبت کار تو بیروں شدنست	
پیش از من و تو لیل و نهاری بودست	گردنده فلک برائے کارے بودست	عمر خیام
زنهار قدم بخاک آهسته نهی۔	کاں مردمک چشم نگارے بودست	
اے دل چو زمانه می کند غمناکت	ناگه برود ز تن روان پاکت	عمر خیام
بر سبزه نشیں و خوش بزی روزے چند	زان پیش که سبزه بردمد از خاک	
آں قصر که بهرام درو جام گرفت	روبه بچه کرد و شیر آرام گرفت	عمر خیام
بهرام که گور می گرفتے دایم ؛	امروز نگر که گور بهرام گرفت	

از مرگ حذر کردن دو روز روا نیست
روزیکه قضا باشد کوشش ندهد سود
دنیا خوابے ست کش عدم تعبیر ست
هم روے زمیں پرست وهم زیر زمیں
ایام بقا چو باد نوروز گذشت
تا چشم نهادیم بهم صبح دمید
گیرم که سریست ز بلور و پشم ست
ایں مسند قاقم و سمور و سنجاب
کو رمز حقیقی که هستیش نگفت
گلزار جهاں طرفه سرائے کهن ست
گر خاطر تو شاد و گر غمگین ست
احوال جهانیاں بیکصورت نیست
هوش ست که سرمایهٔ صد درد سر ست
در بیضه نمی کنند مرغان فریاد
در مذهب عاشقاں قرار دگر است
هر علم که در مدرسه حاصل گردد
راه تو بهر قدم که پویند خوش است
روے تو بهر دیده که بینند نکوست
در صورت آب و گل عیاں غیر تو کیست
گفتی که ز غیر من بپرداز دلت
در مذهب عشق شاه و درویش یکست
در کفهٔ میزان خرد بیش و کم است
کس در رهٔ عشق محرم راز نه گشت

روزیکه قضا باشد و روزے که قضا نیست
روزیکه قضا نیست در و مرگ روا نیست
رازی

صید اجل ست گر جوان و پیر ست
ایں صفحهٔ خاک هر دو رو تصویر ست
مقیمی

روز و شب با محنت و سوز گذشت
تا چشم کشادیم زهم روز گذشت
لا اعلم

ننگش داند هر آنکه ادراک چشم ست
در دیدهٔ بوریا نشیناں پشم ست
بیدل

کو گوهر معنیٔ که ایجاد نه سفت
اے درد کدام گل که اینجا نشگفت
درد

اندیشه مکن که حال عالم این ست
یعنی که جهان عبارت از تلوین ست
درد

فارغ بال آنکه از جهاں بیخبر ست.
هر چند که بیضه از قفس تنگ تر ست.
غنی

دین بادهٔ ناب را خمار دگر است
کار دگر است و عشق کار دگر است
رومی

وصل تو بهر سبب که جویند خوش ست
نام تو بهر زباں که گویند خوش ست
مهنه

در خلوت جان و دل نهاں غیر تو کیست
اے جان جهاں در دو جهاں غیر تو کیست
جامی

شیرینیٔ نوش و تلخی نیشش یکست
آنجا که بود عشق کم و بیشش یکست
لا اعلم

سائر چو تو هیچکس نه پیمود ایں دشت
سائر

عاقل به کنار آب تا پل می جست	دیوانهٔ پابرهنه از آب گذشت	
در دائرهٔ وجود موجود یکیست	از کعبه و از کنشت مقصود یکیست	
بر صفحهٔ کائنات خطیست به بیں	کاے سالک رہ عابد و معبود یکیست	لا اعلم
چشمے دارم ہمہ پُر از صورت دوست	ایں دیدہ مرا خوش است چوں دوست دراوست	
از دیدهٔ دوست فرق کردن نہ نکوست	یا اوست درونِ دیدهٔ یا دیدہ خوداوست	لا اعلم
تا در تنِ ما خون بود اندر رگ و پوست	از دوست بخواہیم مرادے جز دوست	
بستن بہ متاع ایں جہاں دل نہ نکوست	کاینہا ہمہ فانی اند و باقی ہمہ اوست	لا اعلم
چ		
اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ	بے توشہ چہ تدبیر کنی وقت بسیچ	سعدی
روے طمع از خلق بہ پیچ ار مردی	تسبیح ہزار دانہ بر دست مپیچ	
خ		
چوں عمر ہمیں رود چہ بغداد و چہ بلخ	پیمانہ چو پُر شود چہ شیریں و چہ تلخ	عمر خیام
می نوش کہ بعد از من و تو ماہ بسی	از سلخ بغرہ آید از غرہ بہ سلخ	
د		
تا بود دلم ز عشق محروم نشد	کم بود ز اسرار کہ مفہوم نشد	لا اعلم
اکنون کہ ہمی بنگرم از روے خرد	معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد	
قومے بہ تمناے زر و مال خوش اند	قومے بہ تماشاے خط و خال خوش اند	بیدل

بیدل همه را به حال بدی بینم ‹› خوش حال کسانیکه بهرحال خوش اند

نکند زن اگر دختر قیصر باشد ‹› قرض لستان اگر وعدهٔ قیامت باشد
نرود بر در ارباب جهان بهر طمع ‹› اگرش حاتم دوران به سخاوت باشد
لااعلم

بس نامور به زیر زمین دفن کرده اند ‹› کز هستیش بروے زمین یک نشان نماند
زندست نام فرخ نوشیروان بعدل ‹› گرچه بسے گزشت که نوشیروان نماند
"

آنانکه بکنج عافیت بنشستند ‹› دندان سگ و دهان مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند ‹› وز دست و زبانِ حرف گیران رستند
"

نه بینی که پیشِ خداوند جاه ‹› ستایش کنان دست بر بر نهند
اگر روزگارش در آرد ز پاے ‹› همه عالمش پاے بر سر نهند
"

سخن گرچه دلبند و شیرین بود ‹› سزاوار تصدیق و تحسین بود
چو یکبار گفتی مگو باز پس ‹› که حلوا چو یکبار خوردند و بس
"

هر که سلطان مرید او شد ‹› گر همه بد کند نکو گوید
وآنکه پادشه بیندازد ‹› کسش از خیل خانه ننوازد
"

زنان باردار اے مرد هوشیار ‹› اگر وقتِ ولادت مار زایند
ازان بهتر به نزدیکِ خردمند ‹› که فرزندانِ ناهموار زایند
"

آنکس که گنه نکرد پیدا نه بود ‹› او خود خلف آدم و حوا نه بود
حق ست اگر خطا ز انسان نشود ‹› عبدست اگر عفو خدا را نه بود
احسن

هر چند که دیو نفس فوجے دارد ‹› عنقاے هوس هوائے اوجے دارد
زآلائش معصیت چرا اندیشم ‹› بحر کرمش وعدهٔ موجے دارد
فصیح

آفاق زخوب و زشت خالی ماند ‹› هم صومعه هم کنشت خالی ماند
گر عفو کنی یکے بدوزخ نرود ‹› در عدل کنی بهشت خالی ماند
نعیم

زاهد کرم ترا چو ما نشناسد ‹› بیگانه ترا چو آشنا نشناسد
گفتی که گنه مکن که من قهارم ‹› این را بکسے گو که ترا نشناسد
لااعلم

من بتو دمی قرار نتوانم کرد
گر بر تن من زبان شود هر موی
احسان ترا شمار نتوانم کرد
یک شکر تو از هزار نتوانم کرد
لا اعلم

در حشر چو نیک و بد هراسان گردد
هر چند که آب تلخ یا شیرین است
کار همه چون به او ست آسان گردد
چون رفت بدر یا همه یکسان گردد
لا اعلم

زان پیش که از جهان فرو مانی فرد
امروز بکن چو می توانی کارے
آن کن که نبایدت پشیمانی خورد
فردا چه کنی چو هیچ نتوانی کرد
لا اعلم

این عمر به باد نوبهاران ماند
زنهار چنان بزی که بعد از مردن
دین عیش به سیل کوهساران ماند
انگشت گزیدنی به یاران ماند
لا اعلم

انسان که ز یک دگر جگر ریش تر اند
در غربت مرگ بیم تنهائی نیست
خلقے پس تر جا عقی پیش تر اند
یاران عزیز آن طرف بیشتر اند
لا اعلم

راضی دل دیوانه به تقدیر نشد
ایام شباب رفت و باقی هوس ست
فارغ ز خیال و فکر و تدبیر نشد
ما پیر شدیم و آرزو پیر نشد
سرمد

نه دولت دنیا به ستم می ارزد
نه هفت هزار سال شادی جهان
نه لذت هستی به الم می ارزد
با محنت پنج روز غم می ارزد
حافظ

زن زن زوفا شود ز زیور نشود
بے گوهر گوهری ز گوهر نشود
سر سر ز خرد شود ز افسر نشود
سگ را سگے از قلاده کمتر نشود
سنائی

گفتم همه بیداد نمی باید کرد
گفتم که چنان گوے سخن تا شنوم
گفته که ز خود یاد نمی باید کرد
خندیده که فریاد نمی باید کرد
لا اعلم

من بندهٔ آنم که دلے بر باید
آنکس که نه عاشق و نه معشوق کسی ست
یا دل بکسے دهد که جان آساید
در ملک خدا اگر نباشد شاید
سعدی

خواهی که خدا کار نکو با تو کند
با هر چه رضائے او در آن نیست مکن
ارواح و ملایک همه رو با تو کنند
یا راضی شو به هر چه او با تو کند
ابن یمین

با مردم نیک و بد نمی باید بود
در بادیه دیو و دد نمی باید بود
حافظ

مفتون معاش خود نمی باید شد　　مغرور به عقل خود نمی باید بود

از عهدهٔ عهد گر برون آید مرد　　از هرچه گمان بری فزون آید مرد
سیمرغ نه‌ای که بی تو نامِ تو برند　　طاؤس نه‌ای که با تو در تو نگرند
سنائی

نی هر که بود بعشق دیوانه بود　　نی هر مرغی سزای این دانه بود
صدقرن بگردد که نه گردد پیدا　　مردی که به نفسِ خویش مردانه بود
لااعلم

فردا که باهل زهد جنت بخشند　　در جائزه نای و نوش و نعمت بخشند
مابی عملان نیز امیدی داریم　　شاید که مرا بادهٔ حسرت بخشند
واقف

تاکی بتلاش مال خواهی کوشید　　با هر بد و نیک خواهی جوشید
پوشیدن جامها مکرر شده است　　اکنون از خویش چشم باید پوشید
درد

گر مردم محتاج زغم می گریند　　زان بیشتر ارباب نعم می گریند
وقتست که از دستِ زمانه اکنون　　چون ابر همه اهل کرم می گریند
درد

ای بیخبر اتفاق می باید کرد　　بایکدگر اتفاق می باید کرد
از وهم خودی نفاق خیزد غافل　　از خود گذر اتفاق می باید کرد
درد

ممسک همه خون دل صدچاک خورد　　یک لقمه بصد نالهٔ غمناک خورد
بدبخت زکسب مالِ نفعی نبرد　　افعی بر گنج ماند و خاک خورد
امجد

ممسک پی مال چون گدا می گردد　　بر زر بهزار جان فدا می گردد
طامع زحصول مال طماع شود　　چون دانه بپای آسیا می گردد
امجد

نه هر که نکوست دوست میباید بود　　بد را بر مغز پوست می باید بود
یعنی سهل است دوست بودن با دوست　　با دشمن نیز دوست می باید بود
لااعلم

گر خلقِ جهان همه بطاعت خیزند　　صدگونه عطا کنند و خیر انگیزند
چون نیک نظر کنی نه بینی جز این　　کز بحر به بحر مشت آبی ریزند
سحابی

ز تو دیده بدوز تا دلت دیده شود　　زان دیده جهانی دگرت دیده شود
گر تو ز سر پسند خود برخیزی　　احوال تو سر بسر پسندیده شود
لااعلم

یاقوت پیل موری باید بود — با ملک دو کون عوری باید بود
این طرفه نگر که عیب هر آدمی — می باید دید و کوری باید بود

لا اعلم

تا گلگون اشک و چهره کاهی نشود — دل مشرق انوار الهی نشود
سالک ز سر خویش که واقف گردد — او عارف اسرار کماهی نشود

لا اعلم

آنکس که همیشه دیدهٔ تر دارد — از خرمن عمر بیشتر بر دارد
از گریهٔ ایام جوانی بگذر — باران بهار فیض دیگر دارد

لا اعلم

چو خاک پاسے پشیمان شوی ز آتش حرص — شود بر باد همه آبرو و چون نشود
غلام خاطر آنم که همت عالیش — رهین منت ابنای دهر دون نشود

بیدل

بر خود در مدح و ذم نمی باید زد — بیرون از حد قدم نمی باید زد
عالم همه آئینهٔ حسن ازلیست — می باید دید و دم نمی باید زد

سعید

هر کس بضمیر خود صفا خواهد داد — آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد
هر جا که شکسته بود دستش گیر — بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

بادشاه جهانگیر

چون پیر شدی کار جوان نتوان کرد — پیری ته کافری نهان نتوان کرد
در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی — در روشنی روز همان نتوان کرد

لا اعلم

ظالم که کباب از دل درویش خورد — چون در نگری ز پهلوی خویش خورد
دنیا عسل ست هر که او بیش خورد — خون افزاید تب آورد نیش خورد

لا اعلم

این زمرهٔ ناخلف که از ابوالبشر اند — بیگانه چرا به یکدگر می نگرند
گر آدمیان تمام از یک پدر اند — پس بهر چه این قدر ز خود بیخبر اند

لا اعلم

هر دل که هوای عالم راز کند — باید گره علاقه را باز کند
دام است تعلقات دنیای دنی — در دام چگونه مرغ پرواز کند

لا اعلم

عشق است که همواره نمایان ماند — با وصف هزار جامه عریان ماند
پوشیدن عشق نیست در دل ممکن — بر تخت جلوس شاه پنهان ماند

آزاد

گویند بحشر گفتگو خواهد بود — وان یار عزیز تند خو خواهد بود

عمر خیام

از خیر محض جز نکوئی ناید ... خوش باش که عاقبت نکو خواهد بود

اسرار ازل باده پرستان دانند ... قدر مے و جام تنگدستان دانند
گر چشم تو حال من بداند چه عجب ... شک نیست که حال مست مستان دانند
عمر خیام

صاحب نظر آنکه زنده جاویدند ... وارستۂ بیم و فارغ از امیدند
در ہر چہ نظر کنند او را بینند ... ذرات جہان آئینۂ خورشیدند
سحابی

اعیان ہمہ شیشہ ہائے گوناگوں بود ... کافتاد بر آں پرتو خورشید وجود
ہر شیشہ کہ بود سُرخ یا زرد و کبود ... خورشید دران ہم بہ ہمان رنگ نمود
جامی

رفتم بہ کلیسائے ترسا و یہود ... ترسا و یہود جملہ را روئے تو بود
از شوقِ جمالِ تو بہ بُت خانہ شدم ... تسبیح بُتاں زمزمۂ ذکر تو بود
رومی

آن عقل کجا کہ در کمال تو رسد ... آن روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال ... آن دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد
قاسم

زاہد بحریم کعبہ جا میخواہد ... راہب صنم و کلیسیا میخواہد
غمناک طرب خستہ شفا میخواہد ... خوش حال دلِ آنکہ ترا میخواہد
ظہوری

روزیکہ تنم زین دہ ویرانہ برند ... تابوت مرا عاقل و دیوانہ برند
این لقمہ مکانے ست کہ بیماران را ... زین خانۂ بد شگون بآنخانہ برند
لا اعلم

تو ہیچ بُدی کہ جسم و جانت دادند ... بر کسب و عمل تاب و توانت دادند
از دادہ و نا دادہ شکایت چہ کنی ... کان چیز کہ ہست رایگانت دادند
لا اعلم

گو منصور و انا الحق و دار چہ شد ... کو ابراہیم و گلشن و نار چہ شد
از آمد و رفت عالم بے سر و بُن ... زنہار مپرس "کاخر کار چہ شد"
لا اعلم

ہر گوشہ فضائے صد بیاباں دارد ... ہر غنچہ بہشت خود گلستان دارد
گر عقدۂ خاطرت کشاید بینی ... ہر قطرہ بجیب خویش طوفان دارد
درد

سنگے کہ بحال فتادہ ہرزہ گردی داند ... بے درد کجا لذت دردی داند
نامرد چیزے نخرد مردان را ... مردے باید کہ قدر مردی داند
لا اعلم

صد سال در آتشم اگر محل بود — آن آتش سوزنده مرا سهل بود
با مردم نااهل مبادم صحبت — کز مرگ بتر صحبت نااهل بود
عمر خیام

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرا — وز کوزهٔ بشکسته دم آبے سرد
مامور کسے دگر چرا باید بود — یا خدمت چون خودی چرا باید بود
عمر خیام

عالم همه در دست دو امیخواهد — از خوان کرم برگ و نوا میخواهد
کس بیحاجت نمی توان بودن — درویش غذا، شه اشتها میخواهد
سحابی

کریم زاده چو مفلس شود بدو پیوند — که شاخ میوه دگر بار بارور گردد
لئیم زاده چو منعم شود از و بگریز — که مستراح چو پر گشت گنده تر گردد
ابن یمین

با بدان کم نشین که صحبت بد — گرچه پاکی ترا پلید کند
آفتابے باین بزرگی را — لکهٔ ابر ناپدید کند
ابن یمین

آنکس که ترا تاج جهانبانی داد — ما را همه اسباب پریشانی داد
پوشید لباس هر کرا عیبے دید — بے عیبان را لباس عریانی داد
سرمد

این عمر با بر نو بهاران ماند — وین عیش بسیل کوهساران ماند
زنهار چنان بزی که بعد مردن — انگشت گزیدنی به یاران ماند
شاپور

هر کس که بخویشتن گمانے دارد — چون درنگری عیب نهانے دارد
عمریست که در باغ جهان گردیدم — هر میوه که دیدم استخوانے دارد
غنی

اینها که پرستان سپے باطل باشند — از لجهٔ علم سوے ساحل باشند
خود زنده و با مرده نیاز آورده — از زندهٔ لایزال غافل باشند
درد

هر دل که چو گل شگفت آخر پژمرد — طبعی که چو شعله گرم گردید فسرد
اینجا هر کس بطرز خاص اے درد — پیدا شد و شاد گشت و غم خورد و بمرد
درد

دون همت اگر مال و زر پیدا کرد — چون مور برائے خود پری پیدا کرد
کے مرتبهٔ سفله فزاید اسباب — عیسیٰ نشود هر که خرے پیدا کرد
درد

شه نیست کسے که تخت و تاجے دارد — تا آنکه نه شاهانه مزاجے دارد

یعنی که خبر ز من ... باب شعور ها	سلطان نشود اگرچه تاجی دارد	ورد
دریا طلب آمدم سرابم کردند ها	تعمیر طلب شدم خرابم کردند	لا اعلم
گفتم ... من ... مرا ها	هم صحبت آئینه و آبم کردند	
گیرم که فلک ... و همساز آید	ایام نشاط و طرب و ناز آید	لا اعلم
یاران موافق از کجا جمع شوند ها	وین عمر گذشته از کجا باز آید	
عارف سخن از ... نهان نتواند	واصل صفت وصل بیان نتواند	لا اعلم
چون قطره پیوسته بدریا گم شد	گم گشته ز گم کرده نشان نتواند	
عاشق ... اضطرابش نرود	تا جان رود از تن ... تابش نرود	فیضی
خاصیت سیماب بود عاشق را	تا گشته نگردد اضطرابش نرود	
سحر می گفت ... باغبان را	درین گل جز نهال غم نگیرد	اقبال
به پیری ... بیابان را	ولی چون گل جوان گردد بمیرد ها	
... انت بخشند	چون بر تو شبی گذشت نامت نبرند	[illegible]
گر پیر عزیز ... ارت شمرند	بسر ریزه و زیر پایت سپرند	
در جامهٔ صوف ... زنار چه سود	در صومعه رفته دل به بازار چه سود	لا اعلم
ز آزار کسان ... طلبی	یک راحت و صد هزار آزار چه سود	
در راه چنان رو که سلامت نکنند	با خلق چنان زی که قیامت نکنند	لا اعلم
در مسجد اگر روی چنان رو که ترا	در پیش نخوانند و امامت نکنند	
هر کس که ... ر خود کرد	او کار خدا نکرد کار خود کرد ها	سحابی
زاری و نیاز ... میخواهد عشق ها	کس را نتوان به زور یار خود کرد	
آن کیست که او ... دریا شناسد	در مکر و دغا خدا چو ما نشناسد	سرمد
گفتی که مخور باده ... من زاهد شو	این را به کسی گو که ترا نشناسد	
آن فرقه که ... ولی میدانند	بیچاره عوام را بخود می خوانند	شاپور
... بر زبان می رانند	چون در نگری خلیفهٔ شیطانند	

درویش شدن به پشم پوشی نبود	عارف بودن به هرزه جوشی نبود	لا اعلم
کافی ست اشاره از مقام تحقیق	در حضرت او فروشی نبود	
یا عاشق حق گزار می باید بود	یا فاسق هرزه کار می باید بود	
نی عاشق دنی فاسق و پس در دنیا	از بهر چه کارے باید بود	
این قوم که تقوے ریائی دارند	وائی زچه اسباب ورع جمع آرند	آزاد
مسواک که دندان طمع تیز کنند	تسبیح که عیب مردمان بشمارند	
گر دشمن مردان همی حرق شود	هم برق صفت بخویشتن برق شود	لا اعلم
گر سگ بمثل درون دریا برود	دریا نشود پلید سگ غرق شود	
گیرم که همه ملک تو چین خواهد بود	آفاق ترا زیر نگین خواهد بود	لا اعلم
خوش باش که عاقبت نصیب من و تو	ده گز کفن و سه گز زمین خواهد بود	
کم کن طمع از جهان بمیری خورسند	وز نیک و بد زمانه بگسل پیوند	عمر خیام
خوش باش چنانکه این دور فلک	هم بگسلد و نماید این روزے چند	
افسوس که نامهٔ جوانی طے شد	دین تازه بهار شادمانی طے شد	عمر خیام
دان مرغ طرب که نام او بود شباب	فریاد کئے آمد و ندانم کئے شد	
گویند که مرد را هنر می باید	یا نسبت عالی پدر می باید	عمر خیام
دیدیم همه در زمان سابق بودند	بالفعل درین زمانه زر می باید	
خوش باش که عالم گذران خواهد بود	روح از پئے تن نعره زنان خواهد بود	عمر خیام
این کاسه سرها که تو بینی یک چند	زیر قدم کوزه گران خواهد بود	
من دامن زهد و توبه طے خواهم کرد	با موئے سفید قصد می خواهم کرد	عمر خیام
پیمانهٔ عمر من بهفتاد رسید	این دم نکنم نشاط کے خواهم کرد	
آن گل که هنوز نو بدست آمده بود	نشگفته تمام باد قهرش بربود	سعدی
بیچاره بسے امید در خاطر داشت	امید دراز و عمر کوتاه چه سود	
هر کس بجهان از پئے نان دوست بود	یک دوست ندیدیم زجان دوست بود	سرمد

چون سگ زپئے لقمہ بہر در بدو ند
آنراکہ شراب ناب مدہوشش کرد
ایام شباب یک یک آیدیادش
افسوس کہ ہمدمانِ مونس رفتند
آنانکہ بہم نشستہ بودیم ہمہ
تاکے دلت ازچرخ حزیں خواہد بود
خوش باش کہ روزگار پیش ازمن وتو
گرمرگ برآورد زبد خواہ تو دود
چون مرگ مرانیز بخواہد فرسود
نہ سایۂ بید و لبِ سحن خواہد ماند
این عالم بیوفاکہ من می بینم
اے شاہ نہ تخت ونہ نگیں می ماند
صندوقِ خود وکاسۂ درویشانرا
سلطان کہ براسباب ہوس می نازد
درویش کہ بے نوای بے پروا ایست
صدحیف کہ جملہ دوستداران رفتند
اکنون من واماندہ چہ سازم چہ کنم
شاہان کہ براوج خیمہ آراستہ اند
شام وسحری چند دریں گردون شکل
اے درد جوانی ازکنارِ تورمید
تاچند کنی زبان درازی چون شمع
بعد ازمن وتو زمانہ خواہد ماند
بالفعل ہرآنچہ نقدِ حال من وتست

این ست نشان کہ نام شان دوست بود
ازموے سفید پنبہ درگوشش کرد
چون خواب خوشی کہ کس فراموش کرد
— جامی

یاران موافق وہمدمس رفتند
ہریک بہ بہانۂ زمجلس رفتند
— مظفر

با محنت ودرد ہمنشیں خواہد بود
تابود چنین بود وچنین خواہد بود
— ہلالی

ازمُردن او شاد چرا گشتی زود
ازمرگ کسے شاد چرا باید بود
— لااعلم

نہ حُسن بُتان سیم تن خواہد ماند
نیٔ نازتوئے نیازمن خواہد ماند
— لااعلم

آخر بتو یک دو گز زمیں می ماند
خالی کن وپُرکن کہ ہمیں می ماند
— لااعلم

بربال وپرخود چو مگس می نازد
برخاطربے نیاز بس می نازد
— درد

زیں دشت تمام شہسواران رفتند
اے درد کجا ایں ہمہ یاران رفتند
— درد

مانند فلک بشوکت ازاں خواستہ اند
چون مہرنشستہ اندوبرخاستہ اند
— درد

پیری بسرت سفیدی آورد پدید
خاموش بہ کہ صبح نزدیک رسید
— درد

روز وشب وکارخانہ خواہد ماند
بہر دگران فسانہ خواہد ماند
— درد

تا چرخ فلک چو آسیا هست بگرد
ما کاسه نداریم که دریوزه کنیم
چون صبح نداریم غذا جز دم سرد
دریوزه براے کاسه می باید کرد۔
غنی

سررشتهٔ ننگ و نام در کف دارند
منگر به لباس دلق پوشان کایشان
این مقتدیان امام در کف دارند
از دانهٔ سبحه دام در کف دارند
لا اعلم

شب خیر که عاشقان بشب راز کنند
هر جا که درے بود به شب بربندند۔
گرد در و بام دوست پرواز کنند
الا در دوست را که شب باز کنند
مہنہ

مردان رهش میل به هستی نکنند
آنجا که مجردان حق می نوشند
خود بینی و خویشتن پرستی نکنند
خم خانه تهی کنند و مستی نکنند
"

از فرق سرم تا بقدم دیده شود
در من نگری همه تنم جان گردد
روزے که جمال تو مرا دیده شود
در تو نگرم همه دلم دیده شود
سحابی

غره مشو که مرکب مردان مرد را
نومید هم مباش که رندان جرعه نوش
در سنگلاخ بادیه پیها بریده اند
ناگه بیک ترانه بمنزل رسیده اند
جامی

هیچ دانی که در شکستن چوب
نزد اهل خرد ستوده بود
از وجودش چرا طراق آمد
کین طراق از غم فراق آمد
ابن یمین

من بندهٔ آن کسم که شوقے دارد
تو لذت عشق و عاشقی کئے دانی
بر گردن خود ز عشق طوقے دارد۔
این باده کسے خورد که ذوقے دارد
حافظ

زاهد بصلاح و زهد خود می نازد
دارند امید نظر این هر دو ز دوست
عاشق بر دوست نقد جان می بازد
تا دوست بسوے که نظر اندازد
طالعی

تا نیست نگردی ره هستت ندهند
چون شمع قرار سوختن تا ندهی
وین مرتبه با همت پستت ندهند
سررشتهٔ روشنی بدستت ندهند
لا اعلم

گر چرخ جفا کرد چه می باید کرد
میخواست دلم که برنشان آید تیر
ور ترک وفا کرد چه می باید کرد
چون تیر خطا کرد چه می باید کرد
قاآنی

سر دغم عشق بوالهوس را ندهند
سوز دل پروانه مگس را ندهند
سرمد

عمرے باید که یار آید به کنار	این دولت سرمد همه کس را ندهند	
سرمد اگرش وفاست خود می آید	ور آمدنش رواست خود می آید	سرمد
بیهوده چرا در پئے او می گردی	بنشین اگر او خداست خود می آید	
ور مسلخ عشق جز نکو را نکشند	لاغر صفتان و زشت خو را نکشند	سرمد
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز	مردار بود هر آنکه او را نکشند	
سرمد گلهٔ او نشد نکو شد که نشد	لب بیهده گو نشد نکو شد که نشد	سرمد
منت کش دهر می شدی آخر کار	کاریکه نکو نشد نکو شد که نشد	
آب است که در شیشه شرابش خوانند	با گل چو قرین شود گلابش دانند	لا اعلم
وز قید گل و مل چو مجرد گردد	اہل بصر بصیرت آبش دانند	
رندان باشد که میل هستی نکند	وز خویش گذشته خود پرستی نکند	لا اعلم
در کوئے خرابات مغان رندانه	می نوش کند مدام و مستی نکند	
دانستن علم دین شریعت باشد	چون در عمل آوری طریقت باشد	لا اعلم
گر علم و عمل جمع کنی با اخلاص	از بهر رضائے حق حقیقت باشد	
عاشق همه دم فکر رخ دوست کند	معشوق کرشمه که نیکوست کند	لا اعلم
ما جرم و خطا کنیم او لطف و عطا	هر کس چیزیکه لایق اوست کند	
تا دل به رموز عشق محرم نشود	یک ذره به غیر حاجتت کم نشود	لا اعلم
یک جو به خدا مجتنبے پیدا کن	تا میل به گندمت چو آدم نشود	

ر

اے خالق ذو الفضل کرم و رحمت کر	اے دافع هر رنج و الم رحمت کر	لا اعلم
سبقت ہے سدا غضب پہ رحمت کو تری	اپنی تجھے رحمت کی قسم رحمت کر	
گر باده خوری تو با خردمندان خور	یا با صنمے لاله رخے خندان خور	عمر خیام

سپید مخور - زرد مخور - فاش مخور	اندک خورد - گرگ خورد - پنہان خورد	عمر خیام
زبان در دہان خردمند چیست	کلید در گنج صاحب ہنر	لا اعلم
چو در بستہ باشد چہ داند کسے	کہ جوہر فروش است یا پیلہ ور	
اے زبردست زیردست آزار	گرم تا کئے بماند این بازار	〃
بچہ کار آیدت جہانداری	مردنت بہ کہ مردم آزاری	
ہر کرا جامہ پارسا بینی	پارسا دان و نیک مرد انگار	〃
ور نہ دانی کہ در نہانش چیست	محتسب را درون خانہ چہ کار	
چشم بد اندیش برکندہ باد	عیب نماید ہنرش در نظر	〃
ور ہنر داری و ہفتاد عیب	دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر	
ندہد ہوشمند روشن رائے	با فرومایہ کارہائے خطیر	〃
بوریا باف گرچہ بافندہ است	نبرندش بکارگاہ حریر	
مٹی سے بنا ہے دل کو تو سنگ نہ کر	ہر بات پر معترض نہ ہو جنگ نہ کر	〃
منظور اگر ہے جا دلوں میں اے دوست	بہتر ہے کہ دشمن کا بھی دل تنگ نہ کر	
لذت جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر	با یار چو آرمیدہ باشی ہمہ عمر	لا اعلم
ہم آخر عمر رحلت باید کرد	خوابی باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر	
سیلاب گرفت گرد ویرانۂ عمر	آغاز پرے نہاد پیمانۂ عمر	حافظ
بیدار شو اے خواجہ کہ خوش خوش بکشند	حمال زمانہ رخت از خانۂ عمر	
از خوان فلک قرص جوے بیش مخور	انگشت عسل مخواہ و صد نیش مخور	لا اعلم
از نعمت الوان شہان دست بدار	خون دل صد ہزار درویش مخور	
اے مرد رسیدہ است اگر از خلق آزار	رنجے مبر از ذلت و خواری زنہار	درد
گر بر سر تو نہند پا مردم دہر	تو از رہ انکسار سر بر پا دار	
زاہد ز غم زمانہ محزون و فگار	ما از غم یار این چنین زار و نزار	لا اعلم
شک نیست کہ ہر دو را کشد آخر کار	او را غم روزگار و ما را غم یار	

خشت سر خم ز مملکت جم بهتر	بوی قدح از غذای مریم بهتر	عمر خیام
آه سحری ز سینهٔ خماری	از نالهٔ بوسعید و ادهم بهتر	
با یار چو آرمیده باشی همه عمر	خوابی باشد که دیده باشی همه عمر	عمر خیام
هم آخر عمر رحلتت باید کرد	لذات جهان چشیده باشی همه عمر	
خون خور اگر بریزی بر زمین	به که آب روی ریزی در کنار	لا اعلم
بت پرستیدن به از مردم پرست	پند گیر و کار بند و گوش دار	
چون بت رخ تست بت پرستی خوشتر	چون باده ز جام تست مستی خوشتر	رومی
از هستی عشق تو چنان نیست شدم	کان نیستی از هزار هستی خوشتر	
گفتم ز درت به کعبه آرم رخ سیر	شاید شویم دل از آلایش غیر	لا اعلم
گفتا که چو محروم شدی از در ما	خواهی در کعبه کوب و خواهی در دیر	
تو دو چار چیز از کمال حماقت	مکن هیچ یک را از اینها تصور	ابن یمین
به مفسد سخاوت به احمق محبت	به نادان تواضع به دانا تکبر	
در پرده ز محتسب شراب اولی تر	پوشیدن کار نا صواب اولی تر	قدسی
فعل بد خویش را نهان می دارم	باشد رخ زشت را نقاب اولی تر	
پا آبله از کفش بمنت بهتر	گر نیست وفا ترک محبت بهتر	فدائی
در مذهب من زود بدوزخ رفتن	بسیار ز انتظار جنت بهتر	
دی کوزه گری بدیدم اندر بازار	بر پاره گلی لگد همی زد بسیار	عمر خیام
وان گل بزبان حال با وی میگفت	من همچو تو بوده ام مرا نیکو دار	
عمر تو چه دو صد و چه سی صد چه هزار	زین کهنه سرا برون برندت ناچار	عمر خیام
گر بادشهی و گر گدائی بازار	این هر دو به یک نرخ بود آخر کار	
ای دل زر و سیم را بیندیش و بخور	آن روز پسین راغمی از پیش مخور	لا اعلم
اندر غم این و آن بسر بردی عمر	خوردی غم هر چیز و غم خویش مخور	
زین توده خاک چون مسیحا بگذر	از خواب و خور و سبزه و صحرا بگذر	

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
خرّمیئی از آب و علف دست بدار	سگ نیستی از جیفهٔ دنیا بگذر	لا اعلم
میان لاله و گل آشیان گیر	ز مرغ نغمه خوان درس فغان گیر	لا اعلم
اگر از ناتوانی گشته پیر	نصیبے از شباب این جہان گیر	
این عشق دو روزه را دلا باز گذار	کز عشق دو روزه بر نمی آید کار	
زان سان عشقے گزین که در روز شمار	با آن گیری قرار در دار قرار	جامی
در محفل دوست بینوائی خوشتر	در خدمت بادشه گدائی خوشتر	
چون کار نه بر وفق رضائی من و تست	تسلیم بر قسمت خدائی خوشتر	لا اعلم
دیوانگی از صبر و قرار اولی تر	بیگانگی از یار و دیار اولی تر	
اسباب دو کون عرضه کردم بر دل	گفت اے بیدرد درد یار اولی تر	بیگانه

ز

مصرع اول	مصرع دوم	شاعر
با مردم ہوشمند و عاقل آمیز	وز نا اہلان ہزار فرسنگ گریز	
گر نیش دہد ترا خرد مند بنوش	ور نوش رسد ز دست نا اہل بریز	
یارب تو مرا آتش قہر مسوز	در خانهٔ دل چراغ ایمان افروز	اشرف
این خلعت بندگی که شد پاره ز جرم	از راه کرم برشتهٔ عفو بدوز	
از بوالہوسان کام نیابی ہرگز	زین طائفه آرام نیابی ہرگز	سرمد
صد سال اگر جان بکنی ہمچو نگین	بدنام شوی ـ نام نیابی ہرگز	
گر گوہر طاعتت نسفتم ہرگز	ور گرد گنه ز رخ نرفتم ہرگز	عمر خیام
نومید نیم ز بارگاه کرمت	زیرا که یکے را دو نه گفتم ہرگز	
با مردم پاک باز و عاقل آمیز	وز نا اہلان ہزار فرسنگ گریز	عمر خیام
گر زہر دہد ترا خرد مند بنوش	ور نوش رسد ز دست نا اہل بریز	
در وادی عشق جمله ناز است و نیاز	طے میشود اینجا ہمه اوضاع مجاز	

ہر سوے در آن کوے تو آن برد سجود	در کعبہ ز ہر جہت توان کرد نماز	نقی

س

بدیدار مردم شُدن عیب نیست اگر خویشتن را ملامت کنی ؎	ولیکن بخندند انکہ گویند بس ملامت نہ باید شنیدن ز کس	لا اعلم
روے زیبا و جامۂ دیبا این ہمہ زینتِ زنان باشد ؎	عرق و عود و رنگ و بوے ہوس مرد را کیر و خایہ زینت بس ؎	لا اعلم
اے واقفِ اسرارِ ضمیر ہمہ کس یارب تو مرا توبہ دہ و عُذر پذیر	در حالتِ عجز دستگیر ہمہ کس اے توبہ دہ و عُذر پذیر ہمہ کس	لا اعلم
من باغِ جہان را قفسے دیدم و بس از صبح وجود تا شبانگاہ عدم	مُرغش ز ہوا و ہوسے دیدم و بس چون چشم کشودم نفسے دیدم و بس	سحابی
نان و سرکہ گر نہی پیش کسے بہ کہ حلوا و شکر پیش آوری	لفظ خود شیرین کنی چون انگبین ؎ دانگہے سرکہ بمالی بر جبین ؎	ابن یمین
دوشم گزر افتاد بہ ویرانۂ طوس گفتم چہ خبر داری ازاین ویرانہ	دیدم چغدے نشستہ جاے طاؤس گفتا خبر این است کہ افسوس افسوس	شہید
مُرغے دیدم نشستہ بر بارہ طوس باکلہ ہمی گفت کہ افسوس افسوس	در پیش نہادہ کلۂ کیکاؤس ؎ کو بانگ جرسہا و کجا نالۂ کوس	عمر خیام

ش

در کارگہہ کوزہ گرے رفتم دوش ناگاہ یکے کوزہ بر آورد خروش	دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش کو کوزہ گر و کوزہ خر و کوزہ فروش	عمر خیام

صاحب کرما بر من گمراه ببخش،
بخشنده پس از خدا چو امروز توی،

عمرے که شمرده ایم سال و ماهش،
سرگرم سراغ کیست یارب دوران

کو عقل و کجا فهم و کرا بینش و هوش
چون شمع دریں بزم عبث می سوزی

منعم که به عیش میرود روز و شبش،
بس آب که میرود به جیحون و فرات

چون آمدهٔ بعالم امکان باش،
اینجا اے درد خود صلاے عام است

آتش به دو دست خویش در خرمن خویش
کس دشمن من نیست منم دشمن خویش

شنیدم در عدم پروانه می گفت
پریشان کن سحر خاکسترم را

بگذار طلب به تخت شاهی بنشیں
خلوت بنود گوشه نشینی تنها

در مذهب بالجمله یکسان می باش
ایں ست طریق عشق جانانهٔ ما

گر قرب خدا می طلبی دلجو باش
خواهی که چو صبح صادق القول شوی

بیشی طلبی ز هیچ کس بیش مباش،
خواهی که ز هیچ کس بتو بد نرسد

سودے نکند فراخنائے بر و دوش

سهوی اگرم فتاده ناگاه ببخش
در دست توام خواه بکش خواه ببخش
— طالب

مانند فلک قرار بنود گاهش
یک خلق چو سایه میرود همراهش
— درد

کوران و کران بهم نمایند خروش
اے روشنی طبع تو هم شو خاموش
— درد

نالیدن درویش ندانند بهیش
در بادیه تشنگان بجان در طلبش
— سعدی

دیدی کن و بر وضع جهان خندان باش
یکچند دریں خانه تو هم مهمان باش
— درد

خود بر زده ام چه نالم از دشمن خویش
اے واے من و دست من و دامن خویش
— لا اعلم

دمے از زندگی تاب و تبم بخش
ولیکن سوز ساز یک شبم بخش
— لا اعلم

در سایهٔ رحمت الهی بنشیں،
بیخود شو و هر کجا که خواهی بنشیں،
— لا اعلم

در دائرهٔ کفر با ایمان می باش
زنار بگردن و مسلمان می باش
— نامی

اندر پس و پیش خلق نیکو گو باش
خورشید صفت با همه کس یکرو باش
— لا اعلم

چون مرهم و موم باش و چون نیش مباش
بدگوے و بدآموز و بداندیش مباش
— عمر خیام

گر آدمی عقل و هنر باید و هوش

گاؤ از من و تو فراخ تر دارد چشم	پیل از من و تو بزرگتر دارد گوش	سعدی
سر بر مفراز و خاکپائے ہمہ باش	دلہا مخراش و در رضائے ہمہ باش	
باخلق نیامیختن از خامی تست	ترک ہمہ گیر و آشنائی ہمہ باش	حالی
پندے دہم اَت اگر بمن داری گوش	از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش	
عقبیٰ ہمہ روز ست و دنیا یکدم	از بہر دمی ملک ابد را مفروش	عمر خیام
در کارگہ کوزہ گرے بودم دوش	دیدم دو ہزار کوزہ گویا و خموش	
ہر یک بزبان حال با من گفتند	کو کوزہ گر و کوزہ خر و کوزہ فروش	عمر خیام

ض

کردی شب و روز کامرانی بالغرض	دیدی ہمہ خیر این جہانی بالغرض
مرگ و پیری دو چار گردد آخر	صد سال اگر زندہ بمانی بالغرض

ط

آنرا کہ نہ عاشق ست از یار چہ حظ	وانرا کہ نہ مشتاق ز دیدار چہ حظ
نابینا را چو چشم عالم بین نیست	زالوان چہ تمتع واز انوار چہ حظ

غ

این تیرہ دلان کہ تیر بارند چو میغ	در جور و ستم نمی نمایند دریغ
براہل گدا از دستِ ظالم نرسد	سیماب نگشت کشتہ از خنجر و تیغ

ق

سیہ بادروے سپہر کبود — کہ باکینہ جفت ست و با مہر طاق
بہ عیسیٰ مریم خرے میدہد — بکودن ہمی میدہد صد براق — ابن یمین

ک

مومنِ شوق گناہگاری کب تک — اے تیرہ درون سیاہ کاری کبتک
مان اپنے خدا کو ۔ باز آبہر خدا ۔ — اے دشمنِ دیں بتوں سے یاری کبتک — مومن

رُوپی کو کسل انیک — کسل کو روپی ایک
(آفتاب ۱۲) ہم سے تمہیں انیک — تم ہو ہمکو ایک — لا اعلم

گر فضل کنی ندارم از عالم باک — ور عدل کنی شوم بہ یکبار ہلاک
روزی صد بار گویم اے صانع پاک — مشتے خاکم چہ آید از مشتی خاک — لا اعلم

گ

پرنار نی پینی چھُری — مت کوئی کرو پر سنگ
دس مستک (تیہ ۱۲) راون گئے — پر ناری کے سنگ — لا اعلم

موجود یگانہ ایست پاک از ہمہ رنگ — چہ کفر و چہ ایمان چہ صلح و چہ جنگ
خورشید ہماں یکے و بے تغیر است — خواہی در روم بیں و خواہی در زنگ — لا اعلم

در باغ مرادِ ما زبیداد تگرگ — نے نخل بجائے ماند نے شاخ نہ برگ
چوں خانہ خراب ست چہ نالیم ز سیل — چوں زیست و بال ست چہ ترسیم ز مرگ — غالب

طفلی بگذشت و شد جوانی حاصل
هر چند چو تار سبحه برجای خودی
پیری هم می رسد نباشی غافل
چون دانه کند قطع ره اینجا منزل
درد

گر قلب نبود باید ت انیک دل
گر کعبهٔ شوق باید ت انیک جان
در عاشق فرد باید ت انیک دل
ور قبلهٔ درد باید ت انیک دل
عطار

وصل تو بکام غیر دیدن مشکل
گفتی که بمیر تا بوصلم برسی
وز دیدن تو طمع بریدن مشکل
مردن آسان ولی رسیدن مشکل
لااعلم

گر با غم عشق سازگار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق
برمرکب آرزو سوار آید دل
ور عشق نباشد بچه کار آید دل
لااعلم

م

روزی پی گلاب می گردیدم
گفتم که چه کردهٔ ترا می سوزند
فرخنده گلی بر سر آتش دیدم
گفتا که درین باغ دمی خندیدم
لااعلم

پسندیدست بخشایش و لیکن
نداسنت آنکه رحمت کرد بر مار
منه بر ریش خلق آزار مرهم
که آن ظلمت برفرزند آدم
لااعلم

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و تخت و بخت
سال خرم - فال نیکو - مال وافر - حال خوش
یارب اندر هر دو گیتی برقرار و بر دوام
اصل ثابت نسل باقی - تخت عالی بخت رام
لااعلم

از کردهٔ خویش منفعل بسیارم
چیزی که بباید نشود - از من شد
عمریست که پابند درین آزارم
بر فضل نظر کن - نه بکردارم
سرمد

یارب تو عطا کن ز قناعت گنجم
دین را نتوان کرد بدنیا سودا
عمریست که در حرص و هوا در رنجم
هر لحظه درین سود و زیان می سنجم
سرمد

غم ناکم و از کوی تو با غم نروم
از حضرت هیچو تو کریمی شاها
جز شاد و امیدوار و خرم نروم
محروم کسی نرفت و من هم نروم
سرمد

افسوس کہ یک عمر رہے کردیم
در نامہ نماند جائے یک نقطہ سفید
مردانہ نہ زیستیم و آہے کردیم
از بسکہ شب و روز سیاہے کردیم
معین

عمریست کہ چون زلف پریشان خودیم
تا جلوہ یار جلوہ گر شد در ما
چون غنچہ گل سر بہ گریبان خودیم
آئینہ صفت ہمیشہ حیران خودیم
درد

از کوری دل بجز نگاہے نکنم
من بندہ ناکارہ و تو بخشندہ
دان کار کہ کردنی ست گاہے نکنم
دیگر چہ کنم اگر گناہے نکنم
درد

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم
گیرم کہ ز من در گذرانی بہ کرم
وز کردہ خویشتن بہ دردم چہ کنم
زین شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم
عمر خیام

گر من گنہ جملہ جہان کردستم
گفتی کہ بوقت عجز دستت گیرم
لطف تو امید است کہ گیرد دستم
عاجز تر ازین مخواہ کاکنون ہستم
لا اعلم

غمناکم و از در تو با غم نہ روم
از درگہ ہمچو تو کریمے ہرگز
جز شاد و امیدوار و خرم نہ روم
نومید کسے نرفت و من ہم نہ روم
لا اعلم

چون عود نبود چوب بید آوردم
تو خود گفتی کہ نا امیدی کفر است
روے سیہ و موے سپید آوردم
بر قول تو رفتم و امید آوردم
لا اعلم

افسوس کہ مخلوق پرستی کردم
این بادہ خمار داشت ہشیار شدم
وز ہمت پست رو بہ پستی کردم
ایام شباب بود مستی کردم
سرمد

تا کے غم زید و گہ غم عمرو خوریم
خوش باش بہ نیش و نوش کز نخل حیات
آن بہ کہ بجائے غم زخم خم خوریم
فرض ست کہ گہ خار و گہے ثمر خوریم
قاآنی

این جوش حباب از قدیم ست قدیم
لب تشنہ طرح نو ست این کہنہ رباط
این نقش سراب از قدیم ست قدیم
این خانہ خراب از قدیم ست قدیم
سرمد

ہر روز یکے روز در آید کہ منم
چون کار جہان بر و قرارے گیرد
خود را بجہانیان نماید کہ منم
ناگاہ اجل ز دور در آید کہ منم
محمود

نے دل ز پئے طمع مشوش دارم
نہ سینہ ز حرص زر پر آتش دارم

ناقِ جو و آبِ چاہ و بکجے خالی
یارب کہ چہ زندگانی خوش دارم
خسرو

یارب بچہ تحصیل رضائے تو کنم
خود را بہ چہ حیلہ آشنائے تو کنم
عمرِ ابدی بہ خضر ارزانی باد
من میخواہم کہ جان فدائی تو کنم
نعیم

چون عود نبود چوبِ بید آوردم
روئے سیہ و موئے سفید آوردم
چون خود گفتی کہ ناامیدی کفرست
فرمان تو بردم و امید آوردم
لا اعلم

در سر نہ ہوائے مال وجاہے دارم
در دل نہ غم زر و سپاہے دارم
صاحب نظرے توجہے گر بکنند
چون آئینہ چشم یک نگاہے دارم
درد

از اہل دول مدار چشم انعام
جوشند اگر با تو بہ گرمی تمام
در کیسۂ شان عیز تہیدستی نیست
بدنام خزانہ اند ہمچون حمام
واقف

از دستِ بخیل زر فتادن معلوم
از لطفِ عقیمہ طفل زادن معلوم
از دون منشان کامروائی مشکل
از ناخنِ پا گرہ کشادن معلوم
امجد

باآنکہ یکے گام بہ منزل دارم
صد تخم ہوس ہنوز در گل دارم
در خاک نہ دانم کہ چسان می گنجم
با این ہمہ آرزو کہ در دل دارم
مومن

ما با می و مستی سرِ تقویٰ داریم
دنیا طلبیم و میل عقبیٰ داریم
کئے دنیا و دیں ہر دو بہم آید راست
این است کہ ما نہ دین نہ دنیا داریم
لا اعلم

آنم کہ دل از کون و مکان بر کندم
وز خوانِ جہان بہ لقمۂ خورسندم
گندم ز سرِ کوہِ قناعت سنگے
آوردم و بر رخنۂ آز افگندم
لا اعلم

خواہی کہ رسی بہ کام بردار دو گام
یک گام ز دنیا و دگر گام ز کام
نیکو مثلے شنو ز پیر بسطام
از دانہ طمع ببر کہ رستی از دام
بسطامی

سلطان منم و منت سلطان نکشم
از بہر دو نان منت دونان نکشم
نفسم چو سگ ست و من مثال سگبان
از بہر سگے منت سگبان نکشم
سرمد

آن دوست کہ دیدنش بیارآمد چشم
بے دیدنش از گریہ نیاساید چشم
مارا ز برائے دیدنش باید چشم
در دوست نہ بینم بچہ کار آید چشم
سعدی

بے دیدن دوست دیدگان را چه کنم
جانم ز برای وصل او می بایست
ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم
بے حکمش نیست هر گناهے که مراست
آن به که ز جام و باده دل شاد کنیم
این عاریتے روانِ زندانی را
تا در طلبِ دوست همی بشتابم
گیرم که وصال دوست در خواهم یافت
دیروز به بازار شدم بشگفتم
آخر چه گناه داری اے آئینه
من باده خورم ولیک مستی نکنم
دانی غرض صنم ز مے پرستی چه بود
با راه صواب از خطا می گردیم
او در دل ما و در طلبش کو بکوئی
در هجر من از طرب کنارے دارم
غم بر سر غم ز غمگسارے دارم
از بار گنه خمیده پشتم چه کنم
نے در صف کافر نه مسلمان جایم
ما عادت خود بهانه جوئی نکنیم
آنها که بجائے ما بدیها کردند
هر کس که هنرمند زید در عالم
دیدی که بوقت رشته تابی خیاط
از اهلِ جهان و صنع خدائی دارم

چون نیست امید وصل جان را چه کنم
بے جانِ جهان جانِ جهان را چه کنم
— لا اعلم

وین یک دم نقد را غنیمت شمریم
پس ما غم آینده بهر چه بخوریم
— عمر خیام

وز آمده و گذشته کم یاد کنیم
یک لحظه ز بندِ عقل آزاد کنیم
— عمر خیام

عمرم بکران رسید و من در خوابم
این عمر گذشته را کجا دریابم
— فرخی

آئینه آویخته دیدم گفتم
گفتا که جمال دیدم و نهفتم
— لا اعلم

بالله بقدح دراز دستی نه کنم
تا همچو تو خویشتن پرستی نه کنم
— عمر خیام

هر چند که رفته ایم و امی گردیم
معشوقه کجا و ما کجا می گردیم
— فیاض

با ناله و آه روزگارے دارم
با این همه غم خوشم که یارے دارم
— لا اعلم

نے راه بمسجد نه کنشتم چه کنم
نے لائق دوزخ نه بهشتم چه کنم
— لا اعلم

جز راست روی و نیک خوئی نکنیم
گر دست دهد بجز نکوئے نکنیم
— ولی

هست از هنر خویش دلش را صد غم
می ساید دست از تاسف بر هم
— غنی

عیش دگر از فیض خدائی دارم

واقف

شرمنده یک قطره نیم زین دریا ... مانند صدف رزق هوائی دارم
گه در طلبِ کمال علم و هنریم ... گاهی ز ره بیهودگی مادر بدریم

درد

داریم هجوم بر لب بحر خیال ... هستی پل بسته ست و ما می گذریم
دوش آئینهٔ خویش به صیقل دادم ... روشن کردم به پیش خود بنهادم

جامی

در آئینه عیب خویش چندان دیدم ... کز عیب کسان هیچ نیاید یادم
گاهی هوس بادهٔ رنگین دارم ... گاه آرزوی وصل نگارین دارم

قاآنی

گر سبحه بدست و گاه زنار بدوش ... یارب چه کسم کیم چه آئین دارم
با آنکه ز عشق سرفرازی بکنیم ... با گردش چرخ سفله بازی بکنیم

الفت

سازیم زمانه بکام دلِ خویش ... یکچند بیا زمانه سازی بکنیم
روزی ز پیِ گلاب می گردیدم ... پژمرده عذار گل در آتش دیدم

لااعلم

گفتم که چه کردهٔ که می سوزندت ... گفتا که درین باغ دمی خندیدم
گیرم که ز علم واضع زیچ منم ... فرمان دهِ روزگار پُرپیچ منم

جامی

از دیدهٔ اعتبار چون درنگرم ... دنیا هیچست و هیچ در هیچ منم
یکچند پیِ گردش افلاک شدیم ... یکچند پیِ دانش و ادراک شدیم

لطفی

از آمد و رفت خود همی فهمیدیم ... کز خاک برآمدیم و در خاک شدیم
پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم ... آسوده درآمدیم و غمناک شدیم

لااعلم

بودیم ز خاک تیره در آتش و آب ... دادیم بباد عمر و در خاک شدیم
با هرکه دوستی خود اظهار میکنم ... خوابیده دشمنیست که بیدار می کنم

آزاد

از بسکه در زمانه یکی اهل درد نیست ... اظهار درد خویش به دیوار می کنم
مست توام از جرعه و جام آزادم ... مرغ توام از دانه و دام آزادم

لااعلم

مقصود من از کعبه و بتخانه توئی ... ورنه من ازین هر دو مقام آزادم
عُودم چو نبود چوب بید آوردم ... روی سیه و موی سفید آوردم

تهنه

خود فرمودهٔ آنکه ناامیدی کفرست ... فرمان تو بردم و امید آوردم

ساقی اگرم می ندہی می میرم پیمانہ ہر کہ پُر شود می میرم	در ساغر من زکف نہی می میرم پیمانۂ من چو پُر نہی می میرم	مہستی
وقت است کہ ترک پیرِ استاد دہیم با جام مئے دو سالہ در میکدہ ہا	آموختہ ہا را ہمہ از یاد دہیم ناموسِ ہزار سالہ بر باد دہیم	لا اعلم
آن دوست کہ دیدنش بیار آید چشم ما را از برائے دیدنش باید چشم	بے دیدنش از گریہ نیاساید چشم گر دوست نہ بیند بچہ کار آید چشم	لا اعلم
صفائے روئے ترا از نقاب می بینم نژاد گوہر من از محیط یکساں ست	بہ ماہ می نگرم آفتاب می بینم بیک نظر ہمہ را چوں حباب می بینم	صائب

ن

گلشن میں پھروں کہ سیرِ صحرا دیکھوں ہر جا تری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے	یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں	لا اعلم
پیشِ اُمرا طالبِ زر جھکتے ہیں سنجیدہ ہیں یہ لوگ ترازو کی مثال	سجدے سے سوا مجرے میں سر جھکتے ہیں ہے مال جدھر سو ادھر جھکتے ہیں	انیس
کہا احباب نے یہ دفن کے وقت لحد تک آپ کی تعظیم کر دی!	کہ ہم کیونکر وہاں کے حال جانیں اب آگے آپ کے اعمال جانیں	اکبر
ویرانہ ہے وہ خانہ کہ جس گھر کو در نہیں ناکارہ وہ دوا ہے کہ جس میں اثر نہیں	بیکار وہ شجر ہے کہ جس کو ثمر نہیں بدبخت وہ بشر ہے کہ جس کا پسر نہیں	لا اعلم
کون کہتا ہے کہ دُنیا میں خدا ملتا نہیں یہ خودی دامِ بلا ہے۔ اس سے بچکر تم رہو	ہے خودی جبتک کہ انساں میں پتہ ملتا نہیں پھر نہ تم ہرگز کہو گے کہ خدا ملتا نہیں	لا اعلم
دَیا دہرم کا مُول ہے۔ پاپ مول ابھمان لینے کو ست نام ہے۔ دینے کو ان دان۔	تُلسی دیا نہ چھانڈے۔ جب لگ گھٹ میں پران ترنے کو ہے دینتا۔ ڈوبن کو ابھمان	تُلسی داس

چہ خوش گفت جمشید با رائے زن؛ — کہ یا پردہ یا گور بہ جائے زن
چو زن راہِ بازار گیرد بزن؛ — وگرنہ تو در خانہ بنشین چو زن
لااعلم

در میر و وزیر و سلطان را؛ — بے وسیلت مگرد پیرامن
سگ و دربان چو یافتند غریب — ایں گریبان گرفت و آن دامن
سعدی

حذر کن زانچہ دشمن گوید آن کن۔ — کہ بر زانو زنی دستِ تغابن
گرت راہے نماید راست چون تیر — ازان برگرد و راہِ دستِ چپ گیر
״

کس منہ سے کہوں لائقِ تحسین میں ہوں — کیا لطف جو گل کہے کہ رنگین میں ہوں
ہوتی ہے حلاوتِ سخن خود ظاہر — کہتی ہے کہیں شکر کہ شیریں میں ہوں
انیس

لذت چاہو تو وصل معشوق کہاں — شوکت چاہو تو زر کا صندوق کہاں
کہتا ہے یہ دل کہ خودکشی کی ٹھہرے — خیر اسکو بھی مان لیں تو بندوق کہاں
اکبر

ہندو سے لڑیں نہ گبر سے بیر کریں؛ — شر سے بچیں اور شر کی عوض خیر کریں
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دنیا — وہ آئیں اور اس بہشت کی سیر کریں
حالی

چوروں سے زر و مال بچا سکتے ہیں — پہرے پہ سپاہی کو لگا سکتے ہیں
بچتی نہیں اسراف سے کوڑی لیکن — اس چور پہ قابو نہیں پا سکتے ہیں
فراق

مقبروں میں دیکھتے ہیں اپنی ان آنکھوں سے روز — یہ برادر - یہ پدر - یہ خویش - یہ فرزند ہیں
تو بھی ٹھوکر مار کر چلتے ہیں رعنائی سے یار - — سوجھتا اتنا نہیں - ہم خاک کے پیوند ہیں
سوز

ایں ہستی موہوم حباب ست بہ بین — ایں بحر پُر آشوب سراب ست ہمین
از دیدۂ باطن بہ نظر جلوہ گر ست — عالم ہمہ آئینۂ آب ست بہ بین۔
سرمد

افعال بدم ز خلق پنہان میکن — دشوار جہان بر دلم آسان میکن
امروز خوشم بدار فردا با من — آنچہ از کرم تو می سزد آن میکن
״

یارب بہ دل اسیر من رحمت کن — بر خاطر غم پذیر من رحمت کن۔
بر پائے خرابات رو من بخشائی؛ — بر دستِ پیالہ گیر من رحمت کن۔
بر نالہ و برزاری من رحمت کن — بر مفلسی و خواری من رحمت کن
عمر خیام

بر گریه و بیداری من رحمت کن	بر فقر و نگونساری من رحمت کن	قاسم
من در عجبم که هر که خواهد مردن	با خود بجز از کفن نخواهد بردن	لا اعلم
از بهر چه آزار خود و یار کند	و اماده کند آنچه نخواهد خوردن	
فارغ ز غم بوده و نابوده نشین	ایمن ز این چرخ آفت اندوده نشین	واقف
تدبیر تو بلای جانست عاقل	خود را بگذار و آسوده نشین	
با اهل دول تندی خو پیدا کن	در گلشن مسکنت نمو پیدا کن	درد
تا کی ز هوا زنی لعزت آتش	در خاک نشین و آبرو پیدا کن	
از ره مروی به جعد گیسو اززن	مار سیاه است هر سر مو از زن	مومن
از پهلوی مرد زن بردن آورند	یعنی که تهی به است پهلو از زن	
اشراق غنیس دل از بتان شاد مکن	بت خانه ز سنگ کعبه آباد مکن	اشراق
این دیر فنا را سر آبادی نیست	اندر ره سیل خانه بنیاد مکن	
با دشمن و با دوست تفضل میکن	بیداد ز هر کسی تحمل می کن	لا اعلم
غافل منشین که عالم اسباب است	اسباب نگه دار و توکل می کن	
با حکم قضا ستیزه نتوان کردن	با دست علاج نیزه نتوان کردن	لا اعلم
تدبیر کجا علاج تقدیر کند	آهن با موم ریزه نتوان کردن	
اسرار نهان فاش نباید گفتن	جز حیرت سامع لغز باید گفتن	لا اعلم
هر چند که آئینه جدا نیست ز عکس	لیک آئینه را عکس نشاید گفتن	
کم گو که سخن بود چون در مکنون	گردد ز کمی قیمت این در افزون	لا اعلم
تنگی ز دهن از آن پسندیده بود	تا صرف از آن شمرده آید بیرون	
اندر ره دین تصرف آغاز مکن	چشم بد خود به عیب کس باز مکن	لا اعلم
سر دل هر بنده خدا می داند	خود را تو درین میانه انباز مکن	
جانان نظری بر دل درویشم کن	یا چاره جان چاره اندیشم کن	عطار
این میدانم که خاک می باید شد	گر خاک کنی خاک ره خویشم کن	

از دامن دوست دست کوتاه مکن
یک لحظه ز یادِ دوست غافل منشین
ور تیر زند بر جگرت آه مکن
او خواه ز تو یاد کُن و خواه مکن
لاأعلم

با هر بد و نیک راز نتوان گفتن
حالی دارم که شرح نتوانم داد
دایم سخنی دراز نتوان گفتن
رازی دارم که باز نتوان گفتن
عمر خیام

فائض سخنِ راست ز ما باور کن
پروانه شبے بخواب ما آمده گفت
مژگان بندامتِ گناہے تر کن
شب رفته چه مردهٔ چراغ بر کن
فائض

رفتم به طبیب و گفتم از درد نہاں
گفتم که غذا گفت ہمیں خون جگر
گفتا از غیر دوست بر بند زبان
گفتم پرہیز- گفت از ہر دو جہان
مہنه

قومے متفکر اند در مذہب و دیں-
ناگاه منادی بر آمد ز کمیں
جمعے متحیر اند در شک و یقین
کاے بیخبراں راه نه آنست و نه ایں
عمر خیام

اسرارِ ازل را نه تو دانی و نه من
ہست از پسِ پرده گفتگوے من و تو
ویں حرف معما نه تو خوانی و نه من
گر پرده بر افتد نه تو مانی و نه من
لاأعلم

غربتی گر روی به شہر و دیار
دوست را گر نمیتوانی دید-
روے در مسجد مصفّا کُن
خانهٔ دوست را تماشا کن
غربتی

با خلق خدا سخن به شیرینی کن-
تا بر سر دیده جا دہندت مردم
اظہارِ ثنا ز عجز و مسکینی کن
چون مردم دیده ترک خود بینی کن
لاأعلم

دشنام اگر دہد خسیسے
گر پائے کسے سگے گزیده
چاره بنود بجز شنیدن
با سگ نتوان عوض گزیدن
شاپور

سرما بگذشت و ما ہمانیم ہمان-
ایں روز و شب و سال و مه و شام و پگاه
گرما بگذشت و ما ہمانیم ہمان
بر ما بگذشت و ما ہمانیم ہمان
نساخ

آنکس که خمیر کرد آب و گلِ من-
در خدمتِ خویش اعتقاد دست مرا
آراسته در صدق و صفا منزلِ من
از من پوشیده نیست راز دلِ من
درد

اے تازه جوان بشنو ازیں پیر کہن
یک نکته که ہست مایهٔ مغز سخن

یارے کہ درو معرفتے نیست مگیر
کارے کہ درو منفعتے نیست مکن

گر مست نهٔ مستانهٔ میکن
ور دُزد نهٔ ـ پنهاں رُبائی میکن
تا خلق ز اسرار تو واقف نشوند
رندی بنمائے و پارسائی میکن
لا اعلم

قلاش و سیه گلیم و عاشق بودن
میخوارهٔ و بت پرست و فاسق بودن
در کنج خرافات موافق بودن.
به زانکه بخرقه در منافق بودن
لا اعلم

پرسید ز یار خود یکے از یاراں
کائے یار بگو چگونه گفت ایجاں
فرسوده شد از خوردن نعمت دنداں
لیک از گله یکروز نشد سود زباں
لا اعلم

در عشق بتاں بے سر و ساماں بودن
همدم همه دم با غم ایشاں بودن!
رفتن به کلیسا و بستن زنار
به زانکه به تقلید مسلماں بودن!
〃

اسرار صفا به پیش دونا گفتن
بیجاست چو گوهر بخشایش سُفتن
یعنی نرود کدورت از طبع دنی
از روے زمیں غبار نتواں رفتن
درد

دوشینه پئے گلاب میگر دیدم در طرف چمن
پژمرده گلے میان گلها دیدم پر مُرده چو من
گفتم کہ چه کردهٔ چنیں میسوزی اے عاشق زار
گفتا که بسے دریں چمن خندیدم بس واے بمن
عمر خیام

اشراق دلِ از غم بُتانِ شاد مکن
بُت خانه ز سنگ کعبه آباد مکن
ایں دیر فنا اسر آبادی نیست
رو در رہِ سیل حنا نه بنیاد مکن
اشراق

تا کئے مغرور بادشاہی بودن.
هنگامه گر جهاں پناهی بودن.
امروز بهر چه می توانی می ناز ـ
فردا تو بیادِ کس نخواهی بودن.
درد

شاها چو گدا با دلِ غمناک نشیں!
بیباک چنیں نه زیر افلاک نشیں
زاں پیش کہ با خاک برابر گردی!
از تخت فرود آ و بر خاک نشیں
درد

اے حاصل تو زندگانی مُردن.
تا چند پئے حیاتِ فانی مُردن
اے غره و هم خود پرستی مُردی!
پیش از مُردن اگر توانی مُردن!
درد

گرما بگذشت و ایں دلِ زار همان
سرما بگذشت و ایں دلِ زار همان
القصه هزار گرم و سرد عالم
بر ما بگذشت و ایں دلِ زار همان
درد

سلطان گوید کہ نقدِ گنجینۂ من عاشق گوید کہ داغ دیرینۂ من	صوفی گوید کہ دلقِ پشمینۂ من من دانم و من کہ چیست در سینۂ من	غزالی
عمرے ز پئے وصالِ خوبانِ جہان یک راحت و صد ہزار محنت وصلت	گردیدم و این تجربہ کردم آسان یک محنت و صد ہزار راحت ہجران	حافظ
در کوئے مغان موسم گل منزل کن این خرقۂ پشمینہ کہ بارست و وبال	خود را بدر جنون بزن غافل کن از دوش بنہ۔ فراغتے حاصل کن	سرمد



ضائع نہ کر آغوش کے پالے دل کو درکار اگر ہے زادِ راہِ عقبیٰ	کرتے ہیں پسند درد والے دل کو سب چھوڑ کے دنیا سے اٹھالے دل کو	انیس
روتا ہوں میں دوستو۔ مجھے رونے دو اب نزع کی حالت میں وصیت کیسی	دامن پہ ہے داغِ معصیت دھونے دو جاؤ بھی ہٹو۔ غل نہ کرو۔ سونے دو	شاکر
غافلو ہو کہ نہ ہو تم کو سفر میں کچھ سود لیک جب جاتے ہو دنیا سے سوئے ملک عدم	ساعتِ نیک منجم سے مگر پوچھتے ہو نہ کوئی دن۔ نہ کوئی وقتِ سفر پوچھتے ہو	لا اعلم
ہیں جو اچھے وہ خود سمجھتے ہیں ہو مگر کس طرح بُروں پہ اثر	نیک و بد کو۔ بُرے کو۔ بہتر کو۔ نہیں لگتی ہے جونک پتھر کو	"
جنو تند کاری گینڈا مارو چیونٹی مانے بسر نہ ہوئے	لوٹ پاٹ راجہ دھن لاؤ نربل لو لے کبھی نہ کوئے۔	"
جونکو غفلت سے سر اٹھاؤ دیکھو رونا نہ پڑے کہ کچھ کیا نہ ہم نے	اچھا بُرا اپنا سوچو سمجھو دیکھو ہے موت کمیں گاہ میں دیکھو دیکھو	"
ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو من بد کنم و تو بد مکافات دہی	آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو پس فرق میانِ من و تو چیست بگو	عمر خیام

اے درد کجا ساقی و صہبا و سبو۔ درگوش صدائے قلقل مینا کو
چوں شیشۂ ساختند ایں ہمنفساں ریز ند بجائے آب حنا کے بر گلو
درد

اے شیخ بہ خلق از کرامات مگو۔ اخبار پریشاں بہبا ہات مگو
منظور اگر بیہدہ گوئے باشد دیگر چہ کم ست ایں خرافات مگو
درد

آن قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو بر درگہ او شہان نہادندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ بنشستہ ہمی گفت کہ کو کو کو کو
عمر خیام

اے درد دلِ من اصل تمنا ہمہ تو وے در سرِ من مایۂ سودا ہمہ تو
ہرچند بہ روزگار درمی نگرم امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو۔
مہند

ہ

دنیا کا ہو۔ نہیں تو دین کا ہو رہ۔ بتخانے چلا ہے۔ تو وہیں کا ہو رہ۔
یہ دو فصلی نہیں ہے اچھی نادر ہوتا ہے تو نادان۔ کہیں کا ہو رہ
نادر

خسرو کے سر پہ وہ نہ رہا تاج خسروی نے رہ گیا وہ چتر فلک سا ہے جم کے ساتھ
کیسی اب اُن کی دھوپ میں جلتی ہیں تربتیں سایہ میں یاں پلے تھے جو ناز و نعم کے ساتھ
مصحفی

مانگن گئے سو مر رہے۔ مرے جو مانگن جا نہہ سب سے پہلے وہ مرے۔ جو ہوت کرت ہیں نا نہہ
مانگن مرن سمان ہے۔ مت کوئی مانگے بھیکھ مانگن سے مرنا بھلا۔ یہ ستگورو کی سیکھ
لاادری

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ
״

ایدل بچہ غم خوردنت آمد پیشہ وز مرگ چہ ترسی چو درخت از تیشہ
وانگہ کہ بنا خوشی بر ندت زینجا خوش باش کہ رستی از ہزار اندیشہ
״

دنیا بمراد راندہ گیر آخر چہ۔ ویں نامۂ عمر خواندہ گیر آخر چہ
گیرم کہ بکام دلِ بماندی صد سال صد سال دگر بماندہ گیر آخر چہ
عمر خیام

ای کز پی کسب علم بر پا شده
از دفتر عشق تا نخوانی ورقی.
تحصیل علوم را مهیا شده
بوجهلی اگرچه ابن سینا شده

مومن

هر چند دل خلق نگهداری به
چون عالم را وفا نخواهد بودن
کس را ز کم و بیش نیازاری به
پس تخم جفا هر آنچه کم کاری به

لا اعلم

چون کیش خصومت ست بی کیشی به
چون درد دل از خویشتن و خویشان نیست
چون مال ملامت ست درویشی به
بی خویشتنی بهست و بی خویشی به

״

ناداری این جهان ز دارائی به
آسوده ز شغل هر دو عالم بودن
دلق نمد از اطلس و دارائی به
صد ره ز سکندری و دارائی به

״

ای مال مرا یاد دهی فوج و سپاه
ترک اسباب به ز جمع اسباب.
از قطع تعلقم بود حشمت و جاه
کز دولت فقر هر گدا گردد شاه

درد

زین مردم صد رنگ سیه پوشی به
از صحبت ناتمام بی حاصل شان
زین خلق فرومایه فراموشی به
تنهائی و گوشه و خاموشی به

لا اعلم

ابلیس که گشته در بدی افسانه
گر بیند اهل و آشنا مانع نیست
بیچاره سگیست بر در جانانه
مانع شود آنرا که بود بیگانه

״

یا رب. دل پاک و جان آگاهم ده
وز راه خود اول ز خودم بیخود کن تا
آه شب و گریهٔ سحرگاهم ده
آنگاه ز بیخودی به خود راهم ده

جامی

ای جان جهان جهان جان همه
عشاق به هر کناره می‌جویندت
یار همه و مهربان همه.
با آنکه همیشه در میان همه.

لا اعلم

از بسکه شکست و باز بستم توبه
دیروز به توبه شکستم ساغر.
فریاد همی کند ز دستم توبه
وامروز به ساغری شکستم توبه

״

از شرب مدام و لاف مشرب توبه
در دل هوس گناه و بر لب توبه
وز عشق بتان سیم غبغب توبه
زین توبهٔ نادرست یا رب توبه

جامی

آثار صفا ز اهل تزویر مخواه.
بوی عنبر ز طینت سیر مخواه

شاپور

از زاہد خشک رمز عرفاں مطلب	بینائی از آئینۂ تصویر مخواہ	
اگر غم را چو آتش دود بودے	جہاں تاریک بودے جاودانہ	شہید
دریں گیتی سراسر گر بگردے	خرد مندے نیابی شادمانہ	
بکنج فارغ نشستن از دنیا بہ	از منصب جاہ بقایش استغنا بہ	صادق
دنیا زنِ زشت و طالبانش کورند	شوے زنِ زشت روے نابینا بہ	
اے مولوی از کبر و رعونت گندہ	ہر گہ کہ کند بر تو سلام ایں بندہ	لا اعلم
چنداں حرکت مکن کہ از روئے قیاس	معلوم شود کہ مردۂ یا زندہ۔	
چوں چرخِ فلک در اضطرابیم ہمہ	در محنت و غم بہ ہیچ و تابیم ہمہ	علی حزیں
از بہر دو روزہ عمر اے یار عزیز	بنگر کہ چگونہ در عذابیم ہمہ	

ی

طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے	ہستی کو حباب آب دیکھا ہم نے	لا اعلم
جب آنکھ ہوئی بند تو عقدہ یہ کھلا	جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے	
گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے	بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے	"
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا	جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے	
ہموار نہیں ظاہر و باطن جن کے	چھوٹے گی ان کو یہ دو رنگی تنکے	شاکر
گر دل میں نہیں چور تمہارے شاکر	کیوں رکھتے ہو ڈر ڈر کے قدم گن گن کے	
پھل پائیں گے جو تخم کرم بوئیں گے	مرقد میں یہ پھول بن کے خوشبو دینگے	ثاقب
جن کے لئے چھوڑتا ہے مال اور منعم	مرنے پہ وہ مٹی بھی نہ تجھ کو دینگے	
جینے سے طبیعت اب ہٹی جاتی ہے	غفلت ہی میں اوقات کٹی جاتی ہے	انیس
یہ بے خبری ہزار افسوس انیس۔	بڑھتے ہیں گنہ۔ عمر گھٹی جاتی ہے	
دل سے طاقت۔ بدن سے کس جاتا ہے	آتا نہیں پھر کر جو نفس جاتا ہے	لا اعلم

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا
یاں اور گرہ سے ایک برس جاتا ہے

ترا شکوہ ہے مجھے نہ میرا تجھے
تجھکو مسجد ہے - مجھکو میخانہ

چاہیے یوں جو فی الحقیقت ہے
واعظ اپنی اپنی قسمت ہے — لا اعلم

جو شے ہے فنا - اُسے بقا سمجھا ہے
ہے بحر جہاں میں عمر مانندِ حباب

جو چیز ہے کم - اُسے سوا سمجھا ہے
غافل اس زندگی کو کیا سمجھا ہے — ״

افسوس جہاں سے دوست کیا کیا نہ گئے
تھا کونسا نخل جس نے دیکھی نہ خزاں

اس باغ سے کیا کیا گلِ رعنا نہ گئے
وہ کونسے گل کھلے جو مرجھا نہ گئے — انیس

خاموشی میں یاں لذت گویائی ہے
نے دوست کا جھگڑا ہے نہ دشمن کا فساد

آنکھیں جو ہیں بند - عین بینائی ہے
مرقد بھی عجب گوشۂ تنہائی ہے — لا اعلم

کیا کیا دُنیا سے صاحب مال گئے
پہونچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ

دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے — انیس

گر لاکھ برس جئے تو پھر مرنا ہے
ہاں توشۂ آخرت مہیا کر لے

پیمانۂ عمر ایک دن بھرنا ہے
غافل تجھے دُنیا سے سفر کرنا ہے — انیس

اگر دشمن نسازد با تو اے دوست
اگر رنجے رسد مخروش و مخراش

ترا باید با دشمن بسازی
تحمل کن بہ لطفِ بے نیازی — راحی

سیکڑوں عاشق ہیں دل آرام سبکا ایک ہے
سب خدا کی ذات میں ہیں نام سبکا ایک ہے

مذہب و ملت جُدا ہیں - کام سب کا ایک ہے
ابتدا ہے مختلف انجام سب کا ایک ہے — لا اعلم

جو پتی پر ائن ہے ناری
وہ کبھی نہیں بدہوا ہوتی

پتی برت کے بل سے تیرتی ہے
وہ پتی سے پہلے مرتی ہے — لا اعلم

پڑھ پڑھ کر کتنے موے
ڈھائی اکشر پریم کا

پنڈت بھیا نہ کوئے
پڑھے سو پنڈت ہوئے — ״

جبتک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے
مفلس جو ہوے تو پھر کسی نے لے ذوق

سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ایسے
پوچھا نہ کہ تھے کون - وہ ایسے تیسے — ذوق

مصرع اول	مصرع دوم	
کنونت کہ امکان گفتار ہست	بگو اے برادر بلطف و خوشی	لا اعلم
کہ فردا چو پیک اجل در رسد	بحکم ضرورت زبان در کشی	
درختے کہ اکنون گرفتست پائے	بہ نیروے شخصے برآید ز جائے	״
و گر ہمچناں روزگارے ہلے	بگردونش از بیخ بر نگسلے	
ببین آن بے حمیت را کہ ہرگز	نخواہد دید روے نیک بختی	״
کہ آسانی گزیند خویشتن را	زن و فرزند بگذارند بسختی	
علم چندانکہ بیشتر خوانی	چون عمل در تو نیست نادانی	״
نہ محقق بود نہ دانشمند	چارپائے بر و کتابے چند	
دنیا دنی کو جو فانی سمجھے	اور قصۂ عمر کو کہانی سمجھے	״
دریائے حقیقت میں وہی جائے پیر	جو مثل حباب زندگانی سمجھے	
یاران ہمنشیں و رفیقانِ دوستدار	سب آشنا ہیں زندگی مستعار کے	״
جب مند گئی پھر آنکھ تو اے دوست بعد مرگ	پھٹکے ہے پاس کون کسی کے مزار کے	
دنیا بھی عجب سرائے فانی دیکھی	ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی	انیس
جو جا کے نہ آئے وہ بڑھاپا دیکھا	جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی	
تھے کیک کی فکر میں۔ سو روٹی بھی گئی	چاہی تھی بڑی شئے سو چھوٹی بھی گئی	لا اعلم
واعظ کی نصیحتیں نہ مانیں آخر	پتلون کی تاک میں لنگوٹی بھی گئی	
ویران ہے کوئی گھر۔ کہیں آبادی ہے	راحت سے کوئی۔ اور کوئی فریادی ہے	״
اک عشرت و غم کا ہے مرقع دنیا	ماتم ہے کسی جا تو کہیں شادی ہے	
جو قصر کرے حرص۔ قیصر وہ ہے	تکیہ ہے جسے حق پہ۔ تو انگر وہ ہے	دبیر
آئینہ سکندر نے بنایا تو کیا	دل جسکا ہے آئینہ سکندر وہ ہے	
کم مایہ سبک پیش جہاں ہوتا ہے	میزان سے بدیہی یہ عیاں ہوتا ہے	״
خوردوں سے تواضع ہے بزرگی کی دلیل	جھکتا ہے وہ پلہ جو گراں ہوتا ہے	
ہے جان کے ساتھ کام انسان کیلئے	بنتی نہیں زندگی میں بے کام کیے	حالی

جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کیطرح — مُردوں کی طرح جئے تو کیا خاک جئے
افسوس یہاں سے نہ سبکبار چلے — ایذا و مصیبت میں گرفتار چلے — انیس
دُنیا میں تو بیگناہ آئے واں سے — یہ کیا ہے کہ عقبےٰ میں گنہگار چلے

نالۂ طنبور و چنگ اے اہلِ غفلت تم سُنو — گوش زد ہوتی ہے ہردم یہ نصیحت ساز سے — رند
ہے سزا اُسکی کہ روز و شب وہ پائے گوشمال — رازِ دل بے پردہ جو کہدے بلند آواز سے

دُنیا دریا ہے ہوس طوفان ہے — مانند حباب ہستی انسان ہے — انیس
لنگر ہے جو دل۔ تو ہر نفس بادِ مُراد — سینہ کشتی ہے۔ ناخدا ایمان ہے

خاطر نہیں ہمکو گر ہماری نہ سہی — گر اب نہیں وہ جو دوستی تھی نہ سہی — مومن
ملنا نہیں تو پیام بھی ہو موقوف — جب وہ نہ رہا تو خیر یہ بھی نہ سہی

مُنہ دیکھے کی گر ہو تو محبت کیسی — ہر شوخ پہ آئے تو طبیعت کیسی — لا اعلم
خُون ٹپکے نہ آنکھوں سے تو رونا کیسا — ہر روز نکل جائے تو حسرت کیسی

یہ حرص جو لے کے جابجا پھرتی ہے — پھرتے ہیں جدھر ساتھ قضا پھرتی ہے — انیس
فریاد کناں برائے ہر دانۂ رزق — یوں پھرتے ہیں جیسے آسیا پھرتی ہے

وے دل عبث از دار بقا می ترسی — اندیشہ بکن کہ از کجا می ترسی — سرمد
در راہِ فنا نیست تعب آرام ست — آں خانہ ازینجاست چرا می ترسی

تا چند بکوہ و دشت زحمت بکشی ہا — از بار ہوا و حرص محنت بکشی — ″
ایں زندگیت بقدر خواہش بنود — وقت ست ہنوز گر ندامت بکشی

سازندۂ کار مُردہ و زندہ توئی — دارندۂ ایں چرخ پراگندہ توئی — عمر خیام
من گرچہ بدم صاحب ایں بندہ توئی — کس را چہ گنہ کہ آفرینندہ توئی

باید کہ ز فکر زندگانی گذری — وز حرص و ہوا و کامرانی گذری — درد
اے درد ز اندیشۂ عالم بگذر — زاں پیش کہ زیں جہانِ فانی گذری

بکشائے درے کہ در کشایندہ توئی — بنمائے رہے کہ رہ نمایندہ توئی — عمر خیام
من دست بہیچ دستگیرے ندہم — کایشاں ہمہ فانی اند و پایندہ توئی

یارب بکشائے بر من از رزق درے
بے منت مخلوق رسان ما حضرے
از بادہ چنان مست نگہدار مرا
کز بے خبری نباشدم درد سرے
(عمر خیام)

اے لطف تو دستگیر ہر خود رائی
وے عفو تو پردہ پوشِ ہر رسوائی
بخشائے بر آن کسے کہ اندر ہمہ عمر
جز درگہ تو ہیچ ندارد جائے
(لا اعلم)

فردا کہ بہ نامۂ سیہ درنگری
بس دست تحیر کہ بدندان ببری
بفروختہ دین بہ دنیا از بے خبری
یوسف کہ بہ دہ درم فروشی چہ خری
(سعدی)

اے یار درین دیار غمخوار توئی
آگاہ بر احوالِ من زار توئی
دیدم ہمہ را و آزمودم ہمہ را
در بیکسی ام یار وفادار توئی
(سرمد)

اے جانِ گرامی بخدا نادانی
در خانۂ تن یک دو سہ دم مہمانی
ہر چیز اگر روی خورشید شوی
آن چیز کہ در شمار نیاید آنی
(سرمد)

رفتم بہ سرِ تربتِ محمود غنی
گفتم کہ چہ بردۂ ز دنیائے دنی
گفتا کہ سہ گز زمین و شش گز کرباس
تو نیز ہمان بری اگر صد چو منی
(لا اعلم)

گر حاکم صد شہر و ولایت گردی
ور در ہنر و فضل بہ غایت گردی
گر عاشقِ صادق و گر زاہد پاک
روزی دو سہ چون رود حکایت گردی
(〃)

گہ ترک وجود غم فزایندہ کنی
گہ آرزوے حیات پایندہ کنی
آئندہ عمر خواہی از رفتہ فزون
در رفتہ چہ کردی کہ در آئندہ کنی
(جامی)

گر آمدنم ز من بدے نآمدمے
ور تیز شدن ز من شدے کی شدمے
زان بہ نبودے درین دیر خراب
نہ آمدمے نہ بدمے نہ شدمے
(سنائی)

گر بر سر نفس خود امیری مردی
در بر دگرے حرف نگیری مردی
مردی نبود فتادہ را پائے زدن
گر دست فتادۂ بگیری مردی
(لا اعلم)

در راہ اگر بہ بینوائے برسی
سر بر قدمش نہ کہ بجائے برسی
بیدردان را ازین قدح رنگی نیست
با دردمند آ تا بہ دوائے برسی
(〃)

مردی ز مقدمات واہی تا کئے
ذکر طرب و فکر مناہی تا کئے
(〃)

سودائے جوانی و جوانان تا چند ‖ با موے سفید روسیاہی تا کے

جامی

در راه اگر تو خود فروشے ہیچے ‖ در طاعت و بندگی بکوشی ہیچے
تا کبر و حسد ز سینه بیرون نکنی ‖ گر خرقهٔ بایزید پوشی ہیچے

جامی

از حیلهٔ نفس اگر رہی استادی ‖ وز کوه ہوائے خود کنی فرہادی
آزاد نه به جستن لے مرغ از دام۔ ‖ از دانه اگر می گذری آزادی۔

لا اعلم

آنہا که مجرد اند از دنیائے ‖ در عالم دل کنند ملک آرائی
عریان بدنا نرا به حقارت منگر ‖ در برہنگی ست تیغ را برّائی۔

"

لے دل! تو اگر مست نئی ہشیاری ‖ زان پیش که بگذری جہان بگذری
کم خسپ بوقت صبح کاندر پئے تست ‖ خوابی که قیامتش بود بیداری

"

خواہی که رسی بکام تلخی نه چشی ‖ آسوده شوی بار ندامت نه کشی
با صبر بساز با قناعت خو کن۔ ‖ از دست ہوا و ہوس در کشمکشی

سرمد

از خلق ز راه تیز ہوشی نرہی ‖ وز خود ز ره سخن فروشی نرہی
زیں ہر دو بدیں و دگر بکوشی برہی۔ ‖ از خلق و ز خود جز بخموشی نرہی

حکیم سنائی

یک دم غم جان بخور غم نان تا کے ‖ در پرورشِ این تنِ نادان تا کے
اندر رهِ طبلِ شکم و نائے گلو ‖ این رقصِ زنخ بضرب دندان تا کے

جلال الدین رومی

خواہی که درین زمانه فردی گردی ‖ یا در ره دین صاحب دردے گردی
این را بجز از صحبتِ مردان مطلب ‖ مردی گردی چو گرد مردی گردی

"

دایم دل خود به معصیت شاد کنی۔ ‖ چون غم رسدت خدائے را یاد کنی۔
دنیا ز تو رفته و ترا دعوی ترک ‖ کنجشکِ پریده را چه آزاد کنی

حسن

سحر در شاخسارے بوستانے ‖ چه خوش می گفت مرغ نغمه خوانے
برآور ہر چه اندر سینه داری۔ ‖ سرودے۔ نالهٔ۔ آہے۔ فغانے

لا اعلم

کنشت و مسجد و بتخانه و دیر۔ ‖ جز این مشتِ گلے پیدا نکردی
ز حکم غیر نتوان جز بدل دست ‖ تو اے غافل ولے پیدا نکردی

"

گرا جوئی چرا در پیچ و تابی
تلاش او کنی جز خود نه بینی
که او پیدا است تو زیر نقابی
تلاشِ خود کنی جز او نیابی
لا اعلم

کم گوی و بجز مصلحت خویش مگوی
گوشِ تو دو دادند و زبانِ تو یکی
چیزی که نه پرسند تو خود بیش مگوی
یعنی که دو بشنو و یکی بیش مگوی
״

شوقِ غم عشق دلستانی داری
شمشیر کشیده قصد جانها دارد
گر پیر شدی غم جوانی داری
خود را ابر سال تو نیز جانے داری
شوقی

در رنج و بلا قدم به ماتم نه زنی
روشن ز تو بزم بندگی چون شمع ست
آئین رضا و صبر بر هم نه زنی
هرچند که سوزند ترا دم نه زنی
درد

در سینهٔ من کینه ندیدست کسے
جز پرتو حسنش که بدل می بینم
آئینه نما سینه ندیدست کسے
خورشید در آئینه ندیدست کسے
فساحی

اے آنکه شب و روز خدا می طلبی
حق با تو بهر زمان سخن می گوید
کوری اگر از خویش جدا می طلبی
سر تا قدمت منم کرا می طلبی
لا اعلم

اے خانه خراب از خدا بے خبری
ایں هستی موهوم تو نقش ست بر آب
اے موج سراب از خدا بے خبری
اے جوش حباب از خدا بے خبری
سرمد

اے کاش بدانمے که من کیستمے
گر مقبلم آسوده و خوش زیستمے
سرگشته بعالم ز پئے چیستمے
ورنه به هزار دیده بگریستمے
ابو علی سینا

هاں تا سر رشتهٔ خرد گم نه کنی
ره رو توئی و راه توئی منزل تو
خود را ز برائے نیک و بد گم نه کنی
هشدار که راه خود بخود گم نه کنی
لا اعلم

تا چند به کوهسار و دریا بینی
تا زینهٔ وحدت الوجود را پرسی
تا چند فضاے باغ و صحرا بینی
در خود همه و در همه خود را بینی
احمد

خواهی که میان خلق قاضی باشی
با خلقِ خدا حکم چناں کن که اگر
باقی مانی سگے که ماضی باشی
ایں بر تو کسے کند تو راضی باشی
لا اعلم

بے برگ طلب بمدعائے نرسی
تا نگذری از خودی بجائے نرسی
واهب

از کوچہ نے ہمیں صدا می آید — تا صاحب برگی بنوائے نرسی

گر بہر رفاہ خلق کوشی مردی — در جوش غضب گر بخروشی مردی
مردی نبود پوشش خفتان در جنگ — عیب دگران اگر بپوشی مردی
متین

مطرب فانی و بزم و ساقی فانی — با ہر کہ شدی ورد ملاقی فانی
بردار دل از کثرت بے بود جہان — ہستی بود باقی و باقی فانی۔
ورد

پیغام کرم بہ تند خویان نبری — وز صلح سخن بجنگ جویان نبری
اظہار صفا بعیز جنسان بیجاست — آئینہ بہ پیش زشت رویان نبری
ورد

در جستن جام جسم زکوتہ نظری۔ — ہر لحظہ گمانے نہ بہ تحقیق بری
رو - دیدہ بدست آر کہ ہر ذرہ خاک — جا لیست جہاں نمائے چون درنگری
لا اعلم

چندانکہ بہ حکمت گردی دور تری — تامی شمری نجوم بے نور تری۔
آن کور کہ تو راہ از و می پرسی — او میداند کہ تو از و کور تری۔
فیضی

شپیرہ با حضرت خورشید گفت — بہ چشم مرا کور چرا می کنی
گفت ترا طاقت دیدار نیست — کور خودی شکوہ زما می کنی
آزاد

زاہد نفسی بہ دوست ہمدم نشدی — در خلوت وصل یار محرم نشدی
ملا و حکیم و صوفی و شیخ شدی — این جملہ شدی ہنوز آدم نشدی
لا اعلم

گیرم کہ ہزار مصحف از بر داری — آنرا چہ کنی کہ نفس کافر داری
سر را بزمین چہ می نہی بہر نماز — آنرا بزمین بنہ کہ در سر داری
نعیم

شیخ بہ زنے فاحشہ گفتا مستی۔ — ہر لحظہ بہ دام دگرے پا بستی
گفتا - شیخا - ہر آنچہ گوئی ہستم۔ — اما تو چنانکہ می نمائی ہستی
عمر خیام

گر طاعت خود نقش کنم بر نانے۔ — و آن نان نہم پیش سگے بر خوانے
وان سگ سالے گرسنہ در زندانے — از ننگ بر آن نان نہند دندانے
لا اعلم

اے دل بخیال ہرزہ تازی تا کے — رو نہ بہ حقیقتے مجازی تا کے
زیر فلک اختران شمردن تا چند — چون طفل بمہد مہرہ بازی تا کے
سحابی

در بستر آرزو غنودن تا کی یکبار بسهو هم سری بالا کن	تا کی مرهون نفس بودن تا کی بر درگه خلق جبهه سودن تا کی	منصور
وایم دل خود به معصیت شاد کنی دنیاز تو رفته و ترا دعوی ترک	چون غم رسدت خدای را یاد کنی گنجشک پریده را چه آزاد کنی	خسرو
بد میکنی و نیک طمع می داری با آنکه خداوند کریم ست و رحیم	هم بد باشد سزای بد کرداری گندم ندهد بار چو جو می کاری	رومی
رفتم به سر گور بعبرت بینی گفتم که چه حال است شمارا ایجا	دیدم همه را از عبستان چینی گفتند چه گوئیم چو آئی بینی	لا اعلم
گر یار بکام خویشتن همدم یابی زنهار غنیمت شمر آن یکدم را	از عمر مراد خویش آندم یابی شاید که دمی دگر چنان کم یابی	״
درکارگه کوزه گری کردم رائے میکرد سبو و کوزه را دسته و مهر	در پایهٔ چرخ دیدم استاده بپای از کلهٔ بادشاه واز دست گدای	عمر خیام
برسنگ زدم دوش سبوی کاشی با من بزبان حال می گفت سبو	سرمست بدم که کردم این اوباشی من چون تو بدم تو نیز چون من باشی	״
ای کوزه گرا بکوش گر هشیاری انگشت فریدون و سر کیخسرو	تا چند کنی بر گلِ آدم خواری بر چرخ نهادهٔ چه می پنداری	״
هر کوزه گری بزیر کردم گذری من دیدم اگر ندید هر بی بصری	از خاک همی نمود هر دم تبری خاک پدرم برکف هر کوزه گری	״
ای چرخ چه کرده ام ترا راست بگوی نامم ندهی تا نبری کوی بکوی	پیوسته فگندهٔ مرا در تک و پوی آبم ندهی تا نبری آب زروی	״
افسوس که غافل تو ز هستی هستی هرچند شوی بلند چون شعلهٔ حسن	پیوسته ز صهبای رعونت مستی از شامتِ سرکشی در آخر پستی	سرمد
افسوس که از کردهٔ خود ببیا کی	در دست هوس جیب و گریبان چاکی	״

این یک دو نفس هستی خود هست شمار
پندار که بر خاک نه در خاکی ۴

افسوس ز سر تا بقدم بو الهوسی۔
اندیشه مکن ببین چه چیزی چه کسی ۴
آزاد نشوز دام غفلت گفتم۔
تا در هوسی ۔ اسیر اندر قفسی ۴
سرمد

گر ز انکه بر استخوان نماند رگ و پے
از خانهٔ تسلیم منه بیرون پے
گردن منه ار خصم بود رستم زال
منت مکش ار دوست شود حاتم طے
طوسی

هنگام سپیده دم خروس سحری ۴
دانی که چرا همی کند نوحه گری
یعنی که نمودند در آئینهٔ صبح
کز عمر شبے گذشت تو بیخبری ۴
لا اعلم

تا کئے طلب روزی هر روزه کنی
اسباب طرب ز لعل و فیروزه کنی
در چشمهٔ حیوان اگر آید اجلت
مهلت ندهد که آب در کوزه کنی
امین

تا چند دلا بفکر دنیا باشی۔
در فکر زیان و سود و سودا باشی۔
امروز بجوز که روزے فردایت۔
فردا باشد اگر تو فردا باشی۔
عنایت

دیر لیست دلا جهان پرستی چه شدی
بس طرف بمال و جاه بستی چه شدی
از صحبت خلق رو بتنهائی کن
عمرے بجهانیان نشستی چه شدی
عینوری

نے آنکه دوا ہیچ ندارد اثرے ۴
موقوف نه زندگی بهر برگ و برے
مشروط بشرط این و آن نیست که هست
بعض مرض و شفا بدست دگرے
درد

اے بیخود غفلت بچه فرزانه شوی
چشم پر آب همچو پیمانه شوی۔
امروز ز افسانه ترا خواب آمد ۴
فرداست که همچو ابی دافسانه شوی
درد

خلقے در جستجوے مال و جاہ ہے ۴
جمعے بتلاش دلبر دلخواہ ہے ۴۴
ہر کس بخیال آرزوئے دارد ۴
مائیم و تمنائے دل آگاہ ہے ۴۴
درد

گریال که ناله می کند وقت گری
دانی غرضش چیست ازین نوحه گری ۴
یعنے که گری گری شود عمر تو کم ۴
پیمانه عمر پر شود تا نگری ۴
آزاد

من دوش بخواب دیده بودم قمرے
زهره صفتے عجائبے سیمبرے۔
امروز بگرد هر درے می گردم
کز یار که دوشینه که دارد خبرے
رومی

عاشق شوی وز ترکِ جان اندیشی	دزدی کنی وز پاسبان اندیشی	صحابی
دعوی محبت کنی اے دانشمند	وانگه ز زیان این و آن اندیشی	
هاتف تو کہ جسم ناتوانی داری	چوں شمع بلب رسیدہ جانے داری	هاتف
از داغ غم یار چه آمد بسرت	تقریر بکن تو ہم زبانے داری	
اے دل ورتنگ عشقبازی تا کے	اے خونشدہ لاف تو نیازی تا کے	امیر
بودن ہدفِ تیر ملامت تا چند	بیچارہ بخون خویش بازی تا کے	

تمت



معذرت

دوران طبع کتاب ہذا کے وقت اتفاق سے مجھے چند ایسے ضروری کام درپیش ہوئے ۔ جن کی وجہ میں بذات خود نہ تو کاپی دیکھ سکا اور نہ پروف ۔ مجبوراً یہ کام ایک عنایت فرما کے سپرد کیا ۔ مگر بعد ختم طبع کتاب دیکھتا ہوں تو کہیں کہیں ان کی عدم توجہی کے باعث اغلاط رہ گئے ہیں ! اب میں کیا کر سکتا ؟

اگر غلط نامہ لگا دیتا ہوں تو ایک بیکار سی چیز ہے ۔ کیونکہ کوئی صاحب اسکو دیکھ کر کتاب درست کرنے کا بار برداشت نہیں کرتے ۔ اُمید کہ اِن چند غلطیوں کو میرے سر نہ منڈھ دیا جائے گا ۔ یقین کہ مجھے طبع ثانی تک اس کا بڑا رنج رہے گا ۔

ع دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من

اصغر